رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۰۰

قال الله تعالیٰ

وقال ابن مسعودؓ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا رواه الشیخان

رب زدنی علما

امتثالاً للآیة که دال است بر مطلوبیت ازدیاد علوم و امداداً للحدیث
که دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفه شہریه ملقبه به

الامداد

مشتمل شعب علمیه متنوعه خمسه سلسله و دائره
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقه والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدة و تربیة السالک
فی الاحوال الخاصة من السلوک الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة و ملفوظات خیرات
فی الفوائد المختلفة النقلیة والعقلیة که کل آن از افادات سلسله حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظله است
باز جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاه محمد امداد الله است بلقب صحیفه
شہریه به تبرک بنام نامیش نیز و خامسها الاستفتاءات که از تحقیقات دائره دیگر اهل فضل است

عدد ۱ | بابت ماه رجب المرجب سنه ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۲

باداره الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانه بھون جلوه نمودن گرفت

معین الدین پریس میرٹھ

این صحیفہ کا مدہ شش امداد نام		یافت امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

بہ برکت عمار حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

اطلاع } چونکہ مکرمی مولوی محمد عبد اللہ صاحب نے تھانہ بھون کا قیام چھوڑ دیا ہے۔ اسی بنا پر کتب خانہ تجارتی کا تعلق بھی ترک کر دیا۔ لیکن بعض احباب بوجہ لاعلمی اب تک فرمائشات کتب وغیرہ حضرت مولانا ممدوح کی خدمت میں تھانہ بھون ہی ارسال فرماتے ہیں جو اکثر ضائع ہو جاتی ہیں اور بعض بہت دیر سے واپس ہو کر کاندھلہ مولوی صاحب کی خدمت میں پہونچتی ہیں۔ اسلئے حسب الارشاد مولانا ممدوح یہ اطلاع دیجاتی ہے کہ آئندہ فرمائشات کتب تھانہ بھون مطبع امداد المطابع مدیر رسالۃ الامداد کو یا حافظ عبد المجید صاحب مدرس مدرسہ امداد العلوم سے کیجائے۔
(نائب مدیر)

ہمارے ناظرین اگر ہر پرچہ کو شروع کرتے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ مزید لطف کا ہوگا۔ (نائب مدیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاح سال دوم "الامداد" مد اللہ تعالیٰ عمرہ

متبرکاً بکلام الحافظ رح

ببین ہلال رجب عہ بخواہ ساغر راح — کہ ماہ امن و امان است و سال صلح و صلاح

عزیز دار زمان وصال را کاں دم — مقابل شب قدر است و روز استفتاح

نزاع بر سر دنیائے دوں کسے نکند — بآشتی بر اے نور دیدہ گوے فلاح

دلا تو فارغی از کار خویش و می ترسم — کہ کس درت نکشاید چو گم کنی مصباح

بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود — ہر آنکہ جام صبوحش نہد چراغ صباح

عہ اصل النظم فیہ ہلال محرم بخواہ الخ بدل لضرورۃ الوقت ولمناسبۃ قولہ رہ روز استفتاح فانہ الیوم الخامس عشر من رجب کما فی الغیاث وان شئت زیادۃ حل الاشعار فارجع الی رسالۃ عرفان حافظ التی اشیعت فی التکشف ۱۲ منہ

معروضات منطبقہ برابیات - ارشاد آیات

نمبر۱ سال نو الامداد کا جس کا افتتاح رجب سے ہے ناظرین کے لئے مبارک و قابل خیر مقدم ہے (نجیب الخ)

نمبر۲ - ایسا رسالہ رہنمائے دین و محبت حق قابل خواہش خریداری ہے (بخواہ الخ)

نمبر۳ - افتتاح کا مہینہ بھی اور مطالعہ رسالہ کا پورا سال بھی بابرکت اور انشاء اللہ تعالیٰ مقدمہ خیر ظاہری و باطنی ہے۔ (کہ ماہ امن الخ)

لاسیما وکان رجب من اشہر الحرم والرسالۃ آمر قیاما صلاح الاعمال الذی ینہی عن الفساد ۔ دیام بالاتحاد ۔

نمبر۴ - زمانہ شیوع رسالہ کو کہ معین علی العلم مقابل علی العمل ہے جو معبر بالصال ہے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ (عزیز دار الخ)

نمبر۵ - رسالہ کا طرز محض خدمت دین ہے شفقت کے ساتھ جو اصلاح کا طریق ہے نہ طالبان مال وجاہ کی طرح قیل وقال نہ بحث وجدال۔ (نزل ع الخ)

نمبر۶ - زمانہ شیوع رسالہ کو غنیمت سمجھ کر علم و عمل اختیار کرکے عمر کو مفتاح باب سعادت بنانا چاہیئے اور غفلت کو چھوڑنا چاہیئے کہ مقصود رسالہ سے یہی ہے۔ (دلاتو فارغی الخ)

نمبر۷ - اسکے مقصود کو یعنی علم و عمل اور اس کے مقدمات پر کہ رسالہ کا مطالعہ بھی ان میں داخل ہے ۔ استقامت و استدامت ضروری ہے۔ (بیار بادہ الخ)

یہ افتتاحی چند سطریں خاص ناظرین کے لطف و نشاط کے لئے لکھی گئی ہیں۔

راقم احقر شبیر علی نائب مدیر

التماس } رسالہ میں اب تک جو کاغذ ولایتی لگایا جاتا تھا اب وہ بہت گراں ہو گیا ہے۔ اگر وہ کاغذ لگایا جائے تو رسالہ کے اخراجات کے نکالنے کے لئے رسالہ کی قیمت دوگنی کیجائے تب کام چلے مگر ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ قیمت اکثر احباب کو ناگوار ہوتی لہذا رجب ۱۳۳۴ھ سے رسالہ کا کاغذ بدلا جاتا ہے اور اس کاغذ کی قیمت بھی اس سے زیادہ ہے جسقدر کہ اس ولایتی کی شروع سال میں تھی مگر یہ زیادتی قابل برداشت ہے لہذا اسی قیمت یعنی عہ سالانہ پر یہ کاغذ لگایا جاتا ہے امید ہے ناظرین ہمارے عذر کو قبول فرماکر ہمیں معذور سمجھیں گے ۔ (نائب مدیر)

صاحب جو علم دین کو ہمنے خود ذلیل کیا ورنہ وہ تو ایسی چیز ہے کہ اس کے سامنے سب کی گردنیں جھکا جاتی ہیں۔ لیکن اگر ہم خود ہی بیقدری کرائیں تو اسمیں کسی کا کیا قصور یہی حالت ہو گئی ہے پیروں کی کہ طمع سے ان کی بھی سخت بیقدری ہو گئی ہے۔

حکایت ۔ مجھے ایک گنوار کا واقعہ یاد آیا کہ فصل پر جب کمینوں کا اناج نکالنے بیٹھا تو گھر والوں نے سب کو شمار کیا دھوبی کو بھی خاکروب کو بھی اور یہ بیٹھا سنتا رہا جب سارے کمینوں کا نام سن چکا تو کہنے لگا کہ اس سسرے پیر کا بھی تو حصہ نکالدو مگر یہ پیر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ ایک موضع کے بعضے لوگ ایک بزرگ سے مرید ہو گئے تھے پیر خاندانی پیر صاحب کو جب خبر ہوئی تو کہنے لگے کہ اچھی بات ہے دیکھو میں بھی تمہیں پلصراط پر سے دھکا دونگا۔ تو ایسے پیر ہیں ہی اس قابل۔ علی ہذا بعضے علماء بھی ایسے ہونے لگے ہیں۔

حکایت ۔ ایک سب جج پرانی وضع پرانی روشنی کے ایک مقام پر بدلکر آئے انھوں نے چاہا کہ وہاں کے رؤسا سے مل آئیں۔ ایک رئیس صاحب کے پاس پہنچے تو وہ دور ہی سے صورت دیکھکر گھر میں چلے گئے انھوں نے خادم کے ذریعے سے کہلا کر بھیجا کہ میں فلاں شخص ہوں آپ سے ملنے کو آیا ہوں نام سنکر وہ رئیس صاحب باہر آئے اور معذرت کر کے کہنے لگے کہ آپ کا عبا دیکھکر میں یہ سمجھا کہ کوئی مولوی صاحب ہیں کچھ لینے کی غرض سے آئے ہیں یہ خیالات ہیں عوام کے علماء دین کے متعلق مگر اسمیں زیادہ قصور ان عوام کا نہیں بلکہ ایسے حضرات کا ہے کہ ان ہی نے اپنے افعال سے عوام کے خیالات کو خراب کیا اگر یہ حضرات علماء اس سے پرہیز کرتے تو عوام کو کبھی ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔ خلاصہ یہ کہ رضا بالدنیا کی آنچ لگنے سے بہت کم لوگ خالی ہیں حتیٰ کہ مولوی اور درویش بھی اور مولویوں اور درویشوں سے ایسا ہونا یہ زیادہ برا ہے کیونکہ یہ دھوکہ دیکر کماتے ہیں مگر ہر جماعت میں کچھ لوگ مستثنے بھی ہیں دنیا داروں میں بھی اور دینداروں میں بھی۔ دنیا میں جی بھی لگایا اور دنیا ان کے دل میں بھی گھس گئی اس کا ازالہ ذرا مشکل ہے دنیا سے تو دل گھبرانا چاہئے مگر ہر مسلمان بتلائے کہ روزانہ کتنی مرتبہ دنیا میں رہنے سے اس کا جی گھبرایا ہے اور کب وحشت ہوئی ہے ہاں اگر وحشت ہوتی ہے تو آخرت میں جانے سے ہوتی ہے حالانکہ دنیا سے وہ تعلق ہونا چاہئے کہ جو سرائے سے ہوتا ہے کہ اگرچہ وہاں سارے کام کرتے ہوتے ہیں مگر دل گھر میں پڑا رہتا ہے اسکا مطلب بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مولوی دنیا چھڑاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے ہاں مولوی یہ کہتے ہیں کہ دنیا سے سرائے کا تعلق رکھو۔ دیکھو کیا سرائے میں کھاتے نہیں ہو یا کوٹھڑی

کرا یہ پر نہیں لیتے سب کچھ کرتے ہو۔ مگر وہاں جی نہیں لگتا۔ اور دنیا میں جی لگالیا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت کو نہیں سمجھا ہماری بعینہ وہ حالت ہے جیسے بچے سُنے اسکے کسی آرام کو دیکھکر ضد کرنے لگے کہ میں تو یہیں رہوں گا باقی جنکو دنیا کی حقیقت سے واقفیت ہے اُن کی یہ حالت ہے کہ کہتے ہیں

۵ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم	راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے	تا در میکدہ شاداں و غزل خواں بروم

دیکھئے منّت مان رہے ہیں کہ اگر یہاں سے چھٹکارا ہو تو یوں کریں گے۔

دنیا کی محبت زائل ہونے کی آسان تدبیر

ایک ترکیب بتلاتا ہوں اور وہ ایسی ترکیب ہے کہ جس سے تمکو انشاء اللہ تعالیٰ صحبت کی برکت حاصل ہوگی۔ اور یہ جو دائرے سے باہر قدم نکلا جا رہا ہے یہ رُک جائیگا اور وہ حالت ہو جائیگی جو طاعون کے زمانے میں ہوتی ہے کہ سب کچھ کرتے ہو لیکن کسی چیز سے دلچسپی نہیں ہوتی تو وہ ترکیب یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کرکے اُسمیں موت کو یاد کیا کرو اور پھر قبر کو یاد کرو پھر حشر کو یاد کرو اور یوم حشر کے احوال کو اور وہاں کے شدائد کو یاد کرو۔ اور سوچو کہ ہم کو خدا تعالیٰ کے سامنے روبرو کھڑا کیا جائیگا اور ہم سے باز پرس ہوگی ایک ایک حق اگلنا پڑیگا پھر سخت عذاب کا سامنا ہوگا اسی طرح روزانہ سونے کے وقت سوچ لیا کرو دو ہفتے میں انشاء اللہ تعالیٰ کایا پلٹ ہو جائیگی اور جو اطمینان و اُنس و دلچسپی دنیا کے ساتھ اب ہے باقی نہ رہے گا۔

قلت تدبر فی الدین کی شکایت

بعض وہ ہیں کہ ذی علم ہیں اور باوجود اسکے اُن میں قلت تدبر ہے یعنی اپنی حالت کو سوچتے نہیں دنیا کا کام جس طرح سوچ سمجھ کر کرتے ہیں سچ یہ ہے کہ دین کے کاموں میں اتنا اہتمام نہیں بلکہ جس میں مبتلا ہیں محض عادت کی وجہ سے ہیں اگرچہ یہ خوشی کی بات ہے کہ دین کی عادت ہوئی لیکن شکایت یہ ہے کہ اس سے زیادہ التفات کیوں نہیں ہے یعنی یہ کہ بقیہ میں بھی تدبر سے کام لیتے دیکھئے دنیا میں کبھی قناعت نہیں کرتے بلکہ اُس کی ترقی اور زیادتی میں مشورہ کرتے ہیں تدبیر کرتے ہیں اگرچہ کامیابی بھی نہ ہو کیونکہ دنیا میں کامیابی اکثر کم ہوتی ہے ورنہ اگر سب کامیاب ہوا کرتے تو آج ساری دنیا بادشاہ ہوتی تو دنیاوی مساعی میں

باوجود کامیابی کم ہونے کے پھر بھی کوشش کیجاتی ہے اور یہ خدا کی مصلحت ہے کہ کسی کی تدبیر کارگر کر دیتے ہیں اور کسی کو ناکام۔ آج جن لوگوں کی تدابیر مساعد ہو گئی ہیں وہ تدابیر ہی کو موثر سمجھتے ہیں صاحبو ذرا اُن سے پوچھو کہ جنکو تمام عمر ناکامی ہی رہی۔ تو صرف تدبیر نہ موثر ہے اور نہ یہ تدبیر محض بیکار ہے۔ مگر آخرت کیلئے ناکامی کبھی نہیں ہوتی بس تعجب ہو کہ جس میں اکثر ناکامی ہو اُس میں تو سعی و اہتمام کیا جاوے اور جس میں کبھی ناکامی نہ ہو اُس میں کبھی التفات نہ کیا جاوے حالانکہ جس قدر سعی دنیا کیلئے کیجاتی ہے اُس کی نصف بھی آخرت کیلئے کریں تو ناکام نہ ہوں غرض بعض میں خرابی قلت تدبر کی وجہ سے ہو بہر حال یہ مرض ہم میں ضرور ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی مرض ہم میں ہو بلکہ منجملہ اور بہت سے امراض کے یہ مرض بھی ہے اور یہ مرض قریب قریب عالمگیر ہے مگر پھر بھی اس کے معالجے کی طرف التفات نہیں ہے تو اگر ہم غور کریں تو معلوم ہو کہ ہماری حالت یعنی عدم تدبر وہ ہے جسکا مقابل حدیث میں مذکور ہے یعنی یہ تو چونکہ یہ مضمون اُس مرض کی ضد ہے اس لئے اس سے اُس کا علاج ہو جائیگا حدیث میں ہے۔ کہ سعید وہ ہے کہ دوسرے کی حالت کو دیکھکر عبرت حاصل کرے اور ظاہر ہے کہ یہ تدبر ہی میں داخل ہے اور عجب نہیں کہ ایسا مضمون بہت دفعہ سنا ہو چنانچہ عام محاورہ میں کہتے ہیں کہ تازی پٹے اور ترکی کانپے اس مثل کا خلاصہ یہی ہے کہ۔ السعید من وعظ بغیرہ کہ سعادت مند وہ ہے کہ دوسرے کی حالت کو دیکھکر اُس کو عبرت ہو پس یہ مضمون تسلیم شدہ ہونے کے سبب مستقل تسلیم کرانے کی ضرورت نہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں یہ مرض ہے یا نہیں۔ تو اگر ذرا بھی اپنی حالت کو غور سے دیکھیں تو معلوم ہو کہ بہت شدت سے ہم میں یہ مرض ہے اور ہر امر میں ہماری یہی حالت ہے۔

دوسروں کی حالت دیکھکر عبرت حاصل کرنا چاہیے

حق تعالیٰ فرماتے ہیں لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب کہ امم سابقہ کے قصے اسی واسطے نقل کئے جاتے ہیں کہ لوگ عبرت پکڑیں اور عبرت کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی امر مشترک کیوجہ سے اپنے کو اُن پر قیاس کریں۔ کہ فلاں شخص نے ایسا کیا تھا اُسکو یہ نتیجہ ملا تو ہمکو بھی یہی نتیجہ ملیگا۔ یہ حقیقت ہے عبرت کی اب دیکھ لیجئے کہ دوسروں کی مصائب کے قصے سنکر کون شخص سبق حاصل کرتا ہے اکثر لوگ مسلمانوں کی مصیبت کو سنتے ہیں مگر کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ اور فی صدی ننانوے آدمی

ایسے نکلیں گے کہ جنکو خاک بھی اثر نہیں ہوتا ؎

چو از محنت دیگراں بے غمی ۔ نہ شاید کہ نامت نہند آدمی

جب دوسروں کی تکلیف کو سُنکر ہمارا دل نہ دکھا تو بے شک ہم اس قابل نہیں کہ آدمی کہلا دیں۔

مصائب کی علل سمجھنے میں اسباب پرستوں کی کوتاہ نظری

اور اگر کچھ تنبہ ہوتا ہے تو اُس سے احتراز کی تدابیر سوچتے ہیں اور صرف اسباب ظاہری پر نظر کرتے ہیں سبب اصلی کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔ یاد رکھو کہ جو مصیبت آتی ہے گناہوں ہی کی وجہ سے آتی ہے ہوا آگ پانی وغیرہ سب خداوند کریم کے حکم کے تابع ہیں اُن کو جب حکم ہوتا ہے اور جیسا حکم ہوتا ہے ویسا ہی وہ کرتے ہیں ؎

خاک و آب و باد و آتش بندہ اند ۔ با من و تو مردہ با حق زندہ اند

یہ ہمارے سامنے مردہ معلوم ہوتے ہیں ورنہ واقع میں سب زندہ اور تابع فرمان ہیں۔

حکایت۔ ایک کافر بادشاہ نے بہت سے مسلمانوں کو آگ میں ڈالدیا تھا کیونکہ وہ لوگ بت کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے تھے آخر ایک عورت کو لایا گیا اور اُس سے بھی سجدہ کرنے کو کہا گیا تو اُس نے بھی انکار کیا اُسکی گود میں ایک بچہ بھی تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس کی گود سے بچہ لے کر آگ میں پھینک دو چنانچہ پھینک دیا گیا قریب تھا وہ عورت سجدہ کرلے کہ لڑکے نے آواز دی ؎

۹۸

اندر آمادر کہ من اینجا خوشم ۔ گرچہ در ظاہر میان آتشم

اُس کے بعد اُس بچے نے اور لوگوں سے بھی خطاب کرنا شروع کیا کہ یہاں آؤ یہاں تو بہت بڑا عجیب باغ ہے پھر تو یہ حالت ہوئی کہ لوگ بے قرار ہو کر اُس میں کودنے لگے سپاہی روکتے تھے مگر لوگ برابر آگ میں کودتے تھے۔ جب بادشاہ نے یہ حالت دیکھی تو آگ کو خطاب کرکے کہا کہ اے آگ کیا تو آگ نہیں رہی یا تجھ میں سے جلانے کی قوت سلب ہو گئی تو آگ نے جواب دیا۔ کہ ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم ۔ اندر آ تا تو بہ بینی تابشم

یعنی تو اندر آ تو معلوم ہو کہ میں آگ ہوں یا نہیں باقی انکو کیونکر جلاؤں اس لئے کہ چھری کاٹتی ہے مگر چلانے سے ؎

طبع من دیگر نگشت و عنصرم — تیغ حقم ہم بدستوری برم

بس جس قدر مصائب آتے ہیں سب حکم خداوندی سے نازل ہوتی ہیں اور سبب اصلی جرائم و معاصی ہوئے کہ اُن سے غضب حق ہوتا ہے اور پھر حکم سے بلا اور مصیبت نازل ہوتی ہے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ ؎

ہر چہ بر تو آید از ظلمات و غم — آں ز بیباکی و گستاخی است ہم
غم چو بینی زود استغفار کن — غم بامر خالق آمد کار کن

تو جب کوئی مصیبت دیکھو فوراً استغفار کرو سبحان اللہ کیا عجیب تعلیم ہے۔

حکایت۔ کئی سال ہوئے کہ جب ہمارے قصبہ اور اس کے گرد و نواح میں طاعون بہت زور شور سے پھیلا تھا تو قبل طاعون کے ایک بزرگ آخر شب میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قلب پر یہ آیت وارد ہوئی۔ انا منزلون علی اھل ھذہ القریۃ رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون تو اُن بزرگ نے اُس کو وعظ میں بیان کیا لیکن اپنی طرف منسوب نہیں کیا کہ مجھکو ایسا معلوم ہوا ہے مگر لوگوں نے توجہ نہ کی اور پھر طاعون پھیلا تو ایک سبب وہ گناہ بھی ہوا جو قوم لوط میں تھا۔

نظر بازی کا مرض بعضے پرہیزگاروں میں بھی ہے

اس وقت لوگوں میں یہ مرض بہت شدت سے پھیل گیا ہے کوئی تو خاص اصلی گناہ میں ہی مبتلا ہے اُس کو تو وہ خود بھی برا جانتا ہے اور اسکی برائی بالکل ظاہر ہے اور کوئی اُس کے مقدمات میں یعنی امردوں پر نظر کرنا اور یہ مرض تاک جھانک کا اکثر سالکین اور پرہیزگاروں میں بھی ہے اور اُن کو دھوکا اس سے ہو جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات اپنی طبائع میں شہوت کی خلش نہیں پاتے اور اس سے سمجھتے ہیں کہ ہماری نظر شہوانی نہیں لیکن پھر بہت جلد شہوت ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے ابتدا ہی سے احتیاط واجب ہے۔ صاحبو امام ابوحنیفہ رحمۃ سے بڑھ کر تو آج کل کوئی مقدس نہ ہوگا مگر دیکھئے کہ

حکایت۔ امام محمدؒ کو امام صاحب نے اول دفعہ تو دیکھا لیکن جب معلوم ہوا کہ اُن کے داڑھی نہیں ہے تو یہ حکم کر دیا کہ جب تک داڑھی نہ نکل آئے پشت کی طرف بیٹھا کرو دونوں طرف تقی مگر

احتیاط اتنی بڑی (اور احتیاط تو اسی لئے تھی کہ متقی تھے) بعد مدت دراز ایک مرتبہ اتفاقاً امام صاحب کی نظر پڑ گئی تو تعجب سے پوچھا کہ کیا تمہارے داڑھی نکل آئی ہے۔ تو جب امام ابو حنیفہ رحمہ نے اسقدر احتیاط کی تو آج کون ہے جو اپنے اوپر اطمینان کرے اور جب انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر کم ہمتوں سے تو اس کا چھوٹنا بہت ہی مشکل ہے ہاں اگر ہمت کیجائے اور پختہ قصد کرے تو چھوٹ بھی سکتا ہے کیونکہ اس میں کوئی مجبوری نہیں ہے اور اس کے چھوٹنے سے کوئی کام نہیں اٹکتا۔ ہاں نفس کو تھوڑی سی تکلیف ضرور ہوگی مگر ہمت والوں کو بہت آسان ہے بہت سے باہمت لوگوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیدی ہیں تو بھلا ذرا سی نگاہ کا روکنا تو ان کو کیا مشکل ہو سکتا ہے اور کم ہمتی کا کوئی علاج ہی نہیں پھر افسوس یہ ہے کہ لوگ اس کو اس قدر خفیف جانتے ہیں کہ گویا حلال ہی سمجھتے ہیں حالانکہ معصیت کا حلال سمجھنا قریب بہ کفر ہے ایک بے باک شاعر تو اس کو ایک مثال میں بیان کیا ہے کہ ؎

نگاہ پاک لازم ہے بشر کو دیدِ جاناں میں	خطا کیا ہو گئی گر رکھدیا قرآں کو قرآں پر

اس میں بڑا سخت دھوکہ ہے کہ ناپاک کو پاک سمجھا دوسرے اگر پاک بھی مان لیا جاوے تو خوب سمجھ لو کہ شیطان اول اول تو اچھی نیت سے دکھاتا ہے چند روز کے بعد جب محبت جاگزیں ہوتی ہے تو پھر نگاہ کو ناپاک کر دیتا ہے بس ضروری یہ امر ہے کہ علاقہ ہی نہ کرو اور علاقہ ہوتا ہے نظر سے لہذا نظر ہی نہ کرو غالباً حدیث میں ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے کہ النظر سھم من سھام ابلیس کہ اس کا زخم بھی نہیں ہوتا اور سواد قلب میں اترتا چلا جاتا ہے کسی کا شعر ہے کہ ؎

درون سینۂ من زخم بے نشاں زدۂ	بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

یہ نظر ایسی چیز ہے کہ اسکا اثر پیدا ہونے کے بعد بھی مدت تک یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہمکو تعلق ہو گیا ہے بلکہ جب کبھی محبوب جدا ہوتا ہے اس وقت قلب میں ایک سوزش سی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تعلق ہو گیا اور جسقدر یہ سوزش بڑھتی جاتی ہے خدا کی محبت کم ہوتی جاتی ہے اس لئے کہ اس سے خدا تعالیٰ کو بہت غیرت آتی ہے کہ ان کے علاوہ اور کسی کی طرف التفات کیا جاوے پس وہ اپنی محبت کو کم کرتے کرتے سلب کر لیتے ہیں والعیاذ باللہ اور کیوں غیرت نہ آئے جب کہ محبوبان دنیا کو بھی اس سے غیرت آتی ہے۔

۱۰۰

حکایت. مثنوی میں ہے کہ ایک شخص ایک عورت کے پیچھے چلا اُس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آتا ہے کہنے لگا کہ میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں اُس نے کہا کہ میرے پیچھے میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ ہوسناک تو تھا ہی فوراً پیچھے لوٹا جب یہ لوٹنے لگا تو اس نے ایک دھول اس کے رسید کیا اور ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی	در بیان و دعوی خود صادقی
پس چرا بر غیر افگندی نظر	ایں بود دعوی عشق اے بے ہنر

کہ مردود اگر تو عاشق تھا تو غیروں پر کیوں نگاہ کی محبت تو وہ چیز ہے کہ ؎

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ماہے　　چہ کنم کہ چشم یک بیں نہ کند بکس نگاہے

جسکو خدا سے تعلق ہو جاوے پھر چاہے تمام دنیا بھی حسینوں سے بھر جاوے مگر یہ اپنے محبوب حقیقی کو چھوڑ کر کبھی دوسری طرف متوجہ نہ ہو ؎

ایں نہ عشقست آنکہ بر مردم بود	ایں فساد خوردن گندم بود

یہ کیسی محبت کہ دعوی خدا کی محبت کا اور دوسروں سے تعلق ہے اگر چار دن کھانے کو نہ ملے تو سب بھول جائیں یہ نفس کی شرارت ہے اور یہی وجہ ہے کہ عشق اُن ہی کو ہوتا ہے جن کو خوب فرصت و فراغ ہے۔ ورنہ جو لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں اُن کو کبھی ایسی لغویات کی نہیں سوجھتی افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو فراغت اس لئے دی تھی کہ دین کا کام کریں۔ مگر زیادہ تر ایسے ہی لوگ محروم ہیں

۱۰۱

خوب کہا ہے ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے	کہ بازار حرصش نہ باشد بسے
بقدر ضرورت یسارے بود	کند کارے ار مرد کارے بود

کہ بڑا خوش نصیب وہ ہے کہ اُس کو حرص نہ ہو اور ضرورت کے موافق کھانے کو ہو لیکن افسوس ہے کہ ہم قدر نہیں کرتے اور اس بے کاری میں اپنے پیچھے یہ علتیں لگا لیتے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ بعض سالکین یہ کہتے ہیں کہ ان امردوں کے حُسن میں خدا کا حُسن جلوہ گر ہے۔

حکایت. حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بقراط نے کسی شخص کو ناچتے ہوئے دیکھا پوچھا اسکو کیا ہوا معلوم ہوا کہ کسی امرد حسین کو دیکھ لیا اس لئے بیخود ہو گیا کہ اسمیں جلوہ حق نظر آیا کہنے لگا کہ

یہ کیا بات ہے کہ اسکو امرد میں تو جلوۂ حق نظر آیا مسیکے اندر کبھی نظر نہ آیا۔ یہ بقراط کا قول ہو اس کا اگر اعتبار نہ کرو تو خود شیخ کے قول کا تو اعتبار کرو گے وہ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ؎

محقق ہماں بیند اندر ابل	کہ در خوبرویان چین و چگل
نماند مر صاحب دلاں دل بپوست	اگر ابلہے داد بے مغز اوست

معالجہ عشق مجازی

اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے کو کسی کام میں لگا دو جس میں کھپ جاؤ اگر دین کا کام نہ ہو تو دنیا ہی کا کوئی جائز کام کرو مگر کسی کام میں لگ جاؤ طبیبوں نے بھی اس مرض کے متعلق لکھا ہے کہ یعرض للبطالین پس خوب سمجھ لو کہ امرد کو لذت کیلئے دیکھنا اور اس کی آواز کا لذت کے لئے سننا اور اس کے تصور سے مزہ لینا یہ سب لواطت میں داخل ہو اور بالکل بعد عن الحق ہے اللھم احفظنا پس جو مصیبت آوے اسکو کسی گناہ کا ثمرہ سمجھا کرو اور جب کسی کو گناہ میں دیکھو تو اس سے عبرت حاصل کیا کرو۔

مرنے والوں اور مصیبت زدوں سے عبرت حاصل کرنی چاہئے

جب کوئی مرے تو چونکہ ہمارے لئے بھی یہ دن آنے والا ہو تو اس سے عبرت حاصل کرو مگر آج کل کچھ ایسی غفلت بڑھی ہے کہ مردے کو دیکھکر بھی ہماری حالت میں ذرا تغیر نہیں ہوتا بلکہ یہ حالت ہے کہ قبر پر بیٹھے ہیں اور امور دنیاوی کی باتوں ہی میں مشغول ہیں اسی طرح اگر کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھتے ہیں تو اسکو اسی تک محدود سمجھتے ہیں حالانکہ سمجھنا یہ چاہئے کہ اسپر یہ مصیبت کیوں مسلط ہوئی ظاہر ہے کہ گناہوں کی وجہ سے تو ہمکو بھی گناہوں سے بچنا چاہئے اسی لئے حدیث میں ہے کہ جب کسیکو مبتلائے مصیبت دیکھو تو کہو الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا اس میں بھی تذکیر ہے احتمال ابتلاء کی اور اس میں تنبیہ اجمالی ہے اسباب ابتلاء کی کہ معصیت ہے اسی پر یہ شکر سکھلایا کہ احتمال تھا کہ اسی معصیت کے سبب شاید ہم بھی مبتلا نہ ہو جائیں۔

باقی آئندہ

اور میری حالت تو ایسی بتر ہے کہ کبھی اسکی تعمیل نہیں کرسکونگا کبھی ایسا خیال آتا تھا جب میری تقدیر ہی میں یہ دولت عظمیٰ نہیں ہے تو ہزار کوششیں کیجائیں کیا ہوسکتا ہے۔ غرض اسی کشمکش و پیچ میں خدمت شریف میں عرض نہیں کیا تھا لیکن ابھی یہ خیال آیا حضرت سے عرض کردوں اگر کچھ نہو تو حضرت والا کے دعا ہی فرمانے سے کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور بیمار کو اپنے حبیب حاذق مشفق سے اپنی بیماری کا اظہار نکرنا سراسر حماقت ہی حماقت ہے۔ اگر حضرت کچھ دوا ارشاد فرماویں اور توفیق تعمیل کیلئے بھی دعا فرماویں تو امید ہے خدا کی عنایت سے تعمیل بھی ہوجاوے اور بیماری بھی زائل ہوجاوے۔ فلا جرم اسوقت خدمت عالیہ رجت میں عرض کرتا ہوں سو حضرت سے دعا چاہتا ہوں اور اس بیماری کے علاج کا بھی خواستگار ہوں اور یہ بھی عرض ہے کیا اس قسم کی بیماری لاعلاج تو نہیں اور یہ محرومی کی نشانی تو نہیں اور میری طرح کسی کو یہ بیماری بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ اور ایسی بیماری کسی کو ہوکر پھر اچھے ہوکر اپنے منزل مقصود کو پہونچے یا نہیں۔ اور کسی صورت سے خدا تعالیٰ کا عشق و محبت پیدا ہوسکتا ہے کوئی تدبیر ارشاد ہو حضرت والا کی محبت دل میں نہایت ہی ہے بعض وقت حضرت کی بات یاد آنے سے رونا آتا ہے۔ اور اکثر جب حضرت یاد آتے ہیں دل میں ایک قسم کی سوزش پیدا ہوتی ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے اور اس تکلیف میں ایک قسم کی لذت ہے جسکے لئے دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ یہ سوزش رہتی بعض وقت رات کو بہت دیر سے اسی سوزش کی وجہ سے نیند آتی ہے۔ یہ کیا ہے محمود ہے یا مذموم ارشاد ہو اب چند خواہیں خدمت شریف میں عرض کرتا ہوں اور تعبیر کا شائق ہوں امید کہ ترحماً تعبیر مرحمت فرمادیویں گے۔ میں اپنے کو کبھی کبھی اڑتے والا دیکھتا ہوں مگر نہایت اونچے نہیں اور بہت دور تک نہیں۔ کبھی کتا دیکھکر کبھی پانی کے اوپر سے اور کبھی کسی مصیبت پڑتے سے۔

اور اپنے کو کئی مرتبہ پڑھنے کے شغل میں دیکھا کبھی دیوبند کبھی اور کہیں اور دو رات حضرت والا کو دیکھا۔ ایک دفعہ اس صورت پر دیکھا کہ حضرت اعلاء کلمۃ اللہ کو چلے ہیں یہ خادم بھی حضرت کے ساتھ اور ایک شخص میرے مدرسہ کے طلبہ سے اور میں خالی بدن تھا بقدر ستر کپڑا تھا۔ زمین پر ہاتھ رکھکر چارپائی کی طرح چل رہا ہوں مجھے معلوم ہوتا ہے یہ فقط تعظیم ہی کے واسطے کیا تھا۔ پھر حضرت ایک ہندو کی دکان پر گئے اس نے حضرت کی نہایت ہی تعظیم کی۔ میں اسکی طرف گرم نظر سے دیکھتا تھا اور اکثر میری نظر حضرت کے چہرہ مبارک کی طرف تھی اور دیکھنے کے وقت آنکھ سے آنسو باہر نکلتے معلوم ہوتے تھے۔ پھر اس ہندو نے حضرت کو شربت پلایا مجھے معلوم ہوتا ہے حضرت نے کچھ شربت مجھے بھی عنایت فرمایا ہے پھر حضرت نے مجھے کہ [illegible] تھی میں نے

پیٹ بھر کے کھایا پھر وہاں سے چلتے وقت جامع مسجد سہارنپور میں اذان ہوگئی میں دیکھکر جاگ گیا دوسری رات یہ خواب میں دیکھا کہ حضرت نے اپنے ہاتھ سے گنا چھیل کر دو حصہ کرکے مجھے ایک حصہ دیا اور ایک حصہ دوسرے کو ان خوابوں کی تعبیر ارشاد ہو۔

تحقیق - میں نے پورا خط پڑھا کوئی بات پریشانی ہونیکی نہیں ہے یہ حالت قبض کہلاتی ہے جسکے اسباب مختلف ہوتے ہیں چنانچہ ایک سبب یہ بھی ہے کہ تحمل سے زیادہ کام کیا جاوے آپکو یہی سبب پیش آیا۔ اور یہ بری حالت نہیں ہے محمود اور نافع ہے بلکہ محققین نے اسکو بسط سے ارفع کہا ہے۔ کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے بہرحال نہ لاعلاج ہے اور نہ خدانخواستہ یہ محرومی کی علامت ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے۔ پھر اس سے نجات بھی ہوجاتی ہے اور اسکے بعد اور ترقی ہوتی ہے ایک علامت اسکے محمود ہونے کی خود آپ کے خط میں مذکور ہے یعنی خبث شیخ مطرود اس سے محروم ہوتا ہے۔ غرض بالکل تسلی رکھیں اور ذکر و شغل تھوڑا تھوڑا شروع کریں اور اپنی طاقت سے نہ بڑھاویں مجکو معمولات کی اطلاع کرتے رہیں اور میری تعلیم کے موافق عمل کریں انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز ترقی ہوگی اور خواب سب اچھے ہیں سب علامات ہیں حصول ثمرات و تعدیہ برکات کی۔ محرم ۳۴ھ

حال - الحمد للہ نماز تہجد اور ذکر اسم مفرد حسب فرمودہ آنجناب اپنے وقت پر ڈیڑھ ماہ سے ہونے لگا ہے۔ دعا کا ملتجی ہوں کہ خداوند تعالیٰ توفیق مداومت عنایت فرماویں۔ کبھی تو حالت ذکر میں سرور اور قلب میں فرحت معلوم ہوا کرتی ہے اور کبھی کسی روز ہرچند ضرب لگاتا ہوں قلب پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ حلق کے تلے ہی نہیں اترتا بس خالی زبان پر نام رہتا ہے مگر اس طرف میں التفات نہیں کرتا۔ اگرچہ جی چاہتا ہے کہ قلب بھی زبان کا ساتھ دیوے نہیں معلوم بعض روز ایسا کیوں ہوجاتا ہے مطلع فرماویں۔

تحقیق - حق تعالیٰ برکت و استقامت عطا فرماوے ذکر میں مسرت و فرحت دولت عظمیٰ ہے اور اسپر مجکو بڑی ہنسی آئی کہ قلب پر اثر ہی نہیں ہوتا آپ اثر کس چیز کو سمجھے ہیں تعلق مع اللہ بڑھ جانا اصل اثر مقصود یہ ہے سو الحمد للہ یہ حاصل ہے۔ بوجہ عدم معرفت یہ پریشانی ہے انشاء اللہ تعالیٰ جلدی ہی تسلی بھی نصیب ہوجاویگی اطمینان سے کام میں لگے رہئے اور حالات سے مطلع کرتے رہئے۔ والسلام۔ محرم ۳۴ھ

حال - ایک رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کیلئے جو بیٹھا بعد سلام پھیرنے کے کیا دیکھتا ہوں جیسا ایک نور فانوس گھر کی ٹٹی کے پاس نظر آیا۔ اسکے دیکھنے سے میرا دل مسرور ہوا۔ یہ کیا دیکھا میرا تفکر ہے اگر ذکر و شغل

سے کوئی نورانیت نظر آتی ہے ابتک بندہ نے کوئی ذکروشغل شروع نہیں کیا۔ اور یہ بات بجز مولوی سلطان احمد صاحب کے کسی سے بیان بھی نہیں کیا۔

تحقیق۔ کبھی ایسے انوار تصرف متخیلہ کا ہوتا ہے کبھی انوار ملکوتیہ ہوتے ہیں اور اول زیادہ ہوتا ہے لیکن اسمیں بھی سالک کو یہ نفع ہے کہ اس سے اسکو یکسوئی ہوتی ہے جسکو اگر ذکر میں صرف کرے تو ذکر زیادہ نفع دیتا ہے۔

محرم سنہ ۳۲ ہجری

سوال۔ میں نے بہشتی زیور میں پڑھا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی کچھ وظیفہ وغیرہ پڑھنے کو بتلائے تو اسکو چاہیئے۔ کہ پڑھنے سے پہلے اپنے پیر سے اسکی اجازت لیلے۔ مجھکو ایک شخص نے پاس انفاس کا وظیفہ اللہ پڑھنے کو بتایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہر وقت پڑھنا چاہیئے اور پیر کے سامنے ہونے کا خیال ہو وقت جی میں رکھنا چاہیئے جسوقت علحدہ پڑھیں اور ایک درود شریف پڑھنے کو بتایا ہے اور اسمیں بھی پیر کے خیال کی ہدایت کی ہے یہ درود سوتے وقت پڑھنا چاہیئے میں آپ سے دونوں وظائف کی اجازت چاہتی ہوں

الجواب۔ ہرگز نہ پڑھیں اور نہ ایسا تصور و خیال رکھیں جو کچھ پڑھنے کا شوق ہو ہمسے کیوں نہیں پوچھتی ہو۔

محرم سنہ ۳۲ ہجری

٥٣

حال۔ حالت یہ ہے پہلی دفعہ خدمت شریف سے واپس آکر ڈیڑھ برس تک اہلیہ مرحومہ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا بفضل خدا روز بروز قلب سنورتا جاتا تھا اب انتقال کو ڈیڑھ برس سے زائد ہوا مگر قریب برس روز سے باوجود اسکے تعلق کم ہوگیا مگر قلب کی حالت بالکل بدل گئی ہے نہ وہ حضوری ہے نہ وہ خشوع و خضوع نہ دعا میں تضرع حالانکہ معمولات و ذکر اسم ذات میں کسی قسم سے کمی نہیں ہوئی ہے ایک بات اور ہے چونکہ قرآن شریف یاد کرنے کا سلسلہ جاری ہے اس لئے دماغ کی رعایت سے غذا میں کچھ زیادتی ہوگئی ہے بخیال ضعف کے کمی نہیں کرتا ہوں مگر اکثر اوقات خواہشات نفسانی کے سبب وسواس کا ہجوم ہوتا ہے حالانکہ حق نفس کے حقدار ہونیکی کامل امید نہیں معلوم ہوتی ہے اب ایسی حالت میں میں حیران ہوں کہ تجرد و ازدواج میں سےکو ترجیح دوں چونکہ مجھکو پوری امید ہے کہ حضور حفاظت دین کے ساتھ مشورہ دیں گے اس لئے ملتجی ہوں کہ مفصل رائے سے سرفراز فرمائیں گے کہ اطمینان ہو دل بے ساختہ چاہتا ہے کہ خدمت فیضدرجت میں ہو کر یکسوئی حاصل کر کے کل مرض کا اصلاح کرلوں مگر کچھ مجبوری معلوم ہوتی ہے اگر حضور کی رائے ہو تو اسمیں بھی مضائقہ نہیں ہے۔

تحقیق - کام میں لگے رہیے یہ تغیر عارضی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ بانجام خیر ہوگا تسلی رکھیں دماغ و قلب کی تقویت کا خاص اہتمام رکھیں۔ اگر خواہش کا غلبہ ہو نکاح کر لیں۔ اگر نکاح کو مضر دین سمجھیں صبر و ہمت سے کام لیں۔ سفر کی ضرورت نہیں حالات سے اطلاع اور مشورہ کا اتباع ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ محرم ۳۴ھ

حال - حسب ارشاد معمول ہنوز جاریست نہ ابر قرار و ارد و از مشاہدہ الامداد حالات بعض متوسلین دریافتہ رشک می شود مگر غبطہ نیز نامناسب چرا اگر آں دولت اذکار و اشغال حاصل بودے و باز ثمرات آں مترتب نشدے البتہ قابل افسوس حالت شدے اینجا نہ عمل است و نہ قرب و سابقیت قدم نہ صلاحیت تام مگر اینکہ لطف حضرت اقدس متوجہ حال شود و ایں خاشاک بدامن حضرت آویختہ است ہر چہ مرضی شود۔

تحقیق - خود بچہ پا نشود و نمو خود محسوس نمی شود۔ والدین آنرا ادراک نمودہ خوش می شوند۔ بحمد اللہ شما در ترقی گام زن ہستید۔ ہر چہ عمل باشد دوام و التزام دارید ان شاء اللہ تعالیٰ در چند روز خود تسلی می شود خوب باشد اگر تربیۃ السالک ہر دو جلد طلب نمودہ زیر مطالعہ دارند والسلام۔ محرم ۳۴ھ

حال - میری حالت بدستور ہے اب کچھ عرصے طبیعت کی حالت یہ ہے کہ اکثر گھبراہٹ ہوتی ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ سب کام چھوڑ دوں اور حضور کی خدمت میں جا پڑوں مگر پھر اہل و عیال کی طرف خیال کرتا ہوں تو یہ خیال رفع ہو جاتا ہے مگر گھبراہٹ کسی قدر زیادہ ہے اور ہر وقت یہ خیال رہتا ہے کہ نماز اور تلاوت میری ٹھیک نہیں ہے بوجہ جہالت کے مگر کمی کسی کام کی نہیں ہے اپنا معمول برابر کرتا رہتا ہوں نماز میں بھی کبھی زیادہ رقت ہوتی ہے اور پھر موقوف ہو جاتی ہے۔

۵۴

تحقیق - موقوف ہو جانیکا کچھ حرج نہیں گاہ گاہ ہو جانا بھی نعمت ہے میری کتابیں دیکھتے رہنے سے ناواقفیت زائل ہو جاویگی اپنی ضروری معاش میں مشغول ہونا بھی عبادت ہے۔ گھبراہٹ خیالات کے بڑھانے سے ہو جاتی ہے اس خط کے مضمون کے سوچ لینے سے گھبراہٹ جاتی رہا کرے گی۔

سوال - مراقبہ کے واسطے زیادہ کوشش کرتا ہوں مگر خیال نہیں جمتا حضور سے یہ عرض ہے کہ مراقبہ کی کوئی تدبیر تجویز فرما دیجیے گا کہ کس طریقہ سے کروں۔

جواب - ابھی اسکو موقوف رکھیے کبھی پھر موقع ہوگا بتلا دونگا۔

(باقی آئندہ)

(۱۷) فرمایا کہ جسقدر روپیہ حق تعالیٰ توکل کی حالت میں باوجود شرائط شدید فی الاخذ مجھے مرحمت فرماتے ہیں اسقدر آمدنی ایسی شرطوں کے ساتھ بہت مستبعد ہے اللہ تعالیٰ کا بیحد مجھ پر احسان ہے۔

(۱۸) فرمایا کہ میں اپنے گھر میں جسقدر مالی خدمت کرتا ہوں کوئی اسقدر مالی خدمت اپنی زوجہ کی نہیں کرتا کل آمدنی میں سے نصف آمدنی اپنے پاس رکھتا ہوں اور نصف آمدنی اُن کو دیتا ہوں اور گھر کا مشترک خرچ بالسویہ دونوں کے ذمہ ہے اور مہمانوں کا صرف جس کا جو مہمان ہو گھر کے خرچ سے علیحدہ وہ اسکے ذمہ ہے (تذئیل استطرادی) یہ ارشاد ذیل بھی مضمون مذکور سے متصل فرمایا تھا اس سے باوجود عدم ارتباط نقل کیا جاتا ہے۔ قال لی دام ظلہم العالی (اجاء اللہ تعالیٰ بیوم یقع الخلاف فیہ بینی وبینک اھ وقال ایضاً انی ادحمک علی اعزتی اھ فقلت لہ قدس اللہ تعالیٰ عیوبی علیکم فترون ماترون ولست اھلا لذلک قالہ الجامع عفی عنہ۔

(۱۹) ۲۰ صفر۔ فرمایا کہ سائلین اور مستفتین کی عبارت میں خوب غور کرکے جواب لکھنا چاہئے لوگ چالاکی کرتے ہیں سوال کو اس طرح لکھتے ہیں کہ جسمیں اُن کا مطلب ضرور ہی حاصل ہو جاوے لیکن محققین ایسے فریبوں میں نہیں آسکتے۔

(۲۰) فرمایا کہ بعض بزرگ امت محمدیہ میں ایسے گذرے ہیں کہ اُن کی حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے حضرت خضرؑ کو پہچان لیا اور حضرت خضرؑ اُن کو پہچان سکے چنانچہ ایک قصہ ہے کہ کچھ حضرات حطیم کعبہ مکرمہ میں حدیث کا دورہ فرمارہے تھے اور ایک بزرگ جدا بیٹھے ذکر و شغل کر رہے تھے اور اس دورہ میں شریک نہ تھے حضرت خضرؑ بھی وہاں تشریف لائے اور اُن بزرگ سے دورۂ حدیث میں شریک نہونے کی وجہ دریافت کی۔ ممدوح نے فرمایا میں راوی عن الرسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بلا واسطہ ہوں اور یہ حضرات بواسطہ زہری رح وغیرہ رواۃ کے حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم اس درجہ کے ہو فرمایا کہ اس کا یہ ثبوت ہے کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے اور میں آپ کو پہچانتا ہوں کہ آپ خضرؑ ہیں کذا رأیت فی بعض الکتب اور اس سے علم بلا واسطہ رواۃ کی افضلیت لازم نہیں آتی کما حقق فی موضعہ مقصود صرف یہ ہے کہ بعض اہل کمال کو حضرت خضر علیہ السلام بھی نہیں پہچانتے۔

(۲۱) ۲۱ صفر۔ فرمایا کہ الفاظ جیسے حضرت مولانا روم اور حضرت حافظ شیرازی قدس سرہما کو بلیغ و موثر میسر آئے ہیں اور کسی کو نہیں ملے گو معنی دوسرے حضرات بھی ادا فرمالیتے ہیں۔

۱۵۱

(۲۲) ۲۲ صفر۔ فرمایا کہ اکثر یہ ہے کہ محبوب متقی کی طرف برا میلان نہیں ہوتا خواہ اس محبوب کا متقی ہونا محب کو معلوم ہو یا نہو اور اس کا تجربہ ہو چکا ہے اور کوئی محب بہت ہی ناپاک ہو اس کا ذکر نہیں۔

(۲۳) ۲۲ صفر۔ فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں ایک بہت بڑے عالم تشریف لائے۔ فرمایا کہ آپنے کسقدر کتب کا مطالعہ کیا ہوگا فرمایا کہ تفقہ تو میری کچھ بھی نہیں البتہ الحمد للہ تعالیٰ نماز و روزے کے مسائل میں مجھے کسی سے رجوع نہیں کرنا پڑتا وہ عالم فرمانے لگے کہ آپ تو بہت بڑے عالم ہیں اسکے بعد حضرت قبلہ صاحب ملفوظ نے ارشاد فرمایا کہ تمام مسائل فقہیہ کتابوں میں ایک طرف ہیں اور نماز کے مسائل ایک طرف ہیں اور باوجود اسکے پھر بھی اُنکے مسائل کا ہنوز استیعاب نہیں ہو سکا نماز کے مسائل نہایت مقصود اور مہتم بالشان ہیں۔

(۲۴) ۲۸ صفر۔ فرمایا کہ اکثر شہروں میں جو شخص عورت یا اسکے ولی سے نکاح کی گفتگو کرتا ہے گو اسکو نکاح کے اختیارات نہ دیے گئے ہوں عوام الناس اُس کو عورت کا وکیل کہتے ہیں حالانکہ وکالت بغیر توکیل کے صحیح نہیں ہوتی اور یہاں کوئی لفظ توکیل کا نہیں ہے پس یہ شخص شرعاً وکیل کے حکم میں نہیں ہے۔

(۲۵) فرمایا کہ مالی مجاہدہ یعنی نفس کی سزا کیلئے کچھ صدقہ کرنا بہت زیادہ موثر ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت سے نوافل نفس کی سزا کے لئے پڑھے جاویں کیونکہ بذل مال نفس پر نہایت گران ہے اور حدیث سے اسکی اصل ثابت ہے چنانچہ ایام حیض میں جو کوئی صحبت کر بیٹھے تو بعض صورتوں میں نصف اور بعض میں ایک دینار تصدق کرنے کا (استحباباً) امر وارد ہوا ہے

(۲۶) ۲۹ صفر۔ فرمایا کہ قوت تقریر بغیر تحصیل عربی کی درسیات کے نہیں میسر آسکتی۔

(۲۷) فرمایا کہ حکیم عبدالمجید خان صاحب مرحوم کو نئی روشنی کے طرز و انداز سے سخت نفرت تھی ایک صاحب کا اُن کے پاس خط آیا جسمیں ایک صفحہ لکھا تھا پھر دوسرا صفحہ صاف چھوڑ کر تیسرا صفحہ لکھا ہوا تھا حکیم صاحب اسکو دیکھکر بہت برہم ہوئے اور فرمانے لگے کہ خدا جانے لوگوں کو یہ کیا خبط ہو گیا ہے اور واقعی اسمیں خواہ مخواہ حق تعالیٰ کی نعمت کو ضائع کرنا بھی ہے۔

(۲۸) فرمایا کہ مولوی انور شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عالم و فاضل ہیں، وہ اُن کی تقریر نہایت جامع و مختصر ہوتی ہے جسمیں ہر ہر جملہ ایک ایسا متن ہوتا ہے جسکی شرح میں ایک معتد بہ رسالہ تیار ہو سکتا ہے

(۲۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر علوم درسیہ کا ترجمہ کر کے کوئی عالم اردو میں ان علوم کی تعلیم دے

توکیا مقصود برآری ہوسکتی ہے فرمایا کہ معقولات کا فن تو اس طرح سے بالکل بھی نہیں حاصل ہوسکتا
ہاں سادہ منقولات خالی از دلائل کسیقدر حاصل ہوسکتے ہیں لیکن فن دانی منقول کی بھی نہیں میسر ہوسکتی
کیونکہ جسقدر ضبط عربی میں ہے ترجمہ میں ہرگز اسقدر ضبط نہیں ہوسکتا لہذا ترجمہ کسی طرح اصل کے قائم
مقام نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ ترجمہ کسی عالم ہی سے کیوں نہ پڑھا جاوے البتہ تنہا مطالعہ کرنے کی نسبت
عالم سے پڑھنا اس لئے زیادہ نافع ضرور ہے کہ غلطی سے اس صورت میں نجات رہتی ہے گو فن پر اطلاع نہ ہو

(۳۰) فرمایا کہ ایک شخص نے مجھسے دریافت کیا کہ بعض اولیاءؒ و صحابہؓ کا چہرہ تو بدرونق اور متغیر
ہو جاتا ہے اور کفار کا اتنا نہیں ہوتا میں نے کہا کہ ظاہراً یوں معلوم ہوتا ہے کہ کفر تو امر باطن ہے اس لئے
اُس کی ظلمت بھی باطن میں زیادہ موثر ہوتی ہے اور سب و شتم معصیت ظاہرہ ہے اس لئے اُس کی
ظلمت بھی ظاہر چہرہ پر نمودار ہوتی ہے پھر فرمایا کہ یہ ایک لطیفہ ہے۔

(۳۱) فرمایا کہ سفر میں اکثر اوقات ہجوم کی وجہ سے مجھے خلوت میسر نہیں ہوتی جسمیں آسائش حاصل
ہوسکے اس لئے تکلیف ہوتی ہے بعض احباب نے سفر میں لوگوں سے ملاقات کے اوقات معین کر نیکا
انتظام کرنا چاہا کہ خاص خاص وقت لوگوں سے ملاقات کیجاوے باقی اوقات میں لوگوں کو روک دیا
جاوے لیکن مجھے یہ امر پسند نہیں آیا کہ ہمارے بزرگوں نے کبھی ایسا نہیں کیا نیز اسمیں ایک شان بھی معلوم
ہوتی ہے اس لئے یہی بہتر سمجھا کہ چونکہ قویٰ بھی اب ضعیف ہو چلے ہیں اور امر مذکور بھی سفر میں تکلیف دہ ہے
بس گھر ہی سے باہر نہ جایا جاوے بجز اُس حالت کے جبکہ کوئی خاص سخت ضرورت پیش آوے **ف** سبحان اللہ
تعالیٰ امت محمدیہ میں کیسے فلاسفر اور حکماء پیدا کئے گئے ہیں ترقی خواہان قوم نے کبھی ایسی باتیں خواب
میں دیکھی بھی نہونگی اور عمل تو درکنار ہے زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۳۲) ۳ ربیع الاول۔ فرمایا کہ جسوقت کوئی شخص کسی وجہ سے پریشان ہو اُس سے زیادہ باتیں
نکرنی چاہئیں۔

(۳۳) فرمایا کہ جو مریض طبیب کی تشخیص کو ناقابل اعتبار اور غلط سمجھے اور اسی طرح جو مسترشد مرشد
کی تشخیص کو غلط سمجھے ایسے مریض اور مستصلح ہمیشہ محروم ہی رہیں گے اور ان کی کبھی اصلاح نہوگی۔

(۳۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جن ذرائع
سے ترقی اسلام کی ہوئی تھی وہ مجھکو بتلا دیجئے تاکہ میں لوگوں میں اُن امور کے پیدا کرنے کی سعی کروں

۵۳

جو کہ مسلمانوں سے اب مفقود ہو گئے ہیں فرمایا کہ آپ اپنے دماغ کا علاج کیجئے کہاں آپ کہاں یہ کام ہر شخص کو اپنی اہلیت کے موافق حوصلہ کرنا چاہئے۔ کیا آپ سنت خداوندی کو بدلنا چاہتے ہیں۔ کہ اس پیمانہ پر اہل اسلام کو بچانے کی کوشش کرنے کی فکر میں ہیں۔

(۳۵) فرمایا کہ مجھے اپنی طرف متوجہ کر لینا خود طالب کے اختیار میں ہے کہ مجھ سے باقاعدہ استفادہ کرے اور بے تکلفی کا برتاؤ رکھے اور جبکہ وہ خود بستہ طبیعت سے مجھ سے ملے تو میری طبیعت اس سے کیونکر انشراح کے ساتھ مل سکتی ہے بلکہ میرا تو یہ حال ہے کہ جس شخص کو میں بستہ طبیعت دیکھلوں اور تقریر کر رہا ہوں تو میری طبیعت اس کو دیکھکر خود بستہ ہو جاتی ہے اور تقریر کی آمد موقوف ہو جاتی ہے کہ وہ شخص بے حس تقریر میں بیٹھا ہوا ہے نہ کچھ تقریر میں شبہ نکالتا ہے نہ کوئی سرور ظاہر کرتا ہے اور یہ امر بالکل لغو اور بے قاعدہ ہے کہ کسی تقریر میں شریک ہو اور محض بے پروائی سے بیٹھا رہے اور یہ کفران نعمت خداوندی بھی ہے کہ نافع تقریر کی قدر نہیں کرتا نہ اسکی طرف توجہ کرتا ہو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ جب تقریر فرماتے تھے تو طلبہ کے چہروں کی جانب دیکھا کرتے تھے جسکا چہرہ شلفتہ و مسرور پاتے تھے اس کی طرف متوجہ ہو کر خوب تقریر فرماتے تھے اور پھر آئندہ بھی اس شخص کو مخاطبت اور تقریر میں مخصوص فرماتے تھے اور جسکا چہرہ بستہ پاتے تھے اور کوئی حرکت نشاطیہ اسمیں معلوم نہ ہوتی تھی اس سے بالکل مخاطبت نہیں فرماتے تھے **ف** سبحان اللہ طالبین کیلئے کیا مفید تحقیق ہے۔

(۳۶) ۵ ربیع الاول۔ ایک جگہ حضرت والا کی ضیافت ہوئی چنانچہ تشریف لیگئے احقر بھی ہمراہ خدمت والا تھا جب کھانے سے فراغت ہوئی تو حضرت کی مسجد میں جو شخص اذان کہتے تھے وہ اذان کہکر حضرت کو اسی موقع ضیافت پر اطلاع کرنے گئے صاحب دعوت نے ان کو بھی شریک طعام کرنا چاہا حضرت نے بہت نرمی سے ان صاحب کو سمجھا دیا کہ اسوقت ان کو کھانا کھلانا کسی طرح مناسب نہیں اسوقت کھلانا تو ایسا ہے جیسے کوئی نظر لگ جانے کے خوف سے کسی کو کھانا دیوے یا یہ کہ گویا یہ شخص کھانے ہی کی طمع میں آیا تھا اور اس صورت میں ان کی ذلت ہے وہ کہنے لگے کہ ان کے قیام گاہ پر کھانا پہونچا دوں فرمایا نہیں اب یہ بھی مناسب نہیں اگر کھانا کھلانا تھا تو پہلے سے ضیافت کی ہوتی۔

(باقی آئندہ)

۵۴

اور چونکہ دوسری توجیہات بھی محتمل ہیں اسلئے احتمال کے ہوتے ہوئے اس ظاہر کا دلیل بنانا
مشکل ہے اور بلا دلیل تخصیص کا دعوے مشکل اسلئے ایسی توجیہ کی تلاش ہوئی جسمیں تخصیص
کا بھی قایل ہونا نہ پڑے۔ اور آیت میں بھی کسی بعید تاویل کا ارتکاب کرنا نہ پڑے پس متعدد تفاسیر
میں بھی تلاش کیا گیا اور دوسرے احباب سے بھی مشورہ کیا گیا مگر میرے قلب کو کسی توجیہ سے
شفا نہوئی آخر حضرت مولانا رومی کے کلام سے جناب باری تعالیٰ میں دعا کرکے استمداد کی
کہ ان کے کلام میں کوئی ایسا مضمون ظاہر فرما دیجئے جو اس آیت کی تفسیر میں معین ہو جاوے
یہ دعا کرکے جو مثنوی کھولی تو دوسرے اشعار مناسبہ کے ساتھ یہ شعر نکلا ؎

چوں دل آں شاہ زیں ساں خوں بود	عصمت وانتم فیہم چوں بود

جسمیں بہت ہی تھوڑا تامل کرنے سے فوراً قلب میں تقریر ذیل وارد ہوئی وہ یہ کہ بے ادبی
اور گستاخی سے جبکہ بقصد ایذار رسول نہو صرف گناہ ہی ہوگا مگر چونکہ یہ سبب ہوگا ایذار رسول کا
(وینطبق علیٰ قول مولانا زیں ساں خوں بود) اور ایذار رسول حق تعالیٰ کے نزدیک اسقدر مبغوض
ہے کہ بعض اوقات وہ سبب ہو جاتا ہے خذلان و عدم توفیق و عدم حفاظت للعبد کا (وینطبق
علی قول مولانا عصمت چوں بود) اور یہ خذلان سبب قریب ہو جاتا ہے وقوع فی الکفر الاختیاری کا
اور کفر کا حابط اعمال ہونا معلوم ہے پس معنی یہ ہوئے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
رفع صوت و جہر بالقول مت کرو کبھی ایسا نہو کہ آپ کو تکلیف پہونچے جس سے تم مخذول ہو جاؤ
اور اس خذلان کے سبب خدانخواستہ تم قصداً کفر کے اعمال کرنے لگو اور جس وقت تم رفع
صوت و جہر بالقول کے مرتکب ہوئے تھے۔ اس وقت تم کو اس تسبب رفع و جہر للکفر بواسطہ ایذائی
رسول و خذلان حق کی خبر اور اس کا احتمال بھی نہ تھا کیونکہ ایسے احتمال پر صحابہ سے اسکے
ارتکاب کا کب احتمال ہو سکتا تھا پس میں نے جو کہا ہے کہ کبھی ایسا نہو الخ یہ حاصل ہے ان
تحبط بتاویل مخافۃ ان تحبط کا اور یہ جو کہا ہے اسوقت الی قولہ خبر اور اس کا احتمال بھی نہ تھا
یہ حاصل ہے وانتم لا تشعرون کا پس اس تقریر پر کسی معصیت کا حابط بلا واسطہ ہونا بھی
لازم نہ آیا اور ایسی حبط بلا واسطہ ہی کی اہل سنت نے نفی فرمائی ہے اور اس معصیت کا دوسرے
معاصی سے اشد ہونا بھی جو کہ مفہوم عن المقام ہے ثابت ہو گیا کہ دوسرے معاصی میں اس

شان کی وعید نہیں آئی الحمد للہ اس تقریر سے سب غبار صاف ہوگئے اور لفظاً بھی کسی تکلف کا ارتکاب کرنا نہیں پڑا و ہذا من فضل اللہ تعالیٰ ثم من برکات مولانا رحمہ۔ ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ
نیز اشرف علی عارض ہے کہ تقریر بالا میں جملہ حالیہ وانتم لاتشعرون کی مقارنت عامل کے ساتھ حکمی ہوگی اسکے بعد ایک تقریر اس حال کی مقارنت حقیقیہ کی ذہن میں آئی جسکو ہنوز ضبط نکرنے پایا تھا کہ شفقی مولوی حبیب احمد صاحب نے مجھکو لکھکر دکھلائی چونکہ وہ بالکل وہی تقریر تھی جسکو میں لکھنا چاہتا تھا اس لئے میں اسمیں بالکلیہ متفق ہوا اور ذیل میں اسکو نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا چونکہ وانتم لاتشعرون حال ہے ان تحبط اعمالکم سے اس لئے مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ عنوان بیان یہ ہو پس معنی یہ ہوے کہ تم رفع صوت وجہر بالقول مت کرو مبادا اسکی شامت سے تمہارے اعمال حبط ہوجائیں (اس طرح کہ رفع صوت وجہر بالقول موجب ایذا رسول ہوکر مفضی الی الخذلان ہو اور خذلان منجر بکفر اختیاری اور کفر اختیاری موجب حبط اعمال ہوجاے) اور تمھیں احساس بھی نہو کہ اس کا اصلی سبب تمہارا رفع صوت وجہر بالقول ہی تھا اور تمہارے ایسے لاابالی پن نے تم کو یہ روز بد دکھایا اس عنوان میں پورا مقصود بھی آگیا اور انتم لاتشعرون کی حالت بھی ظاہر ہی انتہیٰ تقریر الشفیق الموصوف۔

ایضاً توجیہ آخر منسلمہ

نمہد لک اولا مقدمات تعینک علی درک المقصود المقدمۃ الاولی ان رفع الصوت والجہر بالقول للرسول صلی اللہ علیہ وسلم یکون علی انحاء منہا ما یکون کفرا کالرفع والجہر علی وجہ الاستخفاف وسواء کان الرافع والجاہر عالما بکون ذلک الرفع والجہر کفرا مستحضرا لذلک العلم او غافلا مستحضرلہ

ضرورت ہے کہ اولا تمہارے لئے ہم چند ایسے مقدمات ممہد کریں۔ جو تمکو فہم مقصود میں مدد دیں مقدمہ اولی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باواز بلند اور چلا کر بات کرنا انحا مختلفہ رکھتا ہے بعض انحا تو ان میں سے موجب کفر ہیں مثلاً رفع وجہر علی سبیل الاستخفاف خواہ رافع صوت وجاہر بالقول اس رفع وجہر کے موجب کفر ہونے سے واقف ہو۔ نیز خواہ یہ علم اس کو مستحضر ہو یا مستحضر نہ ہو بلکہ کسی عارض

ذاهلا عنه لعارض کالغضب الطبعی وغیرہ اولم یکن عالماً به اصلاً اوکالرفع والجھر علیٰ سبیل المطائبة بکلمات دالة علی الاستخفاف کما یکون فیما بین الاحباب کقول البعض للبعض ایھا الجاھل اوقاتلک اللہ او ثکلتك امك وغیرھا سواء کان ذلک الجاھر والرافع عالما بکونھما کفرا مستحضرا لذلک العلم اوغیر مستحضر له اولم یکن عالما به اصلا - ومنھا مالایکون کفرا کرفع الصوت والجھر بالقول من غیر قصد الاستخفاف والایذاء وبدون ان یکونا دالین علی الاستخفاف ولایتعلق بھما غرض شرعی اصلا کارھاب العدو وغیرہ سواء حصل بھما التاذی للرسول ؐ اولم یحصل والمقدمة الثانیة ان المومنین فی زمن الرسول صلی اللہ علیه وسلم المخاطبین بھذین النھیین علی مراتب من العلم والایمان فمنھم من تکامل علمھم و ایمانھم کالخلفاء الاربعة وغیرہ

مثل غضب طبعی وغیرہ کے سبب اس سے ذہول ہوگیا ہو۔ اور خواہ سرے سے اس کے موجب کفر ہونے سے واقف ہی نہو۔ یا مثلاً رفع وجہر بوجہ مطائبہ بالفاظ دالہ بر استخفاف جیساکہ آپس میں دوستوں میں ہوتاہے۔ کہ ایک دوسرے سے کہتا ہے او جاہل۔ یا خدا تجھے غارت کرے۔ یا تیری ماں تجھے روئے وغیرہ خواہ یہ رافع وجاہر اُسکے موجب کفر ہونے سے واقف ہو۔ پھر خواہ وہ علم اسکو مستحضر ہو۔ یا غیر مستحضر۔ اور خواہ سرے سے اس کے موجب کفر ہونے سے واقف ہی نہ ہو۔ اور بعض انحاء وہ ہیں جو موجب کفر نہیں مثلاً رفع صوت وجہر بالقول جب کہ استخفاف وایذا مقصود نہ ہو۔ نیز جبکہ وہ دال بر استخفاف نہوں اور کوئی غرض شرعی مثل ارہاب عدو وغیرہ بھی ان سے متعلق نہ ہو۔ خواہ ان سے تاذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو یا نہ ہو۔

مقدمۂ ثانیہ جو لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن اور مخاطب بہذین النہیین تھے۔ وہ بلحاظ علم وایمان مدارج متفاوتہ رکھتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں۔ جو علم وایمان کے مدارج سامیہ پر فائز ہیں۔ جیسے خلفائے اربعہ ودیگر اجلائے صحابہ

من اجلاء الصحابة على تفاوت منهم كمال
علمهم وايمانهم فيما بينهم
ومنهم الذين لم يتكامل علمهم
وايمانهم وقت نزول الآية كحديثي
العهد بالجاهلية ومنهم من تكامل
ايمانهم دون علمهم كجفاة الاعراب
عموما او خصوصا على ما يعلمه الله
والمقدمة الثالثة ان المؤمنين
الذين تكامل علمهم وايمانهم
يمتنع ان يصدر منهم الرفع
والجهر الموجبان للكفر تعمدا
وبدونه اما امتناعا عاديا فقط
كغير المشهود لهم بالجنة او شرعيا
وعاديا معا كالمشهود لهم بالجنة والذين
لم يتكامل ايمانهم وعلمهم لا يمتنع عادة ولا
شرعا ان يصدر منهم الرفع والجهر الموجبان
للكفر ولكن يستبعد منهم ايضا
ان يرتكبوهما مع العلم بكونهما
كفرا واستحضار ذلك العلم
فالاحتمال القريب فيهم ان يقعوا
في الكفر من دون ان يشعروا
به والذين تكامل ايمانهم دون
علمهم يمتنع منهم التعمد للكفر

۸

میں تفاوت مدارج کمال علم وایمان
اور کچھ ایسے ہیں۔ جو بوقت نزول آیہ شریفہ
مدارج علیہ علم وایمان پر فائز نہ تھے
مثلاً حدیث العہد بالجاہلیۃ اصحاب۔
اور کچھ ایسے ہیں۔ جو ایمان کے لحاظ سے
تو اپنی استعداد کے موافق ذروۂ اعلیٰ پر فائز
تھے مگر علم کے لحاظ سے ہنوز حضیض تسفل سے خارج
نہ ہو چکے تھے۔ جیسے جفاۃ اعراب عموماً اور خصوصاً کما یعلمہ اللہ
مقدمۂ ثالثہ۔ جو مومنین۔ کہ ذروۂ قصوی
علم وایمان پر فائز تھے۔ ان سے تو صدور رفع
وجہر موجب کفر مستحیل ہے۔ علیٰ وجہ التعمد بھی
اور لا علیٰ وجہ التعمد بھی اب یہ امتناع خواہ محض
عادی ہو۔ جیسے غیر مشہود لہم بالجنہ۔ یا عادی
وشرعی ہر دو ہو۔ جیسے مشہود لہم بالجنہ۔ اور
جو علم وایمان کے ذروۂ قصوی پر نہ پہنچے تھے
ان سے نہ رفع وجہر موجب کفر کا صدور عادۃً
مستحیل ہے۔ نہ شرعاً۔ لیکن ان سے بھی یہ امر
نہایت مستبعد (بلکہ قریب باستحالہ عادیہ) ہے
کہ وہ متعمدی رفع وجہر موجب کفر ہوں درآنحالیکہ
وہ ان کے موجب للکفر ہونے سے واقف
ہوں۔ اور وہ علم ان کو مستحضر بھی ہو۔ پس
ایسے لوگوں میں احتمال قریب وقوع فی
الکفر یہی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ بدون شعور

دون الوقوع فیه من غیران
یشعروا به واذ تمهد لک
هذه المقدمات فاعلم ان الله
عزوجل نهی المومنین عن رفع
الصوت والجهر بالقول مطلقا
اذا لم یتعلق به غرض شرعی
وقال نهیتکم عنهما مخافة
ان تقعوا فی الکفر برفع الصوت
والجهر بالقول فتحبط اعمالکم
حال کونکم غیر شاعرین بذلک
الکفر والحبط اما لانکم لم
تعلموا کون ذلک الرفع
والجهر موجبا للکفر لعدم تکامل
علمکم بعد اولانکم ذهلتم
عنه بسبب من الاسباب لعدم
کمال ایمانکم وانما قلنا
حال کونکم غیر شاعرین
لان التعمد للکفر بعید منکم
غایة البعد فالتخویف بالکفر
راجع الی البعض منهم فی الحقیقة
دون الکل والوجه فی صورة
التعمیم هو المبالغة فی النهی۔
محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

اس میں واقع ہو جائیں۔
جبکہ یہ مقدمات تمہارے لئے ممہد ہو چکے۔ تو
اب سمجھو کہ حق سبحانہ نے مومنین کو رفع
وجہر سے جبکہ ان سے کوئی غرض شرعی متعلق
نہو مطلقاً نہی فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے تمکو
اس لئے نہی کی ہے۔ کہ مبادا۔ تم رفع صوت
وجہر بالقول (موجب کفر) کا ارتکاب کرکے
ربقۂ اسلام اپنی گردنوں سے نکال دو۔
اور اس سے تم حبط اعمال کی بلا میں گرفتار
نہ ہو جاؤ۔ اور تم کو اس کا شعور بھی نہ ہو خواہ
اس لئے۔ کہ بہ سبب عدم تکامل علم کے تمکو
ان کے موجب کفر ہونے کی اطلاع ہی نہ تھی۔
یا بوجہ عدم تکامل ایمان تم کو کسی سبب سے
اس علم سے ذہول ہو گیا تھا۔ اور یہ قید کہ
تمکو اس کا شعور بھی نہ ہو۔ ہمنے اس لئے بڑھائی
ہے۔ کہ تعمد کفر تم سے نہایت ہی بعید اور قریب
باستحالۂ عادیہ ہے۔
پس تخویف فی الحقیقۃ راجع الی البعض
ہے۔ نہ کہ راجع الی الکل۔ اور تعمیم
صوری کا باعث مبالغہ فی النہی ہے۔

———(✣)———

(۴) مثنوی معنوی دفتر دوم عنوان خاریدن روستائی الخ کے تحت میں یہ اشعار ہیں

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور — نے ز نامم پارہ پارہ گشت طور
کہ لو انزلنا کتابا بالجبل — لانصدع ثم انقطع ثم ارتحل
از من ار کوہ احد واقف بُدے — پارہ گشتے و دلش پرخوں شدے

ان اشعار کے مقصود پر اور اسی طرح اسکے ماخذ یعنی آیۃ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل الخ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ الزام تو مقبولین و مطیعین پر بھی عاید ہوتا ہے کہ وہ بھی تو اس درجہ تو قرآن سے متاثر نہیں ہوئی جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے اس درجہ کے تاثر کی مطلوبیۃ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تو پھر اطاعت ہی کا تحقق نہوگا اور یہ حکمت تکلیف کے منافی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید سے جو کہ فی نفسہ ایسا موثر ہے گو اسکی اتنی تاثیر انسان میں بوجہ حکمت کے مطلوب نہیں مگر جسقدر مطلوب ہو اسقدر تو انسان کو متاثر ہونا چاہئے جیساکہ مطیعین ہوتے بھی ہیں فافہم۔ ۱۷ صفر ۱۳۴۲ھ

(۵) (سوال) الامداد صفحہ ۲ بابت صفر ۱۳۴۲ھ میں فرمایا (کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ سمجھے) اسکے مالہ وما علیہ کو ملاحظہ فرماتے ہوئے مطلب حل فرمایا جاوے۔ سمجھ میں نہیں آیا۔

(جواب) کافر فرنگ سے بدتر سمجھنا اگر فی الحال ہو تو یہ ایک حال ہے جو وارد ہونے سے سمجھ میں آسکتا ہے تقسیم سے فہم میں نہیں آتا اور اگر فی المآل ہے تو بطور احتمال کے ہو جو فرع ہے مسئلہ خوف ورجا کی اور مقصود مشترک دونوں شقوں کا ازالہ ہے کبر اور تحقیر غیر کا۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ

(باقی آئندہ)

سوال جسکا اکثر مال یا مساوی مال حرام ہو اور وہ ظاہر کرے کہ میں اپنے حلال مال سے ضیافت یا ہدیہ دیتا ہوں تو بدوں کسی شہادت و تصدیق کے محض اسکا بیان مسموع ہوگا یا بربنائے فسق واعلان مردود و نامقبول ہوگا۔

الجواب - فی الدر المختار و یتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء و خبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ ص ۳۰ بنا بر اس روایت کے اگر قلب اس کے صدق کی شہادت دے تو عمل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

سوال ورد ان البذاذۃ من الایمان وایضاً قال من لبس لبس شھرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیمۃ وفی روایۃ الترمذی ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ فان کانت فی رائۃ اثر النعمۃ شھرۃ فکیف التوفیق وان کان اللباس لباس شھرۃ ولم یرد اللابس الشھرۃ بل اراءۃ اثر النعمۃ فقط فیجوز فی حقہ ام لا۔

الجواب معنی قولہ علیہ السلام ثوب شھرۃ ای الثوب للشھرۃ فما لم یقصد بہ الشھرۃ لا یدخل فی ھذا الوعید والبذاذۃ مقابل للتکلف والاھتمام لا التجمل المتوسط فقد ورد ان اللہ یحب الجمال۔　۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

ترجمہ سوال حدیث میں آیا ہے کہ سادگی ایمان میں سے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی لباس شہرت کا پہنے گا اسکو حق تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کے کپڑے پہناویں گے اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے پس اگر اثر نعمت کے ظہار میں شہرت ہو تو پھر دونوں حدیثوں میں توفیق کس طرح ہوگی اور اگر کوئی لباس تو شہرت کا ہو مگر پہننے والے کا قصد اس سے شہرت کا نہیں ہے بلکہ فقط اثر نعمت کے اظہار کا قصد ہے تو کیا اس شخص کے حق میں جائز ہے یا نہیں۔

ترجمہ جواب ثوب شہرۃ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ کپڑا ہے جو شہرت کے لئے ہو اور جس سے کہ قصد شہرت نہ کیا جاوے وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا اور سادگی تکلف اور اہتمام کے مقابل ہے نہ تجمل متوسط کے اس لئے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ جمال کو محبوب رکھتے ہیں۔

سوال - ایک شخص اپنی زمین کو مزارعت پر دیتا ہے کہ پیداوار میں نصف کاشتکار اور نصف مالک زمین کا ہے اور چونکہ زمین کے خواہشمند اور بھی ہیں اس لئے کاشتکار مالک زمین کو کچھ روپے

قرض دیتا ہے تاکہ تا ادائے قرضہ دوسرے کو یہ زمین نہ دیوے تو یہ قرض لینا جائز ہوگا۔

الجواب کلیہ کل قرض جر نفعا فھو ربوٰا میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے۔

۲۲ ربیع الاول ۳۷ھ

رضاع

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ اولیٰ کا دودھ بکر نے پیا اور بکر کی حقیقی بہن کی لڑکی ہندہ نے زید کی زوجہ ثانیہ کا دودھ پیا تو آیا بکر کے لڑکے عمرو کے ساتھ ہندہ کا عقد شرعاً جائز ہے یا نہیں اور رضاعت کا تعلق ایسی صورت میں مانع عقد ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب - اس صورت میں عمرو اور ہندہ رضاع کے علاقہ سے باہم پھوپی بھتیجے ہوئے اور یہ رشتہ جس طرح نسب سے حرام ہے اسی طرح رضاع سے بھی حرام ہے پس ان دونوں میں نکاح حرام ہے۔

۲۲ ربیع الاول ۳۷ھ

وقف واجارہ

۴۴

سوال - زید نے اپنی جائداد کا عمرو کو بمبادلہ مبلغ سو روپیہ لگان ٹھیکہ دیا اور یہ بھی طے پایا کہ اس روپیہ کے ساتھ ہی ایک گاڑی اُپلے اور ایک چھبڑا بھوسہ بھی دینے ہونگے۔ اور جس سال نیشکر ہوگی تو اُس سال ایک بھیلی گڑ کی اور راب ہو تو دو تار بختہ راب اور ایک گھڑا رس کا اور ۲۵ گنا اور دینے ہوں گے علاوہ نقد کے جسقدر اشیاء متذکرہ بالا ٹھیری ہیں ان کا نام حقوق زمینداری ہے تو یہ ٹھیکہ جائز ہے یا نہیں۔

دیگر یہ کہ زید نے اب اس جائداد کو بحق مدرسہ اس طرح وقف کر دیا ہے کہ اس کا لگان نقد ہمیشہ مدرسہ میں صرف ہوا کرے اور علاوہ لگان نقد کے دیگر اشیاء مذکورہ بدستور میں لیتا رہونگا تو یہ جائز ہے یا نہیں اس ہی کی ایک صورت یہ ہے کہ واقف خود متولی جائداد بھی ہے بوقت وقف اس نے یہ تعین کر دیا ہے کہ اس جائداد سے جو آمدنی نقد ہے وہ بحق مدرسہ صرف ہو اور علاوہ ازیں جو دیگر حقوق زمینداری متذکرہ معین ہیں وہ بصرف متولی رہیں تو اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب - فی الهداية واذا قال للخياط ان خطت هذا الثوب فارسيا فبدرهم وان خطته روميا فبدرهمين جاز واى عمل من هذين العملين فعل استحق الاجر به الخ ج ۲ صفحہ ۲۹۴ اسی قیاس پر اس شرط کے کہ جس سال نیشکر ہوگی الخ۔ یہ معنی ہونگے کہ اس خاص

صورت میں اجرت کی اور مقدار ہے اور اس خاص صورت کے غیر میں اجرت کی اور مقدار ہے سو یہ جائز ہوگا۔ اور باقی شرائط بلا تکلف جائز ہیں اور چونکہ واقف کو اپنے لئے کل منافع وقف کی شرط حیات تک ٹھیرالینا بھی جائز ہے تو بعض منافع کی بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ ۲۴ ربیع الاول ۳۴ھ

سوال۔ ایک مدرسہ میں جس میں انگریزی تعلیم ہوتی ہے کچھ سرکاری امداد ہے اور کچھ روسا مقام دیتے ہیں سرکاری رقم پچاس روپیہ ماہوار ہے اور رقم چندہ سو روپیہ ہے جس میں پچاس روپیہ کی رقم یک رئیس کی آمدنی سے ہے جو وکالت پیشہ تھا بقیہ رقم مختلف پیشے کے لوگوں کی ہیں جس میں زیادہ ملازم سرکاری ہیں۔ گو یہ محقق نہیں ہے نہ بلا دقت عظیم ہو سکتا ہے کہ رقم چندہ خالص تنخواہ سے آتی ہے ایسے مخلوط سرمایہ کے اسکولوں میں نوکری مطلقاً جائز ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو اس قید سے جائز ہو سکتی ہے کہ تنخواہ سرکاری رقم سے حاصل کیجاوے۔

الجواب۔ اصل اباحت ہے اور الیقین لا یزول بالشک اس لئے جب تک حلال کا غیر غالب نہ ہونا یقیناً نہ معلوم ہو اس مخلوط سے تنخواہ لینا حلال ہے اور اگر ایسا انتظام کر لیا جاوے کہ خالص سرکاری رقم سے یہ تنخواہ لیجاوے تو اور زیادہ احتیاط کی بات ہے۔ ۶ ربیع الثانی ۳۴ھ

سوال۔ ایک شخص قرآن صحیح پڑھتا ہے مگر بوجہ عذر ناسور (جو ہر وقت جاری رہتا ہے) و عدم قدرت علی القیام والجلوس موافق سنت امامت نہیں کر سکتا اور سب اس کے دیہ کے رہنے والے بقدر جواز صلوٰۃ قرآن نہیں پڑھ سکتے اب وہ کیا کرے ان کی ساتھ جماعت میں شریک ہوتا ہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی اور وہ نماز پڑھ نہیں سکتا اس کو تقاعد عن الجماعۃ جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ چونکہ عموم ابتلاء کے سبب بعض علماء ایسی اقتداء کو صحیح بتلاتے ہیں پس بنا بر احتمال صحت تخلف عن الجماعۃ محل وعید ہے اور بعض غیر صحیح بتلاتے ہیں اس بنا پر عدم صحت صلوٰۃ محل وعید ہے پس جمعاً بین الادلہ احتیاط یہ ہے کہ جماعت سے تقاعد نہ کرے اور بعد میں اپنی نماز کا اعادہ کر لے۔ ۶ ربیع الثانی ۳۴ھ

سوال۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا معتقد دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا نہیں۔

الجواب۔ اس نص قطعی الثبوت کا اگر یہ شخص منکر ہے تو اسلام سے خارج ہے اور اگر اس کو غیر قطعی الدلالۃ قرار دیکر تاویل کرتا ہے تو مبتدع و ضال ہے۔ ۶ ربیع الثانی ۳۴ھ

حفظ حیوانات — احراق موذی وقت مجبوری

سوال ۔ جنگل کا ایک جانور بنام سیہ ہے وہ کھیت کو نقصان بہت پہنچاتی ہے اور ان کی تدبیر جلائے زمین کو آگ دینے کے اور ہو نہیں سکتی تو اُن کو آگ دیکر مار دیا جاوے یا نہیں۔

الجواب ۔ اگر وہ اور کسی طریق سے دفع نہ ہو تو بمجبوری کو آگ دینا جائز ہے اور اگر کسی اور طریق سے ہلاک ہو جاوے یا وہاں سے اور جگہ دفع ہو جاوے تب جلانا جائز نہیں۔ ۱۰ ربیع الثانی ۳۴ھ

تحقیق جواز حج الشخص عن غیرہ — ۴۶

سوال من العبد المشتاق الی حضرۃ الشیخ الاکمل الاشرف الاجمل مد اللہ ظلالہ۔ اما بعد۔ فهذا العبد منذ زمان قد قصر عن التحریر ولیس هذا الامر من قصور الباع۔ بلی انی قد کان عرض لی الحمی بنافض فحالت بینی وبین ما اشتهی۔ وبحمد اللہ قد برأ السقم فشکر اللہ علی اسباغ النعم وفی تلك الایام لم استطع علی ضربی فیالهف نفسی۔ ثم انی اکلف جنابکم بحل شبهات قد عرضت لی فی اثناء التدریس الصحیح للامام محمد بن اسمٰعیل البخاری ولم اقدر علی جواب شاف من عندی فالتجأت الی سندی و وسیلة النجاح فی یومی وغدے۔ انا معاشر الحنفیة نستدل علی جواز الحج عن الغیر وان لم یحج عن نفسه بحدیث الخثعمیة المرویة فی البخاری المطبوع فی المطبع المصطفائی ص۲۰۰ وص۲۳۰ وص۲۵۰

بعد حمد و صلوٰۃ کے گذارش ہے کہ بندہ عرصہ سے خدمت شریف میں عریضہ بھیجنے سے قاصر رہا اور اسکا سبب کوتاہی نہ تھی بلکہ مجھے سخت بخار آتا تھا جسکی وجہ سے اپنے مقصود حاصل کرنے میں عاجز رہا اور اب بحمد اللہ تعالیٰ مرض سے شفا ہو گئی ہے خدا تعالیٰ کا شکر ہے اس کے اتمام نعم پر اور افسوس ہے کہ ایام مرض میں چلنے پھرنے سے بھی معذوری ہو گئی تھی اب عرض خدمت یہ ہے کہ بخاری شریف پڑھانے کی حالت میں چند شبہات پیش آئے اور اُن کا جواب شافی میری فہم میں کچھ آیا نہیں لہذا ان شبہات کے حل فرمانے کی تکلیف دیتا ہوں تقریر شبہات کی یہ ہے کہ ہم حنفی لوگ جواز حج عن الغیر پر اگرچہ اس شخص نے جو دوسرے کی طرف سے حج ادا کرتا ہے اپنا حج نہ ادا کیا ہو حدیث خثعمیہ سے جو بخاری میں مروی ہے استدلال کیا کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

سوال عرض ہے کہ ہم ایک ہندو میں جناب من ہمنے ایک مدد شرعی مسجد موضع فلاں ملک بنگال میں دی خدا کے واسطے پر نماز پڑھنے کو اور وہ کچھ روز کے بعد ہم کو واپس ملی کیا وجہ کہ ہم تو کسی قسم کی بدعت یا شرک نہیں کرتے ہمارا جو اصل حال ہے وہ تو خداوند کریم ہی جانتا ہے جو کہ لاشریک ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے براہ مہربانی خدا کے واسطے انصاف کر کے فتوی دینا اور ہم سود بھی کھاتے نہیں کیونکہ حرام ہے جب ہمارے خالق نے منع کیا ہے کہ سود حرام ہے تو ہم پھر کس طرح کھا سکتے ہیں اور براہ مہربانی یہ بھی انصاف کر کے فتوی دینا کہ قرآن شریف پڑھکر پیسہ روپیہ لینا یہ درست ہے یا نہیں اور جس مسجد میں سود والے کا روپیہ خرچ ہوا ہمیں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور جو مسلمان سود کھاوے اس کے واسطے کیا حکم ہے اور جو مولوی سود والے کی ضیافت کھاوے یا اور مسلمان تو ان کو کھانا درست ہے یا نہیں باقی حال یہ ہے کہ آپ کو خداوند کریم کا واسطہ ڈالتا ہوں اور حضرت محمد رسول اللہ کا کہ جواب ضرور بالضرور ملے خدا کے واسطے مہربانی کر کے جواب عنایت فرمائیے۔

الجواب فی الدر المختار کتاب الوقف بدلیل صحتہ من الکافر فی رد المحتار حتی یصح من الکافر کالعتق والنکاح الی قولہ بخلاف الوقف فانہ لابد فیہ من ان یکون فی صورۃ القربۃ وھو معنی ما یأتی فی قولہ ویشترط ان یکون قربۃ فی ذاتہ اذ لو اشترط کونہ قربۃ حقیقۃ لم یصح من الکافر ج ۳ ص ۵۵۴ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہندو ہونا صحت وقف سے مانع نہیں خواہ للمسجد ہو یا غیر المسجد ہو للاحلاق اور اگر آیت ما کان للمشرکین الخ سے شبہ ہو تو وہ شبہ اس کی تفسیر کے ملاحظہ سے رفع ہو سکتا ہے بندہ کی تفسیر بیان القرآن کو دیکھ لیا جاوے البتہ جہاں احتمال منت رکھنے اور احسان جتانے کا ہو وہاں یہ عارض مانع اجازت ہو گا لیکن صورت مسئولہ میں قرائن سے اس کا بھی احتمال نہیں وہی قولہ ہم کسی قسم کی بدعت یا شرک نہیں کرتے الی قولہ جس کا کوئی شریک نہیں دل ھذا القول علی کونہ قائلا للتوحید وقولہ ہم سود بھی کھاتے نہیں الی قولہ جب ہمارے خالق نے منع کیا ہے دل ھذا علی اعتقادہ حقیۃ القرآن وقولہ آپ کو خداوند کریم کا واسطہ ڈالتا ہوں اور حضرت محمد رسول اللہ کا دل ھذا علی اعتقادہ رسالۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھذا الرجل اما مسلم کما یشعر بہ قولہ ہمارا جو اصل حال ہے وہ تو خداوند کریم ہی جانتا ہے واما محب للاسلام حقیق بالتالیف

۲۵

وبکل حال لا یحتمل المنة من مثل ھذا الرجل - وعلی ظن اسلامه مخفیا - لم یوجد المانع الاول من کفرہ لو فرض مانعا - پس جب یہاں کوئی امر مانع نہیں تو ایسے شخص کی دی ہوئی شطرنجی مسجد میں بچھا دی جاوے کچھ حرج نہیں اور اگر کسی خاص مسجد والے نہ لیں دینے والیکو دوسری مسجد میں دیدینا چاہیئے اگر وہ بھی قبول نہ ہو یہاں بھیجدی جائے مسجد میں بچھادی جاوے گی کما نص الفقہاء فیما اذا استغنی مسجد عن الوقف صرف الی الاقرب فالاقرب والجامع تعذر الصرف الی الاصل فی الدر المختار ومثله حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنہما والرباط والبئر الی اقرب مسجد او رباط او بئر الیه اھ ج ۳ مع رد المحتار ص ۵۴۳ اور اسکے ضمن میں جو اور سوالات کئے ہیں ان کا منشا محض غصہ ہے نہ کہ تحقیق اس لئے جواب نہیں دیا گیا۔ ۲۳ ربیع الاول

سوال - میں کپڑے کی تجارت کرتا ہوں اور اسمیں سود دینا بھی پڑتا ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ وقت معینہ پر جب مہاجن کا روپیہ ادا نہیں ہوسکتا تو وہ سود لگاتا ہے بارہا اس کام سے چھوڑ دینے کو جی چاہتا ہے مگر بظاہر اور کوئی صورت معاش متصور نہیں ہوتی بڑا پریشان اور مجبور ہوں دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ اس تہلکہ سے نجات بخشے اور نیز عرض ہے کہ اگر مہاجن سے اس بات کا فیصلہ کرلیا جاوے کہ ہم اس کو پانچ پیسہ روپیہ کے حساب سے نفع دیتے ہیں اگرچہ چار پیسے روپیہ کے حساب سے نفع دینے لگیں اور وہ اس بات پر راضی ہوجائے تو یہ صورت جواز کی ہے یا نہیں اگرچہ وقت معینہ پر اس کا روپیہ نہ ادا ہو کیونکہ اس ایک پیسہ کی زیادتی کی وجہ سے جو فی روپیہ بڑھادی گئی ہے وہ مہاجن تاخیر ادائے رقم کو بلا سود منظور کرلیگا۔

الجواب - ہاں یہ صورت جائز اور مستحسن ہے کہ اس کا نفع بڑھا دیا جائے اور سود نہ دینا پڑے اگرچہ وقت معین سے اُس کے ادا کرنے میں کتنی ہی دیر ہوجائے۔ یکم ربیع الثانی ۳۴ھ

سوال - لوگ ریشم کو استعمال کرنا ناجائز جانتے ہیں اور ٹسر کو جائز حالانکہ دونوں کی ماہیت ایک ہے یعنی کیڑا شہتوت کے پتے کھاکر ریشم بناتا ہے اور اسی قسم کا دوسرا کیڑا جو ارنڈ کے پتے یا دوسرے جنگلی پتے کھاکر ٹسر بناتا ہے تو آیا ایسی صورت میں ٹسر کا اور ریشم کا ایک حکم ہے یا دو۔

الجواب - دونوں کا ایک حکم ہے یعنی دونوں ریشم ہیں ایک اعلیٰ ایک ادنیٰ -

۸ ربیع الثانی ۳۴ھ

(باقی آئندہ)

اسمیں یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ جو چیز مُنہ میں چبائی جائے اُس کے ذریعہ سے تر ہو جائے تاکہ کھانیکا نگلنا سہل ہو نہ نگلنے میں دشواری ہو نہ حلق میں دُکھ اور تکلیف ہو۔

جب کھانے سے فراغت ہو جاتی ہے تو جو زیادہ تری کھانے کو تر کرنے کے لئے پیدا ہوئی تھی غائب ہو جاتی ہے البتہ کسی قدر ہونٹوں اور حلق میں رہجاتی ہے تاکہ بولنے اور بات کرنے میں آسانی ہو نیز حلق کی خشکی (سے سانس کی آمد و رفت دشوار ہو جاتی ہے جو) ہلاکت کا باعث ہے پھر خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ زبان میں اُس نے ایک قوۃ ذائقہ ایسی رکھی ہے جس سے کھانے والے کو کھانے میں مزہ آتا ہے نیز اس قوۃ کے ذریعہ لذیذ اور غیر لذیذ چیزوں میں امتیاز ہو جاتا ہے تاکہ لذیذ کو مزہ لیکر استعمال کرے اور اُس سے راحت حاصل کرے اور ناموافق غذا سے بچے اور اُسکے ضرر سے محفوظ رہے نیز زبان سے گرم اور سرد کھانیکی اطلاع ہو جاتی ہے (اگر زبان میں گرم اور سرد کے امتیاز کی قوت نہوتی تو تیز گرم اور نہایت سرد غذا کے استعمال سے قلب اور جگر اور معدہ پر برا اثر پڑتا۔)

حق تعالیٰ نے سر میں دو سوراخ آواز سننے کیلئے بنائے اور اُن میں ایک رطوبت تلخ ایسی رکھی ہے جس سے کیڑوں اور جانوروں سے کان کی حفاظت ہوتی ہے کیونکہ اکثر وہ جانور جو کان میں گھستے ہیں اس رطوبت سے ہلاک ہو جاتے ہیں اور کانوں کو سیپی کی شکل میں پیدا کیا گیا ہے تاکہ آواز اُس میں گھمکر سوراخ تک پہونچ جائے اور اُس میں حق تعالیٰ نے احساس زیادہ رکھا ہے تاکہ جو چیز ایذا دینے والی اُس کے پاس پہونچے اُسکو معلوم کرلے کان میں حق تعالیٰ نے چند تعویجات یعنی ٹیڑھی مڑی ہوئی شکلیں پیدا کی ہیں مثل ناک وغیرہ کے اُسکی ہڈی سیدھی نہیں پیدا کیگئی جسمیں حکمت یہ ہے کہ آواز، تار چڑھاؤ کے بعد گھومکر پہونچے تاکہ آواز کا اثر پوری طرح ہو اور بات صاف سنائی دے نیز یہ بھی حکمت ہے کہ اگر کوئی چیز کان میں گھسنا چاہے تو اُس کو مسافت زیادہ طے کرنی پڑے جس سے سونیوالا ہوشیار اور بیدار ہو کر اُس کو دفع کردے پھر حق تعالیٰ نے انسان کو ایک قوۃ شَمّ عطا فرمائی ہے جس سے بذریعہ ہوا ہر خوشبو اور بدبو کا احساس ہو جاتا ہے اس کا راز بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

دیکھئے خدا تعالیٰ نے ناک کو چہرہ کے بیچ میں کس طرح بلند بنایا ہے جسکی بلندی ہی سے بہت بڑا

حُسن وجمال پیدا ہوگیا اُس میں دو سوراخ بنائے اور اُس میں قوۃ شامہ رکھی تاکہ کھانے اور پینے
کی چیزوں کی خوشبو بدبو کا احساس ہوتا ہے خوشبو سے راحت حاصل کیجائے اور پلید ناپاک چیزوں سے
پرہیز کیا جائے۔ نیز ناک کے ذریعہ سے سانس اندر جاتا ہے اور باہر آتا ہے جو زندگی کی جان ہے
سانس کے ذریعہ سے دل کو راحت پہونچتی ہے اور باطنی حرارت معتدل ہوجاتی ہے۔

حق تعالیٰ نے بدن انسانی میں حلقوم یعنی گلا پیدا فرمایا جسمیں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔
اُس کے ذریعہ سے آواز نکلتی ہے اور اس کی ساتھ زبان منہ کے اندر مختلف حصوں میں گھومتی
ہے جس سے آواز مختلف طریقہ سے نکلتی ہے الگ الگ حروف اُس سے پیدا ہوتے ہیں تاکہ دائرہ
کلام وسیع ہوجائے نیز ہر شخص کا گلا یکساں نہیں ہوتا بلکہ مختلف طریقہ سے خدا نے اسکو پیدا کیا ہے
کسی کا گلا تنگ ہے کسی کا چوڑا کسی کا سخت ہے کسی کا نرم کسیکا کھردرا ہے کسی کا چکنا کسی کا چھوٹا کسی کا بڑا یہانتک
کہ اسکی وجہ سے ہر شخص کی آواز دوسرے کی آواز سے ممتاز ہوگئی کبھی دو آوازیں یکساں نہیں
ہوسکتیں جسطرح دو صورتیں اور شکلیں ہر بات میں برابر نہیں ہوتیں بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق ہر دو صورتوں میں
ظاہر ہوتا ہے جسکے ذریعہ سے ایک شخص کو دوسرے سے امتیاز کیا جاتا ہے اسی طرح آواز کے ذریعہ سے
بھی سننے والا ایک شخص کو دوسرے سے امتیاز کرلیتا ہے (تاکہ اگر کسی وقت صورت بوجہ تاریکی وغیرہ
کے نظر نہ آسکے تو آواز ہی سے پہچان ہوسکے) اس اختلاف صورت و صوت کا راز بھی یہی ہے تاکہ
شناخت اور پہچان میں دشواری نہو جب حق تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا فرمایا تو دونوں کی
صورتوں میں اختلاف رکھدیا تھا پھر ان سے مختلف صورتوں کی مخلوق پیدا ہوتی رہی پھر ذرا
ہاتھوں کی پیدائش پر نظر کرنی چاہیئے کہ وہ مقصود کے لئے و ضرورت کے دفع کرنیکے لئے خود بخود
کس طرح دراز ہوجاتے ہیں۔

خدا نے ہتھیلی کو چوڑا بنایا اس میں پانچ انگلیاں بنائیں پھر انگلیوں میں تین تین پور بنائے اور چار
انگلیوں کو ایک طرف اور انگوٹھا ایک طرف بنایا تاکہ انگوٹھا باقی سب انگلیوں پر گھوم سکے اگر تمام
اولین و آخرین متفق ہوکر انگوٹھے اور انگلیوں کی بناوٹ کی ہیئت و وضع اس قدرتی وضع کے علاوہ
اپنی قوت فکریہ سے کام میں لاکر سوچنا چاہیں تو ہرگز نہ بتا سکیں گے۔ و عقل حیران ہوجائے گی کہ حق تعالیٰ
نے کس طرح چاروں انگلیوں کو ایک صف میں چھوٹی بڑی بنائی اور انگوٹھے کو سب کے الگ بنایا جسمیں

خوبصورتی کے علاوہ ساری منفعتیں حاصل ہیں۔
لینا اور دینا پکڑنا، و سنبھالنا سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اگر ہاتھ کو چوڑا کر لیا جاوے تو وہ ایک طبق ہے جو پانے اُس پر رکھلیا جاوے اور اگر انگلیاں ملالی جائیں تو وہ مارنے کا خاصہ آلہ ہے اگر انگلیوں کو ملا کر بالکل ہاتھ بند کیا جاوے تو وہ پانی پینے کیلئے برتن ہے اگر ہاتھ چوڑا کر کے انگلیاں ملالیجائیں تو غلہ وغیرہ بھرنے کا آلہ ہے۔

خدا نے انگلیوں کے اوپر ناخن پیدا فرمائے جنسے پوروں کی زینت اور پچھلی جانب سے اُنکی مضبوطی ہے تاکہ پورئے کمزور نہ ہو جائیں۔ ناخن کے ذریعہ وہ باریک چیزیں کھنچی جاتی ہیں جو صرف پوروں سے نہیں اٹھ سکتیں۔ کھجلی کے وقت ناخن سے بدن کو کھجلایا جاتا ہے اگر یہ ذراسی چیز انسان کے بدن میں نہو تو دیکھ لیجئے کھجلی کے وقت وہ کسقدر عاجز اور پریشان ہو جاوے کہ ذراسی تکلیف کو بھی اپنے بدن سے دُور کرنے اور چین حاصل کرنے پر وہ قادر نہیں ہوتا۔ ناخن کے سوا کھجلی کے وقت کوئی چیز کام نہیں آسکتی۔ کیونکہ وہ اس کام کیلئے قدرتی طور پر بنایا گیا ہے نہ تو اس درجہ سخت ہے کہ بدن کو چھیلدے اور نہ مثل کھال کے بہت زیادہ نرم ہے کہ کھجلی بھی دفع نہ کر سکے لمبے ہو جاتے ہیں اور کاٹ دئے جاتے ہیں پھر پیدا ہو جاتے ہیں۔

پھر دیکھئے ناخن کھجلی کی جگہ سوتے اور جاگتے کس طرح بے تکلف پہونچ جاتے ہیں کہ جسطرف بھی کھجلی ہو وہیں ہاتھ پہونچ جاتا ہے اگر انسان کو کھجلی کے وقت کسی دوسرے کی امداد کی ضرورت پڑا کرتی تو دوسرے آدمی کو کھجلی کی جگہ بتلانا بھی بہت دشوار ہو جاتا اور بتلانیکے بعد بھی دوسرے کے ہاتھ سے وہ راحت نہ حاصل ہو سکتی جو اپنے ہاتھ سے حاصل ہوتی ہے۔

پھر دیکھئے حق تعالیٰ نے بدن انسانی میں دو رانیں اور دو پنڈلیاں کس طرح دراز پیدا فرمائی ہیں تاکہ اُن کے ذریعہ سے وہ دوڑنے پر قادر ہو سکے۔

حق تعالیٰ نے دونوں پیروں کو انگلیوں سے زینت دی ہے جنسے علاوہ زینت کے دوڑنے میں قوت بھی حاصل ہوتی ہے پھر انگلیوں کو بھی ناخن سے قوت اور زینت عطا کیگئی ہے۔

پھر جائے غور ہے کہ یہ سب عجیب و غریب چیزیں جنمیں بیشمار حکمتیں اور منافع ہیں ایک حقیر نطفہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ نطفہ سے حق تعالیٰ نے تمام بدن کی ہڈیاں پیدا فرمائیں جو بہت مضبوط و مستحکم اجزا ہیں

جنپر قوام بدن موقوف ہے پھر ہڈیوں کو حق تبارک وتعالیٰ نے مختلف مقدار اور مختلف و متناسب
اشکال میں پیدا کیا کوئی ہڈی چھوٹی ہے کوئی بڑی کوئی گول ہے کوئی لمبی کوئی ٹھوس ہے کوئی
کھوکری کوئی چوڑی ہے کوئی پتلی۔ پھر ان ہڈیوں کے سوراخوں میں لطیف گودا پیدا فرمایا جس سے
ان میں قوت پہنچتی اور ان کی حفاظت رہتی ہے۔ پھر چونکہ انسان کو اپنے کاروبار کے لئے کبھی سارے
بدن کی ضرورت ہوتی ہے کبھی خاص عضو کی اس لئے حق تعالیٰ نے اُس میں صرف ایک ہڈی
نہیں پیدا کی بلکہ اُس کے بدن کو بہت سی ہڈیوں سے ترکیب دیا گیا ہے اور سب ہڈیوں کے
بیچ میں جوڑ بنائے گئے ہیں تاکہ حرکت میں آسانی ہو جس عضو کو حرکت دینا چاہیں بآسانی حرکت
دے سکیں۔

پھر حق تعالیٰ نے جوڑوں کو اس طرح ملایا کہ گویا بعض کو بعض کے ساتھ باندھ دیا ایک ہڈی میں
میخ کی مانند ایک حصہ پیدا کر کے دوسری ہڈی کو ایک سفید پٹھے کے ساتھ اُس سے پیوست کر دیا۔
پھر ہڈیوں میں کسی کو ابھار کر دوسری ہڈی کے گڑھے میں جو اسی ابھرے ہوئے حصے کے موافق
ہوتا ہے داخل کر دیا تاکہ دونوں ایک دوسرے سے چسپاں ہو جائیں اب اگر انسان اپنے کسی ایک
حصہ کو حرکت دینا چاہے اور دوسرے کو حرکت نہ دینا چاہے تو بسہولت ایسا کر سکتا ہے اگر بدن میں
جوڑوں کو اس حکمت کے ساتھ نہ پیدا کیا جاتا تو یہ بات دشوار ہو جاتی بلکہ تمام بدن کو ایک عضو
کے ساتھ حرکت ہوا کرتی پھر دیکھئے حق تعالیٰ نے سر کو ۵۵ ہڈیوں سے جنکی صورتیں اور شکلیں قسمیں
مختلف ہیں کیونکر بنایا اور ایک کو ایک کے ساتھ اس طرح ملایا کہ سر گول مانند ایک کرہ کے ہو گیا
ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک ہی ہڈی ہے۔ چھ ہڈیاں تو کھوپری میں ہیں اور ۱۴
اوپر کے جبڑے میں اور دو نیچے کے جبڑے میں اور ۳۲ دانتوں میں ہیں جن میں بعض ہڈیاں چوڑی
ہیں جو غذا پیسنے کے لئے ہیں اور بعض تیز ہیں سخت چیز کاٹنے میں کام دیتی ہیں۔
پھر گردن کو دیکھئے جو سر کی جڑ ہے اس میں خدا نے سات ہڈیاں رکھی ہیں جو منکوں کی طرح گول
اور کھوکری ہیں کوئی اُدبھری ہوئی ہے کسی میں گڑھا ہے جس سے ایک دوسری کے ساتھ
خوب چسپاں ہو گئی ہے اور اُس میں حکمتیں بہت ہیں جن کا بیان بہت دراز ہے۔

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزندان قاضی گرفتارہ + کہ درخانہ بینی برابر وگرہ

خانہ جنگی - یہ ایسا مرض ہے جس سے مسلمانوں کا کوئی گھر بھی الا ماشاء اللہ خالی نہیں اور اس کے بدنتائج سے زن و مرد چھوٹے اور بڑے سب ہی نالاں و پریشان ہیں۔ یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسا قابل نفرت مرض عام طور سے موجود ہے اور کبھی کسی کو اس کے دفعیہ کا خیال نہ پیدا ہو خیال ضرور پیدا ہوا لیکن دفعیہ نہ ہوا اس سے بداہتہ یہ بات نکلتی ہے کہ اس کے تدابیر میں کوئی غلطی رہی ہے جس سے ان تدابیر کا وجود و عدم برابر رہا۔ اس غلطی کے نکالنے کے لئے ضرورت ہے کہ تمام ان تدابیر کو اور تجاویز کو جمع کیا جائے جو مدبران زمانہ نے اس کے متعلق کی ہیں پھر ہر ایک کی وہ کوتاہی دکھلائی جائے جس سے وہ تدبیر کالعدم رہی۔ اس مضمون میں جسقدر طول ہے ظاہر ہے لہذا ہم صرف ایک مدبر کی تجویز کو یہاں نقل کرتے ہیں اور اسی پر بقدر بحث کریں گے اس کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجویز و تدبیر صرف ایک تجویز و تدبیر نہیں ہے بلکہ مناظرانہ چند اقوال کے بعد آخری تجویز ہے ظاہر ہے کہ بحث مباحثہ کے بعد جو آخری تجویز ہوتی ہے وہ جملہ تجویزوں پر مرجح ہوتی ہے جب اس پر کلام کیا جاویگا تو ضمناً سب پر کلام ہو جاویگا تو اس سے قریب قریب وہی بات حاصل ہو جاویگی جو جملہ مدبران زمانہ کے آرا کو تفصیل جمع کرنے اور مفصلاً کلام کرنے سے حاصل ہوتی۔ پہلے یہ بھی سمجھ لینا ضرور ہے کہ یہ قصہ جو ہم نقل کریں گے صرف میاں بیوی کی مخالفت کے متعلق ہے لیکن اسوجہ سے کہ مبنی نزاع کا قریب قریب مشترک ہے ہر ایک مخالفت اور جملہ قسم کی خانہ جنگیوں کیلئے مفید ہے۔ وھو ھذا

ایک مدعی عقل اور ریفارمر قوم نے اپنا قصہ لکھا ہے کہ ہمارا گذر ایک مجمع پر ہوا جسمیں مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ تھے اور میاں بیوی کے موجودہ زمانہ کی مخالفات و تنازعات پر بحث کر رہے تھے ہم بھی ان میں شامل ہو گئے گفتگو دیر سے ہو رہی تھی اور یہ بات بہت بحث مباحثہ کے بعد قریب طے ہونے کے آگئی تھی کہ اصل الاصول ان خانہ جنگیوں کی ناداری ہے علی العموم رواج ہے کہ فریقین لڑکے اور لڑکی کے بالغ ہوتے ہی شادی کر دیتے ہیں اور اسکو اپنی بڑی کامیابی اور خوش قسمتی سمجھتے ہیں

بہو کے گھر آتے ہی خسرچ دوچند ہو جاتے ہیں لڑکے کے پاس آمدنی کے نام صفر ہوتا ہے خرچ کوئی
بند ہو نہیں سکتا کچھ دن تو شرم و لحاظ میں بات دبی رہتی ہے مگر کہاں تک بالآخر بات کھلتی ہے
اور لڑکا ان اخراجات سے تنگدل ہوتا ہے اور طرح طرح سے گریز کرتا ہے مگر کچھ بن نہیں پڑتی اور ان
بن کی نوبت آتی ہے۔ اگر اُس کے پاس خرچ کیلئے کافی رقم موجود ہو تو وہ سلسلہ محبت جو مرد و
عورت میں طبعاً موجود ہے کیوں ٹوٹے ناداری ہی ایک چیز ہے جس سے سب کچھ بھگتنا پڑتا ہے
جب یہ بات باتفاق آراء طے ہو چکی تو یہ رفارمر صاحب بولے کہ اگر یہ سبب ہے تنازعات کا تو جہاں
یہ سبب نہ ہو تنازعات بھی نہ ہونگے حالانکہ میں بڑے بڑے مالدار خاندانوں کو پیش کر سکتا ہوں جہاں
ہر قسم کا عیش و عشرت میسر ہے مگر تنازعات ناداروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اس اشکال سے وہ تجویز بالکل بیکار
ہو گئی اور بحث دوبارہ شروع ہو گئی اور بہت دیر کے بعد اخری تجویز یہ ہوئی کہ خانہ جنگی کا سبب تعلیم کی کمی ہے لڑکے
کی طرف سے بھی اور لڑکی کی طرف سے بھی اور زیادہ حضرت اس کی لڑکی کی طرف سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ
پردہ کی رسم کی بدولت عورات کی تعلیمی حالت بالکل ہی خراب ہے دونوں کندۂ ناتراش جمع ہو کر
اس شعر کے مصداق بنجاتے ہیں۔ ؎

گر از ہر دو جانب جاہل انند اگر زنجیر باشد بگسلانند

ان رفارمر صاحب نے اسپر بھی وہی اشکال کیا کہ اگر یہ سبب ہے تو جہاں اسکا وجود نہ ہو وہاں نزاع
کا وجود بھی نہ ہونا چاہیے حالانکہ فلاں فلاں خاندان متمول اور تعلیم میں ضرب المثل ہیں مگر ان
کے یہاں کی خانہ جنگیاں بھی ضرب المثل ہیں اور ہم کو ایک ایک کا اندرونی حال معلوم ہے کوئی
بھی میاں بیوی ان میں ایسا نہیں جنمیں بناؤ ہو ان کی حالت گنواروں سے بھی بدتر ہے۔ اس
اشکال کا پھر اہل مجمع کے پاس کچھ جواب نہ تھا سب ساکت ہوے اور باتفاق رای کہا کہ اب آپ
فرمائیے۔ ان رفارمر صاحب نے فرمایا کہ اصل وجہ میاں بیوی میں ان موجودہ نزاعوں کی یہ ہے
کہ شادی والدین کے انتخاب سے ہوتی ہے حالانکہ مسلم بات ہے کہ ہر کسے مصلحت خویش نکو
میداند۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دونوں مزاجوں میں مخالفت ہوتی ہے جو چند روز والدین کے دباؤ
یا شرم و لحاظ سے دبی رہتی ہے اور بالآخر ظاہر ہوتی ہے اور پھر ہوتی ہے دیکھو جس قوم میں
والدین کا انتخاب کوئی چیز نہیں بلکہ زوجین اپنے انتخاب سے عقد کرتے ہیں انمیں کیسا سلوک رہتا ہے

۳۴

اس پر تمام مجمع کے لوگ کھڑے ہوگئے اور تحسین و آفریں کی اور گویا سب نے آخری تجویز یہی قرار پائی کہ لڑکے لڑکی کو خود مختار کر دینا اس کا علاج ہے۔

ناظرین یہ ہے وہ تجویز جس پر ہمکو بحث کرنا ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیہدیہم طریق الہالکین

ناظرین ذرا بھی نظر کو وسعت دیکر دیکھیں تو بداہتہً معلوم ہو سکتا ہے کہ اس مدعی عقل کی تجویز بھی کچھ نہیں ہے بلکہ فمن المطر وقر تحت المیزاب کا مصداق ہے جیسا کہ انشاء اللہ آگے معلوم ہوگا۔ اس کو تقلید بیجا نے ایسا کور کر دیا کہ جس دلیل سے دو پہلی تجویزوں کو اُس نے رد کیا اُسی سے اپنی تجویز کی تردید نظر نہ آئی چند افراد کے عیوب کو حکومت میں ڈھکا ہوا پاکر کلیۃً حکم لگا دیا کہ اُس قوم میں زوجین میں کبھی تنازعات نہیں پیش آتے حالانکہ یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ خاوند کو زہر خورانی تک کے مقدمات جتنے اُس قوم میں ہوتے ہیں اُتنے کسی قوم میں نہیں ہوتے یہ موافقت ہے یا مخالفت ہاں اتنا فرق ہے کہ کسی نے مخالفت بیان سے کی اور صرف دل آزاری پر اکتفا کی اور کسی نے جان تک لیلی جبکہ مخالفت بلکہ عداوت اُس قوم میں بھی موجود ہے تو انتخاب زوجین کو سبب موافقت اور انتخاب ابوین کو سبب مخالفت کہنا کہاں صحیح ہوا یہ کل تین تجویزیں ہوئیں جو ایک ہی دلیل سے یکساں غلط ثابت ہوئیں۔ چونکہ تینوں تجویزوں کی تردید ایسی دلیل سے ہوتی ہے جو انھیں مجوزین و مدعیان عقل کی بھی مسلم ہے اس واسطے ہم اور کسی دلیل لانے کو فضول اور تضیع وقت سمجھتے ہیں اور اس کی اصل کنہ کا کشف راز کرتے ہیں۔ درحقیقت ہمکو اس کہنے کی بھی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ہر سہ تجویزیں غلط ہیں بلکہ یہ کہنا کافی ہے کہ تجویزیں کسی حد تک صحیح ہیں لیکن گہری نظر نہیں ڈالی گئی اور ہر تجویز میں سطحی نظر پر حکم کیا گیا ہے اسواسطے کہیں وہ حکم صحیح ہوتا ہے اور کہیں نہیں درحقیقت جہاں اُس اصل علت کا وجود ہوتا ہے جس پر ان کی نظر نہیں پڑی تو سبب یعنی نزاع کا بھی وجود ہو جاتا ہے اور جہاں اُس کا وجود نہیں ہوتا نزاع کا بھی وجود نہیں ہوتا۔ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو صفراوی بخار ہے اور اُسکی وجہ سے پیاس ہے ایک معالج اُسکی حرارت کم کرنے کیلئے پانی بکثرت پلاتا ہے اور کہتا ہے مرض حار ہے تدبیر بارد کی ضرورت ہے اُس سے تھوڑی دیر کیلئے پیاس میں تخفیف ہوتی ہے لیکن پھر وہی حالت ہو جاتی ہے بلکہ لرزہ آجاتا ہے۔ دوسرا معالج اس لرزہ کو دیکھکر لحاف اوڑھاتا اور گرمی پہنچاتا ہے اس سے وہ لرزہ موقوف ہو جاتا ہے تو

کہتا ہے دیکھو وہ رائے غلط تھی اس کو تدبیر حار کی ضرورت ہے دیکھو اس سے نفع ہوا لیکن تھوڑی دیر
کے بعد اس کی بھی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے اور حرارت اور بڑھ جاتی ہے تیسرا معالج روکنے کی بہت تیز
دوا دیتا ہے اور نظیریں پیش کرتا ہے کہ فلاں مریض کو روکنے کی دوا دی گئی اور آرام ہوا تدبیر صحیح یہی ہے
وہ دونوں تدبیریں غلط تھیں لیکن اس سے بھی جب تک دوا کا عمل رہتا ہے تخفیف معلوم ہوتی ہے
بعد ازاں اور بھی شدت ہوتی ہے۔ چوتھا ایک معالج کہتا ہے کہ یہ سب تدبیریں کسی وقت صحیح ہو جاتی
ہیں مگر یہاں نہیں ہو سکتیں یہاں ایک اور تدبیر کی ضرورت ہے اس کے استعمال کے بعد سابق
تمام تدبیریں کام دے سکتی ہیں اور اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تب بھی کارگری ہو سکتی ہے وہ
تدبیر اخراج مادہ صفرا ہے پہلے صفرا کا مسہل دیا جاوے اسکے بعد تبدیل مزاج کیلئے پانی سے تبرید کیجاوے
یا تکلیف لرزہ دور کرنے کیلئے لحاف اوڑھایا جاوے یا حفظ ماتقدم کیلئے منع نوبت کی دوا دیجاوے
سب کام دیسکتی ہیں اور اگر ان میں سے کوئی بھی تدبیر نکیجاوے تو حرج نہیں طبیعت خود غالب آجاویگی
اصل سبب کے انقطاع سے مرض کا استیصال ہو جاویگا۔

درحقیقت تحقیق یہی ہے۔ اسی طرح مالداری کو یا تعلیم کو یا انتخاب زوجین کو علاج نزاع قرار دینا کہیں
مفید ثابت ہونے کی وجہ غلط نہ سہی لیکن بالکل سطحی نظر پر حکم کرنا ہے اصل الاصول سبب نزاع کا ادار
حقوق نہونا اور حفظ مراتب قائم نہ رہنا ہے جس جگہ یہ سبب موجود ہے کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور
جہاں اس کی ضد یعنی ادا حقوق اور حفظ مراتب ہے وہاں مخالفت کبھی نہیں ہو سکتی حقیقی سبب یہ ہے
جہاں اس کا اجتماع مالداری کے ساتھ ہو گیا یا تعلیم کے ساتھ یا انتخاب زوجین کے ساتھ ہو گیا تو اُنکے
نیک ثمرات ظاہر ہونے سے اوپری نظر سے دیکھنے والے نے مالداری یا تعلیم یا انتخاب زوجین کو
سبب کہدیا اور جہاں یہ حقیقی سبب موجود نہوا اور ثمرات بد ظاہر ہوئے وہاں اُس کی عقل حیران ہو کر
رہگئی اگر اس حقیقی سبب تک اُس کی نظر پونہچی ہوتی تو کسی مادہ میں بھی اعتراض نہ پڑتا ایسی نظیریں
نا اندازِ شمار موجود ہیں کہ نہ وہاں مالداری ہے نہ تعلیم نہ انتخاب زوجین بلکہ ایسا ہوا ہے کہ ایک خوبصورت
خوش وضع حسن پسند شوخ طبیعت کو اُس کے والدین نے ایک بدصورت جاہل غریب دیندار کے ساتھ
بیاہ دیا والعمدۃ العمر انمیں ناچاقی پیش نہیں آئی اس صورت میں کون چیز ہے جسنے باوجود تمام اضداد کے
موافقت کو قایم رکھا وہ حفظ مراتب اور ادا حقوق ہے۔

(باقی آیندہ)

الاحکام الوقتیہ

متعلقہ رجب ۱۳۴۲ھ

اس ماہ کی ۲۷ میں یہ اعمال مروج ہیں۔

نمبر ۱ - روزہ جسکی روایات پر شیخ دہلوی نے ماثبت بالسنہ میں سخت جرح کی ہے صرف ایک روایت کو جو کہ ابوہریرہؓ سے موقوفاً وارد ہے جسمیں اس روزہ کو برابر ساٹھ ماہ کے روزوں کے کہا گیا ہے شیخ نے سب سے امثل در تعمیت کہا ہے لیکن پھر بھی ختم روایت پر یہ فرمادیا فہذہ الاحادیث ذکرت فیما حضر عندنا من الکتب و لم یصح منہا علی ما قالوا شیئ و غایتہا الضعف وجلہا موضوع - مگر شیخ ہی نے ایک حدیث بروایت ابن ابی شیبہ طبرانی حضرت عمرؓ سے نقل کی کہ حضرت عمرؓ صوم رجب پر لوگوں کے ہاتوں پر مارتے تھے اور جبراً کھانے میں ڈلواتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ماہ جاہلیت میں معظم تھا اسلام میں متروک ہوگیا - خیر اگر کوئی روزہ ہی رکھے تو ایک تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہ سمجھے ابوہریرہ رض کا سمجھے دوسرے اسکو ہزاری یعنی ہزار روزہ کے برابر ثواب میں نہ سمجھے کہ اس میں منقول کی تغییر ہے تیسرے اس کو حدیث صحیح کے برابر نہ سمجھے نہایت سے نہایت ضعیف سمجھ لے اور اسکو بھی کسی فقیہ سے تحقیق کرلے کہ حضرت ابوہریرہ رض کے بیان فضیلت اور حضرت عمرؓ کی ممانعت میں عملاً کسکو ترجیح ہوگی۔

نمبر ۲ - رجبی یعنی اس کو معراج شریف کی تاریخ سمجھکر اس میں اس کا بیان کرنا یہ بھی بناء غیر الواقع علی غیر الواقع ہے کیونکہ شیخ دہلوی نے ماثبت بالسنہ میں اس تاریخ میں وقوع معراج ہی کا انکار کیا ہے بلکہ رمضان کی یا ربیع الاول سنہ ۱۲ نبوت کی ۱۷ تاریخ کو منقول کہا ہے باقی خود اس رجبی میں جو امور منضم ہوگئے ہیں وعظ السرور میں ان کی تحقیق کردی گئی ہے۔

نمبر ۳ - بعض جگہ تبارک کی روٹیوں کی رسم ہے جسکی سرے ہی سے کچھ اصل نہیں۔

نمبر ۴ - اس مہینہ کا نام مریم روزہ عوام مستورات میں مشہور ہے ماثبت بالسنہ میں شیخ کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب ۱۵ تاریخ کا مشہور تھا اور پھر اس کو بھی بے اصل فرمایا ہے۔

نمبر ۵ نیز شیخ نے صلوٰۃ الرغائب کا بھی ابطال کیا ہے البتہ انس رضؓ کی روایت سے اس ماہ کے متعلق یہ عمل ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ کے داخل ہونے کے وقت یہ فرماتے تھے اللّٰھم بارك لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان نقلہ الشیخ ایضاً

ضمیمہ متعلق رجب

علامہ شامی نے بعض اہل مکہ کی عادت رجب میں عمرہ کے اہتمام سے ذکر کرنے کے ساتھ یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ قول سے ثابت ہے نہ فعل سے البتہ اسقدر مروی ہے کہ عبداللہ بن الزبیر رضؓ بناء کعبہ کی تجدید سے ستائیس رجب کے ذرا قبل جب فارغ ہوئے تھے تو بطور شکریہ کے کچھ جانور بھی ذبح کئے تھے اور اہل مکہ کو عمرہ کرنیکے لئے فرمایا تھا اور صحابہ کا فعل بھی حجت ہے (صفحہ ۲۴۵ ج ۲) احقر عارض ہے کہ بلکہ رجب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ فرمانے کی نفی صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور نے رجب میں کبھی عمرہ نہیں فرمایا (صفحہ ۴۰۹ ج ۱) اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کے فعل کا اتباع تین امر پر موقوف ہے، ایک یہ کہ سند اس قصہ کی صحیح ہو تو وہ غیر معلوم ہے دوسرے یہ کہ عقیدہ عوام میں غلو نہ ہو جاوے اور ہمارے وقت میں غلو مشاہد ہے تیسری شرط کہ مقصود ابن الزبیر رضؓ کا سیر استدامت ہو اور اس کا دعویٰ محض بلا دلیل ہے وہ خاص اسی وقت کے ساتھ متعلق تھا کہ ایک تازہ نعمت ظاہر ہوئی تھی اسپر دوام ایک گونہ عید منانا ہے جس کا غیر مشروع ہونا حفظ السرور میں مفصل و مدلل مذکور ہے فقط

امر بر قم

اشرف علی عفی عنہ

فیوض یزدانی

سات سو نوے ۹۰ ؁ برس پہلے کا وہ زمانہ بھی یاد دلانے کے قابل ہے جسمیں غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رح بغداد میں ممبر پر بیٹھکر وعظ فرماتے اور اُن کے زود نویس خلیفہ حضرت عفیف الدین رح لفظ لفظ قلمبند کرتے جاتے تھے چنانچہ ۳ شوال ۵۴۵ھ یوم شنبہ سے لیکر ۲۹ رجب ۵۴۶ھ یوم جمعہ تک آپ کے ۶۲ وعظ مرتب اور اس تعداد میں مختلف مجالس کے وہ ملفوظات فرمائے جنکا ایک ایک جد قلزم توحید کا در فرید ہونیکے سبب صاحبدل مسلمان کیلئے جان سے زیادہ عزیز ہے چونکہ اس صحیفہ مبارکہ کے الفاظ و معانی دونوں کے سچے قدردان "الامداد" کے ناظرین ہی ہیں اس لیئے وہ زیادہ مستحق ہیں کہ اسکے مطالعہ سے خلوت میں بہرہ یاب اور فیوضات قادریہ سے مالامال ہوں۔

اس کے بعض مجالس اگرچہ مشرح ہوکر الامداد کا جزو بنائے جا رہے ہیں مگر یہ سہارہ بس کی ضرورت ہے کہ اس طرح پر اس کی تکمیل ہو اور چونکہ اس مترجم کے ایک کالم میں وہ الفاظ بجنسہ موجود ہیں جو حضرت قطب العالم کی زبان مبارک سے نکلتے تھے اس لئے اس کا لطف دوبالا اور برکت مافوق ہے جو شرح سے حاصل نہیں ہو سکتی لہذا عرض ہے کہ غفلت نہ فرماویں ورنہ عنقریب اس کے نسخے ختم ہو جائیں گے اور اسکے بعد جب کسی قیمت کو بھی نہ مل سکیگی تو افسوس ہوگا کہ کیسی نعمت سے محروم رہے۔ کتاب کا پورا حظ تو مطالعہ کے بعد معلوم ہوگا مگر اتنی بات اب بھی سمجھ سکتے ہو کہ آٹھ صدی کے بعد اگر پیران پیر کے جلسہ وعظ کی شرکت کا لطف تازہ ہو سکتا ہے تو صرف اسی کتاب سے ہو سکتا ہے بس اگر چاہو کہ خود بھی عمر بھر دینی فائدہ اٹھاؤ اور اسکو کتبخانہ میں چھوڑکر اپنی نسل کیلئے بھی صدقہ جاریہ چھوڑ جاؤ تو جلدی کرو اور پتہ ذیل پر درخواست بھیجکر منگالو۔ بلا جلد کی قیمت تین روپیہ ہے اور نہایت حسین لقرئی جلد کے ہے

زیارت حرمین } قطب العالم حضرت مولانا شاہ **اشرف علی** صاحب مدظلہم العالی کے خلیفہ ارشد جناب حاجی شیخ **محمد معشوق علی** صاحب حنفی القنوجی نے اپنا سفرنامہ حج جو نہایت سلیس بامحاورہ اردو زبان میں لکھا ہے جسکو ہر مسلمان مرد عورت بچہ پڑھکر سمجھ سکتے ہیں ہر مسلمان کو اس کا دیکھنا باعث ازدیاد شوق زیارت حرمین شریفین کا ہے نہایت خوشخط کاغذ دبیز **قیمت** (۱۲ر) بارہ آنہ مر

ملنے کا پتہ دفتر الامداد تھانہ بھون۔ ضلع مظفر نگر۔

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑہ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب سنہ ۱۳۳۴ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

قال الله تعالیٰ

رب زدنی علما

وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا (البخاری)

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ و ملفوظات خلاصۃ
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است
بلکہ جل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ
مشیر است بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامسہا الاحتسابات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۲ | بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۲

باہتمام الاحقر شفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدرش امداد نام | یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شعبان سنہ ۱۳۳۴ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

اطلاع

سالگذشتہ کے بہت تھوڑے پرچے باقی ہیں مضامین حقہ کے قدردان و شائقین جو سلسلہ مضامین شروع سے درست رکھنا چاہیں وہ سالگذشتہ کے پرچے جلد منگالیں ورنہ کف افسوس ملنا ہوگا۔ (نائب مدیر)

ہمارے ناظرین اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ پرچہ مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

سوال طبیعت کو اس طرف زیادہ خیال ہو رہا ہے اور جو بات میرے واسطے مفید ہو اس سے مطلع فرما دیجے گا۔ اور کچھ عرصہ سے بیوی کی طرف محبت زیادہ ہو گئی ہے یہ میرے واسطے کوئی مضر تو نہیں ہے۔

جواب عین سنت ہے اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات نیک دونوں کو عطا فرماوے جب تقوی بڑھتا ہے بیوی سے محبت بڑھجاتی ہے۔ محرم سنہ ۴۲ھ

سوال اکثر اوقات دل سے ایک کھٹ کھٹ کی آواز نکلتی ہے مگر معلوم نہیں ہوتا کہ کیا آواز نکلتی ہے آیا یہ واقعی میرا خیال سچ ہے یا قلب کی معمولی حرکت ہی جو سب کو ہوتی ہے۔

جواب۔ یہ آواز کھٹ کھٹ کی اسی معتاد معمولی حرکت سے ہے مگر چونکہ اس کا ظہور واحساس سبب ہوتا ہے یکسوئی توجہ ولذت فی الذکر کا اس لئے محبوب ہے گو مقصود نہیں ہے لیکن اگر یہ زیادہ ہونے لگے تو پھر مرض ہے اگر ایسی نوبت آوے تو ضرب جہر کو موقوف کر کے مفرحات قلب کا استعمال کسی طبیب کی رائے سے ضروری ہے۔ محرم سنہ ۴۲ھ

۵۵

سوال۔ بعد نماز فجر ایک ہزار بار اسم ذات آہستہ پڑھ لیتی ہوں عرصہ ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ .... کے والد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک تسبیح اسم ذات کی پڑھ لیا کرو اس سے بہت فائدہ ہوگا چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کر دیا چند روز کے بعد خیال آیا کہ یہ تو بہت کم ہے بس ایک ہزار بار پڑھنے لگی اب جو ارشاد ہو بجالاؤں۔

جواب۔ ایک ہزار بار جو کہ معمول ہے کافی ہے پھر بھی اطلاع دیں۔

حال۔ پڑھتے وقت دل چاہتا ہے کہ دل میں بھی اللہ اللہ کے سوا کچھ نہ ہو مگر باوجود کوشش کے تمام خیالات ہجوم کر آتے ہیں۔

تحقیق۔ کچھ حرج نہیں کئے جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ سب خیالات مرضی کے موافق ہو جاویں گے پریشان نہ ہوں۔

حال۔ اور یہی حالت نماز میں ہوتی ہے ایک ایک لفظ سوچ کر پڑھنے سے کچھ فائدہ ہوتا ہے لیکن کامل یکسوئی نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ اس میں زیادہ مبالغہ نہ کریں۔

سوال۔ دوم گذارش یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنے کا معمول ہے اگر گھر کے کام یا کہیں آنے جانے کے باعث

ناغہ ہوجاوے تو تمام دن یہ معلوم ہوتا ہے گویا کچھ گم ہوگیا اور ہر بات پر غصہ چلا آتا ہے اسکا کیا علاج ہے۔

جواب۔ اس کا علاج یہ ہے کہ یہ نیت رکھا کرو کہ دوسرے وقت پورا کرلیں گے پھر قلق نہ رہے گا جو سبب ہے غصہ کا۔

محرم ۳۴ھ

حال۔ غلام نے خواب دیکھا کہ ایک دریا ہے۔ اور بہت طغیانی پر چل رہا ہے میں نے اس کے عبور کا ارادہ کیا تو وہ خشک ہوگیا اتنا خشک ہوا میں اسکو چھلانگ مار پار ہوگیا پھر اس دریا میں پانی اچھی طرح ہوگیا۔ پھر میں نے اسکے عبور کا ارادہ کیا اسکو عبور کرکے پھر واپس آگیا خداوند کریم اسکو میرے لئے باعث خیر کرے۔

تحقیق خواب بہت اچھا ہے دریا کو پار کرنا عروج وفنا پر پہونچنا ہے اور پھر عبور کرکے واپس آنا نزول وبقا سے مشرف ہونا ہے اور اس کا قریب خشک کے ہوجانا اشارہ ان مقامات کے آسان ہونیکا ہے نہایت مبارک خواب ہے۔

یکم صفر ۳۴ھ

حال۔ ایک بہت بڑا دریا ہے اور اس دریا کے بیچ میں ایک پتلی دیوار بنی ہوئی ہے سب لوگ جو اس دریا سے پار ہوتے ہیں وہ تو اور کسی راستہ ہوتے ہیں لیکن کسی شخص کی ہمت اس دیوار کے راستہ سے نہیں ہوتی ہے جو اس دریا کے پار ہونے کا سیدھا راستہ ہے کیونکہ ایک تو دیوار پتلی ہے دوسرے دریا کا خوف ہے لیکن ہم دونوں غلام زن اور بھائی ..... آپکے ہمراہ ایسی چیز میں بیٹھے جو دیوار پر بہتی چلی گئی اور اسکے پار ہوگئے خشکی پر پہونچکر آپ کو سردی معلوم ہوئی تو میں نے اپنی رضائی آپکے اوپر ڈالدی تب بھی آپ کو سردی معلوم ہوئی تو میں نے بھائی ..... کا لحاف ڈالدیا۔

تحقیق خواب نہایت پاکیزہ ہے وہ دریا طریقت ہے اور دیوار صراط مستقیم شریعت کی انشاء اللہ تعالیٰ آپ دونوں طریقت کو بدولت اتباع شریعت کے طے کرینگے۔ سردی اشارہ ہے راحت روح وطمینان وثلج صدر کی طرف جو توجہ الی الحق سے حاصل ہوتا ہے اور لحاف ڈالدینا اشارہ ہے جذب طالبین حق کی طرف جس سے کچھ توجہ الی الحق کرنا پڑتی ہے جس سے وہ غلبہ استغراق کچھ کم ہوجاتا ہے غرض سب کیلئے مبارک ہے۔

صفر ۳۴ھ

حال۔ حضرت کا جب پہلے پہل کرامت نامہ عزت بخش ہوا تھا احقر کی عجیب حالت ہوگئی تھی کہ عشاء کی نماز بے وتر پڑھے سو جاتا تھا۔ سحری کو اٹھکر تہجد اور وتر پڑھلے اور کچھ ذکر کلمہ طیبہ نفی و

۵۶

اثبات بالضرب جہری کرکے پھر سو جایا کرتا تھا۔ تو خواب میں کل و بعض واقعات و حوادث الیومیہ معلوم و منکشف ہو جاتے تھے یہ حالت ایکماہ تک رہی پھر ایک شب یہ ورد قضا ہو گیا تب سے یہ کیفیت انکشافیہ بھی بند ہو گئی حالانکہ اس کے بعد پھر کبھی قضا نہیں ہوا لیکن یہ قبض نہیں کھلا۔ (اتنا آپ کو احقر نے پہلے خط میں لکھا تھا۔ اور بھیجا ہی تھا) کہ پھر وہ کیفیت انکشافیہ متواتر کئی شب ہوتی رہی لیکن نہ معلوم پھر کیوں بند ہو گئی اور ابتک نہیں کھلی۔ اب حضرت ہی فرمائیں یہ کیا بات ہے اور یہ کیفیت محمود ہے یا مذموم اور کیوں بار بار کھلتی بند ہوتی ہے۔

تحقیق۔ کشف بند ہو جانا رحمت ہے کشف فتنہ سے خالی نہیں ہے خدا تعالیٰ کا شکر کیجئے کام میں لگے رہیئے۔ اور مقصود صرف رضائے حق کو سمجھئے۔ صفر ۱۳۳۶ھ

حال۔ عجیب حالت ہے دل فراغت چاہتا ہے اور اکل حلال اطمینان سے بقدر ضرورت تھوڑا سا بھی میسر ہو جاوے تو میں ایسی بیجا خوشامد اور روحی تکالیف سے نجات پاؤں۔

تحقیق۔ اس فکر میں رہیے وقت جو بھی خدا کے علم میں ہو فکر کا بھی ثواب ہے۔

حال۔ میرے گھر کے لوگ اللہ اور رسول کے ایسے عاشق ہیں کہ کوئی بات شریعت کی ان کو کسی طرح سی ناگوار نہیں ہوتی ہیں اب حضور ان کو بھی کچھ تعلیم فرمادیں نمازی ہیں کئی مرتبہ پوچھا کہ اپنا حال مولانا کو لکھو کہتی تھیں کہ میرا حال ہی کیا الحمد للہ ان کو کوئی وسوسہ ہی نہیں آتا۔

تحقیق۔ ان کا یہ خیال کہ میرا حال ہی کیا ہے یہی تو بڑا حال ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں عبدیت ہے خدا تعالیٰ مبارک کرے ان کے مناسب لا الٰہ الا اللہ ہے ہر وقت یہی خیال رکھیں اور کسی وقت کیلئے ایک عدد سہل بھی مقرر کرلیں اور پھر حالات سے گاہ گاہ اطلاع دیں۔

حال۔ حضور مجھکو نماز کے قضا ہونے سے ایسا صدمہ نہیں ہوتا کہ میں بیچین ہو جاؤں بلکہ یوں خیال ہوتا ہے کہ صدمہ کیوں نہیں ہوتا قضا ہو جاوے ہو جاوے کچھ رنج نہیں ہوتا بعض معصیت کے ارتکاب سے بیحد رنج ہوتا ہے اور بعض کے ارتکاب سے بہت کم یا بالکل نہیں۔

تحقیق۔ رنج تو سب پر ہوتا ہے مگر قسمیں رنج کی مختلف ہیں ایک قسم یہ بھی ہے کہ رنج نہونے پر رنج ہو۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ بعض گناہ پر طبعی رنج ہوتا ہے بعض پر عقلی چنانچہ رنج طبعی نہونے پر رنج ہونا یہ دلیل ہے رنج عقلی کے ہونے پر۔

حال - بعض وقت یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ حالت بالکل گندی ہے بس حضور کی تحریرات کو دیکھ کر شکر کرتا ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ حالت تو ایسی بدتر اور اس پر حضور کی شفقت۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں کسی روز یہ بھنڈارہ نہ پھوٹے تو پھر پوری پوری رسوائی ہو۔

تحقیق - پھر حرج ہی کیا ہے یہ خیال کہ کہیں رسوائی ہو یہ بھی حجاب ہے یہ بھی اٹھنا چاہیے۔ صفر ۳۴ھ

سوال - مناجات مقبول عربی میں پڑھنا افضل ہے یا اردو میں۔ میں اردو میں پڑھتی ہوں کیونکہ عربی کا علم نہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہی ہوں اور اردو میں دلچسپی ہوتی ہے کہ یہ پڑھ رہی ہوں۔

جواب - اس خاص حالت میں اردو ہی بہتر ہے۔

حال - فجر اور عشاء کی نماز میں خوب دل لگتا ہے اور باقی تین وقتوں میں ایسا دل نہیں لگتا۔

تحقیق - چونکہ کاموں کی طرف دل رہتا ہے مگر کچھ فکر نہ کریں ان شاء اللہ خود بخود لگنے لگیگا۔

حال - پانچ چھ روز تک عشاء کی نماز بالکل تنہائی میں پڑھی تھی قصداً نہیں بلکہ موقع ہی ایسا پڑ گیا تھا عشاء کی نماز پڑھتے میں اور خاصکر لا الٰہ الا اللہ پڑھنے میں دل میں ایسا خیال رہتا تھا کہ میری داہنی جانب ایک شخص سفید پوش کالا رنگ دبلا پتلا سر پر بال جس طرح سے کہ پٹے رکھاتے ہیں۔ کرسی پر بیٹھا رہتا ہے جب مڑ کر داہنی طرف دیکھتی تو کچھ نہیں پھر پڑھنے میں مشغول ہو جاتی تو پھر وہی خیال رہتا اور کچھ ڈر بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ اچھا لگتا پانچ یا چھ روز تک ایسا ہوا پھر میں نے صبح ارادہ کیا کہ حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کرونگی اسی روز سے وہ خیال بند ہو گیا اب تنہائی میں نماز پڑھتی ہوں تو جب بھی یہ خیال نہیں ہوتا۔

تحقیق - یہ ہونا بھی مضر نہ تھا لیکن نہ ہونا زیادہ بہتر ہوا غیر کی طرف مشغولی گو وہ مخلوق طیب ہی ہو پھر ایک گونہ حجاب ہے۔ صفر ۳۴ھ

حال - ۵ جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

عرض ہے کہ میں نے پہلے جو خط آپ کو لکھا تھا اس کے جواب میں آپ نے دو باتیں لکھی تھیں ایک تو میری اس بات کے جواب میں کہ (میں اپنے اندر کفر کی حالت پاتا ہوں) آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہ حالت ہیبت کہلاتی ہے صحابہ پر بھی یہ حالت گذری ہے اخیر میں آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت مبدل بہ انس ہو جاویگی۔

(باقی آئندہ)

(۳۷) فرمایا کہ ہندوستان کے اطراف کے لوگ اکثر بہت بھولے اور قلیل الذکا ہوتے ہیں خواہ شہری ہوں یا دیہاتی اور اسی طرح اس طرف کے اہل علم اور ان دیگر اطراف کے اہل علم میں بھی ایسا ہی تفاوت ہوتا ہے۔

(۳۸) فجر کی نماز کے وقت حضرت نے دیکھا کہ حضرت کی جانماز پر جو کہ محراب میں بچھی ہے کچھ پانی پڑا ہوا ہے فرمایا کہ اگر کسی نے وضو کر کے یہاں سجدہ کیا ہے اور یہ پانی اُسکی پیشانی کا یہاں ٹپکا ہے سو اگر اتفاقاً ایسا ہو گیا تو مضائقہ نہیں اور اگر خاص اس قصد سے یہاں سجدہ کیا ہے کہ یہ حصہ جانماز کا میرے پیر رکھنے کی جگہ ہے تو یاد رکھو کہ یہ بت پرستی اور شرک ہے آئندہ ہرگز ایسا نہ کیا جاوے۔

(۳۹) فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ تعلیم طریقت میں شاید فی صدی دو غلطیاں مجھسے ہو جاتی ہوں ورنہ اکثر صحیح بات سمجھ میں آجاتی ہے ولایت و کشف میرے پاس نہیں ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ تجربہ کافی ہے اور مجرب سے غلطیاں کم ہوتی ہیں **ف** فہم ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت کا اعلیٰ پیمانہ پر ہے اور نہایت بیدار مغز ہیں بلا مبالغہ حضرت والا میں بڑے سے بڑے انتظامی کام کی قابلیت ہے زادہ الجامع عفی عنہ

(۴۰) فرمایا کہ طالب حق جب ضلالت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے آثار اور ہوتے ہیں اور جب دنیا میں منہمک ہوتا ہے تو اُسکا اثر دوسرا ہوتا ہے۔

(۴۱) فرمایا کہ بزرگوں کی تصانیف دیکھکر جزئیات طریقت کی تعلیم کرنا اپنے نفس کو یا غیر کو ہرگز نہ چاہیئے مرض کی تشخیص کسی شیخ سے کرانی چاہیئے تصانیف میں تو اکثر کلیات ہیں نہ کہ جزئیات۔ البتہ اگر چندے کسی شیخ کی صحبت سے طریق کے ساتھ کافی مناسبت ہو گئی ہو تو پھر تصانیف بھی معین ہوتی ہیں۔

(۴۲) فرمایا کہ میرے مزاج میں تیزی تو ہے لیکن بحمد اللہ عزوجل تکبر نہیں اور یہ تیزی ایسی نرمی سے بہتر ہے جو تکبر کے ساتھ ہو **ف** جناب والا حقیقت میں لطیف المزاج ہیں نیز اصلاح طالبین کیلئے سیاست کی بھی حاجت ہے اسلئے اکثر بظاہر طالبین کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا ہے وہ صورۃً تیزی معلوم ہوتی ہے ورنہ فی الحقیقت وہ آپ کا اہتمام اور انتظام ہوتا ہے چنانچہ جو لوگ طالب و مستصلح نہیں ہیں اُن کی بڑی بڑی بے موقع باتیں حضرت والا تحمل فرما لیتے ہیں هٰذا ما سنح لی بطریق الانصاف لا بطریق الاعتقاد و غلبة محبة الاحباب زاده الجامع عفی عنہ

(۴۳) ۶ محرم۔ فرمایا کہ دو مولوی صاحبوں میں بہت بڑی دوستی ہے حضرت قطب گنگوہی قدس سرہٗ

نے ایکبار ان حضرات سے فرمایا کہ آپ لوگوں میں کبھی لڑائی بھی ہو جاتی ہے یا نہیں مولوی صاحبین نے
عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا کہ جب ایسا ہوتا ہے تو بقاء مودت کی امید ہے اس لئے کہ جب باہم محبت
شدیدہ ہوتی ہے تو ذرا سے تکدر کو بھی کوئی دوست اپنے دوست کی طرف سے دل میں رکھنا نہیں چاہتا
بلکہ تکدر ظاہر کرکے صفائی کر لیتا ہے اور تکدرات پیش آتے ہی رہتے ہیں اور جب زیادہ بے تکلفی اور
محبت نہیں ہوتی تو ایک دوسرے کی جب کوئی ایسی بات سنے گا جس سے تکدر پیدا ہو تو ظاہر نہ کریگا
دل کی دل ہی میں رہے گی اور اسی طرح یہ قصہ دراز ہو جاویگا اور خاصی عداوت یا تل عداوت
پیدا ہو جاوے گی ؎ ویبقی الود ما بقی العتاب۔

(۴۴) فرمایا کہ (اکثر) غرباء تندرست اور قوی ہوتے ہیں بہ نسبت (اکثر) امراء کے۔

(۴۵) فرمایا کہ علماء کیلئے قلت مال ہی بہتر ہے اور قدر ضروری معاش کافی اور اصلح ہے دین کا کام
وہی کرتا ہے جو متوکل ہو یا معمولی تنخواہ پر نوکر ہے ورنہ جہاں بڑی تنخواہ کی نوکری ملی یا کہیں کسی نواب کی ریاست سے
وظیفہ مقرر ہو گیا تو ان میں ریاست اور عیش و عشرت کی پیدا ہو جاتی ہے اور دین کا کام ان سے نہیں ہو سکتا۔

(۴۶) پرانے غیر مسلم اکثر مسلمانوں کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے ہیں اور ان ہی پر کیا منحصر ہے
اکثر پرانے لوگوں میں محبت کا مادہ ہے اور تعصب نہیں۔

(۴۷) فرمایا کہ میری اور میرے بھائی کی جبلی خصلت ہے کہ حیا مزاج میں زیادہ ہے ہم لوگ
کسی شخص کو گو وہ کیسا ہی محب یا عزیز و قریب ہو اپنے کسی کام کے لئے کبھی مجبور نہیں کرتے ہاں اگر
خود اسی کی کوئی مصلحت ہو تو کوئی کام زور دیکر بھی اس سے کرا لینا گوارا ہو جاتا ہے مگر اپنے لئے
کسی پر زور ڈالنا یا کسی دوسرے کے لئے کسی پر زور ڈالنا ہمارے لئے موت سے بڑھکر ہے اور
اس امر کا شرع کے خلاف ہونا تو ظاہر ہی ہے۔

(۴۸) فرمایا کہ کانپور کی جامع مسجد میں ایک پادری نے مجھ سے اپنے مسلمان کرنے کی درخواست
کی مگر یہ بھی کہا کہ دو سو روپیہ چندہ کرا دیجئے تاکہ میں اس ذریعہ سے کچھ معاش کی سبیل کر لوں اور
لوگوں سے سوال کرکے اسلام کو بدنام نہ کروں میں نے کہا روپیہ ایک بھی نہ ملیگا اگر اس دین کو
حق سمجھتے ہو تب تو بلا شرط مسلمان ہو جاؤ ورنہ وہ اسلام کس کام کا جو ایک دنیا کی منفعت پر معلق ہو
وہ کہنے لگے میں تو اسلام کو حق سمجھکر مسلمان ہوتا ہوں خواہ روپیہ ملے یا نہ ملے میں نے تو صرف

۵۶

بمصلحت یہ کہا تھا چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے۔ ہمکو تو غیرت آتی ہے کہ کسی کو طمع دیکر مسلمان کریں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو وہ عزت دی ہے کہ ایسے امور کی ہرگز احتیاج نہیں رہی اور تالیف قلوب کا زمانہ گیا اور فمن شاء فلیؤمن کا زمانہ نمودار ہوا اور کوئی قوم ایسا برتاؤ کرکے نہیں دکھا سکتی ولِلّٰہ الحمد

(۴۹) ۹ ربیع الاول ـ فرمایا کہ آج کل اکثر اہل علم اور اہل تقویٰ میں انتظام نہیں رہا بلکہ تقویٰ و علم اور انتظام میں منافاۃ سمجھی جاتی ہے حالانکہ یہ سخت غلطی ہے بہت بڑا انتظام اور بیدار مغزی تو ان ہی حضرات میں ہونا چاہئے

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ مہتمم سابق مدرسہ دیوبند جو کامل درویش تھے گو اصطلاحی مولوی نہ تھے مدرسہ کا نہایت اعلیٰ انتظام بہت سہولت سے فرماتے تھے میں نے ایک بار عرض کیا کہ حضرت ان انتظامات میں آپکو کچھ انتشار اور کلفت نہیں ہوتی فرمانے لگے کچھ نہیں اور یہ تو کیا ہے اگر کوئی بہت ہی بڑا کام ہمارے سپرد ہو تو ہم تو اس کا بندوبست بھی اسی سہولت سے کرلیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۵۰) فرمایا کہ جس عقد میں حرمت ذاتیہ ہوتی ہے جو مال اس سے حاصل ہو وہ تبدل ملک سے کسی کے لئے حلال نہیں ہو جاتا اور جسمیں حرمت باعتبار بعض کے ہوا اور باعتبار بعض کے نہ ہو وہ تبدل ملک سے حلال ہو جاتا ہے پہلے کی مثال بیوع باطلہ ہیں کہ ان کا ثمن اور مبیع کسی کیلئے حلال نہیں دوسرے کی مثال زکوٰۃ ہے کہ وہ بنی ہاشم پر حرام ہے اور اگر کوئی فقیر اسکو لیکر اور اپنی ملک میں داخل کرکے اپنی طرف سے بنی ہاشم کو ہدیۃً دیدے تو یہ مال ان کے لئے حلال ہو جاویگا۔

حضرت بریرہ رضؓ کا قصہ دوسری صورت پر محمول ہے ۔ اور بہت ظاہر ہے۔

(۵۱) ۱۲ ربیع الاول ـ فرمایا کہ میں لڑکیوں کو قرآن مجید پڑھا رہا تھا کہ یہ آیت آئی قاتلہم اللہ لڑکیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو کوسنا دیتے ہیں اس میں کیا مصلحت ہے میں نے کہا کہ اس بددعا سے پہلے کفار کی جو حرکات شنیعہ مذکور ہیں ان کو پڑھکر قاری کا دل بددعا دینے کو چاہتا ہے لیکن وہ قرآن میں اپنی بددعا شامل نہیں کرسکتا تھا کہ ناجائز ہے اس لئے خود حق تعالیٰ نے برعایت قرآن خواں کے یہ جملہ بڑھا دیا تاکہ جس بات کے کہنے کو اس کا دل تقاضا کرتا تھا وہ خود خدا ہی نے کہلوا دیا پھر فرمایا کہ اچھا نکتہ ہے۔

۵۷

(۵۲) ۱۳ ربیع الاول - فرمایا کہ ہندوستان کے لوگ مصارف خیر میں بہت صرف کرتے ہیں چنانچہ متوکلین کو بھی دیتے ہیں مدارس میں بھی دیتے ہیں گداگروں کو بھی دیتے ہیں اور ممالک میں یہ بات نہیں ہے۔

(۵۳) فرمایا کہ ہندوستان کے بعضے اطراف میں بقدر دینداری ہے کہ تمام دنیا میں نہیں ہے۔

(۵۴) ۱۴ ربیع الاول - فرمایا کہ عشق کا تعلق خاص خدا تعالیٰ ہی کا حق ہے پس کسی مخلوق سے ایسی محبت ہو جانا جو درجہ عشق تک پہونچ جاوے گو اضطراراً ہو محمود نہیں ہے گو بلے اختیاری میں گناہ بھی نہیں جب عفت کے ساتھ ہو حق تعالیٰ کو غیرت آتی ہے کہ اس کے حق میں کوئی دوسرا شریک ہو جیسے کہ مخلوق میں کسی کی عورت کو کوئی چاہنے لگے گو وہ پاک ہی محبت کیوں نہو لیکن زوج کو نہایت ہی سخت ناگوار ہوتا ہے **ف** اگر محض حسبۃً للہ تعالیٰ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یا اپنے مرشد یا دینی استاد سے اس درجہ کی محبت ہو جاوے تو وہ غیر محمود نہیں بلکہ حکماً وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے مراد اُس عشق غیر محمود سے وہ ہے جسکی بنار تعلق مع اللہ نہ ہو محض محبوب کی صفت حسن و جمال ہو - اور عشق مخلوق میں جبکہ عاشق عفت کے ساتھ رہے اُس کو شہادت کا ثواب ملنا کما ورد فی الحدیث الصحیح الذی اوردہ فی المقاصد الحسنۃ یہ اسکی محمودیت من کل وجہ پر دال نہیں ہے اُس سے تو صبر و عفت کی محمودیت ثابت ہوتی ہے نہ کہ عشق کی زادہ الجامع عفی عنہ -

(۵۵) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب اپنے اشتہارات کتب میرے خطوط میں رکھدیا کرتے تھے تاکہ اُن کی کتابوں کی اشاعت ہو جاوے اور اسمیں میرا کچھ حرج نہ تھا لیکن اسکا یہ انجام ہوا کہ بعض اہل معاملہ اپنے معاملات کی نسبت مجھپر الزام دینے لگے محض اسوجہ سے کہ میرے خطوط میں اشتہارات جاتے تھے اور نہایت سخت الفاظ لکھنے لگے کہ تمھارے یہاں بڑی بدمعاملگی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ مجھسے ان معاملات سے کچھ بھی علاقہ نہیں جب یہ ہونے لگا تو میں نے اپنے خطوط میں اشتہارات رکھنے کی ممانعت کردی اللہ تعالیٰ نے مجھے آزاد رکھا ہے تو پھر میں کیوں بلا ضرورت بدنامی گوارا کروں کہ یہ کفران نعمت آزادی ہے **ف** وقد قال صلے اللہ علیہ والہ وسلم اتقوا مواضع التہم اخرجہ البخاری فی تاریخہ کذا فی کنوز الحقائق زادہ الجامع عفی عنہ

(۶) ارضی الاقوال فی عرض الاعمال من مقال العارف الجلال

یعنی خلاصہ مضمون اشعار ذیل واقعہ دفتر دوم سرخی قسم غلام در صدق و وفائے یار خود الخ
جنکا زیادہ حصہ مشتمل ہے مبحث نقل اعمال دنیویہ الی صورہا الخاصۃ الاخرویہ پر ۵

شاہ گفت اکنوں از آں خود بگو ۔۔۔ چند گوئی آں ایں و آں او
تو چہ داری و چہ حاصل کردۂ ۔۔۔ از تگِ دریا چہ دُر آوردۂ
روزِ مرگ ایں حس تو باطل شود ۔۔۔ نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود
در لحد کیں چشم را خاک آگند ۔۔۔ ہست آنچہ گور را روشن کند
نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار ۔۔۔ مستعار آں را مداں اے مستعار
آں زماں کیں دست و پایت بر دَرد ۔۔۔ پر و بالت ہست تا جاں بر پرد
آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند ۔۔۔ جانِ باقی بایدت بر جا نشاند
شرط من جاء بالحسنہ نے کردن است ۔۔۔ بل حسن را سوئے حضرت بردن است
جوہرے داری ز انساں یا خری ۔۔۔ ایں عرضہا کہ فنا شد چوں بری
ایں عرضہائے نماز و روزہ را ۔۔۔ چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
نقل نتواں کرد مر اعراض را ۔۔۔ لیک از جوہر برند امراض را
تا مبدل گشت جوہر زیں عرض ۔۔۔ چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
گشت پرہیز عرض جوہر بجہد ۔۔۔ شد دہانِ تلخ از پرہیز شہد
از زراعت خاکہا شد سنبلہ ۔۔۔ داروے مو کرد مو را سلسلہ
آں نکاحِ زن عرض بُد شد فنا ۔۔۔ جوہرِ فرزند حاصل شد زما
جفت کردن اسپ و اشتر را عرض ۔۔۔ جوہرِ کُرّہ بزائیدن غرض
ہست آں بستاں نشاندن ہم عرض ۔۔۔ گشت جوہر میوہ اش اینک غرض
ہم عرض داں کیمیا بردن بکار ۔۔۔ جوہری زاں کیمیا گر شد بیار
صیقلی کردن عرض باشد شہا ۔۔۔ زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا۔

۵ یہ مضمون مثنوی مولانا [illegible] کے بعض اشعار دفتر دوم سے جو کہ ایک [illegible] کی شرح ہے مستنبط ہے مقدار [illegible] تھی اس لئے اس کا [illegible] کر کے سالک کی صورت [illegible] کر دیا گیا اور [illegible] ایسا لطف جو [illegible] ہو سکتا [illegible] مضمون [illegible] بعض مضمون کو [illegible] رسالہ میں [illegible] ۱۲ - (ناشر)

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام
ایں صفت کردن عرض باشد خمش
گفت شاہا بے قنوط عقل نیست
بادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست
گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
این عرضہا نقل شد لون دِگر
نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
وقت محشر ہر عرض را صورتیست
بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
بنگر اندر خانۂ و کاشانہا
کان فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش
از مہندس آں عرض و اندیشہا
چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ
جملہ اجزاے جہاں را بے غرض
اولِ فکر آخر آمد در عمل
میوہا در فکر دل اول بود
چوں عمل کردی شجر بنشاندی
گرچہ شاخ و برگ و بیخش اول است
پس سرے کہ مغز ایں افلاک بود
نقل اعراض است ایں بحث و مقال
جملہ عالم خود عرض بودند تا
ایں عرضہا از چہ زاید از صور
ایں جہاں یک فکرتست از عقل کل
عالم اول جہان امتحاں

دخل آں اعراض را بنما مرم
سایۂ بز را پئے قرباں مکش
گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
ہر عرض کاں رفت باز آئندہ نیست
فعل بودی باطل و اقوال فشر
حشر ہر فانی بود کون دِگر
لائق گلہ بود ہم سا نقش
صورتِ ہر یک عرض را نوبتیست
جنبش جفتی و جفتی با غرض
در مہندس بود چوں افسانہا
بود موزوں صفۂ و سقف و درش
آلت آورد و ستوں از بیشہا
جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
دہ نگر حاصل نشد جز از عرض
ہمنیست عالم چناں داں در ازل
در عمل ظاہر بآخر مے شود
اندر آخر حرف اول خواندی
آں ہمہ از بہر میوہ مرسل است
اندر آخر خواجۂ لولاک بود
نقل اعراض است ایں شیر و شغال
اندریں معنی بیامد ہل اتی
ویں صور ہم از چہ زاید از فکر
عقل چوں شاہ است و فکر تہا رسل
عالم ثانی جزاے این و آں

چاکرت شاہا خیانت می کند	آں عرض زنجیر و زندان مے شود
بندہ ات چوں خدمت شایستہ کرد	آں عرض نے خلعتے شد در نبرد
ایں عرض با جوہر آں بیضہ است و طیر	ایں ازاں و آں ازیں زاید بسیر

یعنی بادشاہ نے بغرض امتحان اس غلام کے اس سے سوال کیا اور امتحان کا قرینہ یہ ہے کہ آخر قصہ سے کہ بادشاہ نے دونوں غلاموں کے افعال سے استدلال کیا ان کے اخلاق پر اور حسن السیرۃ کو اس کے اخلاق حسنہ کے سبب باوجود اس کی قبح صورت کے مقبول اور حسن الصورۃ کو اس کے اخلاق ذمیمہ کے سبب باوجود اس کے حسن صورت کے معزول کیا اور یہ استدلال اور اس کے مقتضا کا امتثال یہ کام عارف ہی کا ہے پس عارف کا سوال ظاہر ہے کہ امتحان ہی کے سبب ہوگا وصرح بکونہ امتحانا بعض المحشین علی قولہ۔ گفت[۱] شاہنشہ الخ الواقع بعد الاشعار المذکورۃ متصلا دیدن علیہ قولہ رہ بنفسہ حق بمن بنمود قولہ تو نشانی دہ کہ من دانم تمام الواقع بعدہا غیر متصل - اور وہ سوال یہ ہے کہ تو اپنا تو کچھ حال بیان کر کہ تو نے اپنی روح کے حسن کرنے کی کیا کوشش کی ہے اور اسکی ضرورت بطور خطابہ کے ایک آیت سے بطور تفسیر خاص بیان کی کہ حق تعالیٰ نے من جاء بالحسنۃ فرمایا ہے من عمل بالحسنۃ نہیں فرمایا جس سے اقرب یہ ہے کہ یہ حسنہ عمل نہیں بلکہ مصدر عمل یعنی روح انسانی ہے جسکو اعمال سے حسن بنا کر درگاہ حق میں لانا چاہئے کیونکہ آوردن کا متعلق جوہر ہو سکتا ہے نہ کہ عرض کیونکہ العرض لا یبقی فی آنین پھر آوردن اس کے متعلق کیسے ہوگا نیز الاعراض لا تنتقل من محل الی محل اور آوردن ایک نقل ہے البتہ اعراض یعنی اعمال مکمل اس جوہر یعنی روح کے ہو سکتے ہیں وا ورد لہ امثلۃ من قولہ چوں زرہ ہیزی الی قولہ صیقلی کردن الخ غلام نے جواب دیا کہ تم جو عدم نقل اعراض سے استدلال کرتے ہو یہ استدلال ناتمام ہے خود یہ مقدمہ ہی ثابت نہیں پس نقل ممکن ہے گو عدم انتقال بھی ممکن ہو مگر ان دونوں ممکنوں میں نقل اولیٰ بالقبول ہے کیونکہ عدم نقل کا قائل ہونا مصلحت عامہ کے کہ وہ جب سنینگے کہ ہمارے اعمال آخرت میں نہ جائیں گے کم فہمی سے مایوس ہو جاوینگے اور عمل میں سستی کریں گے جس طرح بعض احادیث مبشرہ کو اسی سستی کی مصلحت سے چند سے ظاہر

---

[۱] عبارۃ الحاشیہ چوں شاہ اختیار او کرد معلوم کرد کہ او عالم الاسرست الخ ۱۲

نہیں کیا گیا آگے بیان ہے اعراض کے امکان نقل کا جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے امتناع کی کوئی دلیل نہیں اصل جواب تو اسی قدر ہے باقی اس کی توضیح ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ نقل اعمال میں عقلی اشکال صرف یہ ہے کہ یہ نقل اعراض یعنی اعمال من الدنیا الی الآخرۃ گو تبعاً للموضوع تو ظاہر الجواز ہے لیکن جس طرح نصوص سے ثابت ہے کہ مثلاً ان کا وزن کیا جاوے گا اور بعض ان نصوص سے یہ ہے کہ عامل کا وزن نہ ہوگا پس یہ نقل تبعاً للموضوع نہیں ہے پھر اسمیں دو احتمال ہیں یا تو وہ اعراض اعراض رہینگے یا مستحیل الی الجواہر ہو جاویں گے دونوں شق باطل ہیں اول اسلئے کہ نقل اعراض بلا موضوع محال ہے دوسرا اسلئے کہ عرض کا جوہر بن جانا محال ہے پس یہ ہے اسمیں اشکال عقلی سو اسکا جواب یہ ہے کہ اختیاراً شق ثانی ہو سکتا ہے اور ہم اسکا استحالہ نہیں مانتے سند منع یہ ہے کہ ہم خود دنیا ہی میں دیکھتے ہیں کہ اختلاف موطن سے ایک ہی چیز عرض و جوہر ہو سکتی ہے مثلاً صورت عقلیہ جواہر کی کہ ذہن میں عرض ہے کیونکہ موجود فی موضوع ہے اور خارج میں جوہر کیونکہ موجود لافی موضوع ہے اور دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے اگرچہ بعض ہی کے نزدیک سہی جو کہ قائل ہیں حصول اشیاء فی الذہن بانفسہا کے اور گو بعض نے عرض و جوہر کی تفسیر میں اذا وجدت فی الخارج کی قید لگا کر اس صورت ذہنیہ پر عرض کے صادق آنے سے انکار کیا ہے مگر اس سے ہمارے اصل مقصود میں خلل نہیں آتا کیونکہ قول حصول اشیاء بانفسہا پر حقیقۃ واحدہ ہی کا وجود فی موضوع فی موطن اور وجود لافی موضوع فی موطن تو ثابت ہوا اور یہی اصل مقصود ہے خواہ اسکا نام کچھ ہی رکھ لیا جاوے پس جو نسبت ذہن کو خارج کے ساتھ ہے اگر وہی نسبت خارج دنیا کو خارج آخرت کے ساتھ ہو اور اس وجہ سے یہاں جو اشیاء موجود فی موضوع ہیں وہ وہاں موجود لافی موضوع ہو جاویں تو اسمیں کیا استحالہ ہے چنانچہ اہل کشف نے اس عالم شہادت پر بمقابلہ عالم غیب کے لفظ خیال وغیرہ کا اطلاق کیا بھی ہے اسی طرح اس عالم شہادت میں ظاہر ہونے کے قبل بھی ایسی اشیاء کا اس عالم غیب میں وجود لافی موضوع ظاہر نصوص سے معلوم ہوتا ہے کقولہ علیہ السلام لما خلق اللہ الرحم قامت فقالت هذا مقام العائذ بك من القطيعة۔ اور بہت نصوص سے اس عالم کے بعد بھی یہی معلوم ہوتا ہے کقولہ علیہ السلام ان البقرۃ وآل عمران تاتیان یوم القیمۃ کانہما غمامتان او غیایتان او فرقان من طیر وکقولہ علیہ السلام لو تی بالدنیا یوم القیمۃ فی صورۃ عجوز شمطاء چنانچہ اسی تمثل خاص کے اعتبار سے اس عالم کا لقب اصطلاح میں عالم مثال رکھا گیا ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ رح فی الحجۃ البالغۃ وسرقیہ

احادیث کثیرۃ اور مولانا جلال الدین المحقق الدوانی نے اپنے رسالہ زوراء اور اس کے حواشی میں اس کی تصریح بھی کردی ہے۔ عبارتہا۔

(**تنبیہ**) کانک فیما قرع سمعک من ہذہ المقدمات اطلعت علی حقیقۃ الانطباق بین العوالم بل علی حقیقۃ العوالم بل انکشف علیک اسرار غامضۃ فی حقیقۃ المبداء والمعاد وتیسر علیک مشاہدۃ الواحد الحقیقی فی الکثرات من غیر شوب ممازجۃ ولا انفصال وتسلقت بہ الی حقائق ما انباء عنہ لسان النبوات من ظہور الاخلاق والاعمال فی المواطن المعادیۃ بصور الاجساد و کیفیۃ وزن الاعمال وحشر الافراد بصور الاخلاق الغالبۃ علیہم واطلعت علی سر قولہ تعالیٰ۔ وان جہنم لمحیطۃ بالکفرین۔ وقولہ تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا۔ وقول الخاتم الفاتح علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتحیۃ۔ الذین یشربون فی آنیۃ الذہب والفضۃ انما یجرجر فی بطونہم نار جہنم وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ان الجنۃ قیعان وان غراسہا سبحان اللہ وبحمدہ الی غیر ذلک من غوامض الحکم والاسرار الالہیۃ۔ وعلمت ان جمیع ذلک علی الحقیقۃ علی المجاز والتاویل کما انتہی الیہ نظر بعض الواغلین فی الفحص عن الحقائق بطریق البحث فانہ قصور ظاہر کما لا یخفی۔

شک وتحقیق } لعلک تقول کیف یکون العرض بعینہ ھو الجوہر وکیف یکون العین والمعنی واحداً او الحال ان الحقائق متخالفۃ بذواتہا فنقول قد لوحنا الیک ان الحقیقۃ غیر الصورۃ فانہا فی حد ذاتہا وصرافۃ سذاجتہا عاریۃ عن جمیع الصور التی تنجلی بہا لکنہا تظہر فی صورۃ تارۃ وفی غیرہا اخری والصورتان متغایرتان قطعاً لکن الحقیقۃ المتجلیۃ فی صورتین بحسب اختلاف الموطنین شئی واحد۔

تشبیہ۔ ما اشبہ ذلک بما یقولہ اہل الحکمۃ النظریۃ ان الجواہر

۱۵

باعتبار وجودها فی الذهن اعراض قائمة به محتاجة الیه ثم هی فی الخارج قائمة بانفسها مستغنیة عن غیرها فاذا اعتقدت ان حقیقة تظهر فی موطن بصورة عرضیة محتاجة وفی اٰخر بصورة مستغنیة مستقلة فاجعل ذالک تانیسا لک تکسر به صولة ینو طبعک عنه فی بد و النظر حتی یاتیک الیقین وتتصعد الافق المبین۔ انتهی بقدر الضرورة۔

پس اس تقریر سے جواب ہو گیا استدلال علی امتناع نقل الاعمال بامتناع نقل الاعراض کا اور اسی سے مستدل کی دوسری دلیل عقلی یعنی عدم بقار اعراض اور دلیل نقلی یعنی من جاء بالحسنة الخ کا جواب بھی مستفاد ہو گیا گو بلسان غلام اس سے بوجہ ظہور کے تعرض نہیں کیا گیا عدم بقار اعراض کا تو جواب یہ ہوا کہ اگر یہ عدم بقار مان لیا جائے گو اس پر کوئی دلیل صحیح قوی قائم نہیں ہوئی مگر ماننے کی تقدیر پر وہ عدم بقار در صورت عرض کے عرض ہونیکے ہے اور اگر بمجرد صدور دوسرے عالم میں بصورة جوہریہ منتقل ہو جائے تو پھر بقار میں کیا امتناع ہے اور استدلال بالآیة کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تفسیر مان بھی لیجائے تو جب یہ عمل بھی جوہر بن گیا تو مجئی بہ اس پر بھی مثل روح حسن کے صادق آتا ہے یہ تقریر ان اشعار تک کی ہے وقت محشر ہر عرض را صورتے ست الخ آگے تنویر دعویٰ امکان مذکور کیلئے چند امثلہ اشیار جوہریہ متصورہ فی الذہن کی ہیں جو ذہن میں فی موضوع اور خارج میں لا فی موضوع ہیں اس شعر تک اگرچہ شاخ و برگ و بیخش الخ اور پھر مضمون مذکور پر ایک نظیر کی تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے گو وہ اس کی مثال نہیں بس یہ ہے کہ مغز الخ آگے شعر نقل اعراض الخ میں یہ بیان کیا ہے کہ عرض وجود فی مرتبة العلم جس طرح کبھی خارج میں جوہر ہو جاتا ہے کما ذکر اسی طرح کبھی عرض بھی رہتا ہے چنانچہ یہ بحث و مقال کہ پہلے سے ذہن میں تھا اور عرض تھا بعد نقل کے خارج میں بھی عرض ہی رہا اور دوسرے مصرعہ میں پھر ایک نظیر عرض فی مرتبة العلم کی جوہریت فی الخارج کی بیان کی نقل اعراض است این شیر و شغال اور نظیر اس لئے کہا گیا مراد اس مصرعہ میں وجود فی مرتبة العلم الالٰہی ہے اور وہ عرض ہونے سے منزہ ہے لتنزہه عن الامکان اسی طرح اسکے بعد کے شعر جملہ عالم خود عرض بود ند الخ میں اسی مرتبہ علم الٰہی میں تمام عالم کے عرض ہونے کو بتلایا پس یہ بھی نظیر ہے آگے

شعر این عرضہا از چہ زائید میں اختلاف موطن سے جواہر کا عرض ہونا اور عرض کا جوہر ہونا بتلاتے ہیں اس طرح سے کہ اعراض موجودہ فی الدنیا عالم مثال میں صور جوہر یہ تھے وہو معنی قولہ این عرضہا از چہ زائید از صور کما ذکرتہ قبل عن الشیخ ولی اللہ رح اور صور جوہریہ موجودہ فی الدنیا علم الٰہی میں کالعرض تھے وہو معنی قولہ دیں صور ہم از چہ زائید از فکر اور شعر این جہاں یک فکر تست الخ مصرع ثانیہ کی شرح ہے اور یہ احکام مذکورہ لنی الاشعار القریبہ وجود قبل عالم الدنیا کے متعلق تھے آگے وجود بعد الدنیا کے یہی احکام کہ اسمیں سے اعظم عرض کا جوہر ہوتا ہے مذکور ہیں اس شعر میں عالم اول الیٰ قولہ بندہ ات اور اس کے اعظم ہونے کے سبب یہاں ذکر میں اسکی تخصیص کیگئی آگے تمام مقام کا خلاصہ کہ کبھی جوہر سے عرض اور کبھی عرض سے جوہر ظاہر ہوتا ہے اس شعر میں فرماتے ہیں این عرض با جوہر الخ۔

(تہذیب المقام وتقریب المرام الیٰ عامۃ الافہام)

اگر انصاف سے غور کیا جاوے تو عرض کا جوہر ہو جانا جس کا کہ تقریر مذکور میں دعویٰ کیا گیا ہے اس سے زیادہ بعید نہیں ہے کہ جوہر عرض ہو جاوے اور حصول الجواہر فی الاذہان میں شب و روز اس کے وقوع کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو پھر آخرت میں اسکا وقوع کیا مستبعد ہے سو یہاں حصول فی الذہن کے وقت جواہر سے لباس مادی کا منخلع ہو کر وہ موجود فی موضوع ہو جاتا ہے وہاں وزن وغیرہ کے وقت عرض پر مادہ ملبوس ہو کر وہ موجود لافی موضوع ہو جاوے تو اسمیں کیا تعجب اور بعد ہے اور راز اسمیں یہ کہا جاویگا کہ جوہریت و عرضیت ذاتیات سے نہیں ہیں منجملہ کیفیات ظہور حقیقت کے ہیں اور حکماء کا مقولات عشرہ کو اجناس عالیہ ماننا نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ بداہت اسکی مسلم ہے خاص کر جبکہ ان کے اکابر خود اس کی تصریح کرتے ہیں کہ عرض عام اور جنس میں اسی طرح خاصہ اور فصل میں فرق کرنا بہت دشوار ہے کما لاح لک شیٔ من ذلک مما نقلتہ من الزوراء و نیز بعض محشین مثنوی نے بھی اس کی اس طرح تصریح کی ہے تحقیق مقام آنست کہ جوہریت و عرضیت از ذاتیات حقائق نیست اور مولانا بحر العلوم نے بھی اپنی حواشی میں اسکی تائید کی ہے اور یہ سوال کہ عرض کا جوہر ہونا کسی طرح اسکو عقل نہیں قبول کرتی دوسرا سوال ہے

معارض ہے کہ جوہر کا عرض ہوجانا باوجود روز و شب کے وقوع کے آج تک عقل اسکی کنہ کو نہیں سمجھ سکی واللہ مجھکو تو جب اسمیں غور کرتا ہوں حیرت ہوتی ہے کہ الٰہی اس قیام الصورۃ بالذہن واتصاف الذہن بالصورۃ کی کیا حقیقت ہے اور کیا کیفیت ہے اور اس حال و محل یعنی صورۃ و ذہن میں کیا علاقہ ہوجاتا ہے اور اس حلول سے ذہن میں کیا تاثر ہوجاتا ہے اور حقیقت موجودہ فی الاعیان میں تجرد عن المواد کا کیسے تغیر ہوجاتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا مگر شب و روز کے وقوع سے اس حیرت کی طرف التفات نہیں ہوتا گو کیفیت و حقیقت نہ جاننے کا اعتراف سب کو ہے چنانچہ آج تک یہ طے نہ ہوسکا کہ علم کون سے مقولے سے ہے اور اس کا عکس یعنی عرض کا جوہر بننا چونکہ نشأۃ دنیویہ میں ایسے بین طور پر جسمیں کسی تاویل و عذر کی گنجایش نہ ہے نہیں دیکھا جاتا اس لئے حیرت کی طرف التفات ہوتا ہے ورنہ حقیقت کی مجہولیت میں دونوں یکساں ہیں۔

(تقویت)

مولانا نے ایک مقام پر اس مضمون کو اس سے زیادہ صریح عنوان سے ذکر فرمایا ہے (منقول از من جزاء الاعمال) ۱۸ ص

چو سجودی یا رکوعی مرد گشت	شد دراں عالم سجود او بہشت
چونکہ پرید از دہانت حمد حق	مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد و تسبیحت نماند مرغ را	ہمچو نطفہ مرغ باد است و ہوا
چوں ز دستت رفت ایثار و زکوٰۃ	گشت ایں دست آں طرف نخل و نبات
آب خیرت آب جوئی خلد شد	جوئے شیر خلد مہر تست و ود
ذوق طاعت گشت جوئے انگبیں	مستی و شوق تو جوئے خمر بیں
ایں سببہا آں اثرہا را نماند	کس نداند چونش جائے آں نشاند
ایں سببہا چوں بہ فرمان تو بود	چار جو ہم مر ترا فرماں نمود
ہر طرف خواہی روانش میکنی	آں صفت چوں بد چنانش میکنی
چوں منی تو کہ در فرمان تست	نسل تو در امر تو آیند چست

می دود در امر تو قسر زند تو	گر سنم جزو تست کہ گردیش گرد
آن صفت در امر تو بود این جہاں	ہم در امر تست آن جوہا رواں
آن درختاں مر ترا فرمان برند	کان درختان از صفاتت با برند
چوں بہ امر تست اینجا ایں صفات	پس در امر تست آنجا آں جزات
چوں ز دستت زخم بر مظلوم رست	آن درختے گشت آن زقوم رست
چوں ز خشم آتش تو در دلہا زدی	مایہ نار جہنم آمدی
آتشت اینجا چو مردم سوز بود	آنچہ از وے زاد مرد افروز بود
آتش تو قصد مردم میکند	نار کز وے زاد بر مردم زند
آن سخنہاے چو مار و کژدمت	مار و کژدم گشت و می گیرد دمت

(توجیہ آخر)

اگر باوجود اس قدر بسط وایضاح کے اب بھی کسی کی عقل اس جوہریت اعراض کو قبول نکرے تو وہ نقل اعمال کی دوسری توجیہ اس طرح سے سمجھ لے کہ یہ اعمال گو ظاہراً اعراض ہیں مگر واقع میں وہ جواہر ہیں جیسے اور بھی بعض اشیاء ایسی ہیں کہ ان کو بہت عقلاء نے اعراض سمجھا مگر دوسرے عقلاء نے ان کے جوہر ہونے کا دعوی کیا جیسے قدماء میں کیفیت شم میں اختلاف ہے کہ آیا ہوا کیفیت مشموم سے متکیف ہو کر شامہ کی مدرک ہوتی ہے یا مشموم سے کچھ اجزاء منفصل ہو کر شامہ تک پہونچتے ہیں یا اب متاخرین میں بعض فلاسفر نے نور شمس وغیرہ کو جسکو ابتک عرض کہا جاتا تھا جوہر مانا ہے پس اسی طرح ممکن ہے کہ جب آدمی سے کوئی طاعت یا معصیت صادر ہوتی ہو فوراً اس عامل سے کچھ اجزاء جوہریہ غیر مبصرہ للحامہ طیبہ یا خبیثہ حاملہ لکیفیۃ العمل منفصل ہو کر دوسرے کسی عالم میں کسی طریق سے منتقل ہو جاتے ہوں اور وہ وہاں بصور مناسبہ محفوظ رہتے ہوں اور قیامت میں وہی معروض اور موزون ہو جاویں اور بعض اہل کشف سے جو منقول ہے کہ انھوں نے غسل خانہ میں سے پانی نکلتا ہوا دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ ان قطرات میں مجھکو زنا کا نقشہ نظر آتا ہے سو عجب نہیں کہ اس پانی میں ان ہی اجزاء میں سے بعض اجزاء

۱۹

موجود ہوں اور وہ ہیئت زنائیہ اُن اجزا میں حال ہو اور اسی طرح اُن کو مکشوف ہو گئی ہوں اور میں نے اپنے اُستاد علیہ الرحمۃ سے قولہ تعالیٰ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا کی تفسیر میں سنا ہے کہ ہر عمل کی ہیئت بھی قیامت میں نظر آوے گی مثلاً چور چوری کرتا ہوا نظر آوے گا زانی زنا کرتا ہوا سو عجب نہیں کہ وہی اجزا اس ہیئت سے نظر آویں اور اُن اجزا کی شکل عامل کیسی ہو اور اہل محشر کے بصر میں خاصیت خوردبین کی پیدا ہو جاوے کہ وہ اجزا خوب بڑے بڑے ہو کر اس عامل کے برابر جثہ میں نظر آویں واللہ اعلم۔ اور اس توجیہ کی بناء پر مولانا کے کلام میں ان کو اعراض سے تعبیر کرنا باعتبار زعم اہل ظاہر کے ہو گا۔

(افادہ) چونکہ یہ کیفیت عرض اعمال کی یعنی اُن کا ظہور صور جوہریہ میں اوفق بظواہر الکتاب والسنتہ ہے اس لئے اس قول کو ارضی الاقوال کہا گیا جیسا رسالہ کا تسمیہ اس پر دال ہے وللہ الحمد علیٰ ما علم وافہم۔ سلخ صفر ۳۳ھ۔

(۷) **سوال)** میں نے کتاب چہل حدیث مولانا اصغر حسین صاحب کی تصنیف میں پڑھا ہے کہ حرام مال رشوت وغیرہ میں سے خدا کے واسطے صدقہ دے اور ثواب کی امید رکھے تو بعض علماء کے نزدیک کفر کا فتویٰ ہے لیکن اب میں آپ سے دریافت کرتی ہوں کہ آج کل ہر فرد بشر رشوت سے خالی نہیں ان کی عورتوں کے پاس جو زیور وغیرہ ہوتا ہے تو وہ اس کی زکوٰۃ دیتی ہیں اور زکوٰۃ بھی صدقہ ہی ہے تو نہ معلوم یہ جائز ہے یا نہیں اور پھر عورتیں حجت کرتی ہیں آپ اس کا جواب ضرور عنایت فرمائیے۔

(جواب) جو مال اسکی ملک میں داخل ہے اس کی زکوٰۃ فرض ہو گی اور اُس کے دینے سے فرض ادا ہو گا اور فرض ادا ہونا اور بات ہے اور ثواب ہونا اور بات ہے ممکن ہے کہ ثواب نہ ہو لیکن زکوٰۃ نہ دینے سے جو عذاب ہوتا دینے سے وہ نہ ہو اور اگر نہ دے تو وہ عذاب بھی ہو پس سب باتیں ٹھیک ہو گئیں۔ ۱۸ ربیع الاول ۳۳ھ

(باقی آئندہ)

ونقول الحديث مطلق وايضا لم يسئلها صلى الله عليه وسلم احججت اولا فيدل على جواز الحج البدل وان لم يحج عن نفسه لكن في هذا شئ لان سوال الخثعمية كان غداة جمع كما وقع في الصحيح ص۲۲۶ و ص۲۵۰ استنباطا. وفي سنن النسائي صريحا بهذا اللفظ ان امرأة من خثعم سألت النبي صلى الله عليه وسلم غداة جمع الحديث باب الحج عن الحي الذي لا يستمسك على الرحل فلا يمكن ان يكون المعنى افاحج عنه العام لان الوقت قد مضى بل المعنى افاحج عنه عاما اخر ولما كان الغالب من حالها انها قد قضت الحج ثم سألت فلهذا لم يتعرض النبي صلى الله عليه وسلم عن سوالها بانها حجت اولا وقال نعم اي يجوز لك اداء فريضة الحج عن ابيك ولما كان الملبي عن شبرمة لم يحج من قبل قطعا اذ كان ذلك عام حجة الوداع فلما قال لبيك عن شبرمة سأله من شبرمة فلما قال هو اخي فلاجرم نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن التلبية اولا بقضاء الوطر عن نفسه ثم عن شبرمة

اور کہا کرتے ہیں کہ حدیث مطلق ہے نیز حضرت رسول مقبول صلعم نے ان صحابیہ سے دریافت بھی نہیں فرمایا کہ تم حج کر چکی ہو یا نہیں پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اگرچہ خود اپنی طرف سے حج نکیا ہو لیکن یہ تقریر مخدوش ہے اسلئے کہ سوال خثعمیہ کا صبح مزدلفہ میں تھا جیسا کہ حدیث صحیح بخاری ص ۲۲۶ و ص ۲۵۰ سے مستنبط ہوتا ہے اور سنن نسائی باب الحج عن الحی الذی لا یستمسک علی الرحل میں صریحا یہ الفاظ ہیں کہ ایک خثعمی عورت نے نبی سے سوال کیا صبح مزدلفہ میں الحدیث پس یہ امر ناممکن ہے کہ کہا جاوے کہ اس عورت کے سوال کے یہ معنی ہیں کہ میں اسی سال اپنے باپ کی طرف سے حج کروں کیونکہ حج کا وقت گذر چکا تھا بلکہ معنی سوال کے یہ ہیں کہ کیا میں آیندہ سال میں ان کی طرف سے حج ادا کر دوں اور چونکہ غالب اس عورت کے حال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسنے حج کو ادا کر لیا ہے پھر یہ سوال کیا ہے تو نبی صلعم نے اس سے یہ نہیں دریافت کیا کہ تم نے اپنی طرف سے حج کر لیا ہے یا نہیں اور فرمایا کہ ہاں تم کو جائز ہے کہ اپنے باپ کی طرف سے فرض حج ادا کرو اور چونکہ شبرمہ کی طرف سے تلبیہ کہنے والے نے یقینا حج نہیں کیا تھا کیونکہ وہ حجۃ الوداع کا سال تھا جبکہ یہ تلبیہ شبرمہ کی طرف سے کہا گیا تھا پس جبکہ انھوں نے کہا لبیک عن شبرمہ آپنے دریافت فرمایا شبرمہ کون ہیں سو جب انھوں نے عرض کیا وہ میرے بھائی ہیں تو نبی نے انکو منع فرمایا شبرمہ کی طرف سے حج کرنے کو اور حکم دیا کہ پہلے اپنی حاجت پوری کر لیں یعنی اپنی

۸۷

فحديث الخثعمية ظني انه مقيد لا
مطلق وعدم الكشف لما مر فلعل مبنى
تلك المسئلة كون وقت الحج ظرفاً موسعاً
هو العمر لا هذا الحديث وامثاله
فالمرجو ان تفيدوني بجواب شاف
من عندكم اذ الشراح لم يأتوا بشئ
يغني ولم يفتح لي ما يعني۔

الجواب۔ نعم هذا الحديث محتمل
فلا يصلح للاستدلال لكن يتاتى لاصل
المسئلة دليل آخر ايضاً وهو سوال
الجهينة وجوابه صلى الله عليه وسلم ايّاها
بقوله ارأيت لو كان على امك دين الحديث
وهو مذكور في صحيح البخاري ص ۲۵۰
من الجلد الاول فلما الحق صلى الله
عليه وسلم الحج عن الغير بقضاء الدين
ولم يشترط في قضاء الدين تقديم
دين نفسه على دين غيره فكذا الحج
واما الاستدلال بحديث شبرمة
فليس بقوي لاحتماله الحمل على الكراهة
وقد قال فقهاؤنا به والله اعلم وما
ورد في بعض الروايات قوله عليه السلام
هذه عنك فيحمل على ما في بعض روايات
اخرى حج عن نفسك ثم هو موقوف

۴۸

طرف سے حج کریں پھر شبرمہ کی طرف سے حج ادا کریں
پس حدیث خثعمیہ کی ظنی ہے کیونکہ وہ مقید ہے نہ مطلق
اور عدم انکشاف کی وجہ پہلے گذر چکی ہے سو شاید
مبنی اس مسئلہ کا یہ ہے کہ حج کا زمانہ ظرف موسع ہو اور وہ
تمام عمر ہے نہ یہ حدیث اور اسکی مثل اور حدیثیں لہذا امید ہے کہ جناب والا
جواب شافی اپنے فہم خداداد سے مرحمت فرماویں گے اسلئے کہ شراح
نے کوئی تقریر مغنی نہیں بیان کی اور نہ میرے فہم میں کوئی ظاہر تقریر آئی

جواب ہاں یہ حدیث محتمل ہے لہذا اس سے استدلال
نہیں ہو سکتا لیکن اصل مسئلہ کی ہمارے پاس دوسری
دلیل ہے اور وہ سوال جہنیہ کا اور اسکو جواب دینا رسول اللہ ﷺ
کا ان لفظوں سے کیا تجویز کرتی ہو تم کہ اگر تمہاری
ماں پر قرض ہوتا الحدیث اور یہ حدیث مذکور ہے
صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۰ میں سو جب رسول اللہ ﷺ
نے حج عن الغیر کو قضاء دین کے ساتھ ملحق فرمایا اور قضاء
دین میں اپنا قرض پہلے ادا کرنا مشروط نہیں ہے تو
اسی طرح حج عن الغیر کا بھی یہی حکم ثابت ہوا کہ اسکے
ادا کرنے میں بھی اپنی طرف سے پہلے حج کرنا شرط نہیں
اور استدلال کرنا حدیث شبرمہ سے قوی نہیں ہے
کیونکہ اسمیں حمل علی الکراہتہ کا احتمال ہے اور ہمارے
فقہا اس کے قائل بھی ہوئے ہیں واللہ اعلم
اور بعض روایات میں جو وارد ہے کہ یہ حج تیری طرف سے
ہے سو وہ محمول ہے اس مضمون پر جو بعض دوسری روایات میں
ہے کہ اپنی طرف سے حج کرو پھر یہ روایت موقوف ہے

عند بعضہم ورجحه کثیر وهذا کله فی التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۰۳۔

صحیح انصاری ۱۰ ربیع الثانی ۴۷ھ

سوال ۔ انا ندعی ان حدیث المصراة مخالف للقیاس الصحیح من کل وجه و مثل هذا اذا روی غیر الفقیه یرد و بنوا علیه ما بنوا لکن هذا الحدیث قد رواه صاحب الصحیح فی ص۲۸۸ عن ابن مسعود موقوفا ولما کان هذا الحکم غیر مدرك بالرای کما ندعی فالموقوف له حکم الرفع ایضا والراوی لهذا فقیه فقیه فلا بد ان یترك القیاس لان الراوی فقیه فما المناص عن هذا۔

الجواب ما قالوا فی حدیث المصراة لم یلصق بقلبی قط وانما الذی اری فیه حمل هذا الحدیث علی ما اذا اشترط الخیار فی العقد وقرینة هذا الحمل ما ورد فی روایة من اشتری مصراة فهو منها بالخیار ثلثة ایام ان شاء امسکها وان شاء ردها ومعها صاعا من تمر لا سمراء رواه الجماعة الا البخاری کذا فی نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۹۳۔ واما تخصیص الصاع من التمر فمحمول

بعض محدثین کے نزدیک اور بہت محدثین نے اسکو ترجیح دی ہے اور یہ تمام تلخیص حبیر میں مذکور ہے

سوال ہم (احناف) دعوی کرتے ہیں کہ حدیث مصراة[عه] من کل الوجوه قیاس صحیح کے مخالف ہے۔ اور ایسی حدیث (جو قیاس صحیح کے من کل الوجوه مخالف ہو) جبکہ اسکو غیر فقیہ روایت کرے نامقبول (متروک العمل) ہوگی اور اس اصول پر ہمارے فقہا نے احکام متفرع کئے ہیں جسقدر بھی کئے ہیں اور جو بھی کئے ہیں لیکن اس حدیث کو صاحب صحیح (بخاری) نے صفحہ ۲۸۸ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً روایت کیا ہے اور چونکہ یہ حکم قیاس سے معلوم نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہمارا دعوی ہے تو یہ روایت موقوفہ بھی مرفوع کے حکم میں ہوگی اور راوی فقیہ ہے فقیہ بھی کیسا کچھ تو ضرور ہوا کہ اس علت کی بنا پر قیاس کو چھوڑ دیا جاوے کیونکہ (شرط ترک قیاس متحقق ہوگئی یعنی) راوی فقیہ ہے۔ یہ ایک اشکال ہے اس سے رہائی کی کیا صورت ہے۔

جواب ۔ فقہا نے جو حدیث مصراة میں گفتگو کی ہے آجتک کبھی میرے دل کو نہیں لگی۔ اس بارہ میں جو میری رائے ہے وہ یہ ہے کہ اسکو اس صورت پر محمول کیا جاوے جبکہ عقد میں خیار شرط ہو۔ اور اس حمل کا قرینہ یہ ہے کہ ایک روایت میں یوں آیا ہے جو شخص مصراة کو خریدے اسکو اسکے متعلق تین دن تک اختیار رہتا ہے چاہے رکھ لے اور چاہے تو اسکو اسکے ساتھ ایک صاع چھوارے نہ کہ گیہوں شامل کرکے واپس کردے اسکو بخاری کے سوا صحاح ستہ والوں نے روایت کیا ہے یہ مضمون تخریج روایت نیل الاوطار جلد ۵ صفحہ ۲۹۳ میں مذکور ہے۔ رہی تخصیص ایک صاع چھواروں کی سو اسکو صلح اور مشورہ پر محمول کیا جاوے گا۔ (یعنی مناسب ہے کہ ایک صاع چھواروں پر فیصلہ کرلیا جائے

فـ ۔ باختلاف بائع و مشتری تحقیق حدیث المصراة

[عه] مصراة وہ جانور ہے جسکا دودھ نکالا نہ گیا ہو تاکہ جب خریدنے والا دودھ نکالے تو اسکو معلوم ہو کہ بہت زیادہ دودھ دیتی ہے اور وہ قیمت زیادہ دیدے ۱۲ منہ

على الصلح والمشورة فلم يخالف القياس۔

سوال۔ روى البخاري في ص۲۸۴ حدثنا قتيبة ثنا الليث عن نافع عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال اذا تبايع الرجلان فكل واحد منهما بالخيار ما لم يتفرقا وكانا جميعا او يخير احدهما الآخر (فان خير احدهما الآخر . نسائی) فتبايعا على ذلك فقد وجب البيع وان تفرقا بعد ان تبايعا ولم يترك واحد منهما البيع فقد وجب البيع ص۲۸۸ كتاب البيوع - وهذه الرواية رواها النسائی بعين هذا السند ومتنه سوى انه زاد لفظ الشرط ثم روى البخاري في تلك الصفحة عن عبد الله ابن عمر قال بعت من امير المؤمنين عثمان الى قوله فلما تبايعنا رجعت على عقبي حتى خرجت من بيته خشية ان يرادّني في البيع وكانت السنة ان المتبايعين بالخيار حتى يتفرقا الخ - ففي هاتين الروايتين المرفوعتين حقيقة وحكما بيان واضح لثبوت خيار المجلس وقاطع لكل تاويل۔

اور اسکو شرعاً لازم نہ کیا جاوے گا، ہاں صرف قیاس کے مخالف نہ ہوگی۔

سوال۔ بخاری نے صفحہ ۲۸۴ پر روایت کیا ہے کہ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا اور قتیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے لیث نے بیان کیا اور لیث نافع سے روایت کرتے ہیں اور نافع ابن عمرؓ سے اور ابن عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ جب دو شخص خرید فروخت کریں تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار حاصل ہوگا جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں اور مجتمع رہیں یا جب تک کہ ایک دوسرے کو اختیار دیدے۔ (پس اگر ایک دوسرے کو اختیار دیدے۔ یہ فقرہ نسائی میں ہے) اور اس پر انکی خرید و فروخت ہو جاوے تو بیع لازم ہو گئی، اور اگر خرید و فروخت کرنے کے بعد وہ الگ الگ ہو گئے، اور کسی نے ان میں سے بیع کو فسخ نہیں کیا، تب بھی بیع لازم ہو گئی۔ صفحہ ۲۸۸ کتاب البیوع اور اس روایت کو نسائی نے بھی اسی سند اور اسی متن سے روایت کیا ہے بجز اسکے کہ انھوں نے لفظ شرط اور زیادہ کیا ہے اسکے بعد بخاری نے اسی صفحہ میں کہ سے کہ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ (اپنا وادی کا مال ان کے خیبر کے مال کے عوض میں) بیچا جب ہم خرید و فروخت کر چکے تو میں الٹے پاؤں لوٹا حتی کہ میں مکان سے نکل گیا اس خوف سے کہ مبادا بیع میں واپسی عمل میں آئے۔ اور طریقہ یہ تھا کہ جدا ہونے تک بائع و مشتری ہر ایک کو واپسی کا اختیار تھا الخ ان دونوں روایتوں میں جو حقیقۃً و حکماً مرفوع ہیں خیار مجلس کے ثبوت کی واضح تشریح ہے اور وہ تشریح ہر تاویل کا قلع قمع کرتی ہے

تحقیق صحت حدیث خیار المجلس

ما یتعلق بالحدیث

۵۰

وہ دوسروں کو اس سے کیا نفع پہونچا ئیگا۔ خوب یاد رکھو بدعمل علمار کی صحبت تمہارے لئے موجب نحوست ہے کہ اسکی صحبت کے کافی ہو جانے پر چونکہ خیال جما ہوا ہوگا اسلئے با نفع علمار عاملین کی صحبت اختیار کرنیکی فکر بھی نہ ہوگی اور اس طرح پر وہی محرومی و بدنصیبی لاحق ہوگی جیسے ریت کے میدان کو دریا کا آب جاری سمجھکر اکھڑا ہوا اور پیاس بجھانیکے لئے اپنی باطل ہوس کی بدولت پانی کی تلاش بھی نکرے۔ دنیا ایک ایسا کارخانہ ہے جسمیں اچھی اور بری مصنوعی اور اصلی بیچی اور جھوٹی سب ہی قسم کی مشینیں موجود ہیں۔ تو خریدار اور طالب کی ہوشیاری و سلیقہ شعاری ہے کہ جو مال خریدے اسکو پرکھے اور پوری جانچ پڑتال کے بعد نقلی و ملمع والی مشینوں کو چھوڑ کر اصلی اور کارآمد مشینیں خرید کر لیجائے تاکہ نفع اٹھائے ورنہ ذرا سا دھوکہ کھانے سے عمر بھر اپنا سر پکڑ کر رویگا اور پھر اسکے بنائے کچھ بھی نہ بنیگا۔ اسی طرح سب سے پہلے اپنی صحبت کیلئے کامل شخص کا تلاش کرنا ضرور ہے پس جب تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کریگا جو تقویٰ اور علم میں تجھسے بڑھا ہوا ہے تو یقینی بات ہے کہ اسکی صحبت میں رہنا تیرے لئے برکت و فلاح و نجات اور دینی و دنیوی ہر قسم کی کامیابی کا سبب بنیگا اور جب تو کسی کی عمر کی زیادتی اور داڑھی کے سفید بالوں پر دھوکہ کھا کر ایسے شخص کی صحبت اختیار کریگا جو اگرچہ عمر میں تجھسے بڑا ہے مگر نہ اسکو تقویٰ یا پرہیزگاری نصیب ہے اور نہ اسکو علم حاصل ہے تو اسکی صحبت میں تیرا رہنا تیرے لئے منحوس اور مشئوم ہوگا۔

اے طالب حق اپنی طلب کو سچا کر دکھا جس عمل کی بھی توفیق ہو وہ خالص اللہ واسطہ کر کسی دوسرے کیلئے نکر اور جس معصیت کو بھی چھوڑے وہ اللہ واسطہ چھوڑ کسی دوسرے کیلئے نہ چھوڑ اور اسکی شناخت یہ ہے کہ جو عمل جس کیفیت کے ساتھ جلوت میں کرتا ہے وہی عمل اسی کیفیت کے ساتھ خلوت میں بھی انجام پائے اور جو معصیت اسوقت کرنیکی ہمت نہیں ہوتی جبکہ دن کا وقت ہو یا لوگ دیکھ رہے ہوں اسی طرح اس معصیت کرنے کی جرأت اسوقت بھی نہو جبکہ رات کی اندھیری چھائی ہوئی ہو اور تو تنہائی کے عالم میں اپنے خلوت خانہ کے اندر بیٹھا ہوا ہو پس اگر جلوت و خلوت میں عمل کرنے یا معصیت چھوڑنے کے اندر فرق ہوا تو معلوم ہو گیا کہ طاعت اسلئے ہے تاکہ لوگ عابد زاہد اور دیندار سمجھیں اور معصیت سے پرہیز کرنا صرف اسلئے

۴۱

تاکہ ساکھ نہ جاتی ہے اور لوگوں کے قلوب میں جو عظمت و وقعت بیٹھی ہوئی ہے وہ نکل نہ جائے پس ایسی عبادت اللہ کیلئے نہیں بلکہ غیر اللہ کیلئے ہے اور ایسا ترک معصیت اللہ واسطہ نہیں بلکہ غیر اللہ کے واسطہ ہے اور ظاہر ہے کہ غیر اللہ کیلئے کوئی کام کرنا کفر ہے اور غیر اللہ کیلئے کسی معصیت کا چھوڑنا ریا کہلاتا ہے اور ریا کو قرآن مجید میں شرک کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے پس اب خود ہی سمجھ لو کہ کفر و شرک سے بچنے کی کتنی ضرورت ہے اور اسکے مرتکب ہونیوالے پر کتنا عذاب ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ کفر و ریا کی حقیقت تیری سمجھ ہی میں نہیں آئی اور تو نے دینا سارا دین گویا امرا کے ہاتھ بیچ رکھا ہے کہ انہیں کی رضاجوئی کیلئے دینداری ہے اور انہیں کے خوش کرنے کیلئے نماز روزہ کہ اگر وہ مسجد میں آئیں تو تیرا ساتھ ہونا ضروری ہے اور وہ لہو و لعب میں مشغول ہو کر نماز سے غافل ہوں تو تجھے پروا بھی نہیں ہوتی کہ کسوقت نماز کا وقت آیا اور کب ختم ہو گیا۔ بایں ہمہ تو اپنے آپکو علماء و عارفین سے مستغنی اور اپنے آپ کو متقی و صاحب دیانت سمجھے ہوئے ہے۔ خوب سمجھ لے کہ جو کفر و شرک اور ریا کی اصلیت اور ماہیت سے واقف نہ ہوگا اور اس میری نصیحت کے خلاف کریگا تو نہ منزل مقصود پر پہونچیگا اور نہ کامیاب و بامراد ہوگا۔ اسکا اپنے آپ کو پابند شریعت اور نمازی سمجھنا بوالہوسی ہے کہ نام ہے نماز پڑھنے کا اور واقع میں لکھا ہوا ہے بے نمازی بلکہ مشرک و ریاکار دنیا تو جس طرح گذر رہی ہے گذر ہی جائیگی مگر اسکی حقیقت اسوقت معلوم ہوگی جبکہ دنیا سے آنکھیں بند اور آخرت کی آنکھیں کھلنے کا وقت آئیگا اور وہ وقت کچھ دور نہیں پس قریب ہے کہ موت آئے اور تیری ہوس کو قطع کر دے اسوقت دنیا کی ساری امیدیں تو خاک میں مل ہی جائیں گی مگر آخرت کی امیدیں جو ریاکاری کی عبادت و پرہیزگاری کے گھمنڈ پر لئے بیٹھا تھا ان سب کا بھی یکدم خاتمہ ہو جائیگا کہ سمجھا کچھ تھا اور نکلا کچھ۔

وائے بر حال تو کہ خدا سے علاقہ توڑا جاتا ہے اور غیر اللہ سے تعلق جوڑا جاتا ہے اگر آدمی ہے اور انسانیت کی شرافت ملحوظ ہے تو اپنے قلب کے اعتبار سے ہوش میں آ اور اسکا عکس کر کہ اپنے پروردگار رحم نواز کے ساتھ علاقہ جوڑ اور دوسروں سے توڑ کر بدن سے سبکے حقوق ادا ہوں مگر قلب بجز خدا کے کسی کے ساتھ بھی وابستہ ہونے پائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اس علاقہ کو جوڑو جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان قایم ہے سعید تجا (؟) گے

۴۲

سنو. سردار عالم وعالمیان نے کیا نصیحت فرمائی اور کتنے مختصر الفاظ میں سعادت وخوش نصیبی کی معراج پر پہونچایا ہے کہ اگر صاحب سعادت بننا چاہتے ہو تو اسکا یہ طریقہ نہیں ہے جو تم اختیار کررہے ہو کہ امرا کی درباداریاں کیں اور منصب ووظیفہ کو یا عہدہ وملازمت وقرب سلاطین کو خوش نصیبی سمجھکر مسرور ومطمئن ہو بیٹھے اگر اس صورت میں خدا کے ساتھ دلبستگی قائم نہیں رہی تو اللہ گواہ ہے کہ یہ خوش نصیبی نہیں بلکہ عین بدنصیبی وحرمان ہے۔ہاں اگر کھانیکو سوکھے ٹکڑے بھی نصیب نہوئے اور کسی نے مسند پر بٹھانا تو کیا معنی منہ سے بات کرنی بھی گوارا نکی مگر حق تعالےٰ کے اور اس بندہ کے درمیان معاملہ صاف رہا اور اس تعلق میں کمی نہیں آئی جو بندہ کو اپنے رب کے ساتھ ہونا چاہئے تو قسم ہے ذات حق کی کہ یہ عین خوش نصیبی وسعادت ہے۔زہے نصیب کہ یہ سعادت کسی کو حاصل ہو۔پس بندگان صالحین کے قلوب کی نگہداشت سے اپنے اور اپنے پروردگار کا معاملہ صاف رکھو کہ کسی بندہ صالح کا دل نہ دکھاؤ اور غیبت وطعن کرکے اسکے قلب کو ایذا نہ پہونچاؤ۔اگر ایسا کروگے تو وہ خدا جسکی طرف یہ بندگان صالحین منسوب ہیں تمکو ایسی سزا دیگا کہ پھر پنپنا نصیب نہوگا۔

صاحبزادہ اور اے ارادتمند طالب خوب سمجھ لے کہ اگر تو نے توانگر ومالدار اور فقیر وتنگدست کے درمیان انکے اپنے پاس آتے وقت تونے فرق پایا اور تیرے قلب کی یہ حالت ہوئی کہ اگر کوئی تنگدست شخص پاس آتا ہے تو اسکو پاس بٹھانے سے طبیعت بھچتی ہے اور بات کرنے سے انقباض لاحق ہوتا ہے اور اگر کوئی خوشحال دولتمند پاس آتا ہے تو اسکی عزت کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا اور ضروریات دین بھی اسکی خاطر ومدارات میں چھوٹ جائیں تو پروا نہیں ہوتی پس سمجھ لے کہ تو طالب حق نہیں بلکہ طالب دنیا اور طالب امارت ودولت وجاہ ہے اور ایسی صورت میں نہ تجھے منزل مقصود پر پہونچنا نصیب ہوگا اور نہ طلب وارادت میں کامیابی ہوگی۔جو لوگ تنگدست ہوں اور اپنی تنگدستی وافلاس پر صبر کئے ہوں ان کا اکرام کر۔اگر وہ تیرے پاس آئیں تو تعظیم کے ساتھ انکو بٹھا۔ان سے اور انکی ملاقات سے اور ان کے پاس بیٹھنے سے تبرک حاصل کر کہ ان کی صحبت میں ایک آن بیٹھنا بھی نعمت ہے۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر کرنیوالے تنگدست مسلمان بروز قیامت خدائے رحمٰن کے ہمنشین ہونگے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنے قرب میں

جگہ عطا فرمائیگا اور ان کی اس شکستہ دلی کا کہ دنیا میں کوئی شخص انکو پاس بٹھانا گوارا نکرتا تھا لیکن بااین ہمہ صبر کا پایہ اُن کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا یہ ثمرہ ملیگا کہ آج حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی ہمنشینی عطا فرمائیگا۔ آج ایک ادنیٰ بادشاہ کے برابر بیٹھنے والے دل سے پوچھو کہ وہ اپنے بخت پر کتنا ناز کرتا ہے پھر انکا کیا پوچھنا جنکو شاہنشاہ حق تعالیٰ عزاسمہ کی ہمنشینی نصیب ہوگی۔ اور ہمنشینی کو روز قیامت کے ساتھ مخصوص کرنیکا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا میں ان کو ہمنشینی حاصل نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں ان کو ہمنشینی قلوب حاصل ہے اور وہاں ہمنشینی ابدان حاصل ہوگی کہ دنیا میں قرب واتصال روحی ہے اور آخرت میں قرب واتصال جسدی نصیب ہوگا۔ آج یہ حضرات حق تعالیٰ کے ہمنشین ہیں اپنے قلوب اور دلوں کے اعتبار سے اور کل فردا قیامت کو اسکے ہمنشین ہوں گے اپنے بدن اور جسموں کے اعتبار سے۔ اور ہمنشینی کے لفظ سے یہ وہم کرنا کہ نعوذ باللہ خدا کے پاس جا بیٹھیں گے۔ ایسا عقیدہ وخیال تو کفر وزندقہ ہے اسلئے کہ اول تو بیٹھنا اٹھنا ہی خواص جسمانی سے ہے اور ذات حق جسمیت سے منزہ ہے کہ نہ وہ کسی مکان میں محدود ہے اور نہ کسی خاص جگہ یا تخت پر بیٹھی ہوئی اور علی العرش استویٰ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ عرش پر بیٹھا استعارہ ہے عالم خلق کی طرف متوجہ ہونے اور سیاست عالم کے انجام دینے سے۔ چنانچہ ہر زبان کے محاورہ میں بولتے ہیں کہ فلاں بادشاہ تخت پر بیٹھ گیا اسکا مطلب یہ ہے کہ عنان حکومت اسکے ہاتھ میں آگئی اور شاہانہ اختیارات وتصرفات کا مالک ہوگیا اسلئے کہ اگر بادشاہ اسوقت تخت یا کرسی پر بیٹھا ہوا بھی نہو بلکہ سوار ہا یا چہل قدمی کر رہا ہو تب بھی یہی کہا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ تخت نشین ہے اسلئے کہ اسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص گدی نشین اور مالک متصرف ہے بہر حال جب تخت پر بیٹھنا حق تعالیٰ کیلئے بایں معنی ہے کہ عالم کو پیدا فرما کر اس کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا اور سیاسی توجہ اس جانب مبذول فرمائی تو کسی بندہ کی ہمنشینی کا یہ مطلب ممکن ہی نہیں کہ جس تخت پر خدا بیٹھا ہے نعوذ باللہ اسی پر ولی جا بیٹھا پس لامحالہ ہمنشینی کا یہ مطلب ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ کا وہ قرب خاص حاصل ہے جسکی کیفیت وماہیت بیان نہیں ہوسکتی البتہ سمجھانیکی غرض سے جیسا کہ اسکی محبت ومحبوبیت کو بیان کیا جاتا ہے اسی طرح اس قرب خاص کو ایسا سمجھو جیسا کہ ہمنشین کو اپنے ہمنشین کے ساتھ حاصل ہوا کرتا ہے۔ مگر اس قرب خاص میں بھی دنیا وآخرت کے اندر فرق ہوگا لیکن وہ فرق ذات حق کی طرف سے نہوگا کہ وہ تو ہر جگہ ہر وقت موجود ہے

(باقی آئندہ)

باقی جو اغلاط نحوی وصرفی متعلق ترجمہ کے ہیں کہ جن سے مفسر صاحب کی عربیت دانی کی حقیقت کھلتی ہے ان کو قلم انداز کیا جاتا ہے وباللہ التوفیق ومنہ الاعانۃ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ کے متعلق کہتے ہیں کہ بلاشبہ آتش پرستوں میں یہ رواج تھا کہ اُن کے مقدس صحیفوں کے سروں پر ایک ایسا فقرہ لکھا ہوا تھا جو بسم اللہ الخ کے مماثل تھا اور وہ فقرہ یہ ہے ۔

فہ شید بخشائے مہربان داد گر ترجمہ اسکا یہ ہے بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر ۔ مگر یہ فقرہ ایسا عمدہ ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان لانے کا حامی ہو اور اُسی کے لوگوں کو ہدایت کرتا ہو وہ ضرور اسکو تسلیم کرے گا اور اس کا موید ہوگا ۔ پس قرآن مجید میں ہر سورہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم ہونے پر اعتراض کرنا اور اُسکو ایک سرقہ قرار دینا ایک ناانصافی اور محض مکابرہ ہے کون شخص ہے جو خدا کو مانتا ہو اور لوگوں کو بھی منوانا چاہے اور اس فقرہ کو مٹادے اور نہ خدا ایسا کر سکتا ہے کہ جو کلام اُس کی مرضی کے مطابق ہے اُس کے برعکس کوئی کلام نازل کرے انتہی ۔ ہم کہتے ہیں کہ مجیب صاحب کی تقریر سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زرتشتیوں کے اس فقرہ کو تسلیم کیا اور اُس کی تائید کی اور اس کو قرآن میں داخل کیا اور خداتعالیٰ نے بھی بسبب اس کے کہ مرضی کے موافق ہے اسکو منسوخ نہیں کیا اور مخالفین کا یہی اعتراض ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ادیان سابقہ کے مقدس کتابوں سے مضامین چن چن کر کتاب بنالی ہے اور مجیب کے جواب کا بھی حاصل یہی ہے اور ہم پہلے اس کا جواب نہایت خوبی کے ساتھ امام رازی رح کی تقریر سے اوپر دے آئے ہیں اور اسمیں تو کسی ادنیٰ عاقل کو شک ہو بھی نہیں سکتا اس لئے کہ اُس زمانہ میں مکہ یا مدینہ میں نہ کوئی زرتشتی تھا نہ کوئی کتاب اُن کی تھی نہ لغات اُن کے مشہور تھے اور محض مماثلت مضمون سے کیسے مدعا ثابت ہو سکتا ہے اور اصل مدعا پر (کہ قرآن کے مضامین دیگر کتب مقدسہ سے لئے گئے ہیں) مخالفین سے ابتک کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکی اور نہ ہو سکیگی ۔ بہت سے اخوان الشیاطین پہلے بھی اس سعی میں رہے کہ قرآن کے اندر کوئی رخنہ نکالیں لیکن چونکہ اُس کی حفاظت کا خود حافظ حقیقی نے وعدہ فرمایا ہے اس لئے کچھ بھی نہ ہوا

۳۹

اب بھی ان کے اتباع حمایت قرآن کے پردہ میں اسی چال چلتے ہیں لیکن اس سے کچھ نہیں ہوتا ولله الحمد۔

(دعا کے متعلق مفسر صاحب اور اُن کے اتباع کا خیال)

ہمارے مفسر صاحب سورہ فاتحہ کے تفسیر کے ضمن میں دعا کے متعلق خامہ فرسائی فرماتے ہیں کہ دعا جب دل سے کیجاتی ہے مستجاب ہوتی ہے مگر استجابت کے یہ معنی نہیں کہ وہ مطلب پورا ہو جائے مطلب تو اسباب سے پورا ہوگا دعا نہ اُس مطلب کے اسباب سے ہے اور نہ اُس مطلب کے اسباب کی جامع ہے انتہی ملخصاً۔

ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ ہر شے کا وجود اپنے اسباب معہودہ پر بھی مرتب ہو جاتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ بدوں اسباب کے کوئی چیز وجود میں نہ آوے ورنہ اُن اسباب کیلئے اور اسباب ہونگے پھر اُن اسباب الاسباب کیلئے بھی اسباب ہوں گے اس صورۃ میں تسلسل محال یادور لازم آئے گا پس یہ کہنا کہ مطلب بھی اسباب سے ہوگا غلط ہے علاوہ اس کے کسی شے کے وجود کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہی اسباب ہوں جنکا ہمکو علم ہے ممکن ہے کہ مسبب الاسباب نے ایسے اسباب مخفیہ پیدا کر دئے کہ جنکو ہمارا علم محیط نہیں ہے اور وہ اسباب شے مطلوب کے وجود کے لئے کافی ہو جاویں اور یہ جو کہتے ہیں کہ دعا اُس مطلب کے اسباب کی جامع نہیں یہ بالکل باطل محض ہے اسلئے کہ ہم دریافت کرتے ہیں کہ اُن اسباب کے اندر ارادۂ الٰہی کو دخل ہے یا دخل نہیں خود بخود ہی جمع ہوتے ہیں شق ثانی تو ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے شق اول یعنی ارادۂ الٰہی سے وہ اسباب پیدا ہوتے ہیں پس اگر بحالت اجابت دعا کے اللہ تعالیٰ اسباب کو جمع فرمادے تو اس صورۃ میں دعا یقیناً من اسباب سے کے جمع کرنیوالی ہوگی غرض یہ تقریر عقلاً اور نقلاً باطل محض ہے۔

(استجابت دعا کی حقیقت کے متعلق کلام)

آگے چلکر استجابت دعا کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ دعا اُس قوۃ کو تحریک کرنیوالی ہے جو اضطرار کو تسکین دیتی ہے اور جبکہ دعا دل سے اور اپنے تمام فطرتی قوی کو متوجہ کرکے کیجاتی ہے اور خدا کی

عظمت اور اُسکی بے انتہا قدرۃ کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ قوۃ تحریک میں آجاتی ہے
اور تمام قوتوں پر جن سے اضطرار پیدا ہوا تھا غالب ہو جاتی ہے اور انسان کو صبر و استقلال پیدا ہو جاتا
ہے اور اُسی کیفیت کا دل میں پیدا ہونا دعا کا مستجاب ہونا ہے اسی امر پر اشارہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان لفظوں میں فرمایا الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا خالص عبادۃ ہے اور اس سے بھی واضح
کرکے فرمایا الدعاء ھو العبادۃ یعنی دعا عبادت ہی ہے اور پھر فرمایا کہ تمہارا پروردگار فرماتا ہے
کہ ادعونی استجب لکم یعنی مجھکو پکارو میں تمہارے لئے اس عبادۃ کو قبول کرونگا۔ انتہے۔

یہ عجیب مہمل اور لغو اور پریشان تقریر ہے اول تو وہ کون سی قوتیں ہیں جن سے اضطرار پیدا ہوا ہے
دوسرے وہ کون سے فطرتی قوی ہیں جنکو متوجہ کرکے خدا تعالی کی بے انتہا قدرۃ کا خیال جمایا جاتا ہے
اور ثالثاً وہ کون سی قوۃ ہے جو تحریک میں آکر پہلی قوۃ پر غالب آجاتی ہے ان قوتوں کے کچھ نام بھی
ہیں یا محض الفاظ ہی الفاظ ہیں جن کا کوئی حاصل نہیں ہے اور جبکہ اس قائل کے نزدیک اشیار کا
وجود اسباب ہی سے ہے اور نیز دعا اسباب کی جمع کرنیوالی نہیں ہے تو اگر قدرۃ کا بے انتہا خیال
جمانے سے یہ مقصود ہے کہ بسبب دعا کے اُسکی قدرۃ سے اسباب جمع ہو سکتے ہیں تو اُس کے
نزدیک اسباب کے جمع کرنے والی دعا ہوئی اور یہ اعتقاد باطل ہوگیا کہ دعا اسباب کے جمع کرنیوالی
نہیں اور اگر اُس کے نزدیک قدرۃ کو اسباب کے جمع کرنے میں دخل نہیں تو بے انتہا قدرۃ کے دل
میں خیال جمانے کو خیال باطل سمجھیگا اور بسبب مخالفۃ عقیدہ راسخہ ایسا خیال کیونکر جم سکتا ہے
اس لئے کہ جبکہ اُس کے عقیدہ میں یہ ہے کہ دعا اسباب کے جمع کرنے کی سبب نہیں ہے اور قدرۃ باری
تعالی اُس کے نزدیک بدون جمعیت اسباب کے مطلب کے عطا کرنے سے قاصر ہے پس بے انتہا قدرۃ
کا خیال اُس کے دل میں جمنا کسی طرح نہیں ہو سکتا اور اگر جمایا بھی تو محض بے سود ہوا۔ اور یہ جو لکھتے
ہیں کہ صبر و استقلال کا پیدا ہونا ہی دعا کا مستجاب ہونا ہے یہ صریح غلط ہے اس لئے کہ استجابت دعا
کے معنی لغت عرب میں صبر و استقلال کا پیدا ہونا نہیں ہے بلکہ استجابت کے معنی سوال اور مراد کا
پورا ہونا ہے منتہی الارب میں ہے اجاب اللہ دعاءہ قبول کرد خدا دعاے او۔ اور قرآن مجید میں ہے
الا ان دعوتکم فاستجبتم لی۔ یعنی شیطان نے کہا کہ میرا تم پر کچھ قابو نہیں تھا سوائے اس کے
کہ میں نے تمکو (گناہ کیلئے) بلایا تمنے قبول کرلیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں ہے

فاستجبنا له فکشفنا ما به من ضر یعنی ہمنے اُن کی درخواست منظور فرمالی اور جو مرض ان کو لاحق تھا اُس کو زائل کردیا اور حضرت زکریا علیہ السلام کے بارہ میں ارشاد ہے وزکریا اذ نادیٰ ربه رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین فاستجبنا له ووھبنا له یحیی الآیہ یعنی یاد کرو زکریا کو کہ جب اُنھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھکو اکیلا (لاوارث) نہ چھوڑ اور آپ تمام وارثوں سے بہتر ہیں پس ہمنے اُن کی دعا قبول کی اور اُن کو یحیٰی علیہ السلام (بیٹا) عطا فرمایا نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے ولقد نادانا نوح فلنعم المجیبون ونجیناہ واهله من الکرب العظیم یعنی بیشک پکارا ہمکو نوح نے پس ہم کیا اچھے قبول کرنے والے ہیں اور ہمنے اُس کو اور اُسکی اہل کو بڑی کرب سے نجات دی۔ دیکھیے ان سب آیات میں استجابت اور اجابت کے معنی سوال کا قبول کرنا اور مراد کا پورا کرنا ہے اور ان آیات کے سوا اور بھی آیات واحادیث ہیں کہ جنہیں استجابت کے معنی یہی ہیں۔ علاوہ اسکے ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حصول مراد اتفاقاً نہ تھا بلکہ اُن کی دعا سے ہوا جیسا کہ ان آیات میں فاء سببیہ اسپر صاف دال ہے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ اولاد ہونے میں اسباب ظاہرہ کی طرف سے بالکل مایوس ہو چکے تھے مسبب الاسباب نے اُن کی دعا کے بعد اپنی قدرۃ کاملہ سے اسباب پیدا فرمادئے جیسے آیۃ بالا میں واصلحنا له زوجه سے (یعنی درست کردیا ہمنے اسکی زوجہ کو یعنی اُن کو قابل بچہ پیدا ہونے کے کردیا) صاف ظاہر ہے اور اسی طرح حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کا قصہ ہے کہ جب ملٰئکہ نے اُن کے پیدا ہونیکی بشارۃ دی تو اُنھوں نے فرمایا ءالد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا یعنی کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہر شئے کا وجود اسباب معہودہ ہی سے ہونا ضروری نہیں ہے غرض استجابت واجابت دعا کے معنی صبر استقلال ہونا عقلاً و نقلاً ہر طرح باطل محض ہیں اس سے آگے جو دو حدیث اور ایک آیۃ کہ اپنے مدعا پر دلیل لائے ہیں تو ان کو اس مدعا میں کوئی دخل نہیں اس لئے کہ ان احادیث وآیۃ میں صبر واستقلال کا بالکل ذکر نہیں ہے اور اسپر دعوی یہ ہے کہ ہمارے مطلب پر ان میں صاف اشارہ ہے یہ محض مغالطہ ہے اب ہم شرح ان احادیث اور آیۃ کی کرتے ہیں تاکہ معنی اُن کے خوب واضح ہو جاویں اور یہ معلوم ہو جاوے کہ ان کو قائل کے مدعا میں اصلا دخل نہیں۔

(باقی آئندہ)

پھر حق تعالیٰ نے گردن کو پشت کے ساتھ ملادیا گردن سے سُرین کی ہڈی تک ۲۴ ہڈیاں مثل کوڑیوں کے گول ہیں اور سُرین کی تین ہڈیاں اس سے الگ ہیں جس کے ساتھ جانب اسفل میں دُبُر کی ہڈی آکر ملگئی ہے کہ اسکی ترکیب بھی تین ہڈیوں سے ہے پھر حق تعالیٰ نے پشت کی ہڈیوں کو سینے کی اور شانہ کی اور ہاتھوں اور شانہ کی اور سرین اور رانوں کی ہڈیوں سے ملادیا ہے پھر رانیں پنڈلیوں کی ہڈیوں سے جُڑی ہوئی ہیں اور پنڈلیاں پیر کی ہڈیوں سے جاکر ملگئی ہیں یہانتک کہ پیروں کی انگلیوں پر جاکر سلسلہ ختم ہوگیا پس مجموعی شمار ہڈیوں کی انسان کے بدن میں ۲۴۸ تک پہونچتی ہے اور یہ شمار اُن چھوٹی ہڈیوں سے علیحدہ ہے جو مفاصل کے درمیان میں رکھی ہوئی ہیں پس غور تو کرو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں ایک رقیق نطفہ کے پانی سے جو دیکھنے میں حقیر معلوم ہوتا ہے کس طرح پیدا فرمادیں ان تمام چیزوں کے شمار کرانے سے ہمیں اصل مقصود ان کے خالق ما مدبر کی عظمت ظاہر کرنا ہے کہ اُس نے ایک حقیر نطفہ سے ان سب کو کیونکر عجیب حکمت کے ساتھ پیدا فرمادیا اور ہر عضو کی شکل جُدا بنائی اور اُن کو ایک خاص انداز سے بنایا کہ اگر ان سے زیادہ کوئی عضو بدن انسانی میں بڑھ جائے تو وبال جان معلوم ہوتا ہے اور اُس کے کاٹنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور اگر ان سے ایک عضو کم ہوجائے تو اُسکے پورے کرنیکی طرف کامل احتیاج ہوتی ہے پس بدن انسانی کی ترکیب کو خدا نے عاقلوں کیلئے مقام عبرت بنادیا ہے اسمیں بوجہ خاص اندازے اور خاص صورت کی عظمت و جلال الٰہی کی روشن دلیلیں موجود ہیں پھر دیکھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے ہڈیوں کو حرکت دینے کیلئے کسقدر آلات پیدا فرمائے ہیں جو عضلات کہلاتے ہیں عضلات کو گوشت اور پٹھوں اور سفید تاروں اور جھلیوں سے ترکیب دی گئی ہے جنکی مقدار اور صورت حسب موقع و موافق ضرورت کے مختلف ہیں ۲۴ عضلات آنکھ اور پلکوں کی حرکت کیلئے ہیں۔

اگر اُن میں سے ایک بھی کم ہوجائے تو آنکھ کا کام خراب ہوجائے اسی طرح ہر عضو کے لئے خاص شمار اور مقدار سے عضلات پیدا کئے گئے ہیں۔ باقی رگ پٹھوں اور شرائین وغیرہ اور اُنکی مناسبت و جائے پیدائش اور وسعت کا بیان تو بہت ہی عجیب ہے جسکا بیان کرنا موجب طول ہوجائے گا۔ پھر ان سب میں جو خاص صفات اور فوائد و منافع ہیں جنکا حواس سے ادراک بھی نہیں ہوتا وہ تو بہت ہی بڑی چیزیں ہیں۔

۴۵

پھر دیکھئے خدا نے بدن انسانی کو ایک خاص شرف یہ دیا ہے کہ وہ سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور سیدھا بیٹھتا ہے اور سارے کاموں کی طرف اپنے ہاتھوں کو بڑھاتا ہے اور کاروبار بسہولت کر لیتا ہے اگر اُسکو بھی مثل دیگر حیوانات کے اوندھے منہ پیدا کیا جاتا تو کاروبار ہرگز نہ کر سکتا ان فی ذالک لعبرۃ لأُولی الابصار۔

پھر مجموعی حیثیت سے تمام ظاہر و باطن انسان کو دیکھا جائے تو وہ حکمت و مضبوطی کا بنایا ہوا بنگلا ہے جس پر تعجب جسقدر بھی کیا جائے تھوڑا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ انسان کے اعضاء کو غذا کے ذریعہ سے مکمل فرماتے ہیں اور غذا پے در پے بدن میں پہونچتی رہتی ہے مگر حق تعالیٰ نے اعضاء کے لئے خاص خاص مقداریں مقرر کر دی ہیں جن سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتے بلکہ اس حد پر پہونچ کر ٹھیر جاتے ہیں اگر غذا کی زیادتی سے بدن بڑھتا ہی رہا کرتا تو بنی آدم کے بدن بہت ہی بڑھ جاتے (کیونکہ ایک سال میں ہی انسان اپنے جثہ سے بہت زیادہ غذا کھا لیتا ہے اور چند سالوں کی غذا ملکر تو بے شمار مقدار ہو جائے گی) بدن بہت بھاری و بوجھل ہو جاتے اور ذرا ذرا سے کاموں سے بنی آدم ہار کر بیٹھ جاتے۔ پھر اتنے بڑے بڑے اجسام کیلئے اتنی غذا کیسے حاصل کرتے اتنے بڑے جثہ کیلئے لباس اتنا بڑا ہر شخص کہاں سے لاتا اور پھر مکانات اسقدر وسیع ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتے پس عجیب حکمت اور بڑی عمدہ تدبیر یہ کی کہ ابدان کو ایک حد پر ٹھیرا دیا اسمیں مخلوق پر رحمت اور بڑا انعام ہے جب یہ کچھ صنعتیں حق تعالیٰ نے ایک قطرہ پانی میں ظاہر کر دیں تو بتلاؤ اُس صنعت کی بابت تمہارا کیا خیال ہے جو ملک عظیم آسمان و زمین چاند و سورج ستاروں میں خدا نے کی ہے ان سب کی شکلوں میں اور مقداروں میں اور شمار میں اور حیثیتوں میں ملنے میں اور جدا ہونے میں مشرق و مغرب کے مختلف ہونے میں کیا کیا حکمتیں ہوں گی۔

پس یہ گمان نکرنا کہ آسمان اور زمین اور تمام عالم میں کوئی ذرہ بھی حکمتوں سے خالی ہے بلکہ تمام چیزیں اسقدر عجائبات اور حکمتوں پر مشتمل ہیں کہ ان سب کا احاطہ بجز حق تعالیٰ شانہ کے کوئی نہیں کر سکتا کیا تمنے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد نہیں سُنا (أأنتم أشد خلقا أم السماء بناها) رفع سمکها فسواها واغطش ليلها وأخرج ضحٰها والارض بعد ذالك دحاها اخرج منها ماءها ومرعاها والجبال ارسٰها متاعا لكم ولانعامكم الاية

(باقی آئندہ)

الاحکام المتعلقۃ

بابت شعبان ۳۴ھ

فضائل ماہ و مطلق صوم دراں نمبر ۱ - ارشاد نبوی - شعبان میرا مہینہ ہے (دیلمی) نمبر ۲ حضور اس میں بکثرت روزہ رکھتے (شیخین و موطا و ابو داؤد)

نمبر ۳ - ارشاد نبوی - شعبان درمیان رجب و رمضان کے ہے اس میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں (بیہقی)

فضائل شب برات و عبادت دراں یعنی شب ۱۵ شعبان و صوم تاریخ ۱۵

نمبر ۱ - ارشاد نبوی حق تعالیٰ شب نصف شعبان میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور سب گنہگاروں کی مغفرت فرما دیتا ہے (یعنی جو مغفرت مانگے) بجز مشرک کے یا مشاحن کے یعنی جس کے دل میں کینہ ہو (بیہقی) اور اوزاعی نے اسکی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص بدعت والا جماعت حق سے الگ ہونیوالا ہو اور ایک روایت میں ان لوگوں کا استثنا اور آیا ہے ظلم سے محصول لینے والا - جادوگر - غیب کی خبریں بتلانیوالا جیسے آج کل کے فال والے اور حاضرات والے اور عملیات والے کرتے ہیں - عریف یعنی ہاتھ کے خطوط یا دیگر آثار دیکھکر بتلانے والا - سرہنگ ظالم - جابی یعنی جو حاکم کو ناجائز محصول کے طریقہ بتلاوے - کوبہ یعنی طبل یا نرد والا - عرطبہ یعنی طنبورہ والا (نوفل عن علی) اور ایک روایت میں قاطع رحم کا بھی استثنا آیا ہے (سعید بن منصور) اور ایک روایت میں ان کا بھی استثنا آیا ہے - ٹخنے سے نیچے ازار پہننے والا - ماں باپ کو آزار دینے والا - ہمیشہ شراب پینے والا (بیہقی) یعنی زیادہ بُرا ہے ورنہ ایکبار شراب پینے والا بھی فاسق و مبغوض حق ہے نمبر ۲ - ارشاد نبوی - شب نصف شعبان میں عبادت کرو اور اسکی صبح کو روزہ رکھو حق تعالیٰ اس شب میں غروب شمس ہی کے وقت آسمان دنیا پر تشریف لاکر ارشاد فرماتے ہیں کوئی مغفرت مانگنے والا ہے کہ میں اسکو بخشوں - کوئی طالب رزق ہے کہ اسکو رزق دوں - کوئی مبتلائے مصیبت ہو کہ اسکو عافیت دوں - ہے کوئی ایسا - ہے کوئی ایسا - یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے (ابن ماجہ و بیہقی) نمبر ۳ - ارشاد نبوی - اس شب میں اجلیں اور روزیں اور جسکو حج کی توفیق ہوگی سب لکھے جاتے ہیں (بیہقی) نمبر ۴ - حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ ایک شب

(کہ وہ یہی شب تھی) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں تلاش کو نکلی آپ بقیع (قبرستان مدینہ)
میں تھے آپ نے فرمایا کہ اس شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے
بالوں کی گنتی سے زیادہ کی بخشش فرما دیتا ہے (ابن ابی شیبہ و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی) نمبر ۵ عطاء
بن یسار نے کہا کہ شب نصف شعبان میں ملک الموت کو ایک فرد ملجاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جو آسمیں
درج ہیں انکی جان (اس سال میں) قبض کرنا تو بعضا آدمی درخت لگا رہا ہے اور بیبیوں سے نکاح کر رہا ہے
اور مکان تعمیر کر رہا ہے اور اُسکا نام مُردوں میں لکھا جاچکا ہے (ابن ابی الدنیا)۔

منکرات ماہ ہذا بہت سے چراغ روشن کرنا اور لہو و لعب کیلئے جمع ہونا۔ آتشبازی میں مشغول
ہونا اور غالباً یہ عمل ہنود کی دیوالی سے لیا گیا ہے۔ علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ زیادہ روشنی کرنا یہ برامکہ
سے شروع ہوا ہے یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے جب اسلام لائے تو انھوں نے یہ رسم اسلام میں
داخل کی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ کو سجدہ کریں پھر ائمہ ہدیٰ نے ان منکرات کو باطل
کیا اور آٹھویں صدی کے شروع میں بلاد مصریہ اور شامیہ میں ان منکرات کا خوب قلع و قمع کیا گیا۔
(عجب نہیں کہ یہ آتشبازی بھی اسی کا شعبہ ہو) **ھٰذا کلہ من ما ثبت بالسنۃ للشیخ الدھلوی**۔
اور بعض حدیثوں میں جو نصف شعبان کے بعد روزہ کی ممانعت آئی ہے یہ اُس شخص کیلئے ہے جسکو
احتمال ہو کہ ضعف ہو جاویگا پھر رمضان کا روزہ بے رغبتی سے رکھا جائیگا۔

(**تنبیہ**) شعبان ۱۳۳۳ھ کے پرچہ الامداد کے صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں احکام وقتیہ کے ذیل میں
(۱۵) نمبر جو لکھے گئے ہیں اُن کو بھی دوبارہ دیکھ لیجئے صرف قابل اطلاع یہ امر ہے کہ اُس کے نمبر (۱) و (۲)
میں بعض علماء نے کلام فرمایا اور بعد محاکمہ دوسرے علماء کے نمبر (۲) سے احقر نے رجوع کر لیا پس اسپر
بتخصیص وقت عمل نہ کیا جاوے اور نمبر (۱) محاکمہ کے بعد بھی سالم رہا اور عالمگیریہ میں بھی مذکور ہے وہ
باقی ہے مگر اسمیں بھی یہ شرط ہے کہ اُسکو اعتقاداً یا عملاً لازم نہ کر لیا جاوے تفصیل اس کلام و محاکمہ کی ترجیح
الراجح حصہ سوم میں مذکور ہے جو مستقلاً شائع ہونیوالا ہے فقط۔

ایضاً۔ الاحکام الوقتیہ عن بعض المسائل العشریہ ع

(**اطلاع**) جہاں لفظ عشر آویگا عشر و نصف عشر دونوں کو عام ہوگا۔
نمبر ۱ عشر یا نصف عشر (جس عشریہ میں جسکی تعریف عنقریب آتی ہے) کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے

ع والمسائل مذکورہ فی رسالۃ زکوۃ الفرض فی بنات الارض ۱۲ منہ

نہ اس میں کوئی نصاب شرط ہے اور نہ قرض وغیرہ مانع ہے نہ اخراجات زراعت کے اسمیں منہا کئے جاتے ہیں البتہ جو لوگ کسی خاص حصہ پیداوار پر زراعت میں کام کرتے ہیں ان کے حصّہ کا عشر خود ان کے ذمہ ہے۔

نمبر ۲ - نابالغ بچہ و مجنون کی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔

نمبر ۳ - ارض وقف میں بھی عشر واجب ہے۔

نمبر ۴ - ہر پیداوار میں جس سے آمدنی حاصل کرنا مقصود ہو عشر واجب ہوتا ہے خواہ غلہ ہو خواہ پھل پس کھیت اور باغ دونوں میں واجب ہے۔

نمبر ۵ - مقدار عشر میں تفصیل یہ ہے کہ جسکی آبپاشی بارش سے ہوئی ہو اس میں دسواں حصہ پیداوار کا واجب ہے اور جسکی آبپاشی چاہ سے یا نہر کے خریدے ہوئے پانی سے ہوئی ہو اسمیں بیسواں حصہ واجب ہے اور اگر دونوں طرح ہوئی ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر دونوں طریقے مساوی ہوں تو بعض کے نزدیک بیسواں حصہ اور بعض کے نزدیک عشر کا تین ربع یعنی چالیس میں سے تین واجب ہیں۔

نمبر ۶ - خوید وغیرہ جو کاٹ لیجاتی ہے اس میں بھی عشر واجب ہے اور جو بعد تیاری غلہ کے بھوسہ نکلتا ہے اسمیں واجب نہیں۔

نمبر ۷ - جب پھل قابل اطمینان ہو جاوے اسوقت کے حساب سے عشر ہے۔

نمبر ۸ - تیاری سے پہلے جسقدر خرچ کریگا اس سب کا حساب یاد رکھے اس کا بھی عشر دینا پڑیگا۔

نمبر ۹ - اگر پھل توڑنے سے پہلے یا کھیت کاٹنے سے پہلے کسی آفت غیر اختیاری مثل برف یا غرق یا حرق وغیرہ سے پھل یا غلہ ہلاک ہو جاوے عشر ساقط ہو جاتا ہے اور اگر چوری ہو جاوے یا جانور کھا جاوے اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

نمبر ۱۰ - پکنے سے پہلے کھیت بیچ ڈالا تو اس کا عشر مشتری کے ذمہ ہے اور اگر پکنے کے بعد بیچا تو بائع کے ذمہ ہے یہی حکم پھل کا ہے۔

نمبر ۱۱ - جو زمین اجارہ پر دیجاوے اس کا عشر بقول صاحبین کہ مفتی بہ ہے کاشتکار کے ذمہ ہے کہ وہ پیداوار کا مالک ہے اور اگر مزارعت یعنی بٹائی پر ہے تو مالک زمین و کاشتکار دونوں کے ذمہ ہے

اپنے اپنے حصہ میں۔
نمبر ۱۲۔ عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے یعنی مساکین جو اصول و فروع میں سے اور ہاشمی نہ ہوں اور زوج و زوجہ نہ ہو۔
نمبر ۱۳۔ عشری زمین وہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اسکو مفتوح کیا تھا اس وقت تک برابر وہ مسلمان ہی کی ملک میں چلی آئی ہو خواہ بر ٹے میراث یا بروے خرید یعنی درمیان میں غیر مسلم کی ملک میں نہ آئی ہو اور جو ایسی نہو وہ خراجی کہلاتی ہے۔
نمبر ۱۴۔ خراج کی دو قسم ہیں ایک موظف کہ اسکا لگان ایک مقرر مقدار ہے مثلاً روپیہ بیگہ یا کم و بیش دوسرا خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ کسی خاص نسبت سے لے لیا جاتا ہے مثلاً نصف یا ثلث وغیرہ
نمبر ۱۵۔ خراجی زمین میں خراج واجب ہوتا ہے۔
نمبر ۱۶۔ لیکن خراج موظف تو قدرت انتفاع زراعت سے واجب ہوتا ہے باوجود امکان زراعت کے اگر زمین کو معطل چھوڑے رکھیگا یہ خراج واجب ہوجاویگا البتہ جب قدرت زراعت کی نہو تب ساقط ہوجاتا ہے اور خراج مقاسمہ مثل عشر کے اوسوقت واجب ہوگا جب واقع میں پیدا بھی ہو۔
نمبر ۱۷۔ اگر مسلمان کسی غیر مسلم سے زمین خریدے وہ خراجی ہوگی۔
نمبر ۱۸۔ اگر مسلمان کسی غیر مسلم کے ہاتھ عشری زمین بیچ ڈالے وہ خراجی ہوجاویگی۔
نمبر ۱۹۔ خراج کے مصارف مصالح عامہ ہیں اور علماء و مدرسین و مفتیین و طلبہ کی خدمت بھی اس میں داخل ہے۔
نمبر ۲۰۔ عشر اور خراج دونوں ایک زمین میں واجب نہیں ہوتے۔
نمبر ۲۱۔ خراجی زمین سے عشر نہ لکالا جاویگا۔
نمبر ۲۲۔ اسی طرح جس زمین میں عشر واجب ہے اگر اس سے خراج لیا جاتا ہو تو عشر ساقط نہ ہوگا جس طرح مال تجارت سے انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہو گی۔
نمبر ۲۳۔ خراج موظف بالاجماع مالک زمین کے ذمہ ہے کاشتکار کے ذمہ نہیں البتہ خراج مقاسمہ کا حکم مثل عشر کے ہے۔
نمبر ۲۴۔ اگر خراجی زمین کا محصول بادشاہ وقت کی طرف سے معاف ہو تب بھی اگر وہ خراج موظف ہے تو وہ مالک زمین کے ذمہ رہیگا لگے اسمیں تفصیل ہے کہ اگر یہ شخص خراج کا مصرف ہے مثلاً مفتی ہے۔ بس

واجب ہے تو اسکو اپنے صرف میں لانا جائز ہے اور اگر مصرف نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ مصرف میں اسکو پہنچا دے مدارس اسلامیہ کا در چندہ اس کیلئے بہت مناسب ہے البتہ اگر انتفاع بالارض پر قدرت نہو تو خراج ساقط ہے اسی طرح خراج مقاسمہ میں تفصیل ہے۔

نمبر ۲۵۔ اور اگر بوجہ معافی ہونے کے اس کے محصول کی مقدار کی تعیین میں دشواری ہو تو اسکے قرب وجوار کی اراضی غیر معافی کا محصول معتبر ہے۔

نمبر ۲۶۔ ارض وقف کا بھی عشر یا خراج پیداوار سے نکالکر بقیہ کو مصارف میں صرف کیا جاویگا

تنبیہ۔ ارض خراجی میں خراج کا حق شرعی ہونا ابتک احقر کو بھی محقق نہ تھا اب اس تحقیق کے بعد اراضی معافی کے متعلق یہ امر خصوصیت کے ساتھ قابل تنبیہ واہتمام ہے کہ اس کے خراج کا قرب وجوار کی اراضی سے اندازہ کر کے مدارس اسلامیہ میں پہنچا دیا کریں ورنہ اسکے ذمہ یہ حق شرعی واجب رہے گا اور عشر کے حق شرعی ہونے سے بے خبری یا انکار یہ تو غفلت وغلطی عظیم ہے یہ کل تیرہ ۱۳ روایتوں سے اس کے مضاعف یعنی چھبیس ۲۶ مسئلے ثابت ہوتے ہیں وللہ الحمد علی اتمام الجواب واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

ضمیمہ۔ فی رد المحتار تحت قول الدر المختار یجب العشر مانصہ ثبت ذلک بالکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول ای یفرض بقولہ تعالیٰ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ فان عامۃ المفسرین علی انہ العشر او نصفہ وبینہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما سقت السماء ففیہ العشر وما سقی بغرب او دالیۃ ففیہ نصف العشر ص ۷۰ قلت وایضا لقولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ الآیۃ اس عبارت میں تصریح ہے کہ یہ عشر فرض ہے مثل زکوۃ کے قرآن سے اور حدیث سے اور اجماع سے اور قیاس سے اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں کوتاہی یا غفلت کرنا کیسی چیز ہے واللہ الموفق۔

المرقومہ
اشرف علی

۱۰ رجب المرجب ۱۳۴۳ ہجری

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے
(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔
(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔
(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔
(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائیٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔
(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہو گا۔
(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔
(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۱ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔
(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔
(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔
(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔
(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

عہ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۵۱۸ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

وقال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی البخاری کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امتثالاً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خلوت
فی الفوائد المختلفۃ العلمیۃ والعملیۃ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ است
باز بعض آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ بلقب صحیفہ
شہریہ بہ تبرک نام نامیش نیز و خلاصۃ الکتابات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۳ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۷ سنہ ہجری جلد ۲

باداره الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

ایں صحیفہ کامدشش امداد نام	یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ "الامداد" بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۴ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔

(نائب مدیر)

لیکن یہ دعا آہستہ پڑھے کہ مصیبت زدہ کی دلشکنی نہ ہو جیسا کہ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ لا تظہر الشماتۃ لاخیک بعض تو وہ ہیں جو کہ دوسرے کے مصائب پر ہنستے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ افسوس تو کرتے ہیں مگر طعن کے طور پر اسکی بابت اسی حدیث میں ہے فیرحمہ اللہ ویبتلیک یعنی ہنسو مت شاید بجائے اسکے تم مبتلا ہو جاؤ۔

حکایت کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس بیٹھا کھا رہا تھا اس وقت ایک فقیر مانگنے آیا اُسنے فقیر کو جھڑک دیا اتفاق سے کچھ ایسا انقلاب ہوا کہ یہ شخص بالکل تباہ و پریشان ہو گیا۔ حتی کہ جب بیوی کا نان ولفقہ بھی نہ چل سکا تو اسکو بھی طلاق دیدی۔ اور اس نے کسی اور دولتمند سے نکاح کر لیا۔ اتفاق سے اُس دولتمند کے دروازہ پر کوئی شخص سوال کرنے آیا۔ اُس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو بھیک دے آؤ۔ یہ جو دروازہ پر گئی تو وہاں سے روتی ہوئی لوٹی۔ شوہر نے پوچھا تو اُس نے یہ کہا کہ یہ میرا پہلا شوہر ہے اور اسی تذکرہ میں وہ قصہ سائل کے جھڑک دینے کا بھی بیان کیا۔ اس شوہر ثانی نے کہا کہ وہ سائل جو جھڑکا گیا تھا میں ہوں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مال بھی دیا اور اسکی بیوی بھی دی۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے پس عبرت حاصل کرو اور دوسروں کو مبتلائے مصائب دیکھ کر ڈرو۔ بزرگوں نے بہت جگہ اس کو یاد دلایا ہے مگر ہم بے فکر ہیں۔

خالق اسباب کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے مصائب میں پریشانی نہیں ہوتی

مصیبت سے بچنے کے لئے ظاہری اسباب پر دارومدار مت رکھو کہ ہمارے پاس تو تعویذ ہے ہمکو طاعون نہیں آسکتا یہ سب حکم خداوندی کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ سبب اصلی کو اختیار کرو اور وہ رضائے حق ہے اعمال میں احکام کے امتثال میں کوشش کرو کہ اس کے بعد مصیبت حقیقی نہ آوے گی یعنی ظاہری مصائب مثل مرض موت رنج وغیرہ کے تو ہونگے مگر اطاعت کی برکت سے تمھارا قلب پریشان نہیں ہوگا جیسے کہ بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے تو وہ کسی چیز سے پریشان نہیں ہوتا اسی طرح اس مطیع کو چونکہ قرب حق نصیب ہو جاتا ہے لہذا یہ بھی پریشان نہیں ہوتا۔ اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

۱۰۳

سلسلہ کے لئے دیکھو الامداد ماہ رجب ۳۴ھ

موحد چہ برپائے ریزی زرش	چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس	ہمین است بنیاد توحید و بس

بلکہ اس سے ترقی کرکے یہ حالت ہوتی ہے کہ دوست کی بلا کی آرزو کرنے لگتا ہے اسی کو عراقی فرماتے ہیں کہ ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت	سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

لہذا چاہیے کہ مصیبت کے مبتلا کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور طاعت حق میں مشغول ہوں کہ اس سے بچنے کی اصل ترکیب یہی ہے۔

انسان کی مصیبت کا راز

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ایسا تو کوئی انسان نہیں ہے جسکو کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور کوئی بات اسکی مرضی کے خلاف نہ ہو انسان تحت القدرۃ ہے مستقل نہیں ہے اگرچہ ہر امر میں انسان کی ایک مستقل تجویز بھی ضرور ہوتی ہے جسے اسکا ذہن اختراع کرلیتا ہے مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ ہر امر اسکی خواہش کے موافق نہیں ہوتا چنانچہ ارشاد ہے کہ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی یعنی انسان کو اس کی ہر تمنا نہیں ملتی۔ تمنائیں انسان کی بہت کچھ ہوتی ہیں مگر ملتی کم ہیں بلکہ جو خدا تعالیٰ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور وہی انسان کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ اگرچہ اول نظر میں اس کی بہتری انسان کو محسوس نہ ہو لیکن اُسکے نتیجے پر اگر غور کیا جاوے تو اُسکی حکمت معلوم ہو جاتی ہے اور اول نظر میں چونکہ حکمت پر نظر نہیں ہوتی اس لئے خلاف تمنا کو مصیبت کہتے ہیں۔

مصیبت کی حقیقت

اگر حکمت اور مصلحت پر نظر ہو تو کوئی مصیبت مصیبت نہیں بلکہ ہر مصیبت نعمت ہے۔ مگر مراد مصیبت غیر اختیاریہ ہے اور اُسی میں گفتگو ہو رہی ہے برخلاف ان کے جن کو اپنے ہاتھوں اختیار کرتے ہیں یعنی گناہ کہ انسان اُسکو اپنے اختیار سے کرتا ہے سو اس میں کوئی حکمت نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ اسکو گناہ اور معصیت قرار دیا گیا ہے اور اُس سے روکا گیا ہے۔ اور یہی تحقیق ہے

۱۰۴

درمیان فعل عبد اور فعل حق کے کہ کوئی فعل شر کا خدا تعالیٰ سے صادر نہیں ہوتا فعل شر وہی ہے جو بندہ اپنے اختیار سے خلاف رضائے حق کرتا ہے تو امور اختیاریہ عبد تو خیر و شر دونوں ہیں اور غیر اختیاری جو محض من جانب اللہ ہیں وہ خیر محض ہے اس لئے عارفین نے اپنے متعلقین کو یہ تعلیم کی ہے اور اس سے انہیں ایک ہمواری پیدا ہوگئی ہے کہ جس سے وہ پریشان نہیں ہوتے

			۵
در صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست		در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست	

تو جو پیش آئے اسکو خیر سمجھے خواہ وہ بیماری ہو یا دشمن کا اپنے اوپر غالب آنا ہو یا فقر و فاقہ ہو یا اور کوئی مصیبت ہو غرضکہ سب میں بہتری ہے مگر یہ بہتری ایسی ہے کہ جیسے دوا کی بہتری کہ شفیق ماں باپ تو جانتے ہیں کہ حلق سے اترتے ہی تریاق کا کام دیگی لیکن بچہ نہیں سمجھتا بلکہ ماں باپ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے کہ انھوں نے ایسی دوا پلا دی یا جیسے دنبل میں نشتر دینا کہ ماں باپ خوش ہیں مگر بچہ اُن کو دشمن سمجھتا ہے۔ نشتر زن ماں باپ سے انعام طلب کرتا ہے اور بچہ تعجب کرتا ہے لیکن ہر عاقل جانتا ہے کہ واقع میں یہ کام انعام کا ہے تو بچہ کے علم کو جو تفاوت ماں باپ کے علم سے ہے اُس سے بہت زیادہ تفاوت بندہ اور خدا کے علم میں ہے۔ تو خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ جس حادثہ کو بندہ مصیبت سمجھ رہا ہے اُس میں کیا کیا حکمتیں مخفی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم اسپر جسکی نظر ہوگی وہ ہر گز اُسکو مصیبت نہ سمجھے گا جس طرح جراح نے نشتر لگا کر مصیبت میں نہیں پھنسایا اسی طرح خدا تعالیٰ جو بندے کے ساتھ کرتے ہیں سب بہتری ہوتا ہے مگر بندہ اُسکی حکمت کو سمجھتا نہیں حالانکہ اگر ذرا غور کرے تو بعض حکمتیں معلوم ہو بھی سکتی ہیں۔

مصیبت کے فوائد اور خاصیتیں

مصیبت میں یہ خاصیت ہے کہ اخلاق درست ہو جاتے ہیں انسان خدا کو یاد کرنے لگتا ہے تو یہ نصیب ہو جاتی ہے تنبہ ہوتا ہے کہ فلاں امر کی وجہ سے یہ ہوا تو یہ کھلے فائدے نظر آتے ہیں مگر بعض لوگ اس کو یاد نہیں رکھتے تب اس معنی کر مصیبت نہ کہی جائے گی مگر ظاہر نظر میں وہ مصیبت ہے کیونکہ حقیقت لغویہ مصیبت کی یہ ہے کہ کوئی بات خلاف طبیعت

پیش آئے اور چونکہ زندگی میں زیادہ واقعات ایسے ہی ہوتے ہیں اس لئے کوئی بھی مصیبت سے خالی نہیں ہے کوئی مال کی طرف سے پریشان ہے کوئی صحت کی طرف سے پریشان ہے کوئی اولاد کی طرف سے پریشان ہے غرض ہر شخص کو کوئی نہ کوئی مصیبت لاحق ہے اگرچہ ہر ایک پر اثر الگ الگ ہوتا ہے۔ اور ایک سرسری اثر ایسا بھی ہے کہ کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اگرچہ برائے چندے ہی ہو اور وہ اثر تنبہ ہے اپنی بدعملی پر اور اپنے ضعف و عجز پر۔ بڑا ظالم ہے وہ شخص کہ اس پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اس پر متنبہ نہو۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ وہ انسان ہی نہیں اور جو انسان ہوگا وہ ضرور اس طرح متاثر ہوگا۔ اور یہ تاثر بہت بڑی نعمت ہے

تکبر قبول حق سے بڑا مانع ہے

قبول حق اور رجوع عن الباطل سے بڑا سد راہ یہ ہے کہ انسان اپنے کو سب سے بڑا سمجھے۔ اسی وجہ سے یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تھے اگرچہ جانتے تھے کہ آپ پیغمبر برحق ہیں خدا کے نبی ہیں بلکہ حضور کے تشریف لانے کے پیشتر ہی وہ حضور کو جانتے تھے حتی کہ مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ عنقریب ہم تمہاری خبر لیں گے جب وہ رسول تشریف لے آئیں گے۔ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ لیکن جب آپ تشریف لائے تو آپ کے اتباع میں اپنے جاہ کا نقصان ہوتے دیکھ کر آپ کے ساتھ کفر کیا۔ سمجھے کہ آج تو ہم احبار کہلاتے ہیں مقتدا شمار ہوتے ہیں۔ اگر ایمان لے آئیں گے تو چھوٹے ہو جائیں گے اسی طرح رؤسائے مکہ یہ کہتے تھے کہ لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔[1] کہ اگر یہ کلام خدا کا کلام ہوتا تو کسی بڑے شخص پر کیوں نازل نہیں ہوا ایک یتیم پر کیوں نازل ہوا پھر یہ کہ آپ کے پاس تمول بھی نہ تھا اس لئے رؤسا کہتے تھے کہ کسی رئیس پر کیوں نازل نہ ہوا تو ان کو قبول حق سے یہی مانع تھا۔ اور اس کی بڑی مذمت آئی ہے حدیث میں ہے کہ رائی برابر بڑائی بھی جسکے قلب میں ہوگی وہ جنت میں نہ جاویگا اور اس مرض سے بہت کم لوگ خالی ہیں کم و بیش سب میں ہوتا ہے اور اس نے شیطان کو جس نے آٹھ لاکھ برس تک عبادت کی تھی ایک پل میں مردود بنا دیا۔ اور اسی راز کی وجہ سے حکمائے

[1] اے علی سبیل الکمال و فیہ تشدید العذاب ۱۲

نے کہا ہے کہ صرف وظیفوں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کسی کامل کی صحبت نہ ہو۔ کہ وہ اس کے تکبر کا علاج کرے ہمنے دیکھا ہے کہ جو لوگ محض کتابیں دیکھ کر کچھ کرتے ہیں ان کے اخلاق درست نہیں ہوتے۔ غرض کہ شیطان نے تکبر ہی کی وجہ سے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ اور اس کے سبب ملعون ہوا۔

بلا تکبر کا بھی علاج ہے

سو مصیبت سے ایسے بڑے مرض کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔ غرضکہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس پر مصیبت کا اثر نہ ہو۔

مصیبت میں لوگوں کے حال کا تفاوت

لیکن فرق یہ ہے کہ بعض لوگ تو یاد رکھتے ہیں۔ اور اکثر بھول جاتے ہیں۔ اور بھول جانیکے یہ معنی نہیں کہ ان کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں رہی مگر برتاؤ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے دوسرا ناواقف یہ اخذ کر سکتا ہے۔

اور اس مرض کے کئی درجے ہیں۔ بعض کو تو مصیبت آتے وقت بھی پوری طرح تنبہ نہیں ہوتا سخت تعجب اُس شخص پر ہے جو کہ مصیبت آنے پر یہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں ہم سے کیا گناہ ہوا ہے جسکی پاداش بھگت رہے ہیں۔ صاحبو! کونسا وقت ہے کہ ہم اُس میں گناہ نہیں کرتے ہم تو ہر وقت ہی گناہ میں مبتلا ہیں پھر اس سوال کے کیا معنی اور بعض کو دوسرے طرز کی غفلتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہم میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ ہم نے کچھ کیا ہے جس سے مصیبت آئی دوسرے وہ کہ ان کو یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ کیا ہے مگر پھر بھی تدارک نہیں کرتے استغفار نہیں کرتے بلکہ بعضے تو اور زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں۔

حکایت۔ جہاز میں دیکھا ہے کہ عین شدت طوفان کے وقت نہایت پریشانی میں بعض لوگ یا علیؓ یا علیؓ کہتے تھے اور بہت سے لوگ حضرت غوث الاعظمؒ کو پکارتے تھے۔ اللہ اکبر یہ لوگ مشرکین عرب سے بھی بڑھ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفار کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا۔

حکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر سے پوچھا کہ تمہارے کتنے خدا ہیں اُس نے کہا کہ سات ہیں چھ زمین میں اور ایک آسمان میں آپ نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت کا خدا کونسا ہے اُس نے کہا کہ آسمان والا۔ تو مشرکین عرب مصیبت کے وقت ایک خدا ہی کو پکارتے تھے مگر ہندوستان میں مصیبت کے وقت بھی دوسروں ہی کو پکارتے ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے کہ گناہ کو یاد کر کے تدارک بھی کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت خدا ہی کی طرف رجوع بھی ہوتے ہیں لیکن وہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

اہلکاران بوقت معزولی	شبلی وقت و بایزید شوند
باز چوں می رسند بر سر کار	شمر ذی الجوشن و یزید شوند

یعنی جب تک مصیبت رہی اللہ بھی یاد ہے رسول بھی یاد ہے۔ اور جب مصیبت ٹلی تو ایسے آزاد کہ گویا خدا تعالیٰ کی حدود حکومت ہی سے نکل گئے۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔ اذا مس الانسان الضر دعانا اور اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔ کذلک زین للمسرفین ما کانوا یعملون۔ یعنی وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ لوگ حدود سے باہر ہو گئے ہیں اور یہ خاصیت ہے کہ نیک عمل میں بصیرت ٹھیک رہتی ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو بینش جاتی رہتی ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ اُن کو اپنے اعمال خوش معلوم ہوتے ہیں۔ پس علت اس کی اسراف ہے کہ اسکی وجہ سے بری باتیں مزین معلوم ہونے لگتی ہیں۔ صاحبو! آخر کس بات نے تمکو اس قدر بے فکر کر دیا ہے کہ جو تمکو کسی حادثہ سے بھی تنبہ نہیں ہوتا حق تعالیٰ کو تو ہر جگہ ہر طرح کی قدرت ہے اُس سے بچ کر آخر کہاں جاؤ گے پھر معاصی پر کس طرح دلیر ہو مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ۔

حکایت۔ ایک ملاح سے ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں مرے اُس نے کہا کہ دریا میں ڈوب کر کہنے لگا اور دادا۔ کہ کہ دریا میں کہنے لگا کہ پھر بھی تم دریا میں رہتے ہو ڈرتے نہیں ملاح نے کہا کہ تمہارے باپ کہاں مرے کہنے لگا کہ گھر میں پوچھا کہ دادا۔ کہنے لگا کہ گھر میں ملاح نے کہا کہ پھر بھی تم گھر میں رہتے ہو ڈرتے نہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت تو ہر جگہ موجود ہے اس کے قہر سے تو کسی جگہ اور کسی وقت مامون نہیں ہو سکتے۔

۱۰۸

خدا تعالیٰ کے قہر سے نہ ڈرنا کسی حالت میں بھی خلاف عقل ہے

تو جو شخص کہ خدا سے ایک وقت میں ڈرے اور دوسرے وقت نہ ڈرے وہ کسقدر ناداں ہے دوسرے اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ خاص اُس مصیبت ہی کے وقت میں زیادہ خطرہ ہے تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ دوبارہ اُسی مصیبت میں مبتلا کر دیں۔ اور اس طرح مسلط فرما دیں کہ وہ ہلاک ہی کر دے اسی کو فرماتے ہیں کہ ام امنتم ان یعیدکم فیہ تارۃ اخری. صاحبو اپنے کسی وقت خدا تعالیٰ کے قبضہ سے نکلا ہوا مت سمجھو اور سب گناہوں کو ترک کر دو۔

دیکھو گناہ میں مصیبت اس لئے آتی ہے کہ اس سے خدا تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور یہ بات سارے گناہوں کو عام ہے۔ اگرچہ وہ کسی قسم کے گناہ ہوں تو جب خدا تعالیٰ ناراض ہوئے اور ہر قصہ اُن کے قبضہ میں ہوا تو ممکن ہے کہ پھر کسی قصہ میں مبتلا کر دیں دیکھو اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوا تو نمرود کو ایک مچھر سے پریشان کر دیا۔

حکایت۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ نمرود کی یہ حالت تھی کہ جب سر پر چوٹ لگتی تھی تو چین آتا تھا دیکھو کہاں نمرود اور کہاں مچھر۔ مگر خدا تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ ہمارا ایک معمولی سپاہی بھی کافی ہے اور بچانے والا سوائے خدا کے اور کون ہے اور اگر وہ نہ بچاوے تو ادنیٰ ذرہ پریشان کرنے کو کافی ہے۔

حکایت۔ ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ اسکی ناک پر بار بار ایک مکھی آکر بیٹھتی تھی اُس نے تنگ آکر کہا کہ معلوم نہیں مکھی کو کیوں پیدا کیا ہو گا وزیر نے کہا کہ اس واسطے پیدا کیا ہے کہ متکبرین کا تکبر ٹوٹے حاصل یہ ہے کہ ذرا سنبھل کر خدا تعالیٰ کی مخالفت کرو تم میں تو ایک مکھی کی مقاومت کی تاب بھی نہیں بس اگر بچنے کی کوئی صورت ہے تو یہی کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ افلاطون کی ایک حکایت لکھی ہے کہ اُس نے حضرت موسیٰ ؑ سے پوچھا کہ اگر آسمان قوس ہو اور حوادث تیر ہوں اور خدا تعالیٰ تیر انداز ہوں تو بچکر کہاں جاوے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیر انداز سے قریب ہو جاوے کہ تیر دور والے پر چلاتے ہیں۔ افلاطون نے کہا کہ بے شک آپ نبی ہیں۔ کیونکہ یہ جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ خلاصہ یہ کہ اگر خدا کے

۱۰۹

ان لشکروں سے بچنا چاہو تو خدا کا قرب حاصل کرو اور فوراً توبہ کرو اور اس توبہ پر قائم رہو۔ کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہوں گے اور سب مصائب کو زائل فرماویں گے۔

ظاہری انتظام باطنی انتظام کے تابع ہے

کیونکہ یہ کارخانہ ظاہری وابستہ ہے کارخانہ باطن کے ساتھ۔ اول حکم وہاں سرزد ہوتا ہے پھر اسی کے موافق یہاں ہوتا ہے۔

حکایت۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ شہر کا انتظام بہت سست تھا۔ ایک شخص نے شاہ صاحب سے وجہ پوچھی فرمایا کہ آجکل یہاں کے صاحب خدمت سست ہیں پوچھا کہ کون ہیں شاہ صاحب نے کہا کہ ایک کنجڑہ بازار میں خربوزے فروخت کر رہا ہے وہ آج کل صاحب خدمت ہے یہ اُس کے امتحان کیلئے گئے اور امتحان اس طرح کیا کہ خربوزہ کاٹ کاٹ اور چکھ چکھ سب ناپسند کر کے ٹوکرے میں رکھ دیئے وہ کچھ نہیں بولے۔ چند روز کے بعد دیکھا کہ انتظام بالکل درست ہو گیا اسی شخص نے پھر پوچھا کہ آج کل کون ہیں شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک سقہ ہے چاندنی چوک میں پانی پلاتا ہے۔ مگر ایک پیالہ کی ایک چھدام لیتا ہے۔ یہ ایک چھدام لے گئے اور اُن سے پانی مانگا انھوں نے پانی دیا اس شخص نے پانی گرا دیا کہ اس میں تنکا ہے اور دوسرا کٹورہ مانگا انھوں نے پوچھا کہ اور چھدام ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں انھوں نے ایک دھول رسید کیا اور کہا کہ خربوزہ والا سمجھا ہوگا۔ اس شخص نے آکر بیان کیا کہ یہ واقعہ ہوا شاہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھ لو آج کل یہ ہیں کہ سب کو بیگار کہا ہے۔ تو سمجھ لو کہ ظاہری انتظام باطنی انتظام کے تابع ہے۔ پھر اس باطن کا ایک باطن ہے کہ وہ حکم حق ہے جسکے صدور میں طاعت و معصیت کو بھی دخل عظیم ہے یعنی جب خدا کو ناراض کرو گے۔ تو اول محکمہ باطن میں حکم نازل ہوگا پھر اُسکے تابع ظاہر میں ہوگا۔ اور مصائب نازل ہونگی لہذا ان کی اصل تدبیر یہ ہے کہ خدا کو راضی کر لو پھر کوئی مصیبت نہ آوے گی۔

(باقی آئندہ)

دوسری بات یہ تھی کہ میں نے لکھا تھا کہ میں قلب کو علوم سے خالی پاتا ہوں اسکے جواب میں آپنے تحریر فرمایا کہ اسمیں بھی حکمتیں ہیں مثلاً تجرد توجہ الی اللہ وغیرہ۔ سو الحمد للہ کہ آپ کا فرمانا صحیح ہوا اور یہ دونوں باتیں ہوگئیں ہیبت مبدل بہ انس ہوگئی اور توجہ الی اللہ بھی بہ نسبت پہلے کے زیادہ ہوگئی

ؔ وعدہ ہاے اہل دل گنجے بود ۔۔۔ وعدۂ نا اہل خود رنجے بود

حقیقت قصہ یہ ہے کہ ایک روز عشاء کے فرضوں کے بعد جبکہ آپ مسجد میں موجود تھے مجھے ایک قسم کی سخت بے چینی ہوئی جس کا تحمل دشوار سمجھکر میں مسجد سے چلا آیا مگر بے چینی کے ساتھ ہی ایک قسم کا لطف بھی تھا بس یہ نمونہ تھا کہ وذلزلوا زلزالا شدیدا ۔ ولیبلی المومنین منہ بلاءً حسنا ۔ خیر تھوڑی دیر میں یہ حالت فرو ہوگئی پھر دوسرے تیسرے روز پھر عشاء کے وقت نماز میں ایک حالت وارد ہوئی اور تھوڑی دیر رہی حالت کی تعبیر اس کلام سے کیجاتی ہے کہ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا۔ اس حالت میں عین قلب میں ایک بالکل خفیف گرمی سی محسوس ہوتی تھی اور اسی کا اثر سکون اطمینان بشاشت اور ایک نہایت لطیف سرور قریب بہ سکر معلوم ہوا اور یہ بشاشت تمام جسم میں معلوم ہوتی تھی اور جیسے کسی شخص کو کسی عزیز الوجود چیز کے حصول پر ایک فرحت اور اطمینان محسوس ہوتا ہے بس ایسا ہی معلوم ہوتا تھا وہ خاص گرمی جو قلب میں محسوس ہوتی تھی وہ تو تھوڑی دیر کے بعد جاتی رہی مگر اس کا اثر ایک دوامی شان سے اب تک ہے۔ گاہے گاہے وہ حالت پھر بھی عود کرتی ہے۔ اور اس وقت ایک مغلوبیت سی ہوجاتی ہے۔ آپ کے موجود رہنے سے اس حالت میں ترقی ہوتی ہے اور آپ کے جانیکے بعد اس حالت میں کمی ہوجاتی ہے پچھلے دنوں جب آپ تشریف لیگئے تھے تو دل کو تنگی معلوم ہوتی تھی اور اس حالت کا خاص اثر یہ ہوا ہے کہ آپ سے تعلق بڑھ گیا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس سے کوئی چیز میرے اندر آتی ہے بعض وقت غلبہ محبت میں پاؤں چومنے کو جی چاہتا ہے مگر چونکہ آپ کو یہ امر گوارا نہیں معلوم ہوتا اسوجہ سے طبیعت رکتی ہے اور دوسرے یہ کہ بمصداق شعر مشہور ؎

دست بوسی چوں رسید از دست شاہ ۔۔۔ اندراں دم پاے بوسی شد گناہ

اس امر سے حجاب آتا ہے۔ آپ میرے اس اظہار محبت کو دعوی پر محمول نہ فرماویں میں کسی

دعوی کے قابل بھی نہیں محبت تو بڑی شے ہے۔اس کا دعوی تو کار سے دارد۔پس یہ اظہار بھی ایک نادان دل کی گستاخی ہے۔اور رسوائی پسند دل کا تقاضا ہے ورنہ میں اسکی اہلیت نہیں رکھتا کہ دعوی محبت کروں ؎

کجا یابم وصال چوں تو شاہے　　من بدنام رندِ لاابالی

اسی حالت کا ایک یہ بھی اثر ہے کہ یہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا ہر چند کہ بعض دوستوں نے ایک اشتیاق آمیز طلب کا خط بھی لکھا مگر کیا کروں ابھی تو جی نہیں چاہتا۔ہاں اگر کوئی مجبوری پیش آگئی تو دیکھا جاویگا اور اسی مذکورہ حالت کا ایک یہ بھی اثر ہے کہ فواحش معاصی کا تقاضا مغلوب ہے بہ نسبت پہلی حالت کے اور توجہ الی اللہ اور رقت بھی اکثر رہتی ہے۔ایک عجیب بات اس حالت میں یہ ہے کہ اس حالت کا غلبہ رات کو زیادہ ہوتا ہے۔عشاء و مغرب وغیرہ اوقات میں ابتدا اس کی بھی رات کو ہوئی اور نیز مسجد اور نماز ہی میں یہ حالت پیدا ہوئی اور مسجد اور نماز ہی میں اس کا زیادہ عود رہا ہے۔اس حالت کی ابتداء و غلبہ کا وقت چونکہ رات ہے اس لئے یہ شعر مطابق حال ورد زبان ہے ؎

وشمس الناس تطلع بعد فجر　　وشمسی تطلع بعد العشاء

وبطربنی اشعار الحافظ حیث قال فی مثل ہذا الاحوال ؎

دوش وقتِ سحر از غصہ نجاتم دادند　　وندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
بیخود از شعشعہ پرتو ذاتم کردند　　بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند
چہ مبارک سحرے بود و چہ فرخندہ شبے　　آں شب قدر کہ ایں تازہ براتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں　　خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند
ہمت حافظ و انفاس سحر خیزاں بود　　کہ ز بند غم ایام نجاتم دادند

۶۰

میری بساط اور میری حیثیت تو کسی قابل بھی نہیں اور نہ مجھ سے کوئی ذکر و شغل ہوتا ہے اور نہ شب بیداری یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے اور آپ کی نظر التفات کا نتیجہ ہے۔مجھے اسکو بجز کلفت کے کیا فرحت ہو سکتی ہے جس پر آپ خوش ہوں یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ میری ہر طرح سے اصلاح فرماتے ہیں اور مجھ جیسے سراپا کلفت و کدورت کو اپنی صحبت میں رکھنا گوارا فرماتے

ہیں میں آپ کی عنایت کا حق کیسے ادا کر سکتا ہوں بس یہ عرض ہے ؎

رہا نیدی مرا از شر ہستی　　چو بیہودی دمادم جام مے را
حماک اللہ عن شر النوائب　　جزاک اللہ فی الدارین خیرا
جزاک اللہ کہ چشم باز کردی　　مرا با جان جاں ہمراز کردی
نیارم گوہر شکر تو سفتن　　سرِ موے ز احسان تو گفتن
مرا از زلفِ تو موے بسند است　　ہوس را راہ مدہ بوے بسند است
فی الجملہ نسبتِ بتو کافی بود مرا　　بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است
کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل　　نسیم صبح تیری مہربانی
نگاہ نازاو فہمید راز سینہ جوشی را　　رساند آخر بجاے عشق فریاد خموشی را

دعا ترقی و دوام استحکام کی فرماویں ؎

جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے　　جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

تحقیق۔ مبارک باد ایں حالت مبارک۔ دل سے ترقی و استقامت کی دعا اور قبول دعا کی امید رکھتا ہوں۔

حال۔ دیگر عرض یہ ہے کہ اس حالت مذکورہ میں بوجہ ضعف دماغ کے سر میں گرانی اور پریشانی کبھی محسوس ہونے لگتی ہے اسوقت تنہائی کو چھوڑ کر قصداً دل کو دوسری طرف متوجہ کرتا ہوں تو افاقہ ہو جاتا ہے سہو و نسیان بہت ہوتا جاتا ہے لیکن نماز میں کم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ کوئی فکر کی بات نہیں اگر ممکن ہو قلب و دماغ کیلئے کوئی تدبیر طبی حکیم صاحب سے پوچھ لیں۔

حال۔ ایک اور امر قابل گزارش یہ ہے کہ پہلے میں اکثر اشعار مشتمل بر استمداد و تشفع بجناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتا تھا۔ اور درود شریف بھی میرا خاص وظیفہ تھا قرآن شریف سے بھی زیادہ درود شریف میں دلچسپی تھی مگر اب کچھ مدت سے نہ اشعار استمداد و تشفع ہیں اور نہ جناب سرور کائنات کی محبت کا غلبہ وہ جناب سرور کائنات کی طرف دل کا جھکنا شوق میں بیتاب ہونا بالکل بھول سا گیا ہے درود شریف بھی محض عادۃً پڑھ لیتا ہوں اور جی نہیں لگتا

بہ خلاف اس کے قرآن شریف میں اب زیادہ جی لگتا ہے ارشاد عالی کا منتظر ہوں۔

تحقیق۔ یہ توحید کا غلبہ ہے جو کہ مقاصد میں سے ہے شکر کیجے۔

حال۔ ایک دو خوابیں جنکی نسبت طبیعت کو ذرا تردد ہے عرض کرتا ہوں ایک تو یہ دیکھا کر آپ اپنے ہاتھ سے مجھے کھانا دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں آٹھ آدمیوں کی گنجایش ہے اگر تمہاری مرضی ہو لیلو آٹھ کی تحدید کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔

تحقیق۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسوقت کے کام کرنے والوں میں آٹھ شخص کی تکمیل ہو جعلکم اللہ منہم

حال۔ دوسرے یہ کہ میں نے دیکھا کہ آپ اور میں سہ ہی مسجد میں ہیں اور آپ نے عمامہ مجھے دیا پھر نہ معلوم کس نے صلاح دی کہ عمامہ کی چادر بنالو پھر وہیں آپ کے سامنے عمامہ کو دہرا کرکے اور دونوں پاٹ کھول کر ملاے تو اچھی خاصی چادر بن سکتی تھی چادر کی نسبت یہ بات میرے دل میں گذری ہے کہ چادر بہ نسبت عمامہ کے اشمل واستر ہوتی ہے واللہ اعلم۔

تحقیق۔ عمامہ علامت مقتدائیت اور چادر علامت اشتمالی شفقت کی حق تعالیٰ دونوں وصفت استعاقیاً عطا فرمادیگا۔ صفر ۱۳۳۶ھ

حال۔ ترددات کی وجہ سے و نیز ضعف دماغ وغیرہ کے سبب سے یکسوئی نصیب نہیں ہوتی اور محنت بھی نہیں کرسکتا۔

تحقیق۔ محنت پر مقصود موقوف نہیں جسقدر آسانی سے ہوسکے کافی ہی ضروری تردد اور ضعف خود بھی مجاہدہ اضطراری قایم مقام مجاہدہ اختیاری کے ہے اور معین ہو مقصود میں۔ صفر ۱۳۳۶ھ

حال۔ حسب الارشاد حضور والا شغل پاس انفاس جاری ہے مگر جسوقت چلتا پھرتا ہوں پاس انفاس جاری ہوجاتا ہے مگر جاے قرار دوکان وغیرہ پر اجرار بند ہوجاتا ہے۔ مگر یاد داشت اور دھیان حق تعالیٰ کا ضرور رہتا ہے لہذا عرض ہے کہ جاے قرار پر بھی شغل پاس انفاس جاری ہونے کا طریقہ ارشاد فرمادیجے۔

تحقیق۔ واقع میں قرار مانع نہیں۔ اصل مانع مشغولی کاروبار کی ہے سو اس مشغولی کے ساتھ یہ شغل جاری نہیں رہ سکتا اسکی کوشش بے سود ہے اسلئے ایسے وقت میں ذکر لسانی جاری رکھئے۔ صفر ۱۳۳۶ھ

(۵۶) فرمایا کہ آج کل مناظرہ و مجادلہ کرنے سے فریقین کی نیت اچھی نہ ہونے سے اکثر فساد بڑھتا ہے اور گروہ بندی ہو جاتی ہے اگر کسی کی اصلاح کرنا مقصود ہو تو مناظرہ معروفہ فی زماننا اس کا طریق نہیں ہے بلکہ اس کا یہ طریق ہے کہ پہلے تو لوگوں سے مناسبت پیدا کرے مگر اپنا دین خراب نہ کرے اور تالیف قلوب کے بعد رفتہ رفتہ ان کی تربیت کرے کبھی کسی بات پر تنبیہ کر دی جب اس پر عمل ہونے لگا تو دوسری بات پر تنبیہ کر دی وعلیٰ ہذا القیاس یہ طریقہ ہے افادہ اور اصلاح کا میں نے جب مکان پر مستقل قیام کیا ہے تو یہی طریق اختیار کیا تھا بحمد اللہ تعالیٰ اب تقریباً پورا قصبہ بدعات و رسوم مذموم سے پاک ہو گیا۔ **ف** قال الجامع یدل علیہ قول عز من قائل اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔

۵۹

(۵۷) فرمایا کہ جس زمانہ میں یہاں اسلامی سلطنت تھی تعلیم دین کا اتنا چرچا نہ تھا وجہ یہ کہ عوام الناس کو طلبہ و علماء کی خدمت کا اہتمام نہیں تھا سلطنت پر اطمینان تھا کہ اسکی طرف سے بندوبست ہو جاویگا اور اب عام توجہ ہے یہاں کے عوام کی بھی یہی حالت تھی۔

(۵۸) فرمایا کہ ریاستوں سے جن علماء کے وظائف مقرر کئے جاتے ہیں خود ان لوگوں میں بھی اکثر ریاست کی شان آجاتی ہے دینی خدمت کم کرتے ہیں اگر وظائف کا انتظام ریاست سے کسی متدین عالم کے سپرد کیا جاوے اور خرچ سے زیادہ وظائف نہ دئے جائیں اور جن کے سپرد ہو وہ گاہ گاہ نگرانی بھی کریں تو البتہ دینی نفع حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ عالم منتظم تنقید اور خبر گیری سے بندوبست کرے جو کام میں لگا ہو اس کی خدمت کرے اور جو بطال اور معطل ہو اسکو نہ دے اور نیز بوجہ کفایت سے زیادہ نہ ہونے کے علماء میں شان ریاست بھی پیدا نہ ہو۔

(۵۹) فرمایا کہ آداب کلام سے ایک یہ بات ہے کہ سوال کا جواب دینے میں بلا ضرورت تامل نہ کیا جاوے کہ اس میں سائل کو انتظار کی کلفت اٹھانا پڑتی ہے۔

(۶۰) فرمایا کہ اگر طالب علموں کے اخلاق کی اصلاح کیجاوے تو اُن کو ناگوار ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ پڑھانے میں اس سے کیا تعلق حالانکہ یہ لغو بات ہے اور کج فہمی ہے لیکن خیر بعد فراغت علوم تو استصلاح اخلاق و اصلاح عادات مناسب ہے اور اس صورت میں طالب کو مصلح کا

کچھ کہنا سننا ناگوار بھی نہ ہوگا کہ وہ خاص اسی کام کیلئے مصلح کے پاس حاضر ہوا ہے۔

(۶۱) ۲۰ ربیع الاول۔ ایک صاحب نے حضرت والا سے بذریعہ تحریر دریافت کیا تھا کہ میں ایک جوڑہ نعلین اپنے ہمراہ خدمت بابرکت میں پیش کرنا چاہتا ہوں حضرت نے جواب تحریر فرمایا کہ میرے پاس آج کل جوڑے متعدد ہیں اس لئے تم تکلیف نہ کرنا اور وہ صاحب حضرت سے منتسب بھی تھے سو جب وہ یہاں حاضر ہوئے تو تب بھی جوڑہ ہمراہ لائے پیش کیا حضرت نے واپس فرما دیا اور فرمایا کہ یا تو تم نے مجھ سے دریافت نہ کیا ہوتا اور اگر دریافت کیا تھا تو اس پر عمل کیا ہوتا میرے جواب کو فضول اور لغو سمجھا جب تو اس پر عمل نہیں کیا۔ کیا انتساب کے یہ آداب ہیں۔

(۶۲) ۲۳ ربیع الاول۔ فرمایا کہ جن لوگوں کا مجھ سے فقط بیعت کا تعلق ہے اور علمی تعلق بالکل نہیں نہ انھوں نے مجھ سے پڑھا اور نہ ان سے گفتگو علمی ہوتی ہے بہ نسبت ایسے لوگوں کے مجھے ایسے لوگوں سے زیادہ محبت ہے جن سے علمی تعلق ہے خواہ باقاعدہ تلمذ ہوا ہو یا گاہے گاہے گفتگو علمی ہوتی رہتی ہو اور یہ میرا مذاق طبعی ہے جسمیں مضطر ہوں۔

(۶۳) ایک تاجر حضرت سے بیعت تھے اونھوں نے سخت گستاخیاں کیں تحریراً و تقریراً پھر معافی چاہی لیکن بے قاعدہ طریق سے پس حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنے متعلقین و منتسبین کی حرکات ناشائستہ پر طبعی طور پر رنج ہوتا ہے بہتر ہے کہ تم بیعت کا تعلق مجھ سے قطع کر دو اور اسکا اعلان کر دو بس میرا دل تم سے بالکل صاف ہو جاویگا حالانکہ یہ امر دوسرے پیروں کے یہاں مزید بغض کا باعث ہے لیکن میں اسکو صفائی باہمی کا سبب قرار دیتا ہوں وجہ یہ کہ جن سے میرا خاص تعلق نہیں چونکہ ان کی اصلاح میرے ذمہ نہیں اسلئے مجھے ان سے رنج نہیں رہتا اور جن کی اصلاح متعلق ہے ان سے اگر تسامح کیا جاوے تو یہ خیانت ہے کہ اصلاح کی ذمہ داری کرکے پھر تساہل کیا جاوے اس لئے ان پر مجھے بڑا غصہ آتا ہے اور علاوہ اس کے تجربہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں نرمی سے اخلاق درست نہیں ہوتے۔

(۶۴) میں نے عرض کیا کہ خدمتگار جیسے کہ خاکروب وغیرہ اگر اپنے حقوق واجبہ مقررہ سے زائد بطریق تبرع طلب کریں تو ان کو دینا جائز ہے یا ان کا از خود طلب کرنا سوال ممنوع ہے جس میں یہ حکم ہے کہ کچھ نہ دیا جاوے فرمایا جائز ہے لوٹا اس وجہ سے کہ یہ لوگ اپنے حقوق واجبہ پر زیادت

چاہتے ہیں جیسے زیادت ثمن یا زیادت مبیع کی بعد بیع درخواست کرنا اور ثانیاً اسوجہ سے کہ سوال وہاں منع ہے جہاں سوال کی وجہ سے تذلل ہو ورنہ بے تکلفی کی جگہ سوال منع نہیں جیساکہ باہم دوستوں میں ایک دوسرے سے کچھ مانگ لیتے ہیں پس اسی طرح ان لوگوں کا مانگنا بھی ہے یہ عرفاً ذلت نہیں شمار کیا جاتا۔

(۶۵) فرمایا کہ جیسے متقدمین کے علوم ہیں گو اُن میں تہذیب اور ترتیب زیادہ محفوظ نہیں متاخرین کے علوم اُس شان کے نہیں گو اُن میں تہذیب و ترتیب بہت کچھ ہے چنانچہ مثنوی معنوی اور عوارف بھی اس کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے کہ ان میں کیسے کیسے علوم ہیں۔

(۶۶) ۲۴ ربیع الاول۔ فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ **فضل الرحمن** صاحب قدس سرہ بالکل تارک الدنیا اور شیخ کامل نیز اکابر علماء میں سے تھے اور طبعی تیزی مزاج مبارک میں تھی جس کا سبب تکبر ہرگز نہ تھا مگر متکبرین اُس کی برداشت نہ کرسکتے تھے چنانچہ ایک تعلقہ دار ضلع لکھنؤ نے مجھ سے کہا کہ مولانا صاحب کے یہاں لوگوں کی بڑی اہانت ہوتی ہے کسی ایسے بزرگ کا پتہ بتلاؤ جو مریدوں کی قدر اور عزت اور خاطر کرے بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگوں کے دماغ خراب ہوگئے ہیں پیر سے خاطر و عزت کے خواہاں ہوتے ہیں دیکھو حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم بعض اوقات بڑے بڑے رؤسا سے نہایت ہی خشونت کا برتاؤ کرتے تھے اور وجہ اُس کی یہ تھی کہ حکیم صاحب پیشہ ور طبیب نہ تھے نہ مدار بسر اوقات طبابت کو سمجھتے تھے بلکہ صاحب کمال تھے اور ایک شان ریاست قدرتی طور پر ان کے اندر ہویدا تھی جیساکہ ہر اہل کمال کے لئے ایسی شان کا ہونا ایک محدود درجہ تک لازم ہے اور وہ شان استغنا ہے تکبر نہیں ہے اور اس برتاؤ کو سب جھیلتے تھے سو حیرت ہے کہ طبیب جسمانی کے تو ایسے نخرے اٹھائے جاویں اور طبیب روحانی کا امتحان اور اس کی تنقید بداخلاقی شمار کیجاوے بڑی بے انصافی کی بات ہے مریض اور طبیب کا باہمی جو برتاؤ ہوتا ہے وہی برتاؤ پیر اور مرید کا ہونا چاہئے پیروں سے خاطر داری کی امید رکھنا اور آرزو کرنا بڑی حماقت ہے دیکھو مریض پر شفقت تو طبیب کو بہت ہوتی ہے لیکن اس کی خاطر و مدارات بالکل معمولی طور پر کرتا ہے اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ مجھے تو خود پیر کو مرید سے خدمت و تعظیم کی خواہش کرنا بھی برا معلوم ہوتا ہے اور مرید بھی اس کا زیادہ اہتمام

نہ کرے بلکہ باہم ایسی بے تکلفی ہونا چاہئے کہ مرید پیر کا ادب تو کیا کریں بے تمیزی سے پیر کی ساتھ پیش نہ آویں لیکن تعظیم زیادہ نہ کریں مثلاً التزاماً جہاں پیر کھڑے ہوئے فوراً خود بھی اسی طرح کھڑے ہوگئے ایسی تعظیم سے پیر کو بھی ایذا ہوتی ہے بس قیام کا التزام نہ کریں گو اُسوقت بیٹھا رہنا مرید پر بار ہی ہو ورنہ یہ تو اپنے نفس کی اطاعت ہوگی اور پیر کی طرح نافرمانی ہے ہاں اگر کبھی اتفاقاً ایسا بھی ہوجاوے تو مضائقہ نہیں لیکن عادت ڈالنا ایسی باتوں کی بیشک مذموم ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے واسطے صحابہؓ کے قیام کو پسند نہ فرماتے تھے آپ کو ناگوار ہوتا تھا اسی وجہ سے حضرات صحابہؓ نے آپ کے لئے قیام چھوڑ دیا تھا حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ جب حدیث پڑھانے تشریف لاتے تھے تو ہم تلامذہ کھڑے ہوجاتے تھے کیونکہ نشست کا تحمل نہ ہوسکتا تھا لیکن مولانا صاحب کے چہرے پر بل پڑ جاتا تھا چنانچہ ایک روز فرما ہی دیا کہ اس قیام سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اس روز سے ہم نے قیام چھوڑ دیا اور مولانا کی راحت کو اپنی راحت پر ترجیح دی۔

(۶۷) فرمایا کہ ولی محمد شارح مثنوی مولانا روم قدس سرہ۔ ماہر فن تو بڑے ہیں مگر کہیں کہیں مطالب مثنوی کے بیان کرنے میں حد شرعی سے تجاوز ہوجاتا ہے اور مولانا شاہ بحر العلوم قدس سرہٗ نے جس زمانے میں مثنوی کی شرح کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک تصوف کا رنگ ان میں کم تھا مگر شریعت سے تجاوز نہیں کرتے۔

(۶۸) فرمایا کہ ایک صاحب حضرت مولانا قطب دوران فضل الرحمٰن صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا اسباب مسجد میں رکھدیا مولانا نے روکا مگر وہ نہ مانے مولانا صاحب نے آواز دی کوئی ہے وہ مسافر بولا بھلا کوئی آئے تو سہی کوئی نہ آیا۔ مولانا ان کا اسباب خود اٹھا کر باہر رکھ آئے انھوں نے پھر لاکر مسجد میں رکھ لیا پھر حضرت خود اسباب باہر رکھ آئے اسی طرح تین بار ہوا مولانا خاموش ہوگئے ۔ خرچ بھیجا تو اس نے واپس کردیا مولانا تشریف لائے اور سخت و سُست کہا پھر اس سے معافی چاہی اور فرمایا چونکہ میرے پاس کثرت سے اہل دنیا اپنے مقاصد کے لئے دعا وغیرہ کرانے آتے ہیں مجھے ان سے وحشت ہوتی ہے تمہارے ساتھ بھی اسی خیال کی بنا پر ایسا برتاؤ کرنے لگا حسبۃً للہ تعالیٰ معاف کردو

(باقی آئندہ)

(۸) **سوال** ایک شخص نے یہ خواب شب کے وقت دیکھا ہے تعبیر کیا ہے ایک شخص نے اپنے عزیز مسمّٰی زید کو جسکو انتقال کئے ہوئے آٹھ سال ہوئے شب کے وقت خواب میں دیکھا کہ بہت پریشان ننگے سر ننگے پیر ہے اور ایک گروہ ڈاکوؤں میں شامل ہے جسمیں بہت لوگ گرفتار ہیں۔

جواب محض خواب کی بنا پر کسی کو برا سمجھنا جائز نہیں مردہ کے ساتھ حسن ظن رکھے اپنے خواب کو وسوسہ سمجھے لیکن احتیاطاً اُس کے لئے دعاء و استغفار و ایصال ثواب کرے جو کہ بلا خواب بھی ہر حال میں بہتر ہے ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

(۹) توجیہ بعض اجزاء مشکلہ حکایت راعی موسیٰ علیہ السلام مذکورہ مثنوی معنوی برقریب نصف دفتر دوم۔ یہ شخص جاہل تھا مگر صاحب حال۔ غلبۂ حالت میں بنا برلینے جہل کے کچھ بچھ کہہ رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کو اُسکی باتوں سے اُس کا جہل تو معلوم ہوا اور مغلوب الحال ہونا معلوم نہیں ہوا اور اسمیں کچھ استبعاد نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ماعز کی نسبت پوچھا تھا کہ اسکو جنون تو نہیں۔ اسلئے اسپر نکیر فرمایا اس نکیر سے وہ حال جاتا رہا اور اپنے جہل کے اقوال پر ندامت ہوئی اور اس ندامت کے اشتغال سے وہ اشتغال سابق جو بلا واسطہ بحق تھا جاتا رہا جو اپنی ذات میں اشتغال بالندم کی نسبت اکمل فی قرب الالٰہی ہے کیونکہ قرب بھی اشتغال بحق ہے اور قرب بلا واسطہ اکمل ہوگا بواسطہ سے گو کسی عارض سے وہ بواسطہ والا انفع ہو چنانچہ اُس راعی کو اُس سے نفع عظیم پہنچا جو کہ حکایت ہی میں مذکور ہے مگر چونکہ یہ ممکن تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا توقف فرماتے اور غور کے بعد قرائن قویہ و نور بصیرت سے اُس کا صاحب حال ہونا معلوم کرکے اسوقت سکوت فرماتے کیونکہ اسوقت وہ مکلف نہ تھا اور بعد افاقہ کے اسکے جہل کو رفع فرما دیتے تو اس طریق سے اُس کا جہل بھی رفع ہو جاتا اور وہ قرب خاص بھی زائل نہ ہوتا اس لئے حق تعالیٰ نے اسپر شکایت فرمائی اور دونوں مذکورہ اشتغالوں کے تفاوت سے اسکو جدا کردن سے تعبیر فرمایا بس اسمیں جو یہ مضامین ہیں۔ بردہ ویراں خراج و عشر نیست الخ مطلب یہ ہے کہ عین غلبۂ حال میں اُس سے تعرض مناسب نہ تھا نہ یہ کہ مکلف ہونے کے وقت بھی وہ مطلق العنان چھوڑ دیا جاتے اور شاید سلہ معاف بفضل اللہ ماشاء الخ سے مطلق العنانی کا شبہ پڑے تو اسکی توجیہ یہ ہے کہ شارع کو اختیار ہے اگر کسی شخص کو حکم عام سے کسی قدر مخصوص کر دیا جاوے

جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بکری کے بچہ کی قربانی کی اجازت دیکر فرمایا۔ ولن تجزئ عن احد بعدک ۔ اور ایسی تخصیص باعتبار بعض شرائط و قیود کے مستلزم للطلاق عنان کو نہیں اور مبنی اس تخصیص کا یہ ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اس راعی کی حالت و قدرت سے معلوم تھا کہ جس مرتبہ تنزیہ پر اسکو موسیٰ علیہ السلام پہونچانا چاہتے ہیں بوجہ ضعف عقل کے وہاں نہ پہونچ سکے گا خاصکر غلبۂ عشق عقل سے اتنا بھی کام نہ لینے دیگا پس جسطرح فقہار نے ایسے شخص کو جو بعد کوشش کے تصحیح حروف سے ناامید ہو گیا ہو ترک تجوید کی اجازت دیدی ہے اسی طرح اسکی حالت یا من عن کمال المعرفۃ مقتضی ہوئی اس کیلئے کسی قدر توسع کو اور گو ایسے شخص کے لئے ایسا توسع یہ بھی کلیہ عامہ شرعیہ ہے مگر اس کی تخصیص صرف اتنی ہوگی کہ دوسروں پر جو کہ مغلوب العشق نہیں زیادہ کوشش کرنا ضروری تھا اور اسپر وہ زیادہ کوشش ضروری نہ رہی اور گو یہ بھی ایک کلیہ ہے لیکن چونکہ اس کلیہ کے مصادیق شاذ و نادر ہیں والنادر کالمعدوم اس لئے حکماً ایسا سمجھا جا کہ گویا یہ حکم اسی کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں اور اگر یہ کہا جاوے کہ جو غلبۂ عشق بلا جمع اسباب ہو اُس میں تو معذوری قاعدہ عامہ ہے لیکن جو غلبہ بجمع اسباب ہو جیسا بعض ذاکرین کی حالت سے مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جب وہ خلوت یا مراقبہ میں ذکر و فکر میں مشغول ہوتے ہیں فوراً یا کسی قدر دیر کے بعد اُن پر ایسے آثار غالب ہو جاتے ہیں سو جس شخص کی ایسی حالت ہو اور اس کو معرفت صفات حق کی بقدر ضرورت حاصل نہ ہوئی ہو اُس کو حکم یہ ہے کہ اس معرفت کو تحصیل میں مقدم کرے اور اُس کو اُن اسباب کے جمع سے منع کیا جاویگا اور ممکن ہے کہ اُس شبان کی ایسی ہی حالت ہو مگر باوجود اس کے وہ اُس معرفت کی تقدیم کا مامور اور اس جمع اسباب کا منہی نہ ہو اس کے لئے معرفت ناتمام ہی کو جائز رکھکر اُس کی اس حالت عشقیہ کو اس کے لئے پسند کیا گیا ہو تو اس تقریر پر تخصیص بے تکلف محفوظ رہے گی۔　　　۲۵ ربیع الاول ۳۴ھ

(۱۰) **سوال** ۔ شبہ یہ ہے کہ ان آیات سے بندہ بالکل مجبور محض ثابت ہوتا ہے اور جب خدا تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اضلال کا تو بندہ مکلف کیونکر ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ نوشتہ تقدیر کے خلاف نہیں کر سکتا اس سے کارخانہ تکلیف درہم برہم ہوا جاتا ہے بجز اس کے جیسی ؎

ہمہ ہرچہ کردم تو برہم زدی　　　چہ قوت کند با خدائے خودی

۲۲

اد ہر شرع شریف میں وارد ہے (لاجبر ولا قدر ولکن الامر بین الامرین) اس مسئلہ پر نقض پڑتا ہے اگرچہ یہ اعتراض تو مخالفین کا ہے میرے فہم سے جو یہ لکھا محض سمجھنے کے لئے ہے تقدیر پر میرا ایمان ہے اور یہ مسئلہ اعتقادیات میں سے نہایت اہم ہے اس سے کب انکار ہوسکتا ہے اس کے متعلق علاوہ اصولیوں کی تقریر کے آپ تحریر فرماویں یا جو کچھ میرے مناسب ہو ارشاد فرمایا جاوے۔

جواب۔ میرے نزدیک تو یہ مناسب ہے کہ اس کی کاوش[۱] میں نہ پڑیئے اس میں قال سے شفا نہیں ہوتی حال سے ہوتی ہے۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

(۱۱) **سوال**۔ احقر کو جب کبھی کوئی دشواری پیش آتی ہے خواہ وہ کسی مضمون علمی کے سمجھنے میں ہو یا کسی عمل پر استقلال میں تلون ہوتا ہو یا دنیوی ضیق ورنج ہو تو استغفار کرتا ہے اس سے دشواری بھی اکثر رفع ہوجاتی ہے اور قلب میں ایک خاص بشاشت اور نشاط پیدا ہوتا ہے لیکن کبھی فقط دشواری جاتی رہتی ہے اور تکدر قلب میں باقی رہتا ہے نشاط نہیں ہوتا گو زیادہ استغفار کیجاوے اسکا سبب کثرت معاصی ہے یا کچھ اور۔

جواب۔ عوارض طبعیہ کا اختلاف اس تفاوت کا سبب ہے کہ کبھی طبعی نشاط ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا اور مقصود انشراح عقلی وروحانی ہے اور وہ حاصل ہے۔

(۱۲) **سوال**۔ ایک ذاکر نے عرصہ ہوا یہ بیان کیا تھا کہ باوجود شدت سردی کے حالت ذکر میں مجھے پسینہ آجاتا ہے میں نے کہا کہ یہ طبعی گرمی کا اثر ہے جو ذکر کی وجہ سے ہوجاتی ہے ہاں اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ذکر نے تمام جسم میں سرایت کی ہے اور بس اصلی اثر حرارت طبعی کا ہے یہ جواب صحیح ہے یا غلط۔

جواب۔ بالکل صحیح ہے۔ ۱۸ ربیع الآخری ۱۳۳۴ھ

(۱۳) **سوال**۔ مردہ جب قبر کے اندر لٹا دیا جاتا ہے تو منکر ونکیر آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں اگر مردہ نیک ہے تو خوشخبری دیتے ہیں اور کہتے ہیں اے بندہ خدا تو حشر تک بہ آرام اس طرح

[۱] اتفاق سے اسی روز ایک اور طالب حق کو یہی شبہ مجھ تک پہونچا میں نے جواب دیا کہ زبانی جواب دیا جاویگا جس پر زبانی جواب یہ دیا گیا کہ اس کا مقتضی تو یہ ہے کہ اگر دوسرا کوئی شخص مجھ تک پہونچا دے تو تم بھی اس کو غیر مکلف مجھو جیسا اپنے کو غیر مکلف ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے ۱۲ منہ

۲۲۳

سو جیسے پہلی شب کی دلہن اور اس کے واسطے جنت کی کھڑکی کھول دیتے ہیں پس نیک بندہ حشر تک نہایت آرام کے ساتھ سویا کرے گا اور نیند سے اسی وقت بیدار ہوگا جب حشر قائم ہوگا بصورت تصحیح روایت مذکورہ دلکو بڑی الجھن پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ سونے والے آپس میں کسطرح ملاقات کر سکتے ہیں جیسا دوسری روایات میں آیا ہے اور کیونکر ہمکلام ہو سکتے ہیں۔

جواب۔ سونے سے مراد استراحت جو غایت سرور سے مشابہ نوم کے ہے اور ایسا سرور مانع ملاقات و مکالمت نہیں ہے۔ ۱۸ ربیع الاخر ۱۳۴۳ھ

نکتہ عدم ذکر عروج سموات در آیت اسرار

(۱۴) بعض لوگوں کو سبحٰن الذی اسریٰ۔ الآیۃ میں اسرا کی غایت مسجد اقصیٰ فرمانے سے اور سموات کے ذکر نہ کرنے سے اس کے انتفار کا شبہ ہو جاتا ہے سو اول تو احادیث میں پھر خود قرآن میں سورہ والنجم کی آیت ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ الخ میں مذکور ہونے کے بعد یہ شبہ محض باطل ہے اور ہر جگہ ہر جزو کا مذکور ہونا ضروری نہیں دوسرے اس جگہ اس کا ذکر نا بعد تامل بدون ارتکاب تجوز کے (جو کہ خلاف اصل ہے اور بدون کسی خاص مقتضی کے اصل سے عدول نہیں کیا جاتا) صحیح بھی نہ تھا بیان اس کا موقوف ہے دو مقدمہ پر ایک یہ کہ شروع آیت میں اسریٰ بعبدہٖ لیلاً واقع ہوا ہے جسکہ ذکر کرنا بحکمت اشارہ وقوع اسرار فی اللیل کے کہ وہ دلالت ہے زیادہ اختصاص پر بوجہ اس کے لیل کم مادہ وقت خلوت کا ہے) خصوصیت واقعہ کے مناسب دوسرا یہ کہ حسب تصریح اہل ہیئت کے لیل و نہار ہی کے تکون کا محل ہوا کا طبقہ کثیفہ مخلوطہ بالابخرہ ہے جسکا لقب کرۃ البخار اور عالم نسیم اور کرۃ اللیل والنہار بھی ہے کیونکہ ہواؤں کا چلنا اور ظلمت و نور کی قابلیت اسی میں ہے اور اس کا ثخن ارض سے تقریباً سترہ فرسخ یعنی اکاون میل ہے اور اس سے آگے ہوائے لطیف صافی من الابخرہ ہے اور شمس کی شعاعیں چونکہ طبقہ کثیفہ سے منعکس نہیں ہوتیں اس لئے وہاں نہار کا تحقق نہیں اور چونکہ لیل ضد ہے نہار کی اس لئے لیل کا بھی تحقق نہیں ان دونوں مقدموں سے معلوم ہو گیا کہ فوق سموات تو در کنار یہاں سے پچاس میل آگے بھی لیل و نہار کا تحقق نہیں۔

ولا يعارضه ما رواه النسائي ص۱۸۸ عن
عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي
صلى الله عليه قال المتبايعان بالخيار
ما لم يتفرقا الا ان يكون صفقة خيار
ولا يحل له ان يفارق صاحبه خشية
ان يستقيله اه لان هذا متكلم فيه
ولو سلم فهو لا يعارض الصحيح ولو سلم
فهي اشارة والاولى كالصريح او صريح
والاشارة لا تفوق الصراحة واما قول
ابن عمر ما ادركت الصفقة حيا مجموعا
فهو من المبتاع رواه البخاري ص۲۸۴
فهذا وان احتج به الطحاوي فهو
غير تام وغير مفيد لانا لا نقول بمفاده
اذ الهلاك قبل القبض عندنا يوجب
فسخ البيع وكون الهالك من مال البائع
لا من المبتاع فما لا نقول به كيف نحتج
به فلا يفيد في اثبات خيار المجلس قوله
وفعله فهما وان تعارضا بقيت رواية
سالمة بل ينبغي ان يؤول هذا الاخير
ويراد بالصفقة الصفقة التامة
باعتبار جميع شرائطه - ومن شرائطه
التفرق بالابدان فمعنى هذا القول
ما ادركت الصفقة بعد التفرق

اور وہ روایت جسکو نسائی نے صفحہ ۱۸۸ پر عمرو بن شعیب
سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنے باپ سے اور
ان کے باپ نے اپنے دادا سے روایت
کیا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بائع اور مشتری کو (فسخ کا) اسوقت تک اختیار رہتا ہے
جبتک کہ وہ جدا نہوں۔ مگر اس صورت میں کہ بیع بشرط
اختیار ہو۔ (اس وقت اختیار بعد تک بھی حاصل رہیگا)
اور ان میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے ہم
معاملہ سے اس اندیشہ سے جدا ہو۔ کہ مبادا وہ اس سے
اقالہ کی درخواست کرے۔" مذکورہ بالا روایات کے
معارض نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس حدیث کی حجت میں کلام
ہے اور اگر اسکو حجت مان بھی لیا جائے۔ تب بھی وہ
صحیح (متفق) کے معارض نہیں ہو سکتی۔ اور اگر معارض
ہی مان لیا جائے تب بھی (کام نہیں چلتا کیونکہ) یہ
حدیث (اس مقصد میں) اشارۃ النص ہے۔ اور روایات
اولی یا تو مثل صریح ہیں۔ یا عین صریح اور اشارہ صراحت سے
نہیں بڑھ سکتا۔ (کہ اس سے صراحت کو چھوڑ دیا جائے)
رہا ابن عمر کا یہ فرمانا۔ کہ جو بیع کے وقت زندہ اور صحیح سالم
(ہو اور) اسکے بعد وہ بائع کے پاس ہلاک ہو جائے، تو وہ مشتری
کی سمجھی جائیگی۔ جسکو بخاری نے صفحہ ۲۸۴ پر بیان کیا ہے
سو وہ۔ گو اس سے طحاوی نے استدلال کیا ہے
نا تمام و غیر مفید ہے۔ کیونکہ ہم (احناف) اسکے مفہوم
کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سے کہ (اس کا مفہوم یہ ہے کہ) قبل
از قبض جو مبیع ہلاک ہو جائے۔ وہ مشتری کی سمجھی جاویگی
اور ثمن اسپر لازم ہوگا اور ہمارے نزدیک بیع کے قبضہ سے
پہلے ضائع ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاتی ہے۔ اور بائع کا
مال ضائع ہوتا ہے۔ نہ کہ مشتری کا۔ تو جس کو ہم خود تسلیم
نہیں کرتے۔ اس سے ہم (دوسروں کے مقابلہ میں) کیسے

۵۱

بالبدن حتا مجموعًا فهو من المتاع فمجرد قول النخعی رد الحدیث الصحیح مرفوعًا وموقوفًا یمجه الطبع ویستنکره ولا نرید من جنابکم ذکر ما رواه الشراح او الاحناف لذهو رد الحدیث الصریح الصحیح لا غیر بل معاملة مع عثمان تدل علی ان تلک السنة کانت مستمرة عندهم۔

استدلال کرتے ہیں۔ پس ہمکو ابن عمر کے قول وفعل میں معنی لغت ثابت کرنا کچھ مفید نہ ہوگا۔ نیز اگر ان کے قول و فعل میں تعارض بھی ہے۔ تو ان کی روایت تو تعارض سے) محفوظ ہے (پس ہمکو تعارض ثابت کرنے کی فکر نہ کرنی چاہیے) بلکہ مناسب ہے۔ کہ اس اخیر روایت اقوی کی تاویل کیجائے۔ اور صفقہ سے وہ بیع مراد لیجاوے جو بلحاظ اپنی جمیع شرائط کے تام ہو۔ اور منجملہ شرائط تمام کے تفرق بالابدان بھی ہے۔ لہذا اس قول کے یہ معنی ہونگے جو بیع بیع مع تفرق ابدان کے وقت زندہ۔ اور صحیح سالم ہو وہ (بائع کے پاس ہلاک ہوجانے کی صورت میں) مشتری کی ہوگی ایسی صورت میں حدیث صحیح موقوف و مرفوع کو محض نخعی کے قول سے رد کر دینے کو طبع سلیم رد اور ناپسند کرتی ہے (یہ شبہ ہے ہم اس کا جواب چاہتے ہیں۔ لیکن) ہم جناب سے یہ نہیں چاہتے۔ کہ (اسکے جواب میں) انہیں باتوں کا ذکر کیا جاوے جو شراح یا احناف نے بیان کی ہیں۔ کیونکہ ان کا حاصل صرف اسقدر ہے۔ کہ ہم حدیث صحیح صریح کو نہیں مانتے۔ بلکہ عبداللہ ابن عمر کا حضرت عثمان کے ساتھ معاملہ تو اسکو ظاہر کرتا ہے۔ کہ (یہ مسلک صرف ابن عمر ہی کا نہیں اور وہ اسکے اکیلے وہی راوی نہیں بلکہ) یہ طریقہ ان کے یہاں عام طور پر تھا اور بالعموم صحابہ اس سے واقف اور اس پر عامل تھے)۔

۵۲

الجواب۔ هذه الشبهة من شبهاتی القدیمة ولا شك فان ظاهر الاحادیث هو ثبوت خیار المجلس لکن لا یصح الحکم بکون المذهب الحنفی مخالفا للاحادیث یقینًا ما دامت الاحادیث تحتمل التاویل ولو کان فیه شیء من البعد ولا یسلم احد من اهل المذاهب المتبوعة عن نحو هذه التاویلات کما حمل بعض الشافعیة قوله علیه السلام فاقرأ ما تیسر معک من القرآن علی الفاتحة فانها متیسرة واقرب دلائل حنفیة

الجواب۔ یہ شبہ میرے پرانے شبہات میں سے ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ احادیث سے ظاہر ایسا ہی ثابت ہے۔ کہ خیار مجلس ثابت ہے لیکن جبتک کہ احادیث میں تاویل کا احتمال ہے۔ گو اس میں کسی قدر بعد ہو۔ اسوقت تک یہ کہنا صحیح نہیں۔ کہ مذہب حنفی یقینی طور پر حدیث کے خلاف ہے۔ اور اہل مذاہب متبوعہ میں سے کوئی بھی اس قسم کی تاویلات سے نہیں بچ سکتا چنانچہ بعض شافعیہ نے جناب رسول اللہ صلعم کے ارشاد فاقرأ ما تیسر معک من القرآن کو سورۃ فاتحہ پر محمول کیا ہے کیونکہ وہ آسان ہے (دیکھو یہ کسقدر بعید تاویل ہے۔ علی ہذا اور بھی تاویلات بعیدہ ہیں۔ جو ہر ایک اپنے موقع پر کیجاتی ہیں پس مذہب حنفی کو مورد الزام بنانا ہرگز مناسب نہیں) (حنفیہ کی سب سے زیادہ قریب الصحت) دلیل جناب کا عمل

قوله عليه السلام لا يحل له ان يفارقه
خشية ان يستقيله رواه الخمسة الا ابن
ماجة ورواه الدارقطني كذا في النيل
ج ٥ ص ١٩٩. ففيه دليل على انه صاحبه
لا يملك الفسخ الا بحجة الاستقالة و
اما قول المخالفين انه لو كان المراد
حقيقة الاستقالة لم تمنعه من المفارقة
لانها لا تختص بمجلس العقد فالجواب
عنه ان قرب العهد بالعقد له دخل
مشاهد في تأثر كل من المتعاقدين
بالتماس الآخر اما قوله لا يحل فمحمول على
الكراهة من انه لا يليق بالمروة وحسن
معاشرة المسلم كما اضطر اليه ايضا
القائلون بخيار المجلس فان حل
المفارقة اجماعي عندنا وعندهم
جميعا اما كونه متكلما فيه فيعتبر لو كان
معارضا للصحيح ولم يعارض بعد تاويل
الصحيح واقرب التاويلات حمل التفرق
بالابدان على الاستحباب تحسينا للمعاملة
مع المسلم كما ذكر في تقرير حديث
الاستقالة واما قول المخالفين انه لو كان
المراد تفرق الاقوال لخلا الحديث عن
الفائدة وذلك ان العلم محيط بان

صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "کسی کو یہ امر جائز
نہیں۔ کہ وہ اپنے ہم معاملہ سے اس خوف سے جدا
ہو جاوے۔ کہ وہ اس سے اقالہ کی درخواست کریگا۔ اسکو
ابن ماجہ کے سوا پانچوں ارباب صحاح نے روایت کیا ہے
اور دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے یہ مضمون نیل
ج ۵ صفحہ ۱۹۹ میں مذکور ہے۔۔۔۔
کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فریق ثانی کو بدون اقالہ
کی درخواست کے اور کوئی اختیار فسخ کا نہیں۔ باقی مخالفین
کا یہ کہنا۔ کہ اگر استقالہ سے طلب اقالہ حقیقۃً مراد ہوتی
تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفارقت سے
منع نہ فرماتے۔ کیونکہ (مفارقت اس سے مانع نہیں۔
اس لئے کہ اقالہ یا استقالہ مجلس عقد کے ساتھ مخصوص
نہیں (پس معلوم ہوا کہ اس سے خیار مجلس کو عمل
میں لانا ہی مراد ہے) سو اس کا جواب یہ ہے، کہ (جو
ممانعت ہے) کہ ہر عاقد کے دوسرے کی درخواست سے
متاثر ہونے میں۔ عقد کے قریب الوقوع ہونے کو
بہت بڑا دخل ہے۔ جو کہ مشاہد ہے (پس حاصل ارشاد
یہ ہے۔ کہ کسی کو یہ خیال کر کے الگ نہ ہونا چاہئے
کہ معاملہ نیا ہے۔ اگر اس وقت اس نے اقالہ کی درخواست
کی تو مجھے مروت اور لحاظ میں اسکو ماننا پڑیگا۔ اور
یہاں سے جانے کے بعد اس کی درخواست کا مجھ پر
اتنا اثر نہ ہوگا جس قدر کہ اب ہو سکتا ہے) رہا
آنحضرت صلعم کا ارشاد لا یحل۔ تو یہ ناپسندیدہ ہونے پر
محمول ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ انسانیت اور مسلمان
کی خوش معاملگی اور عمدہ برتاؤ کے لئے یہ امر زیب نہیں
چنانچہ خیار مجلس کے ماننے والے بھی ایسا ہی ماننے پر
مجبور ہوئے ہیں۔ کیونکہ مفارقت کا شرعاً جائز ہونا ہمارے
اور ان سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ رہا روایت

المشتری مالم یوجد منه قبول المبیع فهو بالخیار وکذلک البائع خیاره فی ملکه ثابت قبل ان ینعقد البیع اھ فغیر ملتفت الیه لانه یمکن ان یکون مقصود الشارع نفی بعض بیوع الجاهلیة من نحو الملامسة والمنابذة فلم یکن خالیا عن الفائدة واما دعوی کون بعض الفاظ الحدیث غیر محتمل للتاویل کقوله علیه السلام فان خیر احدهما الآخر فتبایعا علی ذلک فقد وجب البیع وان تفرقا بعد ان تبایعا ولم یترک واحد منهما البیع فقد وجب البیع اھ فممنوعة لان معنی قوله فقد وجب البیع فی الاول ای بشرط الخیار حیث خیر احدهما الآخر وفی الثانی ای البیع البات حیث لم یشترط فیه الخیار ولیس لفظ اصرح منه ولیس الامام منفردا فی هذا بل قد ذهب الیه النخعی والمالکیة والثوری واللیث وزید بن علی وغیرهم کما فی النیل ج ۵ ص۱۷۳ واللہ اعلم۔

عمرو بن شعیب کی صحت میں کلام ہونا سو وہ اسوقت قابل اعتبار ہو سکتا ہے جبکہ وہ حدیث صحیح کے معارض ہو۔ اور تاویل صحیح کے بعد وہ معارض ہی نہیں۔ اور سب تاویلات میں قریب (بمعقولیت) تاویل یہی۔ کہ تفرق بالابدان کو مسلمان کے ساتھ خوش معاملگی کے لئے مستحب ہونے پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث استقالہ کی تقریر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ رہا مخالفین کا یہ کہنا کہ اگر تفرق اقوال مراد ہوگا۔ تو حدیث بے فائدہ ہو جائیگی کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے۔ کہ جب تک مشتری کی جانب سے قبول بیع نہو۔ اسوقت تک اسکو (خریدنے یا نہ خریدنے) کا اختیار ہے۔ یوں ہی بیع کے منعقد ہونے سے پہلے بائع کو بھی اپنی ملک میں پورا اختیار ہے (خواہ بیچے یا نہ بیچے) سو یہ ناقابل التفات ہے کیونکہ ممکن ہے۔ کہ شارع کا مقصود اس سے جاہلیت کی بعض قسم کی بیوع مثلاً ملامسہ و منابذہ وغیرہ کی نفی ہو۔ اسوقت وہ فائدہ سے خالی نہ ہوگی۔ رہا بعض الفاظ حدیث کے ناقابل تاویل ہونے کا دعوی۔ مثلاً یہ کہ آپ نے فرمایا ہے اگر ایک دوسرے کو اختیار دیدے۔ اور اسپر بیع ہو جاوے تو وہ بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ دونوں بیع کرنیکے بعد الگ ہو جائیں اور کوئی ان میں سے بیع کو فسخ نہ کرے تب بھی بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اھ سو یہ دعوی ہمکو تسلیم نہیں کیونکہ ہم خیار کو خیار شرط پر محمول کریں گے اور کہیں گے کہ پہلی صورت میں وجب البیع کے یہ معنی ہیں۔ کہ چونکہ ایک شخص نے ان میں سے دوسرے کو اختیار دیدیا ہے۔ اس لئے بیع بشرط خیار لازم ہوگئی۔ (اور اسکو خیار کے ساقط کرنے کا اختیار نہیں) اور دوسری صورت میں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ چونکہ کسی نے کسی کو اختیار نہیں دیا اسلئے بیع قطعی لازم ہوگئی اھ (یہ الفاظ قابل تاویل ہیں) اور ان سے زیادہ کوئی لفظ صریح ہے نہیں۔ (تو دعوی غیر مسلم ہے) اس مسئلہ میں امام تنہا نہیں ہیں بلکہ نخعی مالکیہ ثوری لیث۔ اور زید بن علی وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ نیل ج ۵ صفحہ ۱۷۳ میں مذکور ہے واللہ اعلم

(باقی آئندہ)

۵۴

سوال- برخوردار فلاں سلمہٗ کی خواہش ہے کہ مجکو کلکتہ کی دکان کا نام علیحدہ علاوہ اپنے بھائیوں کے دیدیا جاوے اور مطیع فلاں سلمہ کو دیا جاوے مال کی برابری تقسیم چاہتے ہیں اسمیں شرعاً جیسا میں نے بذریعہ بیع نامہ تینوں لڑکوں کو برابر دیا ہے اسمیں کمی بیشی نہیں چاہیے نہیں دے سکتا ہوں وہ کام اپنا علیحدہ کرنا چاہتے ہیں اس تقسیم میں صرف نام اُن کو دینا شرعاً گناہ نہوگا- اگر شرعاً کوئی گناہ نہوا تو سونچونگا کہ تقسیم کر دینا اچھا ہے- تو نام تنہا ان کو دینے میں کچھ معاوضہ زر نقد اُن کو دینا ہوگا اور میں منجانب دیگر بھائیوں نابالغ بحیثیت پدر وولی اُس قدر نے کو معاوضہ تجویز کر سکتا ہوں اور مال تقسیم تو غالباً برابر کرنے میں کچھ حرج نہوگا-

الجواب- نام ایک حق محض ہے جو شرعاً متقوم نہیں اور اُس کا عوض لینا بھی جائز نہیں کحق الشفعۃ لیکن علامہ شامی نے حموی سے بعض حقوق کے عوض لینے کے جواز کی بعض فروع سے تائید کی ہے حیث قال لکن قال الحموی وقد استخرج شیخ مشائخنا نور الدین علی المقدسی حجۃ الاعتیاض عن ذلک فی شرحہ علی نظم الکنز من فرع فی مبسوط السرخسی وھو ان العبد الموصی برقبۃ لشخص وبخدمۃ لآخر الی قولہ ولکنہ اسقاط لحقہ بہ کما لو صالح موصی لہ بالرقبۃ علی مال دفعہ للموصی لہ بالخدمۃ لیسلم العبد اھ قال فربما یشمل ھذا النزول عن الوظائف بمال اھ اس کے بعد حق شفعہ میں اور اسمیں کچھ فرق کیا ہے حیث قال وللقائل ان یقول ھذا حق جعلہ الشرع لدفع الضرر وذلک حق فیہ صلۃ ولا جامع بینھما فافترقا وھو الذی یظھر الی قولہ وھذا الکلام وجیہ لا یخفی علی نبیہ ثم الی قولہ ان عدم جواز الاعتیاض عن الحق لیس علی اطلاقہ ج ۴ صفحہ ۲۱و۲۲- اور نام کارخانہ کا بھی مشابہ حق وظائف کے ہے کہ ثابت علی وجہ الاصالۃ ہے نہ کہ دفع ضرر کیلئے اور دونوں بالفعل موجود اضافیہ سے ہیں اور مستقل میں دونوں ذریعہ ہیں تحصیل مال کے پس اس بناء پر اس کے عوض دینے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے گو لینے والے کیلئے لینا خلاف تقوی ہے مگر ضرورت میں اسکو بھی اجازت ہوجاوے گی-

۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

سوال- اول یہ خط آیا- جناب من آج کل ایک انتظام در پیش ہے اسمیں جناب والا کی رائے عالی کو اپنی صلاح وبہبودی کا باعث سمجھتا ہوں اس لئے حسب ذیل عرض خدمت ہے جناب والا حسب احتیاط

کی جائداد مطابق حصہ شرعی لڑکے اور لڑکیوں میں تقسیم ہوئی تھی مگر بہنوں کے انتقال کر جانیکے بعد سے والد صاحب کو ان کے بہنوئیوں نے اسقدر پریشان کر رکھا ہے کہ مار پیٹ تک کی بھی نوبت آگئی اسلئے اب بھی اور اس سے قبل بھی اکثر کہا کرتے ہیں اپنے لڑکوں سے کہ کل جائداد تم لوگ اپنے نام کرالو پھر اپنی بہنوں کو کسی طرح راضی کرلینا ورنہ تم لوگ بھی اسی زحمت میں مبتلاً ہوگے مگر میں ہمیشہ یہی جواب دیتا رہا کہ یہ شرعاً بالکل ناجائز ہوگا اور قیامت میں آپ مواخذ ہوں گے اس لئے جسطرح آپ کی خیرخواہی مقتضی ہے ہم لوگوں کو اس زحمت سے بچانے کی اسی طرح ہم لوگوں کی خیرخواہی مقتضی ہو کہ ہرگز خلاف شرع امر کا ارتکاب کر کے آپ کو مواخذہ اخروی میں مبتلا نہ کریں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر آپ صرف لڑکوں کا نام چڑھانا چاہیں تو لڑکیوں و نیز والدہ صاحبہ کے حصوں کی قیمت کر کے بالقسط ادا کرنے کو وصیت کر جاویں اور اگر لڑکے قیمت بالقسط حسب تحریر آپ کے قیمت نہ ادا کریں تو لڑکیاں اپنا حصہ شرعی جائداد میں لے لیویں مگر ان سب امور کے لئے دستاویز قانونی کا بھی ہونا ضروری ہے تاکہ آئندہ کسی کو کسی قسم کی دقت نہ ہو سکے لہذا جناب والا کی خدمت میں گذارش ہے کہ آیا یہ صورت جو اوپر بیان کیگئی اس میں کوئی شرعی خرابی تو نہیں ظاہرا تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ لڑکیوں کا حصہ گو قیمۃً ہو پورا پورا ادا کر دیا جائے تو والد صاحب مواخذ نہوں گے کیونکہ بالمعاوضہ پورا حق دلایا گیا ہے صرف مصلحت مذکرہ بالا باعث اس صورت کے اختیار کرنے کی ہوئی ورنہ کوئی عذر بھی نہیں یہ بھی تحریر فرماویں کہ آیا والد صاحب کی حیوٰۃ میں لڑکیوں کو راضی کرنا اور اس امر کی اطلاع کرنا بھی والد صاحب کے ذمہ ضروری ہوگا۔ والد صاحب کی درخواست سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایسی صورت کے اختیار کرنے سے والد صاحب مواخذہ اخروی سے بری ہوں گے یا نہیں ورنہ بندہ تو خود اپنے حصہ شرعی سے زیادہ تجاوز کرنا مطلق نہیں چاہتا گو کوئی بھی مصلحت ہو۔

اس کا یہ جواب گیا۔ یہ صورت قواعد شرعیہ پر منطبق نہیں ہوتی۔

پھر اس جواب پر یہ خط آیا۔ اگر تکلیف جناب کو نہو تو کوئی صورت ایسی تحریر فرمائی جاوے جو شرعی قواعد پر بھی منطبق ہو اور جسمیں زحمت مذکورہ کا بھی دفعیہ ہو۔

(باقی آئندہ)

البتہ ذات عبد کی طرف سے ہوگا کہ دنیا میں چونکہ وہ کار سرکار پر مامور اور خدمت ارشاد و ہدایت میں مشغول ہے
لہٰذا اپنے بدن کو مخلوق میں شامل رکھتا اور اختلاط و معاشرت میں ان سے علیحدگی اختیار نہیں کر سکتا
لہٰذا ان کے اجسام متوجہ بخلق ہیں مگر قلوب و ارواح بدستور متوجہ بخالق برتر۔ اور روز قیامت چونکہ خدمات
کے انعام ملنے کا دن ہے، اس لئے وہاں بندگان خاص کو جسدی ہمنشینی بھی نصیب ہوگی کہ ابدان کو
قرب خاص سے نوازا جائیگا اور اس اونچے مقام پر جگہ دیجائیگی جہاں دوسروں کی پرواز مشکل و ناممکن
ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ کا ہمنشین خالق ہونا صوفیہ کی ایک اصطلاح ہے جسکا مفہوم انہیں کے تجویز
و تحقیق کردہ عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے ورنہ اصطلاح کسی کی اور مطلب کسی کا نہ کسی اہل زبان نے
جائز رکھا اور نہ اس پر کوئی حکم مرتب ہوا۔ نیز لفظ ہمنشینی سے مساوات و مشارکت کا واہمہ بھی نکلنا چاہئے
کہ نعوذ باللہ شرک ہے اور اس ذات بحت کو جو کمال رفعت و تقدس حاصل ہے وہ مخلوق کے اعلیٰ سے
اعلیٰ فرد کو بھی حاصل ہونا محال ہے لہٰذا ہمنشینی سے لامحالہ وہی قرب خاص مراد ہوگا جو بلا تشبیہ ہمنشین کو
ہمنشین کے ساتھ حاصل ہوا کرتا ہے اور ہمنشینی کیلئے مساوات تو دنیا میں ثابت نہیں اسلئے کہ ہم دیکھتے ہیں
جس دسترخوان پر بادشاہ بیٹھکر کھانا کھاتا ہے اسی پر اسکے خواص و مصاحبین و وزراء و امراء بلکہ حشم و
خدم نوکر چاکر اور اوشش خور غلام بھی کھاتے ہیں۔ پس باوجودیکہ اس موقع پر غلام کو بادشاہ کا ہمنشین
کہا جا سکتا ہے مگر بادشاہ کا شریک سلطنت یا عزت میں برابر ہو جانیکا کوئی وسوسہ بھی نہیں لاتا۔
البتہ ان غلاموں کو ان دوسرے غلاموں سے ایک خاص شرف و امتیاز حاصل ہو جاتا ہے جو اگرچہ
غلام اسی بادشاہ کے ہیں مگر نہ ہر وقت کے حاضر باش ہیں اور نہ خلوت و جلوت میں بے محابا آنے
جانیوالے نہ سفر و حضر کے رفیق ملازم اور نہ دسترخوان پر بیٹھکر شریک طعام ہونے والے۔ پس چونکہ
قرب حق ہر بندہ کو حاصل ہے مگر اس کے مراتب مختلف ہیں لہٰذا اللہ والوں کو جو قرب خاص اپنے مولیٰ
کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اگر اسکو ہمنشینی سے تشبیہ نہ دی جائے تو تم ہی بتاؤ کس لفظ سے تشبیہ دیجائے؟
مطلق قرب کا اظہار کرنے سے تو ان کے مرتبہ کی رفعت و خصوصیت کچھ بھی حاصل نہ ہوگی کیونکہ ارشاد نحن اقرب
الیہ من حبل الورید خود بتا رہا ہے کہ مخلوق کے ہر فرد کے ساتھ حق تعالیٰ کو اتنا قرب حاصل ہے کہ اسکی
شہرگ کو خود اس کے جسم و روح سے اتنا قرب حاصل نہیں مگر یہ قرب اور ہے اور اللہ ۔ اولیاء کے
ساتھ حق تعالیٰ کا قرب اور ہے۔ قرب عام کو علاقہ خالقیت کے ساتھ ہے اور اسلئے ہر مخلوق خدا کے قریب ہے

۴۵

کہ ذرہ بھی بعید یا نظر سے دور نہیں اور قرب خاص کو علاقہ محبت کے ساتھ ہے کہ جو بندہ جتنا محبوب زیادہ اسیقدر قریب زیادہ اور جو مردود جتنا مبغوض زیادہ اسی قدر اس سے دور زیادہ۔ قرب کے اس فرق کا ادب قائم رکھنے کیلئے صوفیہ نے قرب محبوبیت کو حق تعالیٰ کی ہمنشینی کے لفظ سے تعبیر کرنیکی اصطلاح تجویز فرمائی اس لئے کہ شاہی دسترخوان پر خواص غلاموں کی ہمنشینی کا مدار بھی تو محبت ہی پر ہے کہ جو غلام زیادہ پیارے اور شاہی منظور نظر ہوتے ہیں انکا کھاتے وقت دسترخوان سے اٹھا دینا یا دور کھڑا کر دینا کرم عام و شاہانہ جود و سخا کے خلاف ہے ورنہ تعلق غلامی و عبدیت کے اندر دوسرے غلام جو اپنے بادشاہ سے کوسوں دور بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ وہ باغی بھی جنکو شامت اعمال سے شاہی غلامی کا اقرار کرتے ہوئے عار آتی ہے انہیں غلاموں کے برابر ہیں پس صوفیہ کی اس اصطلاح خاص کو اچھی طرح سمجھ لو اور اس سے کام لو کہیں ایسا نہو کہ ناسمجھی کی وجہ سے شریعت کے گستاخ یا اہل اللہ کے منکر بنجاو کہ یہ دونوں وادیاں سم قاتل ہیں۔ یہ ایک ناز کا درجہ ہے کہ بندہ جب اپنے منزہ و مقدس خدا کے ساتھ اپنا اسقدر قرب مشاہدہ کرتا ہے جسکی نظیر دوسروں میں اسکو نظر نہیں آتی تو فرط مسرت و عزت افزائی میں اس قرب کو ہمنشینی سے تعبیر کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو اسکے یہ الفاظ ایسے بھلے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کے اس چرواہے کی باتیں بھائی تھیں جو فرش زمین پر منہ ڈھانپے پڑا اور محبوب کے ناز و سرور میں یوں کہہ رہا تھا کہ اے میرے اللہ اگر آپ کو کہیں پاؤں تو آپکے پاؤں دباؤں پنیر کھلاؤں اور دودھ پلاؤں وغیرہ وغیرہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو ڈانٹا کہ اے بے ادب ذات حق کے متعلق ایسی گستاخی کب جائز ہے جس سے اسکی ذات بسا منزہ و ارفع ہے۔ بیشک موسیٰ علیہ السلام کا منصب یہی تھا کہ جو الفاظ صورۃً خلاف شرع پائیں ان پر ڈانٹ بتائیں اور خفا و غضبناک ہوں۔ مگر خالق کا تعلق اپنی مخلوق کے ساتھ جو کچھ بھی ہے اس کو وہ شخص کیا جانے جو غیب داں نہیں اور اسرار قلوب سے واقف نہیں اس لئے ؎

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا		بندۂ ما راز ما کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی		نے برائے فصل کردن آمدی

یہ ایک تعلق روحانی خاص تھا کہ جوش محبت سے نکلے ہوئے گستاخانہ الفاظ پیارے معلوم ہوئے اور معذور کو محبوب سمجھا گیا ورنہ بے تکلف کسی کو ایسا بننا کہ حدود شرع سے قدم باہر نکالے کب جائز

ہو سکتا ہے۔ اصل کا حکم اصل کا ہے اور نقال و متصنع کا حکم دوسرا۔ وہ معذور و مقبول ہے مگر بننے والا شخص مردود و ملعون۔ الحاصل بندہ محبوب جب اپنے مولیٰ کا بہ قرب خاص سے نوازا جاتا ہے تو وہ سرشار محبت بیچارہ لذت و کیف کے جس مرتبہ میں ہوتا ہے اسکی مدہوشی میں اگر قرب حق کو ہمنشینی سے اور بڑھے ہوئے کسی لفظ سے بھی تعبیر کرتا تو معذور تھا مگر جو ذہن اس کا لذت چشیدہ نہ ہو وہ تعالیٰ بکر اپنی آخرت برباد نہ کرے اور ہر لفظ قرب کو اس اصطلاحی قرب خاص سے ادا کرکے بعد مردودیت کا نشانہ نہ بنے کہ بے ادب کا محروم ہونا اہل طریقت و اہل شریعت سب کے نزدیک مسلم ہے اور اتباع شریعت کسی شخص سے کسی حال بھی ساقط نہیں ہوتا۔ چنانچہ جن بندگان مقربین کی ہمنشینی کا تذکرہ ہو رہا ہے ان کی سوانح دیکھو اور ان کے معمولات و کوائف معلوم کرو تو واضح ہو جائیگا کہ یہ قرب خاص اور ہمنشینی حق تعالیٰ سبحانہ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کامل ہی کی بدولت حاصل ہوئی کہ اعضاء جوارح کو عبادات کا عادی و خوگر بنانے کے بعد اصلاح قلوب کی طرف متوجہ ہوئے اور ریاضات و مجاہدات کی انواع مختلفہ اختیار کرتے رہے یہانتک کہ ان کے قلوب ساری دنیا سے بے رغبت و زاہد بنگئے اور دنیا کی زینت و زیبائش سے روگرداں ہوگئے کہ بدن اگرچہ دنیا میں رہا مگر قلوب کا رخ اسکے بناؤ سنگھار سے پھرا ہوا اپنے خدا کی طرف متوجہ رہا جیسے کسی کا محبوب اپنے وصال کا وقت معین کرکے اپنے محب کو بلائے اور وہ محب وصال یار کی دھن میں نہانے اور کپڑے بدلنے میں وقت صرف کرے تو ہر شخص کہیگا کہ اس کا بدن اور ہاتھ اگرچہ نہانے دھونے میں مشغول ہے مگر قلب نے سب سے منہ پھیر رکھا اور توجہ و خیال و دھیان ہر لحظہ و ہر آن محبوب ہی کی طرف ہے۔ اسی طرح اہل ارشاد و صلحاء امت محمدیہ کے بدن اور اعضاء اگرچہ شریعت کے اتباع میں اعمال شرعیہ کے اندر مشغول اور عالم دنیا کی طرف متوجہ نظر آتے ہیں مگر ان کے قلوب کا رخ دنیا کی ہر شے سے پھرا ہوا اور اپنے خدا میں مشغول ہے کہ سب کچھ اسی کی رضا جوئی و لقاء وصل کے شوق و دھیان میں کر رہے ہیں۔ اصلاح ابدان و قلوب کے بعد جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے امیر جیش و سردار لشکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو فقر کی زندگی تھی کہ باختیار خود آپنے تونگری پر فقر و فاقہ اور افلاس و تنگدستی کو ترجیح دی اس سے معلوم ہوا کہ درجہ کمال فقر کے بغیر نصیب ہونا مشکل ہے لہذا انھوں نے بھی غناء و تونگری پر فقر کو ترجیح دی اور اسپر صابر بنے بیٹھے رہے کہ آرزو کا شیشہ

چوراہو اگر اف نکی۔ اہل وعیال نے نفقہ کے تقاضہ سے پریشان کیا مگر گھبرائے نہیں۔ فاقہ کشی و
ضعف نے اٹھنے پر مجبور کیا مگر ہلے نہیں۔ پس جب امتحان پورا ہو گیا اور یہ صبر وسکون کی حالت
کامل ہوگئی کہ دنیا کی کوئی ضرورت بھی انکا رخ آستانہ خداوندی سے پھیرنے والی نہیں تب آخرت نے
اپنا پیام نکاح ان کے پاس بھیجا اور اپنے نفس کو اسپر پیش کیا کہ زوجیت و خادمیت میں قبول فرما لیجیے اور
ناپائدار لذتوں کے چھوڑنے کا صلہ پائدار لذتوں کو سمجھیے۔ چنانچہ انھوں نے پیام قبول کیا اور وصال آخرت
کے مزے اڑائے۔ پھر جب آخرت کا وصال تمام حاصل ہو گیا تو انھوں نے غور کیا اور دیکھا کہ آخرت بھی
تو خدا نہیں ہے خدا کی غیر ہی تو ہے اور مقصود ہمارا یہ تھا کہ خدا سے وصال حاصل ہو اور وہ ملے جو رب العلمین
اور خالق دنیا و آخرت ہے۔ لہذا انھوں نے آخرت سے بھی عقد کو فسخ کیا اور اپنے قلوب کی پیٹھ کو اسکی
جانب سے پھیر لیا کہ گو نصب العین رہی مگر مقصود بالذات نہ رہی جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ آخرت سے متنفر
اور اس کی لذتوں سے محروم و ناکام نہ بنے البتہ مقصود بالذات بنا کر اس کی طرف دل سے متوجہ نہ ہوئے
اس لئے کہ دل سارے بدن کا خلاصہ تھا اور سارے بدن میں دوسرے اعضاء دو دو بنائے گئے
مگر دل کو جوڑا نہیں دیا گیا جو اس کی علامت تھی کہ اس فرد یگانہ کی نعمت کا شکریہ یہی ہے کہ ذات
یگانہ کی طلب کا محل بنایا جائے اور وہ ذات پروردگار ہی ہے جسکی طلب اسکی مکین بننے کے شایان ہے
پس بڑی غیرت آنی چاہیے اگر اسکو غیر اللہ کی طرف جھکایا جائے مگر چونکہ طلب آخرت ایک سیڑھی تھی
طلب حق کے لئے کہ اس کا واسطہ اختیار کرنا ضرور تھا لہذا اپنے تدریجی عروج میں طلب دنیا چھوڑ کر
اول طالب آخرت بنے تھے اور جب نظر اوپر گئی اور قلب منور ہو کر محسوس کرنے لگا کہ مکان اگرچہ
محبوب ہی کا کیوں نہو مگر آخر محبوب کا تو غیر ہی ہے کہ دوئی خود اسکی شاہد ہے۔ محبوب مکین کہلاتا ہے
تو اسکا مکان مکان کہلاتا ہے اور جب کوئی محب اپنے محبوب کے مکان کی زینت و آرائش کے دیکھنے
میں مشغول ہو جائے تو مکین یعنی اصل محبوب کو شکایت کا موقع ملتا ہے کہ واہ میاں تم ہمارے عاشق
و طالب تھے یا ہمارے مکان کے؟ تو اسوقت بیچارہ مکین کے پاس کیا جواب ہو گا بجز اس کے کہ شرم
کے مارے پیشانی پر پسینا جائے لہذا طالبان حق نے بھی آخرت کی طرف سے اپنے قلوب کا رخ پھیرا اور
حق تعالی سے شرما کر آخرت سے بھاگے کہ اس کے پاس ٹھہرا رہنا بھی غیرتمند محبوب اور رقیب کو نہ پسند
کرنے والے غیور معشوق کی اس شکایت کا سر رکھنا ہے کہ غیر کے پاس ٹھہرے کیوں ہوئے اور ٹھہرے

۴۸

کیوں ؟ مخلوق کے ساتھ قرار کیوں پایا ؟ اور اس کے ساتھ مانوس کیوں ہوئے ؟ چونکہ محبوب
کی ان شکایتوں پر از سرتا بقدم پسینہ پسینہ ہونا پڑتا اس لئے جو کچھ بھی اعمال وحسنات انکے
پاس موجود تھے اور جو کچھ بھی اطاعتیں دنیا میں اعضاء وجوارح سے کی تھیں وہ سب آخرت کے حوالہ
کردیں کہ یہ اس کا مہر تھا اور اس کے دئے بغیر چارہ نہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ آخرت اسی کی طالب ہے کہ
اعمال حسنہ وطاعات جمع کرکے لاؤ اور میرے وصال کے مزے اڑاؤ۔ سو چونکہ ہر صاحب حق کا حق ادا
کرنا بندہ کا منصبی فریضہ ہے اس لئے اعمال وطاعات جو آخرت کیلئے کئے تھے اور جنکی وجہ سے آخرت
نے پیام نکاح بھیجکر زوجیت میں داخل ہونے کی خواہش کی تھی ان کا حوالہ آخرت کرنا ضرور تھا کہ
ظالم نہ کہلائیں اور کوئی ان کو حق ناشناس نکہے۔ اس کے بعد اپنی سچی طلب اپنی سچی ارادت اپنے
سچے اخلاص اپنی سچی توحید اپنی سچی عبدیت اپنے سچے عشق اپنی سچی محبت اور سرتاسر سچائی کے بازؤں
سے اپنے مولی تعالیٰ شانہ کی طلب میں پرواز کر گئے کہ علو کیلئے پرواز ہی کی ضرورت تھی اور پرواز کیلئے
بوجھ کو نیچے چھوڑ جانے کی حاجت تھی۔ مگر وہاں کی پرواز کیلئے ضرورت ہے سچائی کے پر اور بازو کی
کہ طلب ایسی سچی ہو جسمیں طلب ذات حق کے سوا کسی دوسری طلب کا شائبہ بھی نہو کہ اسکے بغیر ایک بالشت
اونچا چڑھنا بھی محال ہے مگر پرواز کی قوت اپنے کسب واختیار سے نہیں آیا کرتی لہذا جذبہ جاذبہ نے
اوپر چڑھایا اور اپنے سچے طالبوں کو قفص اسباب ولذات مخلوقہ سے باہر نکالکر ارادت حق کی صداقت
کے بازو اور قوت پرواز مرحمت فرماکر اس قرب خاص سے نوازا جسکو ہمنشینی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا
ہے کہ ان حضرات نے طائر قدس بنکر آخرت کے پاس پنجرہ چھوڑا اور پنجرہائے وجود وہستی سے باہر
نکلکر اپنے خالق وعطا کنندہ وجود کی طرف اڑے کہ رفیق اعلیٰ کی طلب کی اور اس ذات کی جستجو کہ وہی
اول ہے وہی آخر اور وہی ظاہر ہے وہی باطن۔ الغرض اڑتے اڑتے اتنے اونچے پہونچے کہ اسکے
قرب کے آشیانہ تک جا پہونچے اور اسکو قیامگاہ بنالیا کہ اس گروہ میں داخل ہوئے جنکے حق میں
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے "وانہم عندنا لمن المصطفین الاخیار" کہ بیشک وہ لوگ ہمارے نزدیک
البتہ منتخب وبرگزیدہ لوگوں میں سے ہیں۔ یعنی ان کے قلوب بھی ہمارے ہی نزدیک ہیں اور انکی
ہمتیں بھی ہمارے ہی نزدیک ہیں اور ان کے اندرون ومعانی بھی ہمارے ہی نزدیک ہیں اور
انکی عقول وخلاصہ ابدان وارواح بھی ہمارے ہی نزدیک ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا ظاہر وباطن

۴۹

دنیا و آخرت دونوں عالم میں ہمارا قرب لئے ہوئے اور ہماری سرکار کی حاضرباشی کا امتیاز حاصل کئے ہوئے ہے کہ نہ ان کے نزدیک فکر دنیا و آخرت کوئی شے ہے اور نہ معاش و معاد کی مشغولیت مقصود بالذات ہے اللہ والوں کے لئے جب یہ حالت کامل ہوجاتی ہے تو نہ ان کے پاس دنیا آتی ہے نہ آخرت اور نہ معاش کا ہوش رہتا ہے نہ معاد کا۔ ان کے قلوب بواطن کے اعتبار سے آسمان و زمین اور جو کچھ بھی ان دونوں کے درمیان ہے غرض سارا عالم گویا لپٹ جاتا اور تہ کرکے ایسا علیحدہ رکھدیا جاتا ہے جیسے حاضرباش شاہی غلام کے دل سے روزنامچے اور گھر کے حساب کتاب و رجسٹر محو ہوجاتے اور گویا لپیٹکر ایک طرف رکھدے جاتے ہیں کہ اسکو بجز مشاہدہ جمال سلطانی کے کوئی دھن یا فکر ہی نہیں ہوتا۔ بس حق تعالیٰ اپنے غیر سے ان کو فنا کردیتا اور اپنے ساتھ ان کو دو خوشنما ہے کہ حق تعالیٰ کیلئے تو وہ موجود و صاحب حیات ہوتے ہیں اور جملہ ماسوی اللہ سے گویا مرجاتے ہوئے اور بے تعلق و فانی محض۔ یہ حالت اصطلاح صوفیہ میں عروج کملاتی ہے اور اس مرتبہ میں سالک کو بجز مشاہدہ جمال کے کسی شے سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوم و صلوٰۃ سے بھی غافل ہوجاتا اور پابندی شریعت سے سبکدوش و آزاد بنجاتا ہے۔ حاشا وکلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ جس پیغمبر کی جوتیوں کے طفیل عروج و ترقی کی یہ لازوال نعمت نصیب ہوئی ہے اس کے اتباع کو چھوڑ بیٹھے اور قعر حضیض میں جاگرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس جذب جاذب و مشاہدہ جلال جمال و قرب مولی و حاضرباشی آستانہ خداوندی کے بے کیف احتظاظ کی وجہ سے اسکے اعضا کا کوئی کام بارادہ خود اور اس کام کو مقصود بالذات بناکر صادر نہیں ہوتا۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ ایسا غیر اختیاری ہوتا ہے جیسا کسی شیدائے جمال کا اپنے محبوب کی زیارت میں محو ہوکر آنکھ کا اٹھنا اور محبوب کا اسکی زندگی کو قائم رکھنے کیلئے اسکو کھلانا پلانا کہ وہ محو جمال ہونے کی وجہ سے اکل و شرب سے بے خبر ہے مگر اس کی حیات کا جن اشیاء پر مدار ہے وہ بلا قصد و حظ اسکو پہونچ رہی ہیں۔ اسی طرح عشاق خداوندی کا گروہ محویت جمال کے وقت معاش و معاد دونوں سے مدہوش ہوتا ہے مگر خور و نوش جسپر اسکی حیات دنیوی موقوف ہے اور فرائض و واجبات جنپر اسکی حیات اخروی کا مدار ہے اسکو ضرور پہونچتی رہتی ہیں لیکن وہ لذت مشاہدہ میں نہ ان کی طرف متوجہ ہے اور نہ اس طرف اس کے قلب کا خیال یا دھیان ہے۔

(باقی آئندہ)

الاحکام الوقتیہ

رمضان و شوال کے اکثر ضروری احکام گزشتہ سال کے نمبر ۲ و نمبر ۳ پرچوں میں لکھے جاچکے ہیں اُن کو ملاحظہ کافی ہے چونکہ زمانہ ابر و غبار کا ہے اور اس حالت میں ہلال کے مفصل احکام معلوم ہونے کی زیادہ ضرورت ہے اسلئے یہاں صرف اسی کے متعلق ضروری و غیر مشہور احکام تتمات امداد الفتاوی سے بحذف بعض دلائل بحوالہ صفحات نقل کئے جاتے ہیں دلائل کیلئے اُن صفحات کا مطالعہ ممکن ہے۔

صفحہ ۴۰ تتمہ ثالثہ قلمی[1] امداد الفتاوی)

سوال جس شہر میں بوجہ ابر و غبار یا مطلع صاف ہونے کی صورت میں ۲۹ شعبان یا رمضان کو چاند نظر نہ آیا ہو کیا وہ مکلف ہیں یا نہیں کہ کوشش کرکے دوسرے شہروں سے خبریں منگائی جاویں۔

الجواب ۔ چونکہ کوئی حکم بلا دلیل ثابت نہیں ہوتا، اور اسکے وجوب کی کوئی دلیل نہیں لہذا یہ امر واجب نہیں۔

سوال تتمہ سوال سابق، اگر مکلف ہیں تو وہ کون سے ذریعے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خبریں منگائی جاویں اور وہ قابل اعتبار ہوں اور جب معتبر ذریعہ سے خبر دوسرے شہروں سے آجاوے تو اس شہر کے قاضی یا مفتی کو اُسکا ماننا ضروری ہے یا نہیں اگر قاضی نہ مانے اور عمل نہ کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں۔

الجواب ۔ اسکے مکلف تو نہیں لیکن اگر دوسری جگہ سے خبر آجاوے تو اُسکے معتبر ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ طریق موجب سے پہونچے اور طریق موجب یہ ہیں ایک شہادت بالرؤیۃ دوسرے شہادت علی الشہادۃ بالرؤیۃ تیسرے شہادت علی حکم الحاکم چوتھے استفاضہ جو حکم حاکم کے حکم میں ہے کذا فی الدر المختار قولہ شہدوا انہ شہد الی قولہ المجتبی وغیرہ وفی رد المحتار من قولہ لانہ حکایۃ الی قولہ بمجرد الشیوع ج ۲ ص ۱۰۵ و ص ۱۰۶ وکما فی الدر المختار من قولہ فیلزم اہل المشرق الی قولہ کما مر وفی رد المحتار من قولہ بطریق موجب الی قولہ لانہ حکایۃ ج ۲ ص ۱۵۵ اور جب ان ذرائع سے خبر آوے گی اُس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب معصیت ہے لیکن اگر کسی کے اجتہاد میں وہ طریق موجب نہ ہو تو وہ معذور ہے اور رمضان میں جسطرح رویت پر ایک کی شہادت معتبر ہے اسی طرح

---

[1] یہ کانپور چھپ گیا ہے ۱۲

اس شہادت پر بھی یک کی شہادت معتبر ہے فی الدر المختار ویقبل (ای فی رمضان) شہادة واحد علی آخر الخ ج ۲ صفحہ ۱۳۶ اور اسی طرح جہاں حاکم نہ ہو فطر میں عدد تو ضروری ہے لیکن لفظ شہادت ضروری نہیں کذا فی الدر المختار ایضاً ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلین مع العلة ج ۲ صفحہ ۱۳۶

سوال۔ چاند کے دیکھنے کی خبر ایک شہر سے یا چند شہروں سے بذریعہ تار یا خط آوے تو وہ قابل اعتبار ہے یا نہیں

الجواب۔ چونکہ تار میں اسکی کوئی علامت نہیں کہ کسکا تار ہے نیز اسمیں غلط اور خلط بھی کثیر ہوتا ہے اس لیے معتبر نہیں۔

سوال۔ ایک شہر سے یا چند شہروں سے ایک شخص یا چند شخصوں کے خطوط کے ذریعہ سے رویت ہلال کی خبر آئی کہ ہمنے ۲۹ کو خود چاند اور بہت سے لوگوں نے دیکھا یہ قابل اعتبار ہے یا نہیں اور عوام الناس کے اور خاص قاضی کے نام کے خط میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی رد المحتار والظاہر انہ یلزم اہل القری الصوم بسماع المدافع او رؤیة القنادیل من المصر لانہ علامة ظاہرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذالک لغیر رمضان بعید اذ لا یفعل مثل ذالک عادة فی لیلة الشک الا لثبوت رمضان ج ۲ صفحہ ۱۳۱ وفی الدر المختار لا یعمل بالخط الا فی مسئلة کتاب الامان ویلحق بہ البراءات ودفتر بیاع وصراف وسمسار وجوزہ محمد لراو وقاض وشاہد ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی واطال فی ذالک صاحب رد المحتار ورجح العمل بہ اذا امن من التزویر ج ۴ صفحہ ۴۳۶ الی صفحہ ۵۳۹ اس سے معلوم ہوا کہ جو مضمون زبانی حجت ہے وہ خط سے بھی حجت ہے جب خط کی شناخت اور اسکے واقعی ہونے پر اطمینان ہو اور قاضی عرفی اور عوام برابر ہیں

سوال۔ ایک شہر میں ۲۹ شعبان کو بوجہ ابر وغبار چاند دکھائی نہیں دیا کسی دیگر شہر کی شہادت قابل اعتبار گذری کہ ۲۹ تاریخ کو شعبان کا چاند فلاں مقام پر ہمنے دیکھا ہے جسکو قاضی نے مان لیا اور اس شہادت کے اعتبار سے رمضان المبارک کی تیس ۳۰ تاریخ کو مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی چاند نظر نہیں آیا تو ایسی صورت میں جبکہ اس شہر کی رویت کے حساب سے ۲۹ انتیس ہے اور اس شہادت کے حساب سے تیس ۳۰ تاریخ ہوتی ہے پس کیا کرنا چاہیے اور اگر وہ گواہ خاص اسی شہر میں ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنا بیان کریں اور فوراً حاضر ہوں تو ایسی صورت میں کچھ فرق ہو جاویگا یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر الخ وفی رد المحتار عن المعراج عن المجتبی ان حل الفطر ہنا (ای فیما اذا غم ہلال الفطر) محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یر الہلال فعندہما لا یحل الفطر وعند محمد یحل کما قالہ شمس الائمة الحلوانی وحررہ الشرنبلالی فی الامداد وقال فی غایة البیان

تحقیق خبر تار — صفحہ ۱۳۱

تحقیق خبر خط — صفحہ ۱۳۱

عدم رویت ہلال ... صفحہ ۱۳۱

وجہ قول محمد وھو الاصح ان الفطر ماثبت بقول الواحد ابتداء بل بناء وتبعا فکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصداً الخ ج ۲ ص ۱۵۱ اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت مختلف فیہ ہے مگر علامہ شامی کا رجحان امام محمد رح کے قول کی تصحیح و ترجیح کی طرف ہے کہ باوجود مطلع صاف ہونے کے بھی عید کریں گے لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو شیخین کے قول پر فتوی دینا مناسب ہے بلکہ اسکو تنبیہ بھی کرنا چاہئے فی رد المحتار قال فی الدر ردیعزر ذلک الشاھد ای نظھور کذبہ ج ۲ ص مذکور اور جو گواہ خود شہر میں موجود تھا اور اسوقت حاضر نہ ہوا اور ایک مہینہ کے بعد اگر بیان کرے اس کا اعتبار نکیا جاوی کیونکہ اس نے ترک واجب کیا اس لئے عادل نرہا اور ایسا شخص مقبول الشہادۃ نہیں فی الدر المختار وھل لہ ای لفاسق ان یشہد الی قولہ ویجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج ج ۲ ص ۱۴۵ و ۱۴۶ - البتہ اگر وہ اس توقف کا کوئی عذر جو شرعاً مسموع ہو بیان کرے تو مقبول ہوگا کما فی رد المحتار ص مذکور وقول الشارح وھل لہ یفید عدم الوجوب بناء علی عدم علمہ باعتقاد القاضی الخ وفی رد المحتار وعلیہ تفرع مالو شہدوا فی آخر رمضان برویۃ ھلالہ قبل صومھم بیوم ان کانوا فی المصر ردت لترکھم الحسبۃ وان جاؤا من خارج قبلت من الفتح ملخصاً ج ۲ ص ۱۴۵ -

سوال - بحالت صاف ہونے مطلع کے ابرو غبار سے ہلال عید اور رمضان کیلئے قاضی کو قبول شہادت کے لئے کسقدر نصاب کی ضرورت ہے اور کتب فقہ میں جو جم غفیر لکھا ہے اس سے کیا مراد ہے اور اسمیں علماء کے کیا کیا قول ہیں اور مفتی بہ قول کیا ہے -

الجواب - اقوال مختلفہ میں سے صحیح یہ ہے یقع العلم الشرعی وھو غلبۃ الظن بخبرھم وھو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذھب کذا فی الدر المختار ج ۲ ص ۱۳۸ -

سوال - ہلال عید و رمضان کی شہادت کیلئے شاہدوں میں عدل کی ضرورت ہے یا نہیں اور عدل کی کیا تعریف ہے یعنی رویت ہلال کے بارہ میں فاسق فاجر یا مستور الحال کی شہادت معتبر ہے یا نہیں -

الجواب - فی الدر المختار للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقاً الی قولہ وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ الخ وفی رد المحتار العدالۃ ملکۃ تحمل علی ملازمۃ التقوی والمروۃ والشرط ادناھا وھو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر وما یخل بالمروۃ ج ۲ ص ۱۴۵ اور یہ شرط خبر واحد میں ہے اور جمع عظیم مفید تواتر میں یہ شرط نہیں -

سوال روایت ہلال کے بارہ میں کسقدر دور دراز کی خبر ایک شہر سے دوسرے شہر میں مانی جاسکتی ہے اس میں کچھ علماء کا اختلاف ہے یا نہیں اور مذہب حنفیہ میں اس کی بابت مفتی بہ قول کیا ہے
الجواب۔ فی الدر المختار واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب الی قولہ قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط ج ۲ صفحہ ۱۵۴ و صفحہ ۱۵۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفتی بہ قول یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

تتمہ جلد اول امداد الفتاوی صفحہ ۶۴

تحقیق متعلق تار، بعد نقل ایک تمہید متضمن دو مسئلہ مع دلائل کے یہ احکام ہیں۔
نمبر ۱۔ ایک یا متعدد تار کا مضمون دیکھنا چاہئے کہ کیا ہے اگر یہ ہے کہ یہاں چاند ہوا ہے یا فلاں شخص نے دیکھا ہے یا بہت آدمیوں نے دیکھا ہے اور اکثر تاروں کا ایسا ہی مضمون ہوتا ہے تب تو معتبر نہیں اگرچہ کتنے ہی تار ہوں اور اگر یہ مضمون ہو کہ میں نے دیکھا ہے یا فلاں شخص نے میرے سامنے اپنا دیکھنا بیان کیا یا یہاں کے فلاں حاکم شرعی یا عالم و مفتی نے قبول کر لیا ہے یا یہاں عید ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک تار ہے تو عمل جائز نہیں کیونکہ کلام ہلال عید میں ہے اور اگر دو تین ہیں اور بادل نہیں تھا تب بھی عمل جائز نہیں اور اگر دو تین تار بادل کی حالت میں آئے مگر تار دینے والے معتبر نہیں یا شناسا نہیں تب بھی عمل جائز نہیں اور اگر بادل کی حالت میں دو تین معتبر لوگوں کے آئے یا بدون بادل آٹھ دس آگئے اور مضمون وہ ہے جو آخر میں لکھا ہے کہ میں نے دیکھا ہے الخ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دل گواہی دے کہ ان میں کذب یا خطا نہیں ہوئی تو عمل جائز ہے اور اگر دل گواہی نہ دے تو عمل جائز نہیں اور جہاں کوئی عالم محقق ہو وہاں عوام کے دل کی گواہی معتبر نہیں۔ عالم کے دل کی گواہی اور ان کا فتوی حجت ہے اور عوام کی خود رائی کرنا یا فتوی کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ اور ایک جگہ کے تار کی خبر جو دوسری جگہ بذریعہ تار دی جاتی ہے چونکہ اس کا مضمون ویسا نہیں ہوتا جس کا معتبر ہونا اوپر بیان کیا ہے اس لئے وہ بھی معتبر نہیں ہے اور یہی تفصیل صورتوں کی اور احکام کی خط میں بھی ہے عبارت سابقہ متضمنہ حکم تار میں ہر جگہ بجائے لفظ تار لفظ خط رکھ دیا جاوے تو خط کے سب احکام کی تعیین ہو جاوے گی۔
نمبر ۲۔ جو طرق خبر کے معتبر ہونے کے نمبر ۱ میں مذکور ہوئے ہیں چونکہ ان ممالک کے تاروں کے آنے یا منگانے میں انکی رعایت نہیں کی جاتی لہذا وہ حجت نہیں البتہ اگر قواعد شرعیہ کی پوری رعایت ہو تو واقعہ جزئیہ کو عین وقت پر کسی عالم سے رجوع کر کے حکم شرعی پوچھ لیا جاوے اور صرف اختلاف مطالع حنفیہ کے نزدیک مانع قبول نہیں۔
نمبر ۳۔ چونکہ معاملات و دیانات میں فرق ہے اسی طرح شہادت و اخبار میں بھی فرق ہے اسلئے معاملات میں عدم اعتبار شہادت مطلقاً مستلزم نہیں دیانات میں عدم اعتبار مطلقاً کو بلکہ اس میں تفصیل ہوگی جو نمبر ۱ میں مذکور ہوئی۔

صفحہ ... اختلاف مطالع

نمبر۴ جس طرح تار کے مضمون میں تفصیل ہے اُسی طرح خط کے مضمون میں بھی ہے جو نمبر ۱ میں بسط کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے فقط واللہ اعلم۔ املاہ ۸ رشعبان ۱۳۲۹ھ

اشرف علی تھانوی

الامداد کے مضامین کی ایک دوسری صورت

اسوقت تک الامداد میں منجملہ اور مضامین کے ایک مضمون الرفیق فی سواء الطریق بھی تھا جو کہ حضرت والا کے مواعظ مطبوعہ میں سے ایسے مضامین کو جمع کر کے جو کہ اصلاح باطن کے متعلق ہوں بعد ملاحظہ حضرت والا کے شائع کیا جاتا تھا لیکن بعض حضرات نے اس مضمون کو اس لئے غیر دلچسپ کہا کہ ناظرین امداد میں اکثر لوگ ایسے ہیں جو کہ مواعظ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں تو چونکہ وہ ان مضامین کو مواعظ میں دیکھ چکے ہیں اس لئے ان کو اسکے مضامین سے دلچسپی نہیں ہوتی اس لئے اب ہم اپنے ناظرین کے سامنے اس کی ایک دوسری صورت پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ بجائے الرفیق کے حضرت والا کے جدید مواعظ بعینہ درج رسالہ کر دئے جایا کریں کہ یہ مضامین بھی نئے ہوں گے اور پھر بعینہ ہوں گے انتخاب نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر ہمارے ناظرین کی رائے ہو تو ہمیں مطلع فرما دیں تاکہ جدید مواعظ کی طبع کا انتظام الامداد میں کیا جاوے۔ اطلاعیں جلد آنی چاہئیں تاکہ رائیں معلوم کر کے انتظام بھی جلد ہو۔

چونکہ طرز معمول سابق و طرز مجوز جدید میں سے دونوں میں ایک ایک وجہ ترجیح کی ہے سابق میں تو یہ کہ وہ صرف اصلاح باطن کے متعلق ہے جس سے بعض کو زیادہ دلچسپی ہے اور جدید میں یہ کہ وہ جدید ہوں گے جس سے بعض کو زیادہ دلچسپی ہے یہ سبب ہوا تردد اور احتیاج الی المشورہ کا بعد مشوروں کے پہونچنے کے اس کا فیصلہ کیا جاوے گا۔

(نائب مدیر)

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو ان شاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہونگے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقیہ قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

رجسٹرڈ نمبر

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا والحدیث

امتثالاً للآیة کہ دال است بر مطلوبیت زیادت علم واقتداءً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت تفریق وتفصیل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمس سلسلہ ودائرہ
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاویٰ فی تعلق بالحوادث الجدیدة وتربیة السالک
فی الاحوال الخاصة من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة وملفوظات حضرت
فی الفوائد المختلفة النقلیة والعقلیة کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب ظلہ است
با جمل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است ملقب صحیفہ
غیبیت بتبرک نام میش ہر دو خاصہ الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۴ بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۴ ہجری جلد ۲

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کامہ شش امداد نام	یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ "الامداد" بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

ہماری ناظرین } اگر یہ پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

اصحاب خدمت فقرا کو ڈھونڈھنا بیکار ہے

اس اوپر کی حکایت کو سنکر کوئی شخص اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جاوے کہ ایسے فقیروں کو ڈھونڈھنے لگے کہ ان کا ڈھونڈھنا محض بیکار ہے اس لئے کہ وہ خدا کے قبضہ میں ہیں ان کے منہ سے وہی نکلتا ہے جو ہونے والا ہوتا ہے اگرچہ ان کی خدمت بھی نہ کرو بلکہ جو ان کے منہ سے نکلوا تا ہے اسکو راضی کرو لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ڈھونڈھتے ہیں اسی طرح بزرگوں کی فاتحہ اس نیت سے دلانا کہ ان سے ہمارا کوئی کام نکلے گا۔ یہ بھی سخت غلطی ہے۔ دیکھئے آخر فرشتے بھی تو بڑے مقبول ہیں مگر ان کی فاتحہ کوئی نہیں دلاتا کیونکہ جانتے ہیں کہ وہ بالکل مجبور اور حکم خدا کے تابع ہیں بس اسی طرح یہ حضرات بھی ہیں۔ اور اگر کہا جاوے کہ فرشتے تو زندہ ہیں اسلئے اُن کی فاتحہ نہیں دلاتے تو میں کہتا ہوں کہ زندہ لوگوں کو بھی تو ثواب پہونچانا جائز ہے پس جب اُنکی فاتحہ اس لئے نہیں کرتے کہ وہ بالکل حکم خدا کے تابع ہیں تو سمجھو کہ یہ حضرات بھی بالکل حکم خدا کے تابع ہیں اور سارے اہل خدمت اور اقطاب حکم حق کے سامنے بالکل مجبور ہوتے ہیں کہ جیسا حکم ہو ویسا کرتے ہیں بس ان سے محبت تو رکھنی چاہئے مگر ان سے دنیا کا کوئی کام نکلنے کی کوئی امید رکھنا سخت غلطی ہے۔

دُعا کے برکات

ہاں بزرگوں سے دعا کراؤ اور وہ بھی صرف اُن بزرگوں سے جو انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہوں کہ وہ دعا بھی کریں گے اور تعلیم و اصلاح بھی کریں گے۔ کیونکہ وہ طبیب ہیں اور دعا کرانیکے ساتھ اپنے اعمال کی بھی درستی کرو گناہوں سے توبہ کرو کیونکہ بدون درستی اعمال کے محض اُن کی دعا سے کچھ معتد بہ نفع نہ ہوگا اور نہ اُن کی سفارش کچھ کام دے گی اس وقت لوگوں نے عمل کو بالکل چھوڑ ہی دیا اور اگر کرتے ہیں تو یہ کہ بہت سے وظیفے پڑھ لیئے حالانکہ دنیا کی غرض سے وظائف پڑھنے میں قلب میں ایک دعوی مضمر ہوتا ہے۔ چنانچہ اُن کو تیر بہدف سمجھا جاتا ہے بخلاف دعا کے کہ اس میں عجز و انکسار ہوتا ہے۔

اصلاح اعمال کی ضرورت

غرض یہ ہے کہ اعمال کی درستی کرے اور ہمیشہ اس سبق کو یاد رکھے۔ اور پھر خدا کو ناراض نہ کرے اور ناراض کرنا خاص یہی نہیں کہ اُس خاص گناہ کا مرتکب ہو بلکہ سارے گناہوں کا ارتکاب موجب ناراضگی ہے لہذا سارے گناہ چھوڑدے کیونکہ یہ تو محض اسی کا خیال ہے کہ فلاں گناہ سے مصیبت آئی ممکن ہے کہ کسی دوسرے گناہ سے آئی ہو پھر اگر گذشتہ مصیبت کسی خاص ہی گناہ سے آئی ہو تو یہ کیا ضرور ہے کہ مستقبل میں دوسرے سے نہ آئے گی دیکھو اگر انگارے سے چھپر جل جائے تو کیا چنگاری کو چھپر میں رکھ دیں گے غرض گناہ چھوٹا ہو یا بڑا سب چھوڑ دو۔

دُنیا میں کھپ جانا جملہ معاصی کی جڑ ہے

معاصی کی مختصر سی فہرست تو ہر شخص کے ذہن میں ہے یعنی زنا چوری جھوٹ بولنا وغیرہ کہ ان کو سب گناہ جانتے ہیں لیکن بعض معاصی ایسے بھی ہیں کہ وہ ان سب کی جڑ ہیں اور اس لئے سب سے اول فہرست معاصی میں اُن کا نام ہونا ضروری ہے مگر ہمکو اُنکی طرف التفات بھی نہیں نہ ہماری فہرست معاصی میں انکا شمار ہے اور یہ بہت بڑی غفلت ہے اب اُنکے نام سے معلوم ہو جائے گا کہ ہمنے اُس کو اپنی فہرست میں بے شک شمار نہیں کیا اور وہ دنیا میں منہمک ہونا ہے اب جس سے چاہیے دریافت کر لیجیے معلوم ہو جائے گا کہ کسی سے بھی اس کو معصیت نہیں سمجھا نماز نہ پڑھنے کو دوسرے کا مال دبا لینے کو زنا کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں مگر دنیا میں کھپ جانے کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا حالانکہ یہ ایسا مرض عام ہے کہ جسمیں قریب قریب سب مبتلا ہیں اور ایسا قوی ہے کہ سب معاصی اسی کی فرع ہیں مثلاً کوئی شخص نماز میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ وہ دنیا میں غرق ہے اور دین سے بے فکر ہے علیٰ ہذا روزہ حج زکوٰۃ جس چیز میں بھی کوتاہی ہو اُس کا سبب یہی ہے اگر کوئی شخص بدکاری میں مشغول ہے تو اسکی وجہ یہی دین سے بے فکری اور دنیا میں انہماک ہی غرض اسمیں تطویل تقریر کی ضرورت نہیں اگر ذرا غور کیا ہوگا تو معلوم ہوا ہوگا کہ وجہ سب معاصی کی یہی انہماک فی الدنیا ہے مگر پھر بھی یہ سب ہی کا شعار ہو رہا ہے حتیٰ کہ دیندار بھی باستثناء عارفین

١١٢

"واہل تقویٰ و اہل فکر کے سب اس میں مبتلا ہیں دینداروں کی دینداری بھی اتنی ہی ہے کہ نماز پڑھ لیں اگرچہ بے فکری ہی سے ہو اور داڑھی نیچی کرلیں اگرچہ لوگوں کا مال دبا رکھا ہو معاملات میں خراب ہو جاتے ہیں غرض دینداری بھی آج کل اس کا نام ہے کہ صورت دینداروں کی سی ہو اور سیرت میں صرف وہ باتیں ہوں جو رسوائی سے بچائیں مثلاً پانچ وقت کی نماز پڑھنا روزہ رکھ لینا اگرچہ حالت یہ ہو کہ :-

۵ از بروں چوں گور کافر پر حلل	واندروں قہر خدائے عز و جل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید	وز درونت ننگ می دارد یزید

تو حالت تو یہ ہے لیکن وہ خود بھی اپنے کو اور دوسرے بھی انکو دیندار سمجھیں گے اور ان کی اس حالت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خود تو بگڑے ہی تھے دوسروں کیلئے بھی ایک برا نمونہ بن گئے اور ایسے ہی لوگ ہیں جو مرض کو ہنر اور ہنر کو مرض سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ زیادہ تقویٰ کرنے سے دنیا کا نقصان ہوتا ہے تو جب ان کی یہ حالت ہے تو دنیا داروں کی کیا شکایت کیجائے غرض مرض انہماک فی الدنیا اس لئے بھی اشد ہو گیا ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں اور انھوں نے اس کو صحت سمجھ رکھا ہے

حُبّ دُنیا کی مذمت اور حُبّ دُنیا مذموم کی حقیقت

حق تعالیٰ آیت كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْآخِرَةَ میں ایک شکایت کو ظاہر فرما رہے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ تم لوگ دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو یہاں تحبون العاجلۃ کے بعد تذرون الآخرۃ بڑھانے سے حب دنیا کی تفسیر بھی ہو گئی یعنی حب دنیا اسکو کہیں گے جسمیں آخرت کا ترک ہو جاوے اور اسی سے حب الدنیا راس کل خطیئۃ کے معنی بھی سمجھ میں آگئے ہوں گے یعنی حب دنیا وہ ہے کہ جسکی بدولت آخرت چھوٹ جائے ورنہ اگر آخرت نہ چھوٹے تو وہ حب دنیا نہ سمجھی جائے گی اور وہ راس کل خطیئۃ میں داخل نہوگی گو اسکی طرف طبعی میلان اور بقدر ضرورت اُس کا اکتساب بھی ہو اب اس کے معلوم ہو جانے سے بہت سے اشکالات رفع ہو جاویں گے۔

اہل دُنیا کے اس اعتراض کا جواب کہ مولوی دنیا کو ترک کراتے ہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علماء ہمکو دنیا کے لینے سے بالکل روکتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہم مسجد کے ملا ہو کر بیٹھ جائیں چنانچہ ان لوگوں نے اس قسم کی ایک حکایت بھی گڑھی ہے کہتے ہیں کہ **حکایت**۔ کسی بادشاہ کے یہاں بہت سے مولوی جمع ہوگئے تھے سب نے اتفاق کرکے بادشاہ سے کہا کہ فوج پر جو یہ روپیہ فضول خرچ ہو رہا ہے اسکو موقوف کردو اُس نے کہا کہ فوج اس ضرورت سے رکھی ہے کہ اگر کوئی غنیم آئے تو یہ اُسکو دفع کریں مولویوں نے کہا کہ اگر ایسا ہوگا تو اس کام کو ہم انجام دیں گے غرض فوج موقوف کردی گئی یہ خبر مشہور ہوئی تو کوئی غنیم آچڑھا بادشاہ نے مولویوں سے خبر کی۔ یہ لوگ کتابیں لیکر پہنچے اور وعظ و نصیحت سنایا وہ کیوں سننے لگا تھا آخر ناکام واپس آئے اور بادشاہ سے کہا کہ صاحب وہ بڑا نالائق ہے مانتا ہی نہیں خیر پھر آپ ملک چھوڑ دیجئے آپکا ملک گیا اُس کا ایمان گیا۔

اس حکایت کو پیش کرکے کہا کرتے ہیں کہ اگر مولویوں کے کہنے پر چلیں تو گھر بار سب چھوڑ دیں صاحبو اس اغواہی حکایت کی تو کچھ اصل ہی نہیں ہے جسکا جواب دیا جاوے لیکن اصل اعتراض کی نسبت کہتا ہوں کہ آپ لوگ کسی عالم کے پاس رہے ہی نہیں اس لئے آپکو اسقدر وحشت واجنبیت ہے چند روز تک اگر کسی عالم کے پاس رہئے تو انشاء اللہ آپکو معلوم ہو جاوے کہ آپ کو مولوی کیا تعلیم دیتے ہیں۔

۱۱۴

امراض روحانی کے علاج کے لئے چند روز کا نکالنا کافی ہے

اور اگر آپ کہیں کہ ہم اتنا وقت کہاں سے لائیں تو میں کہونگا کیا آپ امراض جسمانی کی ضرورت سے رخصت لیتے ہیں یا نہیں اور اس رخصت میں تین تین چار چار ماہ گنوا دیتے ہیں یا نہیں تو جب امراض جسمانی کے لئے ایک سول سرجن انگریزی کے کہنے سے چار مہینے فضول برباد کردئے تو امراض روحانی کے علاج کے لئے ایک عربی سول سرجن کے کہنے سے بجائے چار مہینے کے چالیس ہی دن اُس کے پاس فارغ ہو کر رہ لو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ معتقدانہ رہو بلکہ ممتحنانہ

رہنے کی اجازت ہے۔ ہاں معاندانہ طور پر نہ رہو اب اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہوگی کہ عمر بھر میں سے صرف چالیس دن مانگے جاتے ہیں واللہ اگر آپ ایسا کریں تو قریب قریب تمام سوالات کے جوابات خود بخود بدون مناظرہ کے آپ کی سمجھ میں آجائیں۔ اور جب آپ چلنے لگیں تو اس وقت آپ سے پوچھا جائیگا کہ آیا یہ کہنا صحیح تھا یا نہیں کہ ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال		مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اور اس وقت کہا جائے گا کہ دیکھ لو ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب		گر دلیلت باید از وے رو متاب

اور چالیس دن کی تخصیص میں اپنی رائے سے نہیں کرتا بلکہ خود حدیث سے ہمکو اطمینان دلایا گیا ہے۔ کہ اگر ہم چالیس دن تک کسی کام کو نباہ کر لیں تو پھر ہماری مدد ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ من اخلص للہ اربعین صباحًا اجری اللہ علی قلبہ ینابیع الحکمۃ او کما قال۔ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قربان جائیے کہ ہر ہر ضرورت میں ہماری دستگیری فرمائی اور ایک معیار ہمکو بتلا دیا کہ اس کے موافق ہم کام کر سکیں اور وہ معیار یہ ہے کہ اس میں اخلاص ہو ایسا چلہ نہو کہ جیسے کہ ایک گنوار نے کیا تھا

حکایت۔ ایک گنوار کو ایک مولوی صاحب نے نماز پڑھنے کے لئے کہا اور چلہ بھر پڑھنے پر ایک بھینس کا وعدہ کیا جب چلہ پورا ہو گیا تو یہ شخص مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ چالیس دن پورے ہو گئے لہذا بھینس دیجئے مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی میں نے تو اس لئے کہدیا تھا کہ اگر تو نے چلہ بھر جمکر نماز پڑھ لی تو عادت پڑ جاوے گی اور پھر نہ چھوٹ سکیگی کہنے لگا بہتر ہے نہ دیجئے جاؤ پھر یاروں نے بھی بے وضو ہی ٹرخائی ہے تو جیسے اسکو بے وضو پڑھنے کی وجہ سے اثر نہ ہوا اسی طرح اگر تم بھی مثلاً اس نیت سے رہو کہ مولوی صاحب کے پاس رہ کر خوب دعوتیں کھانے کو ملیں گی تو خاک بھی اثر نہ ہوگا۔ بلکہ میں یہ بتلائے دیتا ہوں کہ اگر کسی کے پاس جا کر رہنے کا قصد ہو تو اپنے پاس ہی سے کھانا بھی ہو گا تاکہ خرچ کر کے تعلیمات کی قدر ہو۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز مفت آتی ہے اسکی کچھ قدر نہیں ہوا کرتی ؎

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد		گوہرے طفلے بقرص ناں دہد

۱۱۵

لہذا اس تعلیم کا معاوضہ یہ ہے کہ چالیس دن تک اپنا خرچ کرکے رہو۔

حکایت۔ مجھے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ایک کتاب چھپوانے کیلئے فرمایا میں نے اس کے مفت تقسیم کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ فرمایا کہ بھائی مفت تقسیم نہ کرنا کیونکہ لوگ دیکھیں گے بھی نہیں۔ غرض علماء اور اطباء روحانی سے وحشت یا ان پر اعتراضات یا مسائل اسلام میں شکوک اسی وقت تک ہیں کہ جب تک آپ ان کے پاس جاکر نہیں رہتے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اظہار طلب اور شکوک ہوتے کے باوجود بھی یہ نہیں ہوتا کہ چالیس دن کسی کے پاس جاکر رہیں۔

حکایت۔ ایک تحصیلدار صاحب نے ایک صاحب کو پیش کرکے کہا کہ ان کو بعض مسائل اسلام میں شکوک ہیں۔ میں نے کہا کہ ان شکوک کا علاج یہ نہیں کہ اس مختصر جلسہ میں یہ ان کو پیش کریں اور میں جواب دیدوں اور یہ سن کر چلے جائیں ان کا علاج یہ ہے کہ چند روز کے لئے میرے پاس آکر رہیں اور میں جو کہا کروں اس میں یہ غور کیا کریں ان صاحب نے نہایت زور کے ساتھ آکر رہنے کا وعدہ کیا تھا لیکن مدت گذر گئی اور ان کا وعدہ وفا نہیں ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ اپنی اس حالت کو مرض نہیں سمجھتے حالانکہ یہ اتنا بڑا مرض ہے کہ کوئی مرض بھی اس کی برابر نہیں۔ نیز مرض بھی پرانا ہے لہذا ایک دو جلسے میں اس کا ازالہ ممکن نہیں کم از کم ایک چلہ تو طبیب کے پاس رہنا چاہئے جیسا حدیث میں مذکور ہوا اسی حدیث کا حافظ شیرازی نے گویا ترجمہ کیا ہے ؎

شنیدم رہروے در سرزمینے	ہمی گفت ایں معما با قرینے
کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف	کہ در شیشہ بماند اربعینے

شیشے سے مراد قلب ہے اور شراب سے مراد محبت الٰہی ہے معلوم ہوا کہ ایک چلہ علاج کرنے سے انشاء اللہ اصل مرض جاتا رہے گا اور پھر انشاء اللہ عمر بھر مقویات پہونچتی رہیں گی گویا مسہل تو طبیب کے پاس رہ کر ہو جائیگا اور ازالہ مرض کے بعد تقویت پہنچانے والی دوائیں دور رہ کر بھی پہونچتی رہیں گی خدا کے لئے صاحبو اس علاج کو آزما کر تو دیکھو اور چونکہ میں نے اصل علاج بتلا دیا ہے لہذا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں جزئی شکوک اور شبہات کا جواب دوں

حبِ دنیا و کسبِ دنیا میں فرق

حبِ دنیا وہی ہے جس میں ترکِ آخرت ہو نہ کہ کسبِ دنیا بس کسبِ دنیا جائز اور حبِ دنیا ناجائز کسب اور حب میں وہی فرق ہے جو کہ غلیظ کے صاف کرنے اور کمانے اور اُسکے کھانے میں کہ اول برا نہیں اور دوسرا برا اور معیوب ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تحبون العاجلة فرمایا تکسبون العاجلة نہیں فرمایا اب اپنے اوپر منطبق کریجئے اور دیکھئے کہ آپ تحبون کے مصداق ہیں یا تکسبون کے۔

اپنی حالت پر آیات کی تطبیق کرنے میں بعض کی غلطی

اس انطباق میں عوام سے تو کچھ خوف اور اندیشہ اس لئے نہیں کہ اُن کو کچھ خبر ہی نہیں۔ اُن بے چاروں سے جو بات کہدی گئی انھوں نے سن لی اور عمل کر لیا اور علماء سے اس لئے خوف نہیں کہ ان حضرات کی نظریں اصل حقیقت تک پہونچی ہوئی ہیں۔ البتہ ان نیم خواندہ خود رائے لوگوں سے (جو بوجہ نیم ہونیکے تلخ بھی ہیں) ڈر لگتا ہے۔ کہ قرآن شریف کا ترجمہ دیکھ کر یہ نہ کہدیں کہ ہمکو یہ آیت سن کر اپنی حالت پر منطبق کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ ہم اس کے مخاطب ہی نہیں کیونکہ یہ آیت مکی ہے لہذا کفار اس کے مخاطب ہوں گے ہم مسلمان اس کے مخاطب ہی نہیں ہوسکتے ہم سے اس آیت کو کیا تعلق۔ لہذا اب میں اسکے متعلق عرض کرتا ہوں۔

اکثر لوگ آیات کے متعلق یہ سنکر کہ کفار کو خطاب کیا گیا تھا بے فکر ہو جاتے ہیں حالانکہ اس سے بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ زیادہ فکر میں پڑ جانا چاہئے اور زیادہ اثر لینا چاہئے کیونکہ جب کوئی آیت عتابیہ کفار کی شان میں نازل ہوتی ہے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس آیت کے مضمون کا خطاب کفار کو اُن کی ذات کی وجہ سے ہوا ہے یا کسی صفت کی وجہ سے اور ظاہر ہے کہ ذات کی وجہ سے یہ خطاب نہیں ہوا ورنہ ہر انسان کو گو وہ متقی ہی ہو اس کا خطاب ہوتا کیونکہ ذاتاً سب متحد ہیں اور لازم باطل ہے۔ فالملزوم ھکذا۔ پس معلوم ہوا کہ کسی صفت

کی وجہ سے یہ خطاب ہوا ہے۔ اور کوئی حالت خاصہ اس مضمون کے ترتب کی علت ہو تو اگر وہ علت کفار کے علاوہ کسی دوسری جگہ بھی پائی جاویگی۔ تو اس جگہ بھی یہ مضمون مرتب ہوگا۔ مثلاً اسی آیت میں وعید کا مدار حب عاجلہ ہے لہذا اگر حب عاجلہ تمہارے اندر پائی جاوے گی تو تم بھی وعید کے تحت میں داخل ہو گے پس اب غور کرو اور اگر اپنے اندر حب عاجلہ دیکھو تو بہت جلد اس کا علاج کرو اور اپنی حالت پر افسوس کرو کہ جو امور اس زمانہ میں کفار میں ہوتے تھے آج وہ مسلمانوں کے اندر موجود ہیں۔

آیت میں تحبون و تذرون کی ایک تاویل فاسد کا جواب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تحبون اور تذرون سے مطلق محبت اور ترک مراد نہیں بلکہ یہ دونوں لفظ خاص ہیں یعنی وہ ترک مراد ہے جو اعتقاداً ہو اسی طرح محبت سے وہ محبت مراد ہے جو اعتقاد بقاء دوام کے ساتھ ہو اور ہم میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں کیونکہ ہم بحمداللہ قیامت کے قائل ہیں دنیا کو فانی جانتے ہیں۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں کوئی قید نہیں ہے اور تمہارے پاس اس قید کی کوئی دلیل نہیں اور بلا دلیل کوئی دعویٰ مسموع نہیں ہوتا۔ پس اس قسم کی قید لگانا قرآن شریف کے مقصود کو باطل کرنا ہے۔ اور اس تاویل کی ایسی مثال ہے کہ۔

حکایت۔ ایک شخص نے کسی مقام پر پہونچ کر ایک مجمع میں بیٹھ کر کہنا شروع کیا کہ میں جب یہاں آیا تو ایک عورت سے میری آشنائی ہوئی اور میں اس کے گھر جایا کرتا تھا اور اس کا گھر ایسا ایسا تھا۔ اور اس کا شوہر ایک بار آگیا تھا اور اس نے مجھ کو اس اس طرح چھپا دیا تھا۔ اور اس مجمع میں اس عورت کا شوہر بھی تھا اور اس کے پکڑنے کی فکر میں تھا اب یہ اقراری مجرم مجمع عام کے سامنے ہوگیا جرم ثابت ہونے میں کوئی حجت باقی نہ رہی اس عورت کو خبر ہوئی اور کچھ اشارہ کر دیا جسکو یہ سمجھ گیا۔ اور تمام قصہ ختم کرکے آخر میں کہدیا کہ بس اتنے میں آنکھ کھل گئی تو کچھ بھی نہ تھا لوگوں نے کہا کہ کیا یہ سب خواب تھا کہنے لگا کہ اور نہیں تو بھلا میں غریب دیسی مجھکو کون پوچھتا ہے۔ تو ایسی تاویل آپ حضرات ہی کو مبارک ہو غرض یہ کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنی غرض کے موافق جہاں چاہو اور جس طرح چاہو کر لو۔

(باقی آئندہ)

حال - میں بعد نماز تہجد دوازدہ تسبیح پڑھتا ہوں اور چھ ہزار بار اسم ذات اور پانچ ہزار بار استغفار پڑھتا ہوں اور یہ عدد دن رات میں پورے کرلیتا ہوں اب گذارش یہ ہے کہ میں بارہ ہزار بار اسم ذات اور دس ہزار بار استغفار پڑھنا چاہتا ہوں اجازت اگر ہو تو اتنا پڑھ لیا کروں۔

تحقیق - ذمہ تو اتنا ہی سمجھئے جتنا پہلے سے معمول ہے باقی بدون ذمہ داری جس روز چاہیں خواہ ہر روز جتنا چاہیں خواہ اسیقدر جتنا لکھا ہی پڑھ لیا کریں یہ مصلحت ہے۔ ربیع الاول ۳۴ھ

حال - حکیم صاحب کی ہمشیرہ کی حالت لکھ کر پہلے ارسال کی تھی کہ بکثرت وظائف کرتی تھیں اور طبیعت بگڑ جایا کرتی تھی کہ بھاگنے کا ارادہ کرتی تھیں اُس کی بابت حضور نے ارشاد فرمایا کہ سب وظائف چھوڑ دوا دو اور پھر ان کے حال سے مطلع کرنا لہذا معروض ہے آج کل اُن کی حالت پہلے سے سنبھلی ہوئی ہے اب تڑپنا اور نکل کے بھاگنا وغیرہ سب موقوف ہے مگر کبھی اندر طبیعت بگڑتی ہے مگر اتنی قوت ہے کہ اُسکو ضبط کر جاتی ہیں اور نماز میں تہجد وغیرہ میں پہلے جس طرح انوار معلوم ہوتے تھے اب بھی معلوم ہوتے ہیں مگر پہلے بعض وقت بہت ڈر جاتی تھیں اب ڈرتی نہیں وہ کہتی ہیں میرا جی قرآن شریف پڑھنے کو چاہتا ہے جو کچھ بھی مولانا صاحب اجازت دیں گے پڑھونگی یا جو فرمادیں اُسپر عمل کیا جاوے چند عدد درود شریف پڑھتی ہیں مجھ سے پوچھا تھا میں نے کہا تھا مختصر پڑھنے میں حرج نہیں ہے ذکر تلاوت قرآن مجید درود شریف وغیرہ میں سے جو کچھ ارشاد ہو اُن سے کہا جاوے یا جو مصلحت ہو ارشاد ہو اب ان کی بابت جو کچھ ارشاد عالی ہو اُسپر کاربند ہونیکے لئے کہدیا جاوے والسلام۔

۶۲۳

تحقیق - اُن کے سکون طبیعت سے طمانینت و مسرت ہوئی حق تعالیٰ شفاء کامل بخشیں قرآن شریف اس حد تک کہ تعب نہو مضائقہ نہیں اور بلا تقیید عدد چلتے پھرتے درود شریف کا بھی کچھ حرج نہیں باقی وظائف ابھی موقوف رکھیں جب تک کہ صحت کے بعد پوری قوت نہ آجاوے اور طبیب حاذق حکم کردے کہ اب نہ مرض ہے اور نہ ضعف البتہ تہجد بعد عشاء چار رکعت سے آٹھ رکعت تک بھی پڑھ لیا کریں اور پھر اطلاع دیں انشاء اللہ تعالیٰ حالت ٹھیک ہوجاویگی۔

ربیع الاول ۳۴ھ

اول یہ خط آیا تھا

حال۔ احقر آپکا خادم ہے ایک جوگی بیٹھے تھے ان کو دیکھ کر ڈر گیا تھا اس روز جب آپکا وعظ سُنا تو اسوقت بھی جوگی نظر پڑتے تھے اور ہم ڈر کر حضور کے سامنے رونے لگے حضور نے تسلی دی پھر ڈر جاتا رہا آج پھر ایک فقیر کو دیکھ کر ڈر گیا سخت پریشانی ہے اور کام کرنے میں دل نہیں لگتا اور خلیفہ سبحان اللہ والحمد للہ الخ ۲۵ مرتبہ اور فارغ رہا تو سو مرتبہ پڑھتا ہوں۔ امید کہ میرے مناسب علاج کوئی یاد عا ارشاد فرمایا جاوے اور اردو کی مناجات بھی پڑھتا ہوں فقط۔

اس کا یہ جواب گیا تھا

درود شریف پڑھا کرو اور میرا خیال کر لیا کرو اسی وقت کا خیال جب میں وعظ کہہ رہا تھا اور پھر حال سے اطلاع دو اور یہ خط بھی ساتھ بھیجنا۔

اس جواب کے بعد پھر یہ خط آیا

جناب والا نے جو تجویز میرے لئے فرمائی ہے اس سے مجھکو افاقہ ہو گیا اب جوگی کبھی نظر نہیں پڑتا اور دہشت بھی نہیں معلوم ہوتی ہاں البتہ صرف سینہ پر کچھ گرمی محسوس ہوتی ہے حضور نے یہ لکھا تھا کہ جو حالت ہو اسکو مع میرے اس خط کے روانہ کرنا لہٰذا اپنی حالت مع اس پہلے خط کے ارسال خدمت ہے والسلام۔

پھر یہ جواب گیا

افاقہ سے دل خوش ہوا الحمد للہ ابھی درود شریف اور تصور مرقوم خط سابق کا معمول جاری رکھو۔ اور گاجریں تراش کر اس پر شکر چھڑک کر رات کو شبنم میں رکھکر صبح ہی کھا لیا کرو اور پھر اطلاع دو۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

حال۔ چونکہ غریب الوطن تین سال ہو گئے ہیں کہ وطن سے آیا ہے اور بندہ کا یہ خیال تھا کہ کہیں پیر کامل کی قدمبوسی کروں اور بندہ چونکہ زبان وغیرہ سے ناواقف تھا اس لیے بہت تردد میں تھا اور ایسی کوئی جگہ بھی معلوم نہ تھی مدت ہو گئی بندہ اسی پریشانی میں تھا کہ بندہ نے خواب دیکھا وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ کی ساتھ سعید ابن المسیبؓ تھے، ور ان کے ساتھ ایک صندوق تھا مسند میں آپنے امر کیا کہ اسکو

رکھو اور اس صندوق کے ہر جانب اسماء مکتوب تھے اور فوق جانب "راقم محمد صلی اللہ علیہ وسلم" یہ لفظ بعینہ تھا اور مشرق جانب میں جناب کا نام تھا اس طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام کی طرف اشارہ کیا اور مجھے فرمایا کہ اس نام کو یاد رکھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صندوق سے شمال کی جانب تھے اور سعید ابن المسیب جنوب کی جانب تھے یہ بعد میں اُٹھے اور بندہ ابھی طالب علموں کا خدمتگار ہے اور نہایت غریب ہے مال کی حیثیت اور بسبب وغیرہ سے اگر بندہ خدمت شریف میں حاضر ہو جاوے تو آنجناب بندہ کو کچھ نظر مرحمت فرمائیگا اور تفصیل میں نے نہیں لکھا۔

تحقیق۔ خواب بہت مبارک ہے اور ظاہر اسکے معنی یہ ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو احقر سے کچھ دینی نفع ہوگا گو میں اس قابل نہیں لیکن بمقتضار انا عند ظن عبدی بی آپ کے گمان کی برکت سے ایسا ہوگا آپ اپنا مفصل حال لکھئے تو مشورہ دوں کہ آپ کیا پڑھتے ہیں اور کیا کیا اور کب تک پڑھنے کا ارادہ ہے بدون میرے مشورہ کے کسی امر میں تعجیل نہ فرمایئے۔ والسلام

ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

خط یکے از اجازت یافتگان

آج کل بندہ کو شب و روز مرغ و ماہی کی طرح گذرتا ہے جب سے حضور کا عنایت نامہ مسمی بہ اجازت نامہ صادر ہوا ہے بجا آوری ارشاد کر رہا ہوں مگر تماشا یہ ہے کہ اُن لوگوں کی حالت جو داخل سلسلہ ہو جاتے ہیں قابل رشک ہوتی جاتی ہے اور میں خود لائق تف ہو گیا ہوں دل کا چراغ بالکل بجھا جا رہا ہے رات دن لوگوں کی فکر میں رہتا ہوں کہ یہ بناوہ بگڑا اپنی کچھ خبر نہیں اور اکثر اوقات ایسا بیخبر ہوتا ہوں کہ مجھے اپنے تن و جان کی بھی خبر نہیں رہتی خیالات ہوتے آجکل اسقدر حاوی ہو گئے ہیں کہ رات بھر رونا اور بیچینی اپنا آرام ہے زندگی کی راحت سب ختم ہو گئی پہلے آزادی کے ساتھ رہا کرتا تھا گو الحمد للہ کبائر کا مرتکب تو نہیں تھا مگر آزادی بہت تھی اب جب سے حضور نے قید کیا ہے راستہ چلنا کھانا پینا گفت و شنید سب میں خوف معدوم ہوتا ہے حتی کہ وعظ و نصیحت سے بھی خوف معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے تو حضور سے اجازت حاصل کرنیکا بہت روزوں سے ارادہ تھا کہ حضور منع فرما دیں تو لوگوں سے نجات ہو جاوے آمیں

٦٥

اوقات کا بہت خون ہوتا ہے علاوہ بریں ایک شہرت بھی ہوتی ہے کہ جس سے نفس خوش ہوتا ہے یا اسکا علاج فرمایا جاوے اور یہ بھی ضرور تحریر فرمایئے کہ لوگ تو اچھے ہوتے جاتے ہیں اور میں خود برا ہوتا جاتا ہوں ورنہ میرے خیال میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور جس سے ناراض ہوتے ہیں اس کو تو اجازت فرما دیتے ہیں اور جس سے خوش ہوتے ہیں اس کو خدمت بابرکت میں رکھکر مارتے پیٹتے رہتے ہیں لہذا یا تو میری حالت پہلی سی بنا دیجئے گا یا ایسی دعا کیجئے کہ اور لوگ جو تعلق رکھتے ہیں وہ مجھسے زیادہ ہو گئے ہیں میں ان سے زیادہ ہو جاؤں ورنہ مجھکو کیا فائدہ ہوگا اور پہلے سامان نجات بھی اپنا بہت نظر آتا تھا اب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز بھی یقینی نہیں ہے نہ نماز روزہ نہ ذکر و شغل کوئی بات ایسی فرمایئے جو یقین ہو اسکو کیا کروں اب تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ نہ ادہر کا ہوا نہ اودہر کا۔

تحقیق - یہ سب آثار ہیں عبدیت و نزول کامل کے اللہ تعالیٰ مبارک فرماویں کام میں اسیطرح لگے رہیں جو کوتاہی محسوس ہو کوتاہی پر استغفار اور اس کی محسوسیت پر خدا تعالیٰ کا شکر کریں اور اپنی رائے سے کچھ تغیر و تبدل نکریں تفویض الی اللہ ثم الی الشیخ اپنا شعار رکھیں میں دعاء حفاظت کرتا ہوں۔　　ربیع الاول سنہ ۳۳ھ

حال - الحمد للہ بفضلہ تعالیٰ و برکت حضرت اعلیٰ اپنے تمام معمولات روزانہ پورے کرتا ہوں قصیدہ بردہ کی جگہ حضرت سے اجازت لیکر تلاوت قرآن مجید کرتا تھا پھر دل میں آیا کہ ایک منزل روزانہ پڑھا کروں پھر ایک منزل شروع کیا اور بند کرکے تلاوت کرنا شروع کیا اس کے بعد خیال ہوا کہ بند کرکے تلاوت ٹھیک نہیں ہوتی حروف ادا نہیں ہوتے اور جلدی ہوتی ہے دیکھکر پڑھو اب فی الحال شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ ایک منزل نہایت اطمینان سے دیکھکر تلاوت کرتا ہوں یا ور اسے حضرت کا فیض اور اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہوں تلاوت کے وقت قرآن مجید کے مضامین و نصائح دل میں مستحضر ہوتے جاتے ہیں مگر بعد تلاوت وہ استحضار نہیں رہتا اگر یہ خیال ٹھیک ہو تو کوئی صورت استحضار کی تحریر فرما دیں۔

تحقیق - کچھ ضرورت نہیں حدوث استحضار بھی کافی ہے گو بقا نہ ہو جب اسکی استعداد ہوگی وہ بھی ہونے لگیگا اور اگر نہ بھی ہو تو مضر نہیں بلکہ قصداً ابقاء استحضار بعض اوقات حجاب ہو جاتا ہے ایسے امور سے جو اس سے زیادہ اہم ہیں۔

(باقی آئندہ)

پھر اس سے اپنا مطلب ظاہر کیا کوئی خاص باطنی اصلاح مقصود تھی وہ مولانا صاحب کی توجہ سے حاصل ہو گئی اور دشواری رفع ہو گئی دعائیں دیتے چلے گئے اس قصہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا صاحب میں مطلق نفسانیت نہ تھی محض طبعی لطافت اور نزاکت تھی جس سے ایک خاص محبوبانہ شان نظر آتی تھی اور میں نے حضرت سے حصن حصین پڑھی ہے ایک مقام پر آپنے شوق کا ترجمہ تڑپ کے ساتھ فرمایا تھا۔

(۶۹) خدام سے فرمایا کہ جب میں تم لوگوں سے کسی کام کو کہا کروں تو اس کام کو پورا کر کے مجھے اطلاع بھی کر دیا کرو کہ ہمنے یہ کام کر دیا ورنہ فکر رہتی ہے کہ نجانے کیا یا نہیں بھول گئے یا یاد رہا۔

(۷۰) فرمایا کہ ہدیہ میں تو اصل مقصود ایک مسلمان کو خوش کرنا ہوتا ہے اور گو اسی میں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے مگر واہب کو ثواب خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ محض سرور مسلم مقصود ہوتا ہے اور صدقہ اس کے بالعکس ہے اسی وجہ سے ہدیہ میں عرفاً موہوب لہ کا اکرام ہوتا ہے اور صدقہ میں متصدق علیہ کا تذلل۔

(۷۱) بعض لوگ حرف اما کا ترجمہ لیکن کے ساتھ کرتے ہیں اور غیاث اللغات اور کریم اللغات میں بھی یہی لکھا ہے بلکہ کریم اللغات ثانی میں لیکن کے ساتھ مگر بھی یعنی دونوں ترجمے لکھے ہیں اور بعض لوگ بہرحال کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں اس میں ایک بار احقر نے حضرت سے عرض کیا حضرت نے ترجمہ قرآن مجید شاہ رفیع الدین رح اور ترجمہ قرآن مجید حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رح دیکھکر فرمایا کہ اما کا ترجمہ ان حضرات نے جو کے ساتھ کیا ہے اور یہ لیکن اور مگر دونوں ترجموں سے بہتر ہے اور اسی میں تفصیل کے معنی مع مراعاۃ معنی تاکید جو تعلیق مقدر فی اما کو لازم ہے اچھی طرح حاصل ہیں یہ ترجمہ اس جگہ منطبق ہو سکتا ہیں جہاں اما تفصیلیہ ہو ورنہ جہاں استینافیہ ہو جیسے اما بعد اور اما زید فمنطلق تو یہاں یہ ترجمہ کرنا اچھی جی کو نہیں لگا اور قرآن مجید میں اما تفصیلیہ ہی پایا جاتا ہے غالباً اما استینافیہ کہیں وارد نہیں ہوا اور نہ ان تراجم میں اسکو بھی دیکھا جاتا اور لفظ بہرحال جسکے ساتھ بعضے اس کا ترجمہ کرتے ہیں اردو میں تفصیل کے لئے مستعمل ہے اور نہ استیناف کے لئے اور لفظ لیکن گو تفصیل کے لئے اردو میں آتا ہے اور استثناء کے لئے بھی لیکن تفصیل میں بکثرت نہیں آتا اور استثناء میں بکثرت آتا ہے اس لئے لیکن بھی غیر مناسب ہے

اور استینافیہ کے لئے تو لیکن مستعمل ہی نہیں ہے پھر فرمایا کہ فاما ان کان من المقربین ۔ میں جبکہ اما تفصیلیہ ہے یہ فا تفصیل کے لئے نہ ہوگی پھر یا تو محض عطف کے لئے بمعنی واو ہے یا تعقیبی ہے اور ناظرین سے التماس ہے کہ جب تک اما استینافیہ کا کوئی ترجمہ ایسا میسر نہ ہو جو استیناف اور تعلیق دونوں کا جامع ہو اُسوقت تک احقر کے نزدیک اس کا ترجمہ بھی جو کے ساتھ مناسب ہے اور اگر ہماری اس تحقیق کے خلاف یا اس سے بہتر کسی صاحب کو کوئی تحقیق میسر آوے تو از راہ کرم افادہ فرماویں زادہ الجامع عفی عنہ ۔

(۷۲) ۲۷ ربیع الاول ۔ ایک صاحب کا عربی میں خط آیا تھا جو نہ خود عرب تھے اور نہ عربی زبان سے اچھی طرح واقف تھے حضرت نے اس کا یہ جواب لکھا کہ جب اپنی زبان میں مطلب ادا ہو سکتا ہے تو اس تکلف اور اظہار شان علم کی کیا حاجت ہے اردو میں خط آویگا تو جواب دیا جاویگا اور ان کے سوالات کا جواب نہیں دیا چنانچہ اس کے بعد اردو میں خط مع معذرت آیا ۔

ف اہل فہم اس مضمون کی قدر فرماویں گے زادہ الجامع عفی عنہ ۔

(۷۳) فرمایا کہ جو طلبہ شائق علم ہوتے ہیں ان کا سبق ناغہ کرنے کو بعذر بھی دل نہیں چاہتا ۔ ۶۴

(۷۴) ایک صاحب نے بر سر مجلس عام حضرت کی خدمت میں پیش کیا فرمایا کہ آپ نے یہ ہدیہ جا عنایت فرمایا اس لئے میں معذور ہوں قبول نہیں کر سکتا وجہ یہ ہے کہ معطی کو نقد ہدیہ بطریق اظہار اور بر سر مجلس پیش کرنا مناسب نہیں کہ اس میں بوجہ اس کے کہ عرفاً تذلل سمجھا جاتا ہے آخذ کو خجلت ہوتی ہے البتہ آخذ کو خود اظہار مناسب ہے بخلاف غیر نقد کے کہ اسمیں اخفاء کا اہتمام زیادہ دشوار بھی ہے نیز عرفاً یہ تذلل بھی شمار نہیں ہوتا کیونکہ باہم احباب میں غیر نقد اس طرح لیا دیا جاتا ہے ۔ اور نقد اظہار کی ساتھ دینے میں صورت ریا کی بھی ہے گو نیت نہو ۔ (جامع کہتا ہے کہ اگر غیر نقد میں بھی اخفاء سہولت سے ممکن ہو تو زیادہ مناسبت ہے) ۔

(۷۵) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی فارسی دانی کی ایک زمانہ مدح کرتے تھے مگر باوجود اس کے حضرت حاجی صاحب اس قدر سادہ اور بے تکلف تھے کہ ایک شخص نے فارسی میں آپ سے گفتگو کی اور آپ نے اردو میں جواب دیا اگرچہ فارسی بولنے پر بخوبی قادر تھے ۔ میں نے (یعنی جامع نے) عرض کیا کہ اگر عربی خط کا جواب عربی میں

محض اس نیت سے دیا جاوے کہ باہم تناسب حاصل ہو جاوے تو اسمیں کچھ تکلف اور ذم تو نہیں ہے فرمایا کہ اس قصد کے بعد کوئی ذم نہیں۔

(۷۶) ایک شخص نے عرض کیا کہ عربی طلبہ عربی گفتگو بے تکلف نہیں کر سکتے بخلاف انگریزی طلبہ کے اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ اس طرف ان کی توجہ نہیں اور اس بے توجہی کے کئی سبب ہیں (۱) کوئی ان کا قدردان نہیں اور بڑی وجہ یہی ہے (۲) ان کو علوم کی تحصیل کی طرف زیادہ توجہ ہے بہ نسبت تحصیل زباندانی کے (۳) وقت بہت کم میسر آتا ہے اطمینان نہیں اس لئے اسوقت کو تحصیل علوم ہی کے لئے کہ بہ نسبت کمال زباندانی کے وہ اہم بھی ہے غنیمت سمجھتے ہیں (۴) عربی زبان میں قواعد بہت زیادہ ہیں۔

(۵) انگریزی خواندگی میں علوم دقیقہ نہیں اس لئے سبق کی تقریر انگریزی میں سہل ہے پھر اس سے مہارت بڑھ جاتی ہے بخلاف عربی خواندگی کے کہ اسمیں نہایت دقیق اور نفیس علوم ہیں (اسی وجہ سے انگریزی خواں کتنے ہی بڑی قابل ہوں عربی خواں سے تقریر و تحریر میں مقابلہ نہیں کر سکتے ۱۲ جامع) پس ان علوم کی تقریر کرنا عربی میں مدرس کو اور پھر اس کا سمجھنا یا اسپر کچھ سوال کرنا طالب علم کو کسیقدر دشوار ہے (۶) انگریزی کلام میں اجزا کی ترتیب ہماری زبان اردو کے قریب ہے اس لئے انگریزی میں بیان کرنے میں زیادہ تقدیم و تاخیر کرنا دشوار نہیں بخلاف عربی کے کہ اسمیں ترتیب اجزا کی اردو سے نہایت بعید ہے اس لئے بھی اردو زبان کے مضامین کو عربی میں لانا دشوار ہے مگر تاہم جسکو مہلت و اطمینان میسر ہو اسکو مناسب ہے کہ گفتگو عربی کی کامل قابلیت پیدا کرے اور علوم ادبیہ میں مہارت حاصل کرے۔

(۷۷) ۲۹ ربیع الاول۔ فرمایا کہ میرے نزدیک دفع مضرت کیلئے خوشامد جائز ہے اور جلب منفعت کے لئے ناجائز۔

(۷۸) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ شیخ طریقت کو مثل طبیب جسمانی کے ہونا چاہئے کہ طالب کو اسکی استعداد علمی اور قوت جسمی اور فراغت اور مشاغل اور تحمل و فہم سب کا لحاظ کر کے ذکر و شغل اور دیگر اصول و فروع تصوف کی تعلیم کرے پھر حضرت

۶۵

قبلہ صاحب ملفوظات نے فرمایا کہ خلوت اور مجاہدہ وغیرہ جارہ معین تصوف ہیں اور اصول تصوف اور چیز ہیں سو جو شخص اصول سے واقف ہوتا ہے اور انکی مطابق تعلیم کرتا ہے وہ تعلیم زیادہ کارآمد ہوتی ہے اور بہت جلد مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

(۷۹) فرمایا کہ مجھکو کسی بزرگ کی وفات سے بوجہ محبت طبعاً تو رنج ہوتا ہے لیکن یہ وسوسہ بھی نہیں آتا کہ اسلام کا فلاں کام ان کی وفات سے رک جاویگا کیونکہ یہ پورا یقین ہے کہ حق تعالیٰ اپنے دین کا خود حامی ہے جب جناب رسول اللہ کی وفات شریف سے دین کا کام نہ رکا تو کوئی عالم یا درویش تو کدھر ہے۔

(۸۰) فرمایا کہ میری طبیعت میں اول تو جبلی آزادی ہے دوسرے ابتداء عمر سے نہایت راحت اور ناز میں رہا ہوں اسوجہ سے مزاج میں تحمل کم ہے بہتر ہے کہ اب تو احباب مجھسے بیعت کی فرمایش نکریں ہاں تعلیم سے عذر نہیں ہے کیونکہ بیعت میں ذمہ داری زیادہ ہے اسلئے اس سے میرا جی گھبراتا ہے بیعت کے لئے اور بہت سے حضرات تشریف فرما ہیں یہ امر تو مثل امر سلطنت کے ہے اسکے لئے شان تحمل اور وقار کی ہونی چاہئے ؎

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار　　کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

(۸۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ کی برکت ہے جو میرے قلب پر مضامین عالیہ وارد ہوتے ہیں ورنہ میں اس قابل کہاں ہوں۔

(۸۲) عرصہ ہوا کہ ایک شخص نے ایک خواب کی تعبیر دریافت کی تھی سو خواب مع تعبیر مندرجہ ذیل ہے۔

ایک صوفی نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں لیٹے ہیں اور حضرت سیدنا عمر رضہ سے کوئی خطا ہو گئی ہے کہ جسکی وجہ سے ان کے لئے شرعاً تعزیر کا حکم ہوا اور رائی سزا قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس کام کو انجام دیوے پس وہ اس کام کو کرنا چاہتا ہے لیکن حضرت عمر رضہ اسکو قدرت نہیں دیتے اسپر اس شخص نے رسول اللہ صلعم سے حضرت عمر رضہ کی شکایت کی اور آپ مخاطب بھی ہوئے۔ نیز یہ بھی دیکھا لیکن حالت مرض میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضہ نے اس شخص کو نماز تہجد کیلئے اٹھنے سے منع فرمایا اور اسمیں بوجہ مرض قدرت بھی اٹھنے کی نہ تھی

پس اگر بعد مسجد اقصیٰ کے عروج سموات کا ذکر فرماتے مثلاً ثم منہ الی السمٰوات وما فوقہا یا مثل اسکے تو وہ بھی مظروف لیلاً کا ہوتا تو لازم آتا کہ سیر سمٰوات وما فوقہا لیل میں واقع ہوئی حالانکہ وہاں لیل ہی کا تحقق نہیں پس اس کی ظرفیت صحیح نہ ہوتی اس لئے یہاں عروج سموات کا ذکر صحیح نہ تھا مگر باوجود اس کے لنریہ من آیاتنا میں جو کہ ایک غایت ہے اُس کی طرف اشارہ فرمادیا اس طرح سے کہ آیات سے مراد بقرینہ مقام و اضافۃ الی العظیم آیات عظمیٰ وکبریٰ ہیں جسکو سورہ والنجم میں لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ میں صاف اس عنوان سے ذکر فرمایا ہے اور آیات کبریٰ کا ملہ فوق السمٰوات ہیں پس اُس کی ارادہ کے ذکر میں اشارہ ہوگیا عروج فوقہا کی طرف کیونکہ اصل یہی کہ رائی اور مرئی ایک جگہ ہو۔ الا بدلیل یقتضی العدول عن ذالک الاصل۔ باقی یہ کہ جب یہ آیات سماویہ ہیں تو اسری لیلاً اسمیں کیسے عامل ہوا وہی وجہ عدم صحت کی یہاں ہونا چاہئے جواب یہ ہے کہ غایت کے معمول ہونے سے ارادہ کا مظروف ہونا لازم نہیں آتا اور بدون مظروفیت کے اُس کا غایت ہونا اسی طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ اسرا الی المسجد مقدمہ ہے عروج سماء کا اور عروج کی غایت ہے ارادہ اور مقصود کی غایت بواسطہ مقصود کے غایت ہوتی ہے مقدمہ کی بھی کیونکہ مقصود باعتبار مقدمہ کے کالغایت ہے اور غایۃ الغایۃ غایت ہوتی ہے واللہ افاض علی ہذہ النکتۃ لیلۃ الخمیس تاسع عشر من ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ وللہ الحمد مالا یحد ولا یحصی۔

۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

(۱۵) ہدیۃ الاحباب ص۲۱ میں حضرت کا ایک خاص موقع پر حاشیہ ہے جسکے یہ الفاظ ہیں اس قصے سے کوئی شخص جو شگون بد وغیرہ کا قائل ہو یوں نہ سمجھے کہ الفاظ کے اثر سے وہ جل گئے کیونکہ یہ الفاظ تو اس سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ اثر نہیں ہوا بلکہ وہ واقعہ اتفاقی تھا جو حضرت عمرؓ کو مکشوف ہوگیا اور واقعہ کا توافق الفاظ کے ساتھ یہ بھی ایک اتفاقی امر ہے اھ۔ اس پر تو ایک اہل علم کا سوال حسب ذیل آیا۔

جمرۃ بن شہاب کا نام و ولدیت و سکونت وغیرہ کے سوال پر حضرت فاروق کا حکم احراق لگانا بظاہر تکلم یا تسمیہ باسماء السوء ہی کا اثر ہے جواب سے اس شبہ کا رد نہیں ہوا نیز اسی کے متعلق اس کی تحقیق ہے کہ تفاؤل حسن کا اقتضا کیا ہے جسکو شرعاً محمود سمجھا گیا ہے اور

حرب کو اوا سے جنگ نہ دینے یا اس قسم کے ناموں سے کام لینے میں احتراز کرنے کے جو واقعات احادیث میں مذکور ہیں ان کا محمل کیا ہے ظاہر تو یہی ہے کہ اسم کو مسمی میں دخل ضرور ہوتا ہے اور یہی لم ہے اولاد کے اچھے نام رکھنے کے مامور بہ ہونیکی پس ایسا شخص جس کنبہ و مسکن وغیرہ سبکے اسماء میں حرقت کا اثر ہو بوجہ دخل الاسم فی المسمیٰ کے کسی خاص وقت میں اپنا اثر دکھائے تو کیا بعید ہے اور اس کیلئے یہ امر لازم نہیں کہ نام رکھتے ہی اثر ہو جائے کہ نام کا پہلے سے ہونا اور اس اثر کا وقت خاص میں پیدا ہونا پہلے سے نہ ہونا مستبعد نہیں سبارود کا گولا آگ لینے کے دیر بعد پھٹتا اور اثر دکھاتا ہے بلکہ بعض تو ایجادات میں موجد وقت معین کر دیتا ہے کہ چار یوم کے بعد پھٹیگا اور اپنا اثر دکھلائیگا حالانکہ یہ اثر اسی اصل کی طرف منسوب ہوتا ہے جو پہلے سے موجود تھی مگر اثر اسوقت نہ تھا اس کا جواب حسب ذیل حضرت نے تحریر فرمایا۔

اصل مقصود مقام کا نفی ہے تطیر کی جسکے عموم میں اسمار قبیحہ کا غیر مؤثر ہونا بھی داخل ہے اور اسکی یہ ایک دلیل بیان کی گئی تھی جسکے ایک مقدمہ پر سوال میں شبہ کیا گیا ہے سو اگر اس شبہ کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی اصل مقصود میں (جبکہ اس پر دوسری دلیل صحیح قائم ہو جیسے حدیث لا طیرۃ) کوئی خلل نہیں واقع ہوتا لان نفی الدلیل لا یستلزم نفی المدلول اور اگر شبہ ہی کو تسلیم نہ کیا جاوے تو یہ دلیل بھی سالم رہے گی اور حقیقت میں شبہ قابل تسلیم ہی نہیں کیونکہ اصل تو یہی ہے کہ مؤثر کے ساتھ اثر کا ظہور ہو اور اس اصل سے عدول کرنا بضرورت کسی مانع کے ہوگا اور جہاں کوئی مانع ثابت نہ ہو اس اصل سے تمسک کیا جاویگا اور یہاں کوئی مانع ثابت نہیں اور ایسے احکام میں محض احتمال غیر ناشی عن الدلیل کافی نہیں اور جن روایات کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے وہ خود بوجہ محتمل ہونے کے اسکی دلیل نہیں ہو سکتی تاکہ اس احتمال کو ناشی عن الدلیل کہا جاوے پس استدلال بحالہ قائم رہا اصل شبہ کا جواب تو ہو گیا اب صرف اس قصہ کی توجیہ باقی رہی جسکو تبرعاً اس مقام میں ذکر کیا جاتا ہے سو ایک توجیہ تو وہی حاشیہ میں ہے یعنی حمل علی الاتفاق اسوقت سہولت کے سبب اسی پر اکتفا کیا گیا تھا دوسری توجیہ اس سے اچھی اور ہو سکتی ہے وہ یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ کو کوئی حادثہ واقع کرنا ہوتا ہے اور منام میں اس سے قبل کچھ واقعات ایسے ظاہر فرماتے ہیں جن سے صاحب تعبیر اس حادثہ پر استدلال کرتا ہے

۴۴

اور واقعات منامیہ انمیں مؤثر نہیں ہوتے محض علامات ہوتے ہیں یعنی دلیل لمی نہیں ہوتے دلیل انی ہوتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کو کوئی واقعہ حادث کرنا ہوتا ہے تو بیداری میں اسکے قبل کچھ واقعات ایسے ظاہر فرماتے ہیں جن سے صاحب کشف اس حادث پر استدلال کرتا ہے اور وہ واقعات یقظہ اس میں مؤثر نہیں ہوتے محض علامات ہوتے ہیں پس اس قصہ میں حق تعالیٰ کو احراق مقصود تھا اس کی علامات پہلے سے واقع کردیں یعنی تسمیہ باسمار خاصہ جس سے حضرت عمرؓ نے اپنی فراست وکشف سے استدلال فرمالیا اس احراق کے وقوع پر پس تسمیہ مؤثر فی الاحراق اور اس کی دلیل لمی نہیں محض علامات اور اسکی دلیل انی ہے واللہ اعلم۔

۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

(۱۶) **سوال** ۔ حضور ایک مرتبہ میں نے مولوی (نام صاحب عملے مدعی اجتہاد گستاخ در شان سلف) کو خواب میں دیکھا کہ نہایت افسردہ خاطر پریشان تمام کپڑے بدن کے میلے اور چیتھڑے لٹک رہے ہیں۔ ایک میرے دوست عمدہ لوگوں میں تھے انھوں نے کہا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد میں حضور سلطان المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ تشریف فرما ہیں اور لوگ جوق جوق حاضر ہوتے ہیں اتنے میں وہی مولوی صاحب موصوف آئے دربان نے دروازہ پر روک دیا اور اندر نہ جانے دیا اور اکثر ان مدعیان اجتہاد کی نماز کو عالم خواب میں بہت ابتری اور بے ڈھنگہ دیکھتا ہوں حضور والا یہ صرف خیال ہی ہے جو ان لوگوں کی دریدہ دہنی اور بے ادبی ائمہ ہدیٰ کی خدمت میں کرنے سے ان سے تنفر ہو گیا ہے یا درحقیقت یہ ایسے بدبخت و بدنصیب ہیں۔

جواب ۔ جو گستاخ یا مخالفت اجماع ہیں وہ ایسے ہی ہیں۔

(۱۷) **سوال** ۔ حضور والا یہ جو ارشاد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جتنے اور انبیا علیہم السلام ایذا دئے گئے ہیں انکی سب کی برابر میں دیا گیا ہوں اسکی تطبیق آج تک اس ناقص الفہم کی سمجھ میں نہیں آئی نوح کا سنگسار ہونا۔ زکریاؑ کا آرہ سے چرنا یحییٰ کا تن سے سر جدا ہونا خلیل اللہ کا آگ میں پڑنا ایوبؑ کا آفت جسمانی میں مبتلا ہونا علیٰ ہذا اور بہت سے انبیاء کا مبتلائے مصائب ہونا صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین۔ برائے خدا اسکی تطبیق فرما دیجئے

میں بہت مشکوک اور مضطرب ہوں جس سے بہت خوف نقصان ایمان ہے۔

جواب - ایذا جیسے طرق ایذا کے اشتداد سے بڑھتی ہے اس سے زیادہ دوسرے اسباب سے بھی بڑھتی ہے مثلاً متاذی کے مزاج کا زیادہ لطیف ہونا۔ موذیوں سے اس کے خلاف کی توقع ہونا متاذی کا موذی پر زیادہ شفیق ہونا۔ پس مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی اسباب سے۔ اشتداد ایذا ہے اس اعتبار خاص سے ایذار نبوی سب انبیاء علیہم السلام کی ایذا سے اشد تھی۔ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ۔

(۱۸) **سوال** - کتاب تذکرۃ الاولیاء دیکھنے کے قابل معتبر و سند والی ہے یا نہیں۔

جواب - عالم کے دیکھنے کے قابل ہے اور جاہل اگر کسی عالم سے پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں اور جو مقام اُس کے سمجھانے سے بھی سمجھ میں نہ آئے اُس کو چھوڑ دے ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

(۱۹) در حل بعض اشعار مثنوی آخر دفتر سوم

قولہ با دو عالم عشق را بیگانگی الی **قولہ** بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست۔ حاصل اشعار کا یہ ہے۔ کہ عشق کو دونوں عالم سے اجنبیت ہے یعنی اس کے خواص سب موجودات دو عالم سے نرالے ہیں اُس میں بیشمار جنون ہیں یہ بیان ہے اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا مبنیٰ ہوش ہے اور یہاں بے ہوشی ہے اور بے ہوشی متعارف سے بھی یہ بے ہوشی دوسری نوع کی ہے اور اسمیں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنے کنہ کے عام سے پنہاں ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے عام اُس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاء و اولیاء اُس کی تمنا اور شوق میں ہیں پس حسرت مجاز المعنی تمنا کے ہے اور تمام مذاہب سے الگ اُس عشق کا مذہب ہے مذاہب باطلہ سے الگ ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے عام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتسب و عقلی ہے اور یہ موہوب و حالی ہے۔

(باقی آیندہ)

سوال۔ اگر کسی امر آئندہ کے متعلق یہ کہا جائے کہ خدا رسول جو چاہے وہی ہوگا یا دوسرے موقع پر یہ کہا جائے خدا رسول کی مہربانی چاہئے کچھ فکر نہیں یہ درست ہوسکتا ہے یا نہیں درست نہ ہونے کی حالت میں قائل اس کا شرعاً سزاوار کسی شرعی ملامت کا ہوسکتا ہے یا نہیں اگر قائل الفاظ مذکورہ قصداً ان کلمات کو نہ ادا کرے بلکہ محبت سے عادتاً زبان سے نکل جائیں تو اسکو خطا سے شمار کیا جائیگا یا نہیں اور اگر قائل اس اعتقاد سے کہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور قدرت بھی رکھتے ہیں تو اس صورت میں قائل کی نسبت کتاب اللہ اور سنت سے کیا حکم ہے۔ علیٰ ہذا آنحضرت صلی اللہ الخ کے متعلق جو علم غیب کا اعتقاد رکھے اور ان آیات قطعیہ میں کہ جو اس کے خلاف ہیں ہیں تاویل اور تسویل کرے ایسے معتقد کا بھی حکم بلحاظ اسکے اعتقاد ارشاد ہو۔

الجواب۔ ایسی عبارتیں جن سے شبہ و وہم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب وقدرت کا ہوتا ہو منہی عنہ ہیں باقی جو بلا قصد نکل جائے وہ معاف ہے اور اگر قصداً ہو اور علم و قدرت کا بھی اعتقاد ہو اور نصوص معارضہ میں تاویل کرے تو اشد بدعت ہے۔ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

سوال۔ تفسیر بیان القرآن جلد اول صفحہ ۹۹ حاشیہ تحتانی بیس سطر ۲ قلت ایضا ولم اخذ فی تفسیر الآیۃ الخ بقول اعلم ابن حکم بعدم ثبوتہ والحال انہ قال فی تفسیرہ الذی اعتمد فیہ علی ارجح الاقوال ما نصہ۔ قال الیہود للمسلمین نحن اہل الکتاب الاول وقبلتنا اقدم ولم تکن الانبیاء من العرب ولو کان محمد نبیا لکان منا فنزل قل اتحاجوننا الآیۃ اھ ولعل السیوطی اخذ من الکشاف والمعالم۔

الجواب۔ فی آخر ہذہ العبارۃ ما نصہ لان السیوطی حکم بعدم ثبوتہ کما فی روح المعانی اھ ونقل فی الکمالین علی الجلالین عن المفسر نفسہ لم ارہ فی کتب الحدیث اھ فلا ادری بعد ہذا التصریح بالحوالہ کیف توجہ السوال علی الاحقر بقولہ ابن حکم بعدم ثبوتہ الخ۔　۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ

سوال۔ احقر کو ایک خلجان ہے جسکو ظاہر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ حضور نے دعوات عبدیت کے چوتھے حصہ ملقب بہ اصلاح النفس کے صفحہ نمبر ۱۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے

عقائد

۵۵

تفسیر

بیت المقدس کے تیار ہونے تک کی مہلت طلب کی مگر قبول نہیں ہوئی ظاہراً یہ حدیث ما من نبی یمرض الا خیر بین الدنیا والاخرة کے خلاف معلوم ہوتا ہے یہ خلجان مدت سے ہے امید کہ تسکین بخش حل تحریر فرمایا جاوے۔

الجواب۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تخییر درمیان مکث فی الدنیا الی مدة معلومة اور سفر آخرت کے ہوتی ہے اور مکث الی مدة معلومة کا اختیار نہیں دیا جاتا انھوں نے ایک مدت معلومہ تک مہلت چاہی وہ منظور نہیں ہوئی اور پھر کہا گیا ہو کہ یا تو لا الی مدت مکث فی الدنیا کو اختیار کرو ورنہ سفر آخرت ہوگا۔ انھوں نے اس مکث کو پسند نہ کیا اور سفر آخرت کو قبول کیا اور اس قبول و اختیار کے بعد موت آئی غایت ما فی الباب حدیث میں یہ تفصیل مذکور نہیں مگر اس کے کوئی منافی بھی نہیں۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

سوال حسب ذیل روایات کی تطبیق مزید تسلی بندہ کے لئے امید کہ ارقام فرمائی جاوے درمختار کے کتاب الوقف میں ہے واذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ جاز الخ اس پر شامی لکھتے ہیں ظاہرہ انہ لا فرق بین ان یکون البیت ...... ھذا ھو ظاہر الروایة ص ۵۰۳ ج ۳ و نیز شامی میں باب مکروہات الصلوة میں ہے تحت قول درمختار لانہ مسجد الی عنان السماء بفتح العین وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی بقی لو جعل الواقف تحتہ بیتا للخلاء هل یجوز الخ ...... تامل اھ ص ۶۲۶ ج ۱

(۱) صار مسجدا کے معنی کیا صرف یہ ہوں گے کہ حق العبد اس قطعہ زمین سے یعنی اس کے تحت الثری سے لیکر عنان السماء تک منقطع ہوگیا اور فوق و تحت پر مسجد کے احکام شرعیہ جاری ہوں گے یعنی بول و تغوط وغیرہ جائز ہونگے حالانکہ اسی جگہ شامی میں لکھتے ہیں کہ فوق مسجد پر ایسے امور جائز نہیں اور اس کے نیچے خلاء وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں۔ (۲) کیا فوق مسجد و نیز سقف دوکانان جو مسجد کا فرش ہے ان پر فرض نماز کی جماعت کا ثواب مثل جماعت مسجد نہوگا یعنی فوق مسجد پر جماعت کی نماز پڑھنا و نیز دھد مسجد کا جو دوکانوں کی سقف ہے اس پر جماعت کرنا مکروہ تو نہوگا اور ثواب مسجد کا ادائگی فرض نماز میں وہاں ہوگا یا نہیں۔ (۳) اگر سقف دوکانان پر مسجد کا ثواب ملے گا تو مسجد کے نیچے دوکانوں کا بنانا گو اسی کے مصالح کیلئے

وقف ہو کیا جائز ہے اگر جائز ہے تو مسجد کی چھت پر ایسی دوکانیں بنانا بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ اصل مسئلہ سے جو تجاوز ہے وہ دونوں صورتوں میں یکساں معلوم ہوتا ہے امید کہ جواب مفصل وشافی ارقام فرمایا جاوے اللہ تعالیٰ ثواب جزیل عطا فرماوے۔

الجواب۔ غالباً آپ نے مرجع ضمیر عبارۃ کا سرداب وعلو کو سمجھا ہے سو یہ مرجع نہیں ہے اور اسکو مسجد نہیں کہہ رہے بلکہ مرجع اس کا وہ مسجد ہے جس کے مصالح کیلئے سرداب وعلو مبنی یا وقف کیا گیا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی مسجد بنائی اور اس کے سرداب یا علو کو اپنا مملوک رکھا مسجد کے متعلق نہیں کیا تو مسجد بھی مسجد نہوگی یہ مسجد اسوقت مسجد ہوگی جب اس سرداب وعلو کو مصالح مسجد کے لئے بنادے یا مسجد پر وقف کردے اور حاصل عبارت بحر کا یہ ہے کہ یہ جو فقہاء کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ مسجد اسوقت مسجد ہوگی کہ اس کا علو وسفل سب مسجد ہو اس کلام سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ علو وسفل بھی مسجد ہی ہو بلکہ اس اشتراط سے اصل مقصود یہ ہے کہ اس سے حق عبد منقطع ہوجاوے خواہ مسجدیت کی وجہ سے یا وقف علی المسجد کی وجہ سے پس اشتراط مسجدیت تمثیلاً ہے نہ کہ حصراً اور اصل اشتراط انقطاع حق العبد ہے اور اگر تمثیلاً نہ ہو تو تعلیلاً ہے تو اشتراک علت سے کہ وہ انقطاع حق عبد ہے حکم معلول بھی عام ہوگا اور جہاں انقطاع نہو وہ مسجد نہوگی اور لینقطع الخ سے چونکہ اس عدم انقطاع کی صورت بھی مفہوم ہوتی تھی اس اعتبار سے آگے بخلاف کہہ رہے ہیں اور یہ قول لانہ مسجد الی عنان السماء وکذا الی تحت الثری یہ اس صورت میں ہے جب پہلے سے اسکے نیچے سے نہ بنایا ہو پس تبعاً سب مسجد ہوجاویگا اور جب اول ہی سے اسکے نیچے سرداب بنالیا ہو تو قصد سے وہ جزء مستثنیٰ ہوجاویگا وللقصد ترجیح علی التبع۔ امید ہے کہ اس تقریر سے سب اجزاء سوال کا جواب مفہوم ہوگیا ہوگا اگر کچھ باقی رہا کر واضح عبارت سے پوچھیے ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

سوال۔ روپیہ چہرہ دار جسمیں نصف تصویر ہوتی ہے اس کا رکھنا جائز ہے بصراحت تحریر فرمایا جاوے

الجواب۔ چونکہ اس کے رکھنے کی ضرورت ہے اس لئے عفو ہے۔ ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

سوال۔ ایک کالج کے طالب علم نے ایک بددین کا اعتراض مجھسے نقل کیا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ ہماری شریعت بمقتضائے وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ تمام انسانوں کے لئے ہے اور اگر ایسا ہوتا تو چاہئے کہ جملہ مقامات کے انسانوں کے لئے اسمیں احکام ہوتے حالانکہ ہم دیکھتے

ہیں کہ قطبین کے رہنے والوں کے لئے جہاں چھ چھ ماہ کا رات و دن ہوتا ہے انہیں احکام نہیں مثلاً روزہ ایسے مقام کے لوگ کیونکر رکھیں اگر چھ ماہ کا حکم دیا جاوے ناممکن العمل اور اگر اس سے کم تو قرآن و حدیث میں صاحب مذہب سے کہیں منقول ہونا چاہئے تھا میں نے اس کا جواب یہ دیا کہ قانون اکثری حالت کے تابع ہوتے ہیں اور چونکہ قطبین پر اول تو آبادی کا ہونا ثابت نہیں اور اگر ہو بھی تو چونکہ اکثر حصص زمین کی یہ حالت نہیں اس لئے اکثری حالت کے موافق احکام مقرر ہوئے رہا نادر اور مستثنےٰ صورتیں اس کے لئے قیاس کے ذریعہ سے خاص احکام مستنبط کرکے حکم دیا جا سکتا ہے ہر ہر جزئی کا حکم صراحتاً قرآن و حدیث میں ہونا ضروری نہیں بلکہ کثیر الوقوع امور کا حکم صاحب شریعت سے منقول ہے جو بمنزلہ اصول کے ہو سکتا ہے جیسا کہ ان مقامات کیلئے جہاں کہ شفق تمام رات غائب نہیں ہوتی (کتاب ہیئت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ۲۲ مئی سے لیکر ۲۱ جولائی تک لندن کے افق سے ۱۸ درجہ نیچے آفتاب نہیں جاتا لہذا اتنے عرصہ تک تمام رات شفق باقی رہتی ہے لندن کا عرض البلد ½ ۵۱ درجہ ہے) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ وہاں عشاء کا وقت نہیں آتا اور ان سے عشاء کی نماز ساقط ہے بعض فقہاء نے اختلاف بھی کیا ہے ارض بلغار کے متعلق شامی نے بھی اسکا حکم لکھا ہے میں نے یہ جواب تو دیدیا لیکن روزے کے متعلق عالمگیری میں تلاش کرنے سے بھی کوئی جزئی نہیں ملی یعنی مثلاً لندن کے لوگ کس وقت تک سحر کھا سکتے ہیں اور تراویح جو تابع عشاء کے معلوم ہوتی ہے ادا کریں یا نہ ادا کریں کیا جناب والا کی نظر سے کوئی جزئی ایسے مقامات پر روزہ اور تراویح کے متعلق گذری ہے یا قیاس کے موافق کیا حکم ہو سکتا ہے نیز میرا جواب غلط یا نامکمل تو نہیں ہے اگر ہو تو تصحیح و تکمیل فرمادیں اگر کوئی دوسرا جواب ہو سکتا ہو تو وہ بھی تحریر فرمادیں کتاب ہیئت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لندن میں سب سے بڑا دن ۱۶ ½ گھنٹہ اور سب سے چھوٹی رات ۴ ½ گھنٹہ کی ہوتی ہے سینٹ پیٹرسبرگ دار السلطنت روس ۶۰ درجہ شمال عرض البلد پر ہے وہاں تقریباً ۱۹ گھنٹہ کا سب سے بڑا دن ہوتا ہے اتنا طویل روزہ ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے علاوہ بریں بعض ایسے مقامات آباد بھی ہیں جہاں سب سے بڑا دن ۲۴ گھنٹہ یا اس سے زائد ہوتا ہے یعنی آفتاب بغیر غروب کے حرکت رحوی کرتا نظر آتا ہے چنانچہ ۶۵ درجہ ۴ ۵ دقیقہ عرض البلد شمالی پر سب سے بڑا دن ۲۴ گھنٹہ کا اور ۷۰ درجہ ۵۲ دقیقہ پر گرمیوں میں ۱۳۱ دن تک آفتاب غروب نہیں ہوتا یعنی ایک دن ۱۳۱ دن کے برابر ہوتا ہے وہاں روزہ کا کیا حکم ہوگا۔

(باقی آئندہ)

پھر یہ جواب گیا

فی رد المحتار قال القہستانی واعلم ان الناطقی ذکر عن بعض اشیاخہ ان المریض اذا عین لواحد من الورثۃ شیئا کالدار علی ان لا یکون لہ فی سائر الترکۃ حق یجوز وقیل ھذا اذا رضی ذلک الوارث بہ بعد موتہ فحینئذ یکون تعیین المیت کتعیین باقی الورثۃ معہ کما فی الجواہر اھ قلت وحکی القولین فی جامع الفصولین فقال قیل جاز وبہ افتی بعضہم وقیل لا اھ ص۴۴۳ ج ۵۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر مورث اپنے ترکہ میں اسی طرح وصیت کر جاوے کہ فلاں وارث کو فلاں چیز دیجاوے اور فلاں وارث کو فلاں چیز بشرطیکہ وہ چیز اندازہ سے اس کے حصہ شرعی سے کم نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کم ہو تو ناجائز ہے کہ وصیت لوارث ہے جو کہ ناجائز ہے اور بطریق مذکور تعیین کر دینا تقسیم ہے اور اس کی ولایت مورث کو دی گئی ہے اور یہی وجہ تطبیق کی ہو دونوں قولوں میں جو کہ روایت مذکورہ میں مذکور ہیں پس اس بناء پر آپ کے والد ایسا کریں کہ سب ورثہ کیلئے موافق ان کے حقوق شرعیہ کے الگ الگ ایسے قرعے بنا کر کہ ان کیونکہ ساتھ لڑکوں کی شرکت نہ ہو وصیت لکھدیں کہ اس کے موافق تقسیم ہو۔　　　۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

سوال جب کوئی شخص زہر وغیرہ کھا کر یا کسی کے کھلانے سے مرجاتا ہے یا زخم وضرب شدید سے مرجاتا ہے تو اس مردہ لاش کو ڈاکٹر لوگ چیر کر دیکھتے ہیں اور بعض دفعہ بعد چیرنے کے تمام لاش تو دلوا دیتے ہیں اور صرف دل وکلیجہ وگردہ وغیرہ نکال کر بڑے ڈاکٹر کے پاس بجائے ملاحظہ لاہور بھیجتے ہیں اور وہ بعد ملاحظہ دبیں کہیں داب یا پھینکدیتا ہے پس غرض ہے کہ اگر کوئی مسلمان ڈاکٹر ہو تو وہ ایسا کام کرے یا شرع شریف میں اجازت نہیں ہے۔

جواب۔ فی الدر المختار حامل ماتت وولدھا حی یضطرب شق بطنہا الی قولہ ولو بلع مال غیرہ ومات ھل یشق قولان والاولی نعم فتح فی رد المحتار قولہ ولو بلع مال غیرہ ای ولا مال لہ کما فی الفتح وشرح المنیۃ ومفہومہ انہ لو ترک مالا یضمن ما بلعہ لا یشق اتفاقا قولہ والاولی نعم لانہ وان کان حرمۃ الآدمی

اعلی من صیانۃ المال لکنہ ازال احترامہ تبعدیہ کما فی الفتح ومفادہ انہ لوسقط فی جوفہ بلاتعد لایشق اتفاقاً ج ۱ ص ۹۳۵

اس سے معلوم ہوا کہ فی نفسہ میت کا چیرنا امرناجائز ہے صرف کسی دوسرے زندگی جان بچانیکے لئے یا مال محترم کے محفوظ کرنے کیلئے جبکہ اس کا بدل بھی نہ ہوسکے بضرورت شدیدہ اجازت دی گئی ہے اور صورت مسئولہ میں یہ ضرورت شدیدہ متحقق نہیں اور جو ضرورت و مصلحت اس کا سبب ہے وہ اس درجہ کی نہیں اس لئے عدم جواز ہی کا حکم باقی رہے گا اور جس شخص کو کلیجی و گردہ وغیرہ مل جاویں واجب ہے کہ اُن کو دفن کردے پھینک کر بے حرمت نہ کرے اور جس شخص کو ملازمت کی ضرورت سے ایسی چیر پھاڑ کا اتفاق ہو وہ اس فعل کو ناجائز سمجھے اور استغفار کرے اور جب تک دوسری نوکری قابل بسر میسر نہ ہو یہ نوکری نہ چھوڑے کہ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید عالم ہے وہ کہتا ہے تصویر دستی یعنی قلم کی بنی ہوئی کا بنوانا یا مکان میں رکھنا حرام ہے لیکن فوٹو کا لیا جانا اور مکان میں رکھنا حرام نہیں ہے بدین دلیل کہ فوٹو آئینہ عکس ہے عام لوگ آئینہ دیکھتے ہیں۔

جواب۔ زید کا قول بالکل غلط ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے آئینہ کے اندر کوئی انتقاش باقی نہیں رہتا زوال محاذات کے بعد وہ عکس بھی زائل ہوجاتا ہے بخلاف فوٹو کے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور صنعت کے واسطے سے ہے اسلئے بالکل مثل دستی تصویر کے ہے۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

سوال۔ آج کل بعض مساجد میں گھڑی گھنٹہ کی ایسی پابندی کیجاتی ہے کہ جہاں وقت مقررکردہ ہوا گو نمازی کرتے ہوں نماز شروع کردیجاتی ہے اور انکا انتظار نہیں کیا جاتا اور اگر دو نمازی بھی آجاتے ہیں تو وقت ہوتے ہی امام کو کھڑا کردیتے ہیں بغیر اور نمازیوں کے آیا ایسی پابندی التزام مالایلزم میں داخل ہے یا نہیں اور دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ احادیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نمازی اگر کچھ سویرے آجاتے تھے تو نماز بھی سویرے ہوجاتی تھی اور اگر دیر میں آتے تو دیر سے۔

جواب۔ یہ انتظام بمصلحت سہولت نمازیوں کے ہے اور غیر ممنوع ہے۔ انتظام ممنوع وہ ہے جو دین کا جزو سمجھا جاوے یا دین بفتح دال کے طور پر ہو اور حدیث کا محمل وہ موقع ہے جہاں عدم انتظام میں حرج نہ ہو۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

پھر اگر دنیا میں ان کے مقسوم تجویز کئے ہوئے ہوتے ہیں اور روز ازل میں لوح محفوظ کے اندر لکھا جاچکا ہے کہ فلاں عورت ان کے مقدر میں ہے کہ اس سے نکاح کریں اور فلاں فلاں اشیا کھانے پینے پہننے اور سوار ہونے کی ان کی تقدیر میں ہیں کہ ان سے منتفع ہوں اور فلاں منصب ارشاد و ہدایت ان کی قسمت میں ہے کہ واعظ بنکر یا صاحب تصانیف معتبرہ بنکر یا شیخ طریقت ہو کر اور بیعت لیکر اتنی مخلوق کو کفر سے اسلام کی طرف لائیں اور اتنے گروہ کو وادی جہالت و غفلت سے نکالکر متنبہ و ہوشیار اور مخلص عابد و برگزیدۂ خالق بنادیں تو ان کو ان کا مقسوم پورا کرنے کے لئے اُن کی آدمیت و بشریت کی طرف واپس فرمادیتا ہے تاکہ علم ازلی اور قضاء و قدر میں فرق نہ آوے چنانچہ وہ اپنی اس حالت محویت سے حالت صحو میں آجاتے ہیں اور اس عالم اسباب میں لشہ کو جن اسباب کے اختیار کرنے کی حاجت ہے ان میں مشغول ہونے کیلئے حق تعالیٰ کے علم ازلی اور قضاء و قدر کے ساتھ حسن ادب کا برتاؤ کرتے ہیں کہ محویت سے صحو میں آنیکو برا سمجھتے ہیں کہ یہ برا سمجھنا گویا علم خداوندی اور حکم قضاء و قدر کو برا سمجھنا ہے اور نہ اپنی حالت کو لذت شکر و فنائیت اور بے تعلقی خلق کے چھوڑنے پر بددل ہوتے یا اسمیں قائم رہنے کے متمنی و آرزومند ہوتے ہیں کہ یہ تمنا گویا علم الٰہی اور قضاء و قدر کی تبدیل و ترمیم کا آرزومند ہونا ہے جو قضاء و قدر کے ساتھ بے ادبی کہلاتی ہے اُن کا مشرب یہ ہے کہ ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں	خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

غرض چونکہ محبوب کی محبت کا مقتضا یہی ہے کہ اسکے قول کو سچا کرنے اور اسکی لکھت کو صحیح بنانے کیلئے ہمہ تن مستعد رہے لہذا عشاق خداوندی کو جسوقت استعمال مقدرات کیلئے حالت سکر سے حالت صحو میں لایا جاتا اور بے تعلقی خلق چھڑا کر اختلاط عوام و معاشرت اہل و عیال و تعلقات متعلقہ دین و ادائے حقوق خلق اللہ میں لگایا جاتا ہے تو اپنے محبوب کی لکھت کے صحیح کرنیکا شوق ان کو ان تعلقات سے وابستہ ہونے کو محبوب بنادیتا ہے اور مستانہ وار اپنے دل کو شیدائی جمال اور اعضاء بدن کو مبتلائے اہل و عیال بنا کر بزبان حال کہتے ہیں کہ ؎

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا	بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حبب الی من دنیاکم ثلث کہ تین چیزیں

تمھاری دنیا میں سے میری محبوب بنائی گئی ہیں اسی راز کے ظاہر کرنے کیلئے کہ چونکہ یہ اشیاء مقدر میں لکھی جاچکی تھیں لہذا میں ان کا استعمال بھی انکو محبوب سمجھکر کرتا ہوں اس لئے کہ انکے استعمال کو محبوب سمجھنا گویا کاتب ازل کی لکھت کو صحیح بنانیکو محبوب سمجھنا ہے ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب	کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

اسی طرح اللہ والے جب بشریت کی طرف واپس بھیجے جاتے ہیں تو اس حالت کو جسے اصطلاح صوفیہ میں ہبوط کہا جاتا ہے محبوب سمجھکر اپنی مقدرات اشیا کا استعمال کرتے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو عطا کیا جاتا ہے اسکو ترک وزہد کے قدم پر کھڑے ہوکر خوشی لیتے ہیں کہ اس لینے سے مقصود انکا وہی ہے کہ محبوب کے ہاتھ کی لکھت صحیح ہوجاوے اور اسی کی مسرت بھی نہ کہ اس شے کی محبت یا رغبت کہ اپنی مرغوب ومحبوب چیز ملگئی کیونکہ محبت تو ان کے قلب میں بجز حق تعالیٰ کے کسی کی باقی ہی نہیں رہی لہذا اُن کا دنیا کے شغلوں میں مشغول ہونا نفس وخواہش نفس اور ارادہ سے نہیں ہوتا اور با ایں ہمہ حکم ظاہر جسکا نام شریعت ہے تمام احوال میں ان کے نزدیک محفوظ رہتا ہی کہ نہ حالت سکر ومحویت میں شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا تھا اور نہ اس ہبوط وتعلق مع الخلق میں کوئی کام خلاف شرع صادر ہونے پاتا ہے چونکہ دنیا اس حالت میں بھی ان کے نزدیک محبوب نہیں ہوتی لہذا اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ دنیا کے تعلق مخلوق سے بخل نہیں کرتے اور کوئی چیز کیسی ہی انکی محبوب نظر کیوں نہ آوے اگر کوئی سائل طلب کرے تو اس کے دیدینے میں ان کے قلب پر کچھ بھی گرانی نہیں ہوتی بلکہ مخلوق پر شفیق ہوتے ہیں اور غایت تمنا ان کی یہ ہوتی ہے کہ اگر قدرت پائیں تو ساری مخلوق کو حق تعالیٰ کا مقرب بنادیں اور جس اصل لذت سے ان کی زبان آشنا ہوچکی ہے دنیا کے ہر فرد بشر کو اس کا لذت چشیدہ بناکر اشیاء دنیا کی رغبت ہی اس کے دل سے نکالیں تمامی مخلوقات اور جملہ محدثات عالم میں کسی ایک چیز کی بھی ان کے قلوب میں ذرہ برابر وقعت نہیں رہتی۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے	بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے وہوئے

صاحبو۔ اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ دنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں ایک طالبان دنیا جنکو دنیا اور دنیا کی ناپائدار لذتوں سے اتنی محبت ہے کہ اس کو چھوڑتے ہوئے ان کا دل دکھتا ہے اور

۵۲

مرنے سے بھی اسی لئے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ ہائے دنیا کی لذتیں اور عیش و آرام جاتا رہیگا۔ انکا قول ہے کہ

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہونگے　　چرچا یہی رہیگا افسوس ہم نہونگے

اس حب دنیا کا اُنپر یہ اثر ہے کہ نہ اتباع شریعت کا خیال ہے نہ ہدایت و گمراہی کی تمیز ہے نہ حلال و حرام میں امتیاز ہے نہ آخرت کی فکر ہے نہ رضا خالق کی پروا۔ ان کو اپنے عیش و آرام سے کام ہے اور ان کے بدن کا عضو عضو تعیش کا شیدا بنا ہوا بدمستی میں سرشار و منہمک ہے اور کہتا ہے کہ ؎ اب تو آرام سے گذرتی ہے + عاقبت کی خبر خدا جانے

دوم طالبان آخرت جنکو آخرت کی پائدار لذتوں اور دنیا کی فنا ہونیوالی لذتوں میں امتیاز ہے اور پائدار کو بیش قیمت سمجھکر ناپائدار کے بدلے خرید چکے ہیں دوزخ و جنت ان کے نزدیک افسانہ بے معنی نہیں اور حشر و نشر کے ہولناک واقعات سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حسن خاتمہ کی توقع ہوتی ہے تو موت لذیذ معلوم ہوتی ہے کہ جیلخانہ دنیا سے کب چھٹکارا ملے اور کب جنت کے پرفضا مقام میں آزادانہ زندگی گذارنی نصیب ہو۔ جسوقت ان کو اس کا تصور ہوتا ہے کہ جنت ایک باغ ہے جسکے نیچے نہریں جاری ہیں ہر قسم کے پھل پھول ہر طرح کے لذیذ کھانے شیریں اور ٹھنڈا پانی وہاں موجود ہے۔ غلمان خدمت کیلئے ہیں اور حوریں زوجیت کے لئے غرض کوئی راحت کا سامان ایسا نہیں جو وہاں نصیب نہو تو عبادت و ریاضت کی تکلیفیں انپر سہل ہوجاتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ چند روزہ محنت کی بدولت اگر کروڑہا سے بھی زیادہ ان گنت اور بے شمار زمانہ کی راحت ملی تو یہ سودا بہت ہی نافع اور تجارت بڑی رابحہ ہوئی لہذا ان کا قلب ہر وقت بزبان حال کہتا ہے کہ ؎ جنّت بے چند دم جاں خریدم + بحمداللہ عجب ارزاں خریدم

سوم طالبان مولیٰ۔ کہ غیر اللہ سے مانوس و محظوظ ہونے کا خیال ہی ان کے دل سے نکل گیا اور جس طرح دنیا کی طلب کو انھوں نے حقیر سمجھا اسی طرح آخرت کی طلب کو انھوں نے غیر اللہ کی طلب ہونیکی بناپر ناقابل التفات سمجھ لیا۔ یہ جماعت عشاق کی ہے جنکے بارہ میں کسی شاعر نے کہا ہے ؎

عشق آن شعلہ است کہ چوں برفروخت　　ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند　　در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ـ مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

ان کے نزدیک جنت کی طلب بھی شرکت میں داخل اور رقابت کو شامل ہے۔ ان کا مطمح نظر ذات خالق ہے نہ کہ اسکی مخلوق۔ ابن فارض کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو آٹھوں جنتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ گویا شاہی سرکار سے مژدہ ملا کہ جسکو چاہو قبول کرو۔ یہ تو چونکہ طالب کسی دوسرے ہی جمال کے تھے اسلئے منہ پھیر لیا اور کہا کہ ؎

ان کان منزلتی فی الحب عندکم ـ ما قد رأیت فقد ضیعت ایامی

یعنی اگر میرا مرتبہ عشق میں آپ کے نزدیک یہی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا صلہ ایک یا آٹھ باغ عطا فرمائے تو میں نے اپنا وقت ہی ضائع کیا اور عمر ہی برباد کھوئی کیونکہ جس مقصود کیلئے عمر صرف کی وہ تو آپ کی ذات پاک ہے نہ کہ جنت۔ اسکے بعد انپر تجلی حق ہوئے اور فرحاں شاداں رحلت فرمائے۔ اس گروہ کا مشرب چونکہ طلب ذات ہے کہ ؎

خلیل آسا در ملک یقین زن ـ صدائے لا احب الآفلین زن

لہذا اپنے مولی سے نہ دنیا کا مال و زر طلب کرتے ہیں نہ آخرت کی جنت اور حوریں بس اگر طلب کرتے ہیں تو اس سے اسی کو طلب کرتے ہیں۔ یہاں یہ شبہ نہ کرنا کہ چونکہ طلب مولی کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے تو انبیاء علیہم السلام نے جنت کی طلب کیوں کی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں دعا مانگی کہ اللھم انی اسئلك جنة الفردوس ؟ بات یہ ہے کہ طلب مولی کے بھی دو درجے ہیں ایک درجہ طلب عشقیہ کا ہے کہ طالب جوش طلب میں سرشار اور اپنے کیف میں منہمک ہوتا اور کہتا ہے کہ ؎

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار ـ دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

ان حضرات کی حالت مجذوبین کی سی ہوتی ہے اور چونکہ تربیت و اصلاح خلق کی خدمت ان سے متعلق نہیں ہوتی اس لئے ان کا جوش عشق جنت اور حور و غلمان سب سے مستغنی بنا کر ان کی زبان سے کہلواتا ہے کہ ؎

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ ـ جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ

(باقی آئندہ)

۵۴

کیا تمہاری پیدایش زیادہ سخت و دشوار ہے یا آسمان کی۔ خدا نے اسکو بنایا اسکی چھت کو بلند کیا پھر برابر کیا رات کو پوشیدہ کیا اور دن کو روشن کیا اور زمین کو بعد اسکے بچھایا اس سے پانی نکالا اور چارہ پیدا کیا اور پہاڑوں کو اسپر جما دیا تمہارے اور تمہارے جانوروں کے آرام کیلئے۔ غور کرو اگر انسان اور جن سارے جمع ہو کر نطفہ کیلئے کان اور ناک بنانا چاہیں اور اسمیں جان ڈالنی چاہیں تو ہرگز اسپر قادر نہ ہو سکیں پھر دیکھو حق تعالیٰ نطفہ کو رحم میں کس طرح پرورش فرماتے ہیں کیا عمدہ اسکو شکل عطا فرماتے ہیں کس خوبی سے اس کا انداز مقرر کر رکھا ہے پیاری صورت اس سے پیدا فرماتے میں نطفہ کے اجزا سے جو کہ باہم یکساں نظر آتے ہیں کیسے مختلف اعضا بنائے ہڈیاں مضبوط انکے چار طرف قایم کر دیں اور انکے اعضاء کو عمدہ عمدہ صورتیں عطا کیں رگ پٹھے تدبیر کے ساتھ قائم فرمائے ظاہر و باطن کو درست کیا انمیں غذا کیلئے رستہ بنایا تاکہ انکی بقاء و حیات کیلئے سبب بنے پھر باطنی اعضاء کو کس ترتیب سے پیدا کیا دل اور جگر اور معدہ اور تلی اور پھیپڑہ اور رحم اور مثانہ اور انتڑیوں کو ہر عضو کو ایک خاص شکل اور خاص مقدار اور خاص کام کیلئے بنایا معدہ کو غذا پکانے کے لئے ایک مضبوط اور سخت پٹھا بنایا کیونکہ غذا کے پکانے اور پیسنے اور توڑنے کیلئے اسی کی ضرورت ہے اور منہ سے چبانیکو معدہ کیلئے معین و مددگار قرار دیا تاکہ معدہ میں غذا عمدہ طور سے ہضم ہو سکے جگر کو اسلئے بنایا تاکہ غذا کو خون بنادے پھر جگر سے ہر عضو کیطرف غذا میں سے اسکے مناسب حصہ پہونچ جاتا ہے۔

ہڈی کے مناسب غذا اور ہے گوشت کے مناسب غذا دوسری ہے رگوں کی غذا پٹھوں سے جدا ہے بالوں کی غذا دوسری چیزوں کی غذا سے الگ ہے۔ تلی اور پتہ اور گردوں کو جگر کی خدمت کیلئے مقرر کیا تلی سوداء کو جذب کرتی ہے پتہ صفراء کو جذب کرتا ہے اور گردے پانی کا حصہ جذب کرتے ہیں پھر اس سے مثانہ میں پہونچ جاتا ہے پھر مثانہ سے بذریعہ عضو مخصوص کے نکالدیا جاتا ہے اور جگر سے بذریعہ رگوں کے تمام اطراف بدن کی طرف خون پہونچ جاتا ہے حق تعالیٰ نے ان تمام اعضاء کے جوہر کو گوشت کے جوہر سے زیادہ مضبوط بنایا ہے کہ گوشت کی اور تمام بدن کی نگہبانی اور حفاظت ان کے ذریعہ سے ہو پس یہ بمنزلہ برتنوں اور ظروف کے ہیں پھر دیکھو حق تعالیٰ رحم کے اندر کس تدبیر اور لطف کے ساتھ انسان کی پرورش کرتے ہیں جسکا بیان بہت طویل ہے۔

۳۷

اُن تمام حالات وکیفیات کا علم کامل بجز خالق جل وعلا کے کسی کو نہیں اور جو کچھ کسی کو معلوم بھی ہوا ہے وہ اُسکو بیان کرنے سے عاجز ہے۔

اُن بیشمار الطاف ومہربانیوں میں سے ایک تو یہی ہے کہ والدین کو اُسپر شفیق بنا دیا کہ اُسکو خود اپنی ضرورت کے طلب کرنے کی احتیاج نہیں ہوتی۔ اور نہ بچہ کو اپنے ضروریات کیلئے کسی وعظ وتنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ والدین کی طبیعت میں یہ بات ڈالدی کہ جب بچہ روئے فریاد کرے تو اُسکو غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ بات طبائع میں نہ رکھی جاتی اور بچہ تو ظاہر ہے کہ خود کچھ کہہ نہیں سکتا تو ایسی حالت میں ماں کو بچوں سے سخت نفرت ہو جاتی کیونکہ تربیت میں سخت کلفت اور دشواری پیش آتی۔

یہانتک کہ جب اُس کا بدن مضبوط اور اُسکے اعضاء ظاہرہ وباطنہ غذا کے ہضم کرنے کے قابل ہوگئے تو اُسوقت دانت پیدا فرمائے ضرورت کے وقت ہر چیز عطا کردی نہ پہلے نہ پیچھے۔ پھر دیکھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ انسان میں عقل وتمیز کس تدریجی رفتار کے ساتھ پیدا فرماتے ہیں یہانتک کہ بالغ ہونے تک کامل فرما دیتے ہیں۔

ذرا اس بات میں غور کرو کہ انسان کے جاہل پیدا ہونے میں کتنی بڑی حکمت ہے اگر وہ عاقل ہو کر پیدا ہوتا اور پیدائش کے وقت ہی سے ہر بات کو سمجھا کرتا تو اُس کو اس جہاں میں آکر بڑی حیرت ہوا کرتی۔ شکم مادر سے دفعۃً اتنے عظیم الشان باوسعت مکان کو دیکھکر وہ بہت پریشان ہوتا اور سہم جاتا کیونکہ یہاں آکر وہ ایک اجنبی جگہ میں اپنے آپ کو دیکھتا جسکا مثل اُس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر اس بات سے بہت تنگ دل ہوتا کہ کبھی اپنے آپ کو بستر پر دھرا پاتا ہے کبھی گود میں سوار کبھی کپڑوں میں لپٹا ہوا دیکھتا ہے کبھی گہوارہ میں لٹکا ہوا۔ حالانکہ اس سے چارہ بھی نہیں کیونکہ اسوقت بدن نازک اور مرطوب ہوتا ہے اُسمیں چلنے پھرنے کی طاقت اُسوقت کہاں ہوتی ہے۔

نیز اگر انسان عاقل پیدا ہوا کرتا تو اُسپر لوگوں کے دل اسقدر مائل نہوتے جسقدر اب بچوں پر راغب ہوتے ہیں نہ اُس کی باتوں میں وہ حلاوت وشیرینی ہوتی جو کہ اب بچوں کی باتوں میں بوجہ بھولے کے پائی جاتی ہے۔

کیونکہ پھر تو وہ ہر کام اپنی عقل سے بانشیا خود کیا کرتا تو اُسکے ہر غلطی پر ناگواری ہوا کرتی۔

پس معلوم ہوا کہ انسان کی عقل کا بتدریج بڑھنا ہی اُس کے لیے مناسب تر ہے۔
کیا انسان دیکھتا نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے اُس کے بدن کی ہر چیز کو کس طرح حکمت و درستی کے ساتھ قائم کیا ہے اور اُسکو ہر ظاہر سے ظاہر اور پوشیدہ سے پوشیدہ کام میں قدم بڑھانا سکھلا دیا۔ پھر جب انسان مضبوط اور قوی ہو جاتا ہے تو اُس میں ایک طریقہ نسل چلانیکا پیدا فرما دیتے ہیں مرد کے چہرہ پر بال پیدا ہوتے ہیں۔ تاکہ بچوں اور عورتوں سے اُسکا امتیاز حاصل ہونے پر چہرہ کیلئے باعث جمال ہو بڑھاپے میں چہرہ کی جھریوں کا پردہ ہو اگر عورت ہو تو اُس کا چہرہ بالوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ اُس میں ایک رونق اور تازگی ایسی باقی رہے جس سے مردوں کو اسکی طرف رغبت ہو کیونکہ بقاء نسل کیلئے اس کی ضرورت ہے۔ لہذا ہماری ان بتلائی ہوئی باتوں میں غور کرو کہ حق تعالیٰ ان مختلف حالتوں میں کس تدبیر سے انسان کو پرورش کرتے ہیں۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ باتیں بیفائدہ اور عبث ہو سکتی ہیں بھلا بتلاؤ تو اگر انسان کیلئے رحم مادر میں خون غذا بنا کر جاری نکیا جاتا تو کیا وہ مرجھا نجاتا خشک نہو جاتا اور ہلاک نہو جاتا جیسا کہ نباتات پانی بند ہو جانے سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اگر مدت پوری ہو جانے کے بعد درد رحم اُسکو گھبرا کر نہ نکالتا تو کیا وہ رحم میں عرصہ دراز تک بند رہکر اپنی اور اپنی ماں کی ہلاکت کا سبب نہ بنتا۔ اگر پیدائش کے وقت پستان مادر میں دودھ نہ اُترتا تو کیا وہ بھوکا پیاسا مرتا یا ایسی غذا دیا جاتا جو اُسکے مزاج کے موافق اور بدن کے لئے مفید نہوتی۔
اگر اپنے وقت پر دانت نہ نکلتے تو کیا کھانیکا چبانا اور نگلنا اُس کو دشوار نہوتا یا ہمیشہ دودھ ہی پینے پر رہتا جس سے اُس کا بدن مضبوط نہو سکتا۔ اگر جوانی میں اُسکے چہرہ پر بال نہ نکلتے تو ہمیشہ بچوں اور عورتوں ہی جیسا رہتا نہ اُس کی ہیبت دلوں میں ہوتی نہ عظمت و وقار۔
پس ان تمام ضرورتوں کا اپنے وقت پر پورا کر دینے والا بجز اُس خدا کے کون ہے جسنے کہ اُسکو نیست سے ہست کیا اور پیدا کرنے کے بعد اُسپر قسم قسم کے احسانات فرمائے۔
شہوت جماع میں اور آلۂ تناسل میں جو کہ نطفہ کو رحم تک پہونچاتا ہے اور اُس حرکت میں جو کہ انزال کا سبب بنتی ہے تفکر کرو کہ اسمیں کس محکم اور عجیب تدبیر سے کام لیا گیا ہے۔
اس تفصیل کے بعد ایکمرتبہ تمام مجموعی حالت پر بدن انسان کی غور کرو اور سوچو کہ ہر عضو کو

۳۹

کس طرح یک ایک کام کیلئے بنایا گیا ہے۔
راہ دیکھنے کیلئے دو آنکھیں ہیں دو ہاتھ کام کرنے اور پھینکنے اور ہٹانے کیلئے ہیں دو پیر دوڑنے کیلئے
ئے معدہ ہضم طعام کے لئے جگر غذا کو صاف کرکے خون کو بدن میں تقسیم کرنے کیلئے ہے منہ
بات کرنے اور غذا پہونچانے کیلئے اور دو راستے فضلات دفع کرنے کے لئے ہیں اسی طرح
تمام اعضا میں غور کرتے چلے جاؤ سبکو غایت درجہ حکمت و خوبصورتی کے ساتھ بنا ہوا پاؤگے
غذا کی حالت پر تأمل کرو کہ وہ کس طرح معدہ میں پہونچتی ہے یہاں تک کہ وہ اسکو پکا کر جگر میں
بھیجدیتا ہے باریک رگوں کے ذریعہ سے جو غذا کیلئے مانند چھلنی کے ہیں تاکہ جگر میں کوئی
سخت و غلیظ حصہ غذا کا نہ پہنچ جائے جس سے وہ کمزور ہو جائے کیونکہ جگر بہت نازک بنایا
گیا ہے وہ سخت چیزوں کا تحمل نہیں ہو سکتا۔

پھر جگر میں جا کر باذن اللہ وہ غذا خون بنجاتی ہے اور تمام بدن میں وہ خون دوڑنے لگتا
ہے رگوں اور پٹھوں کے ذریعہ سے جو اسی کام کے لئے بنائے گئے ہیں پھر ہر عضو کی طرف
خواہ وہ سخت ہو یا نرم اس کے مناسب غذا پہونچ جاتی ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین
پھر جو فضلہ اور خبیث حصہ ہوتا ہے وہ ان اعضا کی طرف پہونچ جاتا ہے جو کہ اس کام کیلئے
بنائے گئے ہیں جیساکہ پہلے بیان ہوا۔ وہ اعضا ان فضلات کیلئے ایک محفوظ ظرف کی مانند ہیں
تاکہ یہ خبیث حصہ تمام بدن میں منتشر ہو کر اسکو بیمار نہ بنادے۔

پھر ذرا اچھی طرح غور کرو کیا کوئی حصہ اور کوئی عضو بدن میں ایسا بھی ہے جسمیں کوئی مصلحت
و منفعت نہو کیا خدا تعالی نے آنکھ کو اسی لئے نہیں بنایا کہ اس کے ذریعہ سے تمام اشیاء کا اور
ان کی الوان و کیفیات کا ادراک ہو۔ اگر رنگ برنگ کی چیزیں ہوتی اور ان کے معلوم کرنے کو آنکھ
نہ پیدا ہوتی تو کیا ان خوشنما الوان سے کوئی بھی نفع ہوتا۔ اور آنکھ پیدا کرنیکے بعد عالم میں اجالا
نہ پیدا کیا جاتا تو آنکھ بالکل بیکار رہتی۔ کیا خدا نے آواز سننے کیلئے کان نہیں بنائے پس اگر آوازیں
ہوتی اور ان کو ادراک کرنے والے کان نہوتے تو آوازوں سے کیا نفع ہوتا۔ اسی طرح
ہر ہر حاسہ کا یہی حال ہے کہ اگر وہ قوت انسان میں نہوتی تو ہزارہا چیزوں سے
وہ منتفع نہو سکتا۔

۴۰

الاحکام الوقتیہ

بابت شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

(نمبر ۱ صدقہ فطر) بعض لوگ صدقہ فطر موذنوں اور اماموں کو اس طرح دیتے ہیں کہ جب انکو مسجد میں رکھتے ہیں تو منجملہ اور اشیاء کے ایک صدقہ فطر کو بھی ان کی اذان یا امامت کی اجرت میں شرط ٹھہرا لیتے ہیں کہ ہر سال صدقہ فطر بھی ملا کریگا تو اس طرح شرط کرکے ان لوگوں کو صدقہ فطر دینے سے ادا نہیں ہوتا اگر ایسا کیا گیا ہے تو اُس قدر دوبارہ فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے ہاں اگر بغیر کسی شرط کے صرف غریب سمجھ کر ان ہی کو دیدیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی جگہ مشروط تو نہ ہو مگر معروف ہو تو اُسوقت اُن کو مسجد میں رکھتے وقت تصریحاً اُس کی نفی کر دینا چاہئے کہ صدقہ فطر نہ ملے گا۔

(نمبر ۲ صوم) ماہ شوال میں چھ دن نفل روزہ رکھنے کی فضیلت اور دوسرے نفل دنوں سے بہت زیادہ ہے جن کو کہ شش عید روزے کہتے ہیں لیکن اس میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کو عید کے اگلے ہی دن سے شروع کرے تب تو وہ ثواب ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا تو یہ خیال غلط ہے بلکہ اگر مہینہ بھر میں بھی ان کو پورا کر لیا تو ثواب مل گیا خواہ عید کے اگلے ہی دن شروع کرے یا بعد کو شروع کرے اور خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے ہر طرح انشاء اللہ ثواب ملیگا۔

(نمبر ۳ صوم) بعض لوگ ان چھ روزوں میں اپنے پچھلے قضا کے روزوں کو محسوب کر لیتے ہیں کہ شش عید کے روزے بھی ہو گئے اور قضا بھی ادا ہو گئی تو خوب سمجھ لو کہ ان میں قضا کی نیت کرنے سے وہ فضیلت شش عید کی حاصل نہ ہوگی۔ قضا الگ ادا کرے اور ان کو ثواب کے لئے الگ رکھے۔ گو بعض کتابوں میں اسکو لکھ دیا ہے لیکن قواعد کی خلاف ہونے سے وہ صحیح نہیں خوب سمجھ لو۔

(نمبر ۴ و نمبر ۵ حج) جس کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر بسہولت گذران سے کھاتا پیتا چلا جاوے اور حج کرکے چلا آوے اُس کے ذمہ حج فرض ہو جاتا ہے

اور حج کی بہت بڑی بزرگی آئی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو اس کا بدلہ بجز بہشت کے اور کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح عمرہ پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔ اور جس کے ذمہ حج فرض ہوا اور وہ نہ کرے اس کے لئے بڑی دھمکی آئی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے پاس کھانے پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو کہ وہ بیت اللہ شریف تک جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (نعوذ باللہ) غرضکہ حج کی بے حد فضیلت آئی ہے اور اس کے تارک پر جبکہ اس پر فرض ہو چکا ہو سخت وعید آئی ہے سو اتنی بات تو اکثروں کو معلوم ہے۔ لیکن اس میں بعض غلطیاں عام ہو رہی ہیں اُن کو اس جگہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

(**الف**) جب حج کے خرچ کا حساب لگاتے ہیں تو اس میں زیارت مدینہ منورہ کے خرچ کا بھی حساب لگاتے ہیں پس اگر مدینہ منورہ تک جانے کا خرچ ہوتا ہے جب تو حج کو فرض سمجھتے ہیں ورنہ فرض نہیں سمجھتے تو یاد رکھو کہ اگر صرف سفر حج کے لئے جانے کا اور وہاں سے واپس چلے آنے کا خرچ ہو تو حج فرض ہو جاتا ہے گو مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے خرچ نہ ہو۔ البتہ اگر اُس کی زیارت کا سامان یا ہمت ہو تو اس کا بھی بے حد و بے حساب ثواب ہے لیکن حج کا فرض ہونا اس پر موقوف نہیں اگر ایسا شخص حج نہ کریگا تو اس کے لئے وہی وعید ہے جو مرقومہ بالا حدیث میں آئی ہے۔

(**ب**) راستہ میں اگر ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہے تو لوگ حج فرض نہیں سمجھتے تو مسئلہ یہ ہے اگر راستہ میں غالب گمان سلامتی کا ہے اور گمان بدامنی کا مغلوب ہے تو حج فرض ہو جاتا ہے اور جانا ضروری ہے ذرا ذرا سے اندیشہ کا اعتبار نہیں ہے۔

احقر
اشرف علی عفی عنہ

حسن العزیز

رمضان المبارک کے پرچہ الامداد میں حسن العزیز کا اشتہار و نمونہ خریداران الامداد کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا گو بفضلہ تعالیٰ خریداری کی درخواستیں روزمرہ وصول ہو رہی ہیں لیکن جس تیز رفتاری کی توقع تھی وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوئی۔ حالانکہ اُمید یہ کیجاتی تھی کہ ان جواہرات بے بہا کے قدردان دیکھتے ہی بیقرار ہو جائیں گے۔ چونکہ اکثر ایسے حضرات نے بھی ابھی تک فرمائشیں نہیں بھیجی جنکی بابتہ یقین ہے کہ وہ ضرور خریدار ہونگے بعض حضرات نے بعد یاددہانی کے نہایت خوشی و رغبت سے خریداری منظور فرمائی ہے اسلئے ضرورت اسکی معلوم ہوتی ہو کہ حضرات ناظرین کی توجہ دوبارہ اسکی طرف مبذول کیجاوے۔ لہذا عرض ہے کہ ہمنے ۱۵ شوال سے اس جدید لذیذ سلسلہ ملفوظات کو جو بلا مبالغہ سلک جواہرات کہنے کے قابل ہی ماہوار شائع کرنیکا مصمم قصد کرلیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین اسکے مطالعہ سے بے انتہا محظوظ ہونگے جیسا کہ انھوں نے نمونہ سے کسیقدر اندازہ کیا ہوگا۔ ہمارے پاس بہت کافی مقدار میں ملفوظات و مکتوبات مکمل موجود ہیں جسمیں سے ہر مہینہ ۴۰ صفحات ملفوظات کے اور صرف ۸ صفحات مکتوبات کے جملہ ۴۸ صفحات شائع ہوا کریں گے۔ ناظرین جلد متوجہ ہو کر درخواستیں قبل اشاعت نمبر الامداد میں بھیجدیویں۔ (نائب مدیر)

سرور المحزون ترجمہ نور العیون حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایام ولادت سے لیکر دنیا رفانی سے رحلت فرمانے تک کی تمام عادات و عبادات و معاملات و اخلاق و معجزات کا اجمالاً بیان مصنفہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس سرہٗ کا اردو ترجمہ قیمت اصلی ۲ عہ رعایتی ۲ ر

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۴ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجائیگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

قال الله تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

وقال عبد الله بن مسعود كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا رواه الشيخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسلوک و تجدید تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات و خیرات
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ و العقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ است
با جمل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ
مشہور است بہ تبرک بنام نامیش مزید خامسہا الالتقاطات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۵ | بابت ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۲

باداره الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کامدہ شش ایلمدو نام	یافت زامداد المطلع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

الاشتات

ہمارے ناظرین } اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

مگر افسوس ہے کہ ہمکو اس کی ذرا پروا نہیں وہ حالت ہو رہی ہے کہ ؎

برہوا تاویل قرآں می کنی	پست و کژ شد از تو معنی سنی
چوں ندارد جان تو قندیلہا	بہر بینش می کنی تاویلہا
کردہ تاویل لفظ بکر را +	خویش را تاویل کن نے ذکر را

اہل درد ہر مضمون سے اپنے مقصد کیطرف منتقل ہوتے ہیں

اور میں علی سبیل التنزل کہتا ہوں کہ اگر یہ معنی مطلق نہ بھی ہوں اور تشنہ حین مقید ہی ہو اعتقادی ترک کے ساتھ تب بھی آپکو بے فکری نہ ہونا چاہیے کیونکہ جس دل میں درد ہوتا ہے اسکو تھوڑے سے التفات سے بھی تنبہ ہو جاتا ہے۔ گو وہاں دوسری ہی کسی حالت کا بیان ہو مشہور ہے کہ ؎

باسایہ ترانمی پسندم	عشق است و ہزار بدگمانی

حکایت حضرت شبلی رح بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سبزی فروش صدا لگاتا ہوا آیا کہ الخیار العشرۃ بدانق جسکے معنی یہ ہیں کہ دس ککڑیاں ایک دانق کے عوض لیکن حضرت شبلی رض نے سُنکر ایک چیخ ماری اور رونے لگے اور فرمایا کہ جب دس پسندیدہ آدمیوں کی یہ قیمت ہے، تو ہم گنہ گار کس شمار میں ہیں ان کا ذہن منتقل ہوا خیار کے دوسرے معنی کی طرف یعنی نیک لوگ ان لوگوں کے دل میں ہر وقت وہی بات رچی رہتی ہے حضرت جامی رح فرماتے ہیں کہ ؎

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی	ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

اور یہ صرف شعرا کے کلام ہی سے استدلال نہیں ہے بلکہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے حدیث میں آیا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں خطبہ فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کچھ کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِجْلِسُوْا یعنی بیٹھ جاؤ اس ارشاد کو سن کر جو شخص جس جگہ تھا اسی جگہ بیٹھ گیا حتی کہ ایک صحابی جو اس وقت مسجد میں داخل ہوئے تھے ارشاد نبوی کو سن کر فوراً جوتوں کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ حالانکہ جانتے تھے کہ مخاطب وہ لوگ ہیں جو جگہ پر پہنچ کر بھی نہیں بیٹھے لیکن محض اس وجہ سے کہ حضور

کا ارشاد ہے اور تمہارے کانوں میں پڑا ہے اگرچہ تم بظاہر مخاطب نہیں لیکن خطاب محبوب کو سننے والے تو ہو لہذا میٹھا ہی جانا چاہئے تو آپ لوگ جامیؒ اور شبلیؒ کو بھی جانے دیجئے خود حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ درد دل کا اور محبت کا مقتضاء یہ ہے کہ احتمال پر بلکہ مشابہت احتمال پر بھی اپنے کو مخاطب سمجھے اگرچہ اپنے مخاطب ہونے کا یقین نہ ہو۔ بلکہ مخاطب نہ ہونے کا بھی یقین ہو غرض جس طرح آپ چاہیں ثابت سمجھیں حدیث سے یا شعراء کے اقوال سے ہمارا مقصود ہر طرح حاصل ہے۔

اصلی نفع۔ نفع دینی ہے باوجود ضروری ہونے دنیوی نفع کے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - اس مقام پر یہ مضمون حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنائے کعبہ کے وقت جو دعائیں ان دونوں صاحبوں نے کی ہیں ان میں ایک دعاء یہ بھی ہے کہ جسکا نفع انکی اولاد کو پہونچا ان حضرات نے اول اپنے لئے دعاء کی اس کے بعد اپنی اولاد کیلئے دعاء کی منجملہ دعاء للاولاد کے یہ بھی ہے حاصل اس دعاء کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے اپنی اولاد کو ایک دینی نفع پہونچایا اس دعاء کے جزء سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امر اصلی قابل التفات نفع دینی ہے اور نفع دنیوی اسکے تابع اور اسکے ساتھ ملحق ہمکو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سبق لینا چاہئے۔ کہ انھوں نے جہاں اپنی اولاد کیلئے نفع دنیاوی کی دعا کی کہ وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ- وہاں اس دینی نفع کی بھی دعا کی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ الخ تو نفع دنیا کیلئے دعاء کرنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ضروری ہے اور ظاہر بھی ہے کہ اگر دنیا کا نفع نہ ہو تو دنیا میں بہت کم طبیعتیں ایسی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں پس اپنے رزق کی وسعت کیلئے اپنی صحت کیلئے بھی خدا تعالیٰ سے دعاء کرنی چاہئے۔

حکایت۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ایک صحابی کو دیکھا کہ بہت لاغر ہو رہے ہیں تو حضور نے دریافت فرمایا کہ تمنے کچھ دعاء تو نہیں کر لی کہنے لگے کہ ہاں دعاء تو

۱۲۰

کی تھی آپ نے فرمایا کیا دعا کی تھی کہنے لگے کہ یہ دعا کی تھی کہ جو کچھ عذاب ہونا ہو دنیا ہی میں ہو جاوے آپ نے ان کو متنبہ فرمایا تو یہ غلطی کی بات ہے کیونکہ انسان ضعیف ہے اور احتیاج اسکے خمیر میں ہے

حکایت۔ ایک شخص میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے لئے دس روپیہ کا انتظام کر دیجئے کیونکہ مجھے سخت ضرورت ہے اسکے بعد اِدہر اُدہر کا تذکرہ کرنے لگے فقیری کا دم بھرنے لگے کہنے لگے کہ جنت کی کیا پروا ہے اور دوزخ کا کیا ڈر ہے میں نے کہا میاں بیٹھو تم سے دس روپیہ سے تو صبر ہو نہیں سکا جنت سے کیا صبر کر سکو گے اگر ایسے مستغنی تھے تو دس روپے ہی سے صبر کر لیا ہوتا تو واقعی انسان ایسا محتاج ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی اسکو ضرورت ہے اور آخرت کا دنیا سے زیادہ محتاج ہے اسلئے ابراہیم علیہ السلام نے جیسے دنیا کیلئے دعا کی ایسے ہی آخرت کے لئے بھی دعا کی تو گویا ہمکو سبق سکھلاتے ہیں اور اولاد عام ہے خواہ اولاد حقیقی ہو یا نہ ہی بلکہ اولاد حقیقی بھی جب ہی اولاد ہوتی ہے کہ اتباع کرے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ گو بعض لوگوں نے مَنْ تَبِعَنِیْ کو عام لیا ہے کہ جو شخص بھی متبع ہو وہ آل میں داخل ہے خواہ نسبتاً آل ہو یا نہو مگر میرے خیال میں اتنا عام نہیں ہے بلکہ صرف آل کو عام ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ اولاد نسبی معتد بہ آل وہ ہے کہ اتباع کرے یعنی شرف تو صرف اولاد ہونے سے بھی ہوگا۔ لیکن پورا شرف اسی وقت ہوگا جب اتباع ہو تو من تبعنی آل ہی کیلئے ہے مگر آل ہی میں ایک قید معتبر ہے کہ معتد بہ درجہ میں شرف اسی وقت ہوگا۔ بہر حال انبیاء کی اولاد بھی وہی مقبول ہے کہ جو متابعت رکھتی ہو ورنہ ایسا ہے جیسے غلط لکھا ہوا قرآن کہ اسکا نہ ادب ہے نہ بے ادبی ادب تو اسلئے نہیں کہ وہ صحیح قرآن نہیں ہے اور بے ادبی اسلئے نہیں کیجاویگی کہ کچھ تو قرآن کے اجزا ہیں تو انبیاء کی زیادہ نظر اسپر ہے کہ دین کا نفع ہو۔ اور آل ہو تو ایسی ہو کہ وہ ان کے قدم بقدم ہو تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے لئے یہ دعا کی اور اس سے گویا ہمکو یہ سبق سکھلایا کہ اپنی اولاد کیلئے دنیا سے زیادہ اہتمام دین کا کرنا چاہئے۔

ہمکو اولاد کے لئے دینی نفع کا زیادہ اہتمام چاہئے

اب ہمکو سبق لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ ہم کہاں تک اپنی اولاد کے حق میں حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے طریقہ پر چلتے ہیں ہیں یہ نہیں کہتا کہ لوگ اپنی اولاد کے حقوق ادا نہیں کرتے لیکن یہ ضرور ہے کہ زیادہ توجہ محض دنیا پر ہے اسکی زیادہ کوشش ہوتی ہے کہ اولاد چار پیسے کمانے کے قابل ہوجاوے اور جب اس قابل بنا دیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے حقوق واجبہ ادا کرچکے آگے اپنی اصلاح یہ خود کرلیں گے اور وجہ اسکی زیادہ تر یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں سے دین کی وقعت بالکل نکل گئی ہے اسلئے ہمہ تن دنیا پر جھک پڑے ہیں۔

انبیاء اور اُن کے متبعین کو معاش و معاد دونوں کی عقل کامل عطا ہوتی ہے

اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا کی ضرورتوں کی خبر نہ تھی اسلئے ان کو دنیا کی طرف توجہ نہیں ہوئی تو عقل اور نقل دونوں اس شبہ کی تکذیب کر رہی ہیں نقل تو یہی سابق دعا جو اپنی اولاد کیلئے انھوں نے فرمائی وارزق اھلہ من الثمرات اور عقل اسلئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حق سبحانہ وتعالیٰ کے نائب ہیں اور جیسے حق سبحانہ وتعالیٰ معاش اور معاد دونوں کی تربیت فرماتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کے نائب بھی دونوں کی تربیت فرماتے ہیں کیونکہ ان حضرات کو اصلاح کیلئے بھیجا جاتا ہے اور اصلاح جب تک ممکن نہیں جبتک کہ معاش اور معاد دونوں کی اصلاح نہ کیجاوے نیز تاریخ اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کو عقل معاش بھی کامل ہوتی ہے مگر لوگ اسمیں غلطی کرتے ہیں۔

انبیاء و اولیاء کو عقل معاش ہونے کے معنی

عقل معاش ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ نوکریوں اور صنعتوں کے طریقے بتلادیں لوگ یہ سمجھ کر بزرگوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا سے بے خبر ہیں باوجودیکہ دنیا کی ضرورت یقینی ہے مگر یہ ادھر متوجہ نہیں ہوتے صاحبو یہ تسلیم ہے کہ دنیا کی ضرورت ہے لیکن اول تو یہ غور کیجئے کہ ضرورت کسکو کہتے ہیں دوسرے معاش کے طریقے بتلانا اور اسپر ترغیب دینا یہ علماء کا کام نہیں ہے دیکھو حکیم عبدالعزیز اور حکیم عبدالمجید اپنے فن کے ماہر تھے اور انکا کام یہ تھا کہ وہ مرض کی تشخیص کریں اب فرض کر دکہ ایک مریض اُن کے پاس آیا حکیم صاحب نے نبض دیکھکر تپ دق

تجویز کی اور اسکے لیے نسخہ لکھدیا جب وہ نسخہ لیکر چلا تو رستے میں ایک موچی ملا اور اس مریض کی کیفیت دریافت کی اس نے کہا کہ حکیم صاحب نے یہ کہتہ تجویز کیا ہے کہنے لگا کہ حکیم صاحب نے جوتے کے متعلق کچھ کہا اسنے کہا کہ جوتے کے متعلق تو کچھ نہیں کہا کہنے لگا کہ وہ حکیم نہیں ہیں ان کو اتنی ضرورت کی تو اطلاع نہیں یہ نہ دیکھا کہ ایک شخص جوتے لیے بیٹھا ہے اور یہ ننگے پیر ہے آخر اسکو جوتہ پہننا چاہیے یا نہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ اس موچی کی نسبت آپ کیا فتوی دیں گے کیا اسکو عقلا میں شمار کیا جاویگا ہرگز نہیں بلکہ پاگل کہا جاویگا اور کہا جاویگا کہ اسنے طبابت کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور اس کے فرائض منصبی پر اسکو اطلاع نہیں البتہ حکیم پر اسوقت الزام تھا کہ وہ نسخہ کے اندر بلا وجہ یہ کہدیتے کہ جوتہ نہ پہننا اور جب کہ وہ اس سے سکوت کرتے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں وہ اپنے فرض منصبی کو ادا کرچکے تو علماء پر دنیا کی ترغیب نہ دینے کا الزام اسوقت ہوسکتا تھا کہ جب انکا فرض منصبی ترغیب دینا ہوتا یا وہ دنیا حاصل کرنے اور ادہر متوجہ ہونے سے روکتے اگر کہیئے کہ علماء تو روکتے ہیں تو میں کہونگا کہ یہ روکنا بلا وجہ نہیں اس روکنے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حکیم عبدالمجید کسی کو دیکھیں کہ اس نے اس طرح جوتی سلوائی کہ ٹانکے کھال کے اندر سے نکالے گئے ہیں تو وہ اس طرح سے جوتہ سلوانیکو ضرور روکیں گے کہ زخم کی ہیئت تمام بدن میں دوڑ جانے کا احتمال ہے آپ لوگ بھی دنیا کی جوتیاں اس طرح سلوا رہے ہیں کہ آپکا دین برباد ہو رہا ہے لہذا اب انکا فرض ہے کہ وہ آپ کو منع کریں تو یہ منع کرنا بے وجہ نہ ہوگا ۵

	اگر خاموش بنشینم گناہ ست		اگر بینم کہ نابینا و چاہ ست	

غرض علماء کی نسبت یہ تجویز کرنا کہ وہ دنیا کی ترغیب دیں غلط ہے اور مبنیٰ اس کا یہ ہے کہ سلف کو اپنی طرح معاش و معاد کا جامع سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے بتایئے کسی نبی نے کسی رفارمر نے کہیں دنیا کے حاصل کرنے کے طریقے لکھے ہیں۔ ایک جگہ بھی نہیں البتہ اخلاق اعمال معاشرت پر گفتگو کی ہے یہ کسی نے نہیں بتلایا کہ یوں ہل چلتا ہے اور اس طرح بویا جاتا ہے انبیاء اور سلف کا یہ کام نہ تھا ہاں معاش کا وہ حصہ جو مضر معاد ہو اسکو بتلا کر منع فرمادیا ہے اور اسمیں گفتگو کرنا ایسا ہے جیسے طبیب کسی مریض کو گوشت کھانے سے منع کرے تو حکیم کا کام بحالت ضرر منع کرنیکا تو ہے لیکن گوشت کے پکانے کا طریقہ بتلانا یہ حکیم کا کام نہیں بس

۱۲۳

معاش کے متعلق انبیاء کی جو گفتگو ہے وہ یہ ہے کہ نافع کو مجملاً بتلادیا اور مضر کو منع کر دیا غرض انبیاء علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے اسکی رعایت کی ہے کہ دینی نفع انکو زیادہ پہونچے اور دنیاوی نفع کے واسطے جو رعایت رکھی ہے اس سے ان حضرات کا مذاق معلوم ہوتا ہے ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ من امن منہم باللہ والیوم الآخر یعنی اے اللہ میرے اہل بلد کو ثمرات دے مگر سبکو نہیں بلکہ اہل ایمان کو تو فرماں بردار اولاد کیلئے دعاء کی اس سے اندازہ کیجئے کہ ان کی نظر میں دین کسقدر عزیز ہے کہ باغی کیلئے دعاء بھی گوارہ نہیں اگرچہ خداتعالی نے تخصیص نہیں فرمائی بلکہ یہ فرمایا کہ۔ ومن کفر فامتعہ قلیلا یعنی کچھ دنوں کیلئے دنیا میں کفار کو بھی عیش دونگا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو عام فرمایا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بوجہ کفار کے باغی ہونیکے ان کیلئے دعاء نہیں فرمائی اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مذاق کا پتہ چلتا ہے یہ اہل اللہ کا ذوق ہے اور ہونا چاہئے کہ باغیوں پر کچھ رحم نہ کریں نہ ان کیلئے دعاء کریں اور خداتعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماکر چونکہ کفار کیلئے دعاء کرنے کا حکم نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ ذوق مقبول ہے تو یہی مذاق ہونا چاہئے مطیعین کیلئے دعاء کریں اور باغیوںکو خدا کے سپرد کریں۔

۱۲۴

ذم قلت اہتمام دین و معنی دیندار

مقصود یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو دعاء کی ہے اس کا مضمون قابل غور ہے اور اس وقت اس کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا چونکہ ہم میں اس وقت ایک بہت بڑا مرض کہ بحیثیت مسلمان ہونیکے وہی اصلی مرض ہے پیدا ہو گیا ہے یعنی قلتِ اہتمام دین اور وہ یہ مرض ہے کہ اسکی بدولت آج ہم مسلمان کہلانیکے قابل نہیں رہے اور اسی کی بدولت اکثر حصہ دین کا ہم سے نکل گیا دیکھو مالدار وہ شخص کہلاتا ہے جسکے پاس کافی سے بھی کچھ زیادہ مال ہو اور جسکے پاس دو چار پیسے ہوں وہ مالدار نہیں کہلاتا ورنہ چاہئے کہ ساری دنیا مالدار کہلانے لگے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دو قسمیں کہلائی جاتی ہیں ایک غریب ایک امیر تو جیسے مالدار وہ شخص ہے کہ جسکے پاس وافر روپیہ ہو اسی طرح دیندار بھی وہی ہے جو عقائد و اعمال وغیرہ میں پوری طرح شریعت کا متبع ہو۔

حدیث من قال لا الٰہ الا اللہ الخ کے فہم میں بعض لوگوں کی ایک غلطی اور اسکا ازالہ

اور یہ ایمان کچھ ایمان نہیں ہے جسکو اکثر لوگوں نے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ سے سمجھ رکھا ہے اگرچہ یہ کلمہ واقع میں صحیح ہے لیکن اسوقت اسکو پیش کرکے جو مقصود ثابت کیا جاتا ہے اسکے اعتبار سے کلمۃ حق ارید بہ الباطل کہا جاسکتا ہے تو پہلی غلطی تو یہ ہے کہ اعمال کو ناقابل شمار سمجھتے ہیں دوسرے یہ کہ خود ایمان کے کلمہ میں بھی اختصار کیا ہے یعنی اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ محمد رسول اللہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں (نعوذ باللہ) میں نے خود یہ تقریریں چھپی ہوئی دیکھی ہیں کہ رسالت پر ایمان لانیکی ضرورت نہیں ہے اور میں نے حدیث سے استدلال کیا ہے مجھسے ایک سفر میں اسکے متعلق ایک صاحب نے دریافت کیا کہ وہ بھی اس مرض میں مبتلا تھے میں نے کہا کہ آپ یہ بتلائیے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں یٰسین پڑھتا ہوں تو اس یٰسین پڑھنے کے کیا معنی ہیں آیا یہ کہ صرف یہ کلمہ پڑھتا ہوں یٰسین یٰسین یا یہ کہ ساری سورت پڑھتا ہوں کہنے لگے کہ یٰسین پڑھنے کے معنی تو ساری سورت پڑھنے کے ہیں میں نے کہا کہ اسی طرح لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے معنی سارا کلمہ پڑھنے کے ہیں دلالت کیلئے صرف جزء کا اطلاق کافی ہے دوسرے جزو پر بوجہ ملازمت خود دلالت ہوجائیگی ان لوگوں کے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی معنی سمجھنے پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا

حکایت ...... ایک طالب علم نے میرے پاس خط بھیجا کہ مجکو فلاں تردد ہے اسکے لئے کوئی دعا بتلا دیجئے میں نے کہا کہ لاحول پڑھا کرو چند روز کے بعد مجھسے ملے اور پھر شکایت کی میں نے پوچھا اس سے قبل میں نے کیا بتلایا تھا کہنے لگے کہ لاحول پڑھنے کو بتلایا تھا سو میں پڑھتا ہوں اتفاق میں نے یہ سوال کیا کہ کس طرح پڑھا کرتے ہو کہنے لگا کہ یوں کہتا ہوں لاحول لاحول۔ لاحول وہلم جرا۔ تو جیسے یہ بزرگ لاحول پڑھنے کے یہ معنی سمجھے کہ صرف لفظ لاحول کو پڑھ لیا جاوے حالانکہ لاحول اس پورے کلمہ کا لقب ہے اسی طرح ان لوگوں نے بھی۔ لا الٰہ الا اللہ سے صرف یہی جملہ سمجھا حالانکہ لا الٰہ الا اللہ سے وہی مراد ہے جسکے ساتھ محمد رسول اللہ بھی ہو لہذا اس سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ نیز دوسرے دلائل پر بھی تو نظر ہونی چاہیے مشکوۃ میں کتاب الایمان کی پہلی حدیث میں ہے شہادۃ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

١٢٥

تو اس انہماک فی الدنیا کے سبب سے اس قسم کی غلطیاں کر رہے ہیں پس اسکا علاج یہ ہے کہ دین کیطرف توجہ کریں اور علوم دینیہ حاصل کریں۔

حکایت۔ اسی خیال کے ایک اور صاحب مجھے کہنے لگے کہ رسالت کے اقرار کی ضرورت نہیں ہے صرف توحید کا اقرار نجات کیلئے کافی ہے میں نے کہا کہ اول تو دلائل عقلیہ و نقلیہ جو رسالت کے ضروری ہونے پر قائم ہیں وہ تمہارے مکذب ہیں دوسرے رسالت کا انکار کرنے سے خدا تعالیٰ کی خدائی کا بھی انکار ہو جاتا ہے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کے ماننے کے یہ معنی نہیں کہ اُن کو صرف موجود مان لیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کو کمال ذات و صفات میں یکتا سمجھے کیونکہ یہ مسئلہ اجماعیہ ہے کہ اگر ذات کا قائل ہو لیکن صفات کا قائل نہ ہو تو وہ کافر ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص بادشاہ کو بادشاہ تو مانے لیکن اسکے اختیارات شاہی نہ مانے تو کیا ایسے شخص کی نسبت یہ کہا جائیگا کہ اس نے بادشاہ کو مانا کبھی نہیں تو خدا تعالیٰ کے ماننے اور توحید کے مقر ہونے کے معنی یہی ہیں کہ ہر صفت کمال کیساتھ علی وجہ الکمال اتصاف سمجھے کہنے لگے کہ بیشک یہ تو ضروری ہے میں نے کہا کہ صفات کمال میں سے ایک صفت صدق بھی ہے اسکے ساتھ بھی متصف ماننا ضروری ہوگا کہنے لگے کہ ہاں ضروری ہوگا میں نے کہا کہ قرآن شریف میں موجود ہے محمد رسول اللہ پس اسکا ماننا ضروری ہوا اور جو اسکو نہ مانیگا وہ موحد بھی نہ ہوگا کیونکہ اسنے خدا تعالیٰ کے صدق کو نہ مانا جسکا ماننا ضروری تھا اور میں نے کہا کہ دس برس کی مہلت جواب کیلئے دیتا ہوں۔

بعض لوگ اعمال میں بھی اختصار کرتے ہیں

یہ تو عقائد میں اختصار تھا جسکی مثالیں آپنے سن لیں اسی طرح اعمال میں اختصار کر لیا ہے کہ بعض تو اعمال کی فرضیت ہی کے منکر ہو گئے اور بعضے منکر تو نہیں مگر عملاً مثل منکرین کے ہیں تو ان دونوں قسم کے لوگوں کی غلطی قرآن کی آیات سے ثابت ہوتی ہے رہا من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ سو اسکے معنی کیلئے ایک مثال عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی سے نکاح کرے تو نکاح میں محض ایجاب و قبول دو لفظ ہوتے ہیں پس اگر اس ایجاب و قبول کے بعد بیوی اپنے خورد و نوش کے لئے طلب کرے اور شوہر کہے کہ میں نے ان چیزوں کا دینا قبول نہیں کیا تھا تو وہ اسکا کیا جواب دیگی

حال ۔ معمولات بعض وقت نہایت دلچسپی سے ادا ہوتے ہیں اور بعض اوقات نہیں اسکی بھی اصلاح فرمادیں۔

تحقیق ۔ اسکی تدبیر کی ضرورت نہیں خود بخود اصلاح ہوجاویگی۔

حال ۔ فی الحال گناہوں کے سفر ہونیکا پکا یقین ہوگیا۔

تحقیق الحمد للہ اللہم زد فزد۔

حال ۔ ایک روز لوگوں کو سمجھاتا تھا کہ سائل کو جھڑکنا نہ چاہیئے اور بلا ضرورت سوال نہ کرنا چاہیئے یہ بات دل میں آگئی کہ کسی صاحب ثروت رئیس کا لڑکا کسی کے آگے ہاتھ پھیلائے اور کچھ مانگے تو اس رئیس کا سر نیچا ہوجائیگا اور بہت ندامت ہوگی اور اگر لڑکے کو مسئول عنہ نے ڈانٹا تو اور غیرت سے ڈوب جائیگا تو اللہ تعالیٰ سب سے بڑھکر غنی ہیں اور الخلق عیال اللہ بھی آیا ہے اور اللہ اغیر بھی حدیث شریف میں وارد ہے یہ وجہ ممانعت سوال اور ڈانٹنے کی ہے۔

تحقیق ۔ نکتہ کے درجہ میں ہی اصلی وجہ یہ ہے کہ سوال میں مذلت سائل کی ہے اور زجر میں ایذار مخاطب کی اور دونوں قبیح ہیں۔

حال ۔ ایک روز ایک شخص نے مجھسے دریافت کیا کہ میرے گھر میں موت ہوگئی ہے میں مرنے کو ثواب پہونچانیکے لئے اگر کسی کو چالیس دن بلاکر کھانا دیدیا کروں تو درست ہے یا نہیں میرے دلمیں یہ بات آئی کہ ان سے پوچھو کہ اگر تمھارے لڑکے کو ہمیں ایک روپیہ دینا ہے تو اسے ایک ہی دن دیں وہ اچھا ہے یا چالیس دن دوڑائیں ان سے دریافت کیا انھوں نے جواب دیا کہ ایک ہی دن چالیس دن دوڑانے میں بے حرمتی ہے میں نے کہا کہ آپ انصاف کریں کہ یہ فقرا عیال اللہ مخلوق اللہ مرزوق اللہ عبداللہ ہیں ان کو تو اللہ تعالیٰ سے بہت سے تعلقات ہیں ان کے ساتھ کیا کرنا مناسب ہے۔ مناسب ہے کہ ایک ہی دن سب چھپا کرے آؤ۔

تحقیق ۔ یہ ٹھیک ہے مگر مطرد نہیں بعض اوقات معطی کو دفعۃً دینا دشوار ہے اور متفرق دینا آسان وہاں یہ مصلحت راجح ہوگی البتہ تخصیص چالیس کی بے وجہ ہے۔

حال ۔ ایک روز خوش اخلاقی کے بیان میں یہی بات سمجھ میں آئی کہ یہ لوگ اللہ میاں کے آدمی ہیں ان سے اچھی طرح ملنا چاہیئے بداخلاقی سے ملنے سے اللہ میاں بہت بیزار ہونگے۔

۶۷

تحقیق - ٹھیک ہے۔ ربیع الاول ۳۴ھ

پہلے یہ خط آیا

سوال - ایک عرض یہ ہے کہ کوئی مراقبہ بنظر محفوظ رہنے کے گناہ سے ارشاد ہو کہ اللہ پاک اسپر عمل کرنیکی توفیق عطا فرماویں اور اسکی برکت سے دبرکت دعائے حضرت گناہوں سے محفوظ رہوں۔

اس کا یہ جواب گیا

جواب - کیا آپ خود ہی اپنے لئے طریق علاج بھی تجویز فرما سکتے ہیں افسوس ہیں نے جو علاج بتلایا یعنی ہمت اسکو ردی کر دیا اور خود تجویز کیا تو آپ جب خود شیخ ہیں پھر دوسرے سے کیوں رجوع فرماتے ہیں

پھر یہ خط آیا

حال - ہدایت نامہ بجواب عریضہ عتاب آمیز ورود ہوا سخت نادم ہو کر امیدوار معافی کا ہے براہ بزرگانہ معاف فرمایا جاوے ہرگز بندہ کو طریق علاج تجویز کرنیکا حق ہے اور نہ خود شیخ ہے اور نہ ارشاد فرمودہ ما سبق یعنی ہمت کو احقر نے ردی کیا ہے اور نہ کر سکتا ہے بلکہ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کے ارشاد کی وقعت دل میں بہت کچھ ہے اور خدا کرے کہ ایسا ہی رہے آمین خلاصہ یہ کہ معاف فرمایا جاوے۔

اس کا جواب یہ گیا

تحقیق - معافی کو معافی ہی ہے میں کچھ بدلا تھوڑا ہی لے رہا ہوں لیکن کیا غلطی پر مطلع بھی نہ کیا جاوے اور یہ پتہ اب بھی نہ دیا کہ اس علاج پر عمل بھی کیا یا نہیں فضول باتوں سے خط بھر دیا اسکا بھی افسوس ہے۔ ربیع الاول ۳۴ھ

حال - اب چند ایام سے حالت کچھ ٹھیک ہے اکثر جب کوئی مشتبہ چیز کھانے میں آتی ہے تو شہوات کی کثرت ہو جایا کرتی ہے اور یہ حالت کوئی جدید نہیں بہت مدت سے اسی طرح ہوتا ہے اور ایسی چیز سے بچنا بھی بسا اوقات مشکل ہوتا ہے۔

تحقیق - اسکا علاج بھی وہی ہمت ہے حتی الامکان ایسی چیز کے کھانے سے بھی اور شہوت کے غلبہ کے وقت اُس کے مقتضا پر عمل کرنے سے بھی -

حال - ان لڑکوں کی محبت میں بھی اگرچہ کمی تو ہے لیکن بالکل جاتی نہیں رہی ان کی شکل پر کبھی نظر پڑ جاتی ہے تو دل میں ایک لذت شعلہ زن ہو جاتی ہے مگر فوراً منہ پھیر لیتا ہوں -

تحقیق - منہ بھی پھیرنا چاہیئے اور قلب یعنی توجہ بھی ہٹانا چاہیئے جسکا سہل طریق یہ ہے کہ فوراً خیال کو دوسری طرف متوجہ کر دیا جاوے -

حال - میں جب دعا مانگتا ہوں تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں طبیعت منقبض ہوتی ہے اور یونہی چاہتی ہے کہ ہاتھ جلدی سے منہ پر پھیر لوں اور بغیر ہاتھ اٹھائے مانگنے میں انقباض نہیں ہوتا معلوم نہیں یہ کیا مرض ہے علاج کا طالب ہوں -

تحقیق - چونکہ اس ہیئت میں ایک قسم کی تقیید ہے اور تقیید سے طبعاً انقباض و ضیق ہوتا ہے اور بعض طبائع میں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے اسلئے اسپر ملامت نہیں البتہ اس انقباض کے مقتضا پر عمل نہ کرنا چاہیئے یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کیجاوے اگرچہ تنگی ہو اور ذرا دیر تک کیجاوے اس سے شدہ شدہ انقباض بھی رفع یا بہت کم ہو جاتا ہے - ربیع الاول ۳۳ھ

حال - زید آدھا گھنٹہ روزانہ تلاوت کرتا ہے اور اسمیں ایک پارہ پڑھ لیتا ہے زید امامت بھی کرتا ہے اور اسکو صرف چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد ہیں اس ضرورت سے اور نیز ثواب کی غرض سے وہ آدھ گھنٹہ روز پیشہور رکوع حفظ کرتا ہے ایسی صورت میں حفظ کرنے میں بمقابلہ تلاوت کے ثواب کی کمی تو نہ ہوگی -

تحقیق - ہر عمل کا ثواب جدا ہے ایک دوسرے کا نافی نہیں ہوتا پس اشتغال بالحفظ سے ثواب تلاوت میں کمی لازم ہے اب یہ بات رہ گئی کہ ان دونوں عملوں میں کس کو ترجیح دینا چاہیئے سو اسمیں ہر شخص کی حالت جدا ہے آپکی مجموعی حالت سے تلاوت ہی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے -

ربیع الاول ۳۳ھ

سوال - نماز میں آنکھ بند کر کے قرات پڑھنے میں لذت آتی ہے آیا یہ معمول رکھا جاوے یا نہیں -

جواب - کچھ حرج نہیں مگر دل سے اسکو خلاف افضل سمجھو -

ربیع الاول ۳۳ھ

٦٩

حال - اب حالت یہ ہوئی کہ قرآن کے یاد کرنے میں اور نماز پڑھنے میں دل نہیں لگتا سستی و غفلت پیدا ہو گئی ہے اس بات میں بہت کوشش کی کہ یہ سستی و غفلت دور ہو جائے مگر کچھ نہ ہوا۔

تحقیق - غفلت اور سستی کا مادہ اگر دور نہ ہو اسمیں ملامت نہیں اسکا غم نہ کیجئے کیونکہ یہ اختیار میں نہیں باقی ضروری اعمال پر اختیار حاصل ہے اسمیں کوتاہی نہ کیجئے بس اتنا ہی حکم ہے پریشان ہونیکا کوئی موقع نہیں۔ ربیع الاول [illegible]

حال - قرآن مجید کے ساتھ انتہا شوق اور رغبت پیدا ہوئی ہے جو ذکر سے باہر ہے اور چونکہ مدرسہ میں فلاں قاری صاحب جو فلاں قاری صاحب کے لائق شاگرد ہیں مدرس ہیں ان کے فیض سے طلبہ بھی کچھ تیار ہوئے ہیں مصری لہجہ کے سننے کی تاب نہیں چنانچہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندہ کو توجہ ہوتی ہے اور مضمون قرآن مجید خیال میں آکر ایک طبیعت میں شوق پیدا ہو کر درد قلب میں پیدا ہوتا ہے اور رونا آتا ہے اور بیہوشی ہو جاتی ہے اور بہت اثر رہتا ہے حالت موجودہ پر توجہ فرما کر ضروری امور پر تنبیہ کیا جائے اور جو امر مناسب حالت ہو فرمایا جاوے۔

تحقیق - یہ حالت فی نفسہا محمود اور مبارک ہے لیکن اسکا افراط غالباً اثر ہے ضعف قلب کا چونکہ افراط سے دوسری ضروریات میں خلل واقع ہوتا ہے اسلئے اسکی تدبیر ضروری ہے کلی تدبیر تو رجوع الی الاطباء ہے کہ مقویات قلب تجویز کریں اور وقتی تدبیر یہ کہ درس وغیرہ کے وقت ایسی جگہ بیٹھئے کہ وہاں بے تکلف قراءۃ کی آواز نہ پہونچے۔

حال - مراقبہ پاس انفاس کے وقت کچھ ایسی محو کی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ مجھے سانس کی آمد و رفت کی طرف مطلق خیال نہیں رہتا دل میں ایک روشنی سفید معلوم ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی پر خیال نہیں رہتا یہانتک کہ بعض دفعہ اپنی بھی خبر نہیں رہتی بعض دفعہ بیٹھتا ہوں آدھ گھنٹہ کیلئے اور بیخبری میں گھنٹہ بھر ہو جاتا ہے اس مراقبہ کو اگر ارشاد ہو تو زیادہ کر دوں۔

تحقیق - بالالتزام زیادہ نہ کیا جاوے کسی روز جب خوب جوش ہو زیادہ کر لیا ورنہ نہیں۔

حال - ذکر جہر سے زیادہ حق تعالیٰ کی طرف اس مراقبہ میں خیال بندھ جاتا ہے۔

تحقیق - مگر اس خیال بندھنے کو ثبات و استمرار کم ہے اور ذکر کے آثار کو بقاء بلکہ ترقی و تزاید ہوتا رہتا ہے اسلئے اس کیلئے ذکر کی تقلیل نہ کیجاوے۔

(باقی آئندہ)

اور حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ دوا اسوقت نہ پیو یہ دوا پینے کا وقت نہیں ہے اور واقعی وہ وقت ایسا ہی تھا۔ حضرت نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ اول کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے واللہ تعالیٰ علم کہ رائی کسی فاروقی بزرگ کی خطا پر معترض ہیں خواہ وہ فاروقیت حقیقیہ ہو یا حکمیہ اور وہ بزرگ رائی کے شیخ ہوں یا نہوں اور اپنے کو ان سے بہتر خیال کرتا ہے یا اچھا خیال نہ بھی کرتا ہو بہرحال معترض ہیں اور یہ امر اس کے حق میں مضر ہے اور دوسرے خواب کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ رائی سے اعمال میں کوئی عملی غلطی ہو رہی ہے مجھے تعبیر میں ملکہ نہیں ہے جو سمجھ میں آیا وہ بیان کر دیا ہے۔

(۸۳) فرمایا کہ جب کوئی مجھ سے کسی کی شکایت کرتا ہے تو میں جب تک دونوں شخصوں کو مقابل کر کے اصل واقعہ کی تحقیق نہیں کر لیتا اسوقت تک ظاہراً یا باطناً اس شکایت پر بالکل عمل نہیں کرتا ہاں اس شکایت سے طبعی شبہ ضرور ہو جاتا ہے اور غیر اختیاری ہے لیکن اسپر عمل بالکل نہیں کرتا کہ یہ اختیاری ہے۔

(۸۴) احقر نے عرصہ ہوا کہ تحریری سوال کیا تھا کہ شامی مصری جلد ثالث صفحہ ۳۲۲ کے داہنے حاشیہ پر ہے فرد الزیادی ان الانسان اذا ضاع له شئ واراد ان یردہ اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة ویقرأ الفاتحة ویہدی ثوابها النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یہدی ثواب ذلک سیدی احمد بن علوانؒ ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالی یرد علی من قال ذلک ضالته ببرکته اجہوری مع زیادة کذا فی حاشیة شرح المنہج للداودی رحمہ اللہ اھ منہ

اس کا جو ظاہری مطلب ہے اسمیں چند خدشات ہیں اول یہ کہ حرف یا حضور پر دال ہے اس سے سماع اولیاء کرامؒ کا بعید و قریب سے ثابت ہوتا ہے اور سماع موتی مختلف فیہ فقط قریب سے ہے بعید کا کوئی معتبر عالم قائل نہیں ولو کان احد فاطلعونی مع دلیل۔ ہاں اگر یوں کہا جاوے کہ داعی حق تعالیٰ سے ملتجی ہے کہ یہ گفتگو میری ان بزرگ تک اسی طور سے پہنچا دی جاوے تو وسعت ہے۔ مگر باقی خدشات کی تاویل فہم میں نہیں آئی اور وہ یہ ہیں کہ نزعتک الخ

عــه فی العبارة تقدیر نحو ان لم ترد علی ضالتی یکون شرا لک فرد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیاء ۱۲

امرِ غیر اختیاری محض لغو ہے نیز ایک بزرگ کی جو محبوب حق ہے اس میں بے ادبی ہے جو ممنوع ہے اور پھر معصیت کا ارتکاب کر کے اس معصیت کے ذریعہ سے حصول مراد کی امید رکھنا کسقدر مذموم ہے خصوصاً جبکہ ایسے امور کا اعلان اور ترغیب لائی جاوے علامہ شامی جیسے متبحر عالم سے ایسی بات سخت بعید ہے۔ ہاں احقر کے نزدیک یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مجذوب غیر مکلف بزرگ سے یہ الفاظ غلبہ حال میں صادر ہوئے ہونگے اسی کو جہال نے ایک معمول قرار دے لیا ہے اور علامہ موصوف نے بھی غلطی فاحش سے اسکو صحیح سمجھا اور کتاب میں لکھدیا۔ اگر کوئی اور مطلب جو مخالف شریعت و طریقت نہو جناب کے فہم میں آوے تو ارشاد ہو اس کا حضرت نے یہ جواب تحریر فرمایا تھا کہ میں اس عمل کو بالکل ناجائز سمجھتا ہوں اھ

(۸۵) ۶ ربیع الآخر۔ فرمایا کہ ایک بیرونجات کے رئیس نے مجھے اپنے مکان پر بلایا تھا اور اسوقت مجھ سے بیعت کی درخواست کی میں نے کہا کہ آپ میرے مکان پر تشریف لا کر میرے تفصیلی حالات ملاحظہ فرمائیے پھر بیعت کا تذکرہ فرمائیے اسلئے کہ سفر میں میری اصلی حالت نہیں معلوم ہو سکتی وطن میں جیسا لوگوں سے میرا برتاؤ ہے جیسے میرے معاملات اور عبادات ہیں وہ سب بے تکلف معلوم ہو سکتے ہیں باقی سفر میں مثل وطن کے کوئی شخص بے تکلف نہیں رہ سکتا اسلئے ممکن ہے کہ جو عقیدت اسوقت آپ کو مجھ سے ہے وطن میں میری حالت دیکھ کر باقی نہ رہے اور پھر بیعت ہو کر افسوس ہو **ف** قلت وهذا الكلام يدل على الشفقة الكاملة بالخلق والاخلاص التام فانه قل من كان موصوفا بمثل هذه الصفات وان كان يعد في جماعة العلماء والفقراء زاده الجامع عفی عنہ۔

(۸۶) ۸ ربیع الآخر۔ فرمایا کہ مسلمانوں میں سادگی نہیں رہی خطوط اور تحریرات میں بھی تکلف کی عبارتیں درج کرتے ہیں حتیٰ کہ عورتیں بھی یہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔

(۸۷) ۱۰ ربیع الآخر۔ فرمایا کہ دیکھا ہے اکثر کم عقل لوگ معاش سے مطمئن رہتے ہیں اور عقلاء کو معاش میں تضییق ہوتی ہے حق تعالیٰ کی شان عجیب نظر آتی ہے **ف** احقر کہتا ہے کہ چونکہ عقل نعمت عظمیٰ ہے اور وسعت فی الرزق سے وسعت فی العقل اعلیٰ ہے لہذا عقلاء کو ضیق معاش پر صبر کرنا چاہئے اور یوں تسلی کر لیں کہ ہمکو اعلیٰ درجہ کی نعمت حاصل ہو زادہ الجامع عفی عنہ

۶۸

(۸۸) ۱۱ ربیع الآخر۔ احقر نے عرض کیا کہ قاعدہ اصولیہ کہ احتجاج المجتہد بحدیث ہو تصحیح[ؔ۵] لہ مخدوش ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ مجتہد نے کوئی حدیث حسن یا صحیح کے میسر نہ آنے سے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہو چنانچہ احادیث ضعاف سے استدلال درصورت فقدان حدیث حسن و صحیح حنفیہ کے نزدیک جائز ہے قالہ ابن حزم کما فی الخیرات الحسان اور نیز حنابلہ کے نزدیک بھی کما فی السعایۃ پس استدلال مستلزم نہ ہوا حکم بالصحت کو فرمایا کہ یہ خدشہ صحیح ہے پس یہ تصحیح ظنی قرار دی جاوے گی **ف** احقر کہتا ہے کہ پس اس کا مقتضا یہ ہے کہ جس حدیث کی تحسین یا تصحیح صریح ہوگی وہ ایسی تصحیح یا تحسین ظنی پر راجح قرار دیجاویگی البتہ جو امام مجتہد ایسا ہو کہ اسکی عادت بحجت صحیحہ ثابت ہو چکی ہو کہ وہ بجز ثقات کے کسی ضعیف سے روایت نہیں کرتا اسکی روایت کرنا البتہ صریح تحسین یا تصحیح عندہ کے حکم میں ہوگا کالامام مالک فانھم صرحوا بانہ لا یروی الا عن الثقات عندہ وان کان ضعیفا عند غیرہ بلکہ اس صورت میں تو راوی کا مجتہد ہونا بھی ضروری نہیں ہے فافھم زادہ الجامع عفی عنہ۔

۶۹

(۸۹) فرمایا کہ جس ہدیہ کو میں واپس کر دیتا ہوں اور مہدی چاہتا ہے کہ وہ طلبہ کو دیدیا جاوے میں اسکو بھی گوارا نہیں کرتا کہ طلبہ کیلئے مردود شے تجویز کی جاوے کہ اسمیں ان کو ذلیل سمجھنا ہے گو کسی درجہ میں سہی۔

(۹۰) فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھے بلانے کا خط لکھا اور اس خط کے ہمراہ دو سو روپیہ مدرسہ کیلئے بھی بھیجے میں نے جواب لکھا کہ آپکو میرے بلانے کے خط کے ساتھ یہ رقم ارسال کرنا مناسب نہ تھا اسلئے کہ اس کا طبعی اثر یہ ہے کہ اس روپیہ کے ذریعہ سے مجبور ہو پڑے اور میں آنے سے انکار نہ کر سکوں اور گو آپ کے دل میں یہ بات نہو مگر اسکی صورت یہی ہے میں بطور امانت ڈاکخانہ میں یہ رقم رکھے دیتا ہوں تاکہ فوری واپسی سے آپکی دلشکنی نہو اگر اسکا جواب میرے مذاق کے موافق نہ آیا اسوقت واپس کر دونگا انھوں نے معذرت لکھی کہ مجھسے واقعی غلطی ہوئی بلانے کی فرمایش کو میں واپس لیتا ہوں آپ یہ رقم قبول فرماکر مدرسہ میں داخل فرمالیجئے۔ پس میں نے اس فرمایش کو قبول کر لیا اور ان کو ایک تسلی آمیز خط لکھدیا کہ کسی وقت پر انشاء اللہ تعالیٰ آپکو ملاقات کا موقع دونگا۔

ؔ۵ قلت معناہ عندی انہ قابل للاحتجاج بہ دون التصحیح الاصطلاحی فافھم ۱۲ جامع۔

(۹۱) فرمایا کہ جب کبھی ضروری خرچ سے بہت زیادہ کچھ روپیہ جمع ہو جاتا ہے اسکے اخراج کی فکر ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ طبیعت میں اسقدر آزادی ہے کہ اگر اسوقت مجھے کہیں پانچ (زیادہ) سال کیلئے بھی سفر کی حاجت ہو تو بلا تکلف فوراً ہی جا سکتا ہوں کوئی خلجان ہی نہیں سب کام سے ہر وقت فارغ رہتا ہوں اور اگر موت آئے جب بھی بفضلہ تعالیٰ کسی طرف قلب کا تعلق نہیں ہے **ف** سبحان اللہ تعالیٰ کیسی حیوٰۃ طیبہ ہے ہر مسلمان کو ہر وقت سفر آخرت کا خیال کر کے حتی القدر فارغ رہنا چاہیئے زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۹۲) فرمایا کہ تبلیغ دین کا کام مشائخ صوفیہ سے زیادہ ہوتا ہے کہ اُن کے اطوار و افعال سے بھی لوگوں کو اسلام کی طرف جذب ہوتا ہے اور نری قولی مجالس تبلیغ کا بہت ہی کم اثر ہوتا ہے اور ایک انگریز نے لکھا ہے کہ اسلام مشائخ صوفیہ اور تجار کے ذریعہ سے زیادہ پھیلا ہے تجار جہاں پہونچتے ہیں تجارت کے ساتھ تبلیغ بھی کرتے ہیں اور ہر مسلمان گویا اپنی ذات پر تبلیغ لازم سمجھتا ہے

(۹۳) ۱۵ ربیع الآخر۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ تہجد کو میری آنکھ نہیں کھلتی فرمایا کہ عشا کے بعد تہجد پڑھ لیا کرو انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں اسکی برکت سے تہجد کو آنکھ کھلنے لگے گی۔

(۹۴) ۱۶ ربیع الآخر۔ اثنائے درس مثنوی شریف میں ایک شخص نے حاضر ہو کر حضرت کو سلام کیا اور پھر مصافحہ کرنے کیلئے پھلانگتے ہی ہیں اس طرح آگے بڑھے جس سے بعض علماء کو جو متعلم مثنوی شریف تھے اُن کے اس طرح مصافحہ کے لئے آگے بڑھنے سے کلفت ہوئی حضرت اس بے تمیز شخص پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ لوگوں کو پھاند کر جانے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے اس نے کہا کہ میں گنوار ناواقف ہوں فرمایا کہ اگر اس جگہ کوئی ڈپٹی یا تھانہ دار بیٹھے ہوتے تو کیا تم اُن کے سامنے بھی اسی طرح اُن کو تکلیف دیتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کرنے کیلئے بڑھتے کہنے لگے نہیں فرمایا کہ اُن کیلئے گنوار نہیں ہو اہل علم کی ایذا کیلئے گنوار ہو معلوم ہوا کہ تم اہل دنیا کو معزز اور اہل دین کو ذلیل سمجھتے ہو ہم ایسے شخص کو سخت حقیر سمجھتے ہیں جو دینداروں کی بے وقعتی کرے یہ لوگ نائب رسول ہیں کیا ان کا تمہارے ذمے یہی حق ہے افسوس مسلمانوں پر کیا بلا نازل ہو گئی ہے پھر فرمایا کہ اہل علم کی خوش اخلاقی نے عوام کے دماغ بگاڑ دیئے ہیں اعتدال ہر شے میں محمود ہے اور پھر اس شخص کو نرمی سے سمجھایا اور بہت تالیف قلب از محبت کی باتیں کیں حتی کہ قصور معاف کرایا

(باقی آئندہ)

اور تقائیر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اسکے سامنے بجائے
جبس کے یعنی کلفت دہ ہے۔ سماع کیوقت مطرب حق بزبان حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا
کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت دردسر ہے چنانچہ ظاہر ہے یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے
اور اسمیں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں صحو و ہستی کے اور عشق میں فنا و نیستی
ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل
غرق ہونیکے ہے اور جسطرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم
ہے اور اسکی اسمیں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور اس تقریر سے بندگی
و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ
وہاں دونوں کا گذر نہیں اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہدیا اور ان ہی دو کی کیا تخصیص ہے
جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونیکی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کیلئے اسی علت سے
جتنی اشیاء وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں کہ بجائے اسکے
کہ ہم بعض اشیاء وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کی زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت
بیان کر کے تمام اشیاء کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی
نہیں آگے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے
ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے ان خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا
گذر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک حجاب اور ڈال دیتی یعنی بیان
خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اسلئے ہو جاتا کہ ادراک
عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال و حال اور یہاں ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب
ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اسکا مضاد اور حال
سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ
کیلئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اسلئے ایسا حال بھی مانع ہو گا آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے
رافع حجاب نہ ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے اسی طرح دوسرے حجب
اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے۔ آگے اسی قال کا کشف عشق کیلئے کافی نہ ہونا بیان فرماتے

۲۹

ہیں کہ میں بوجہ اتصاف بعشق کے صرف اسکے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین
سودائی عشق ہیں نہیں اسلئے اُن کے سامنے قال سے اُنکی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا قفس میں
پھونک مارنا یعنی عبث ولاطائل۔ آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود
اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں پس اپنے نفس کو خطاب
فرماتے ہیں کہ تو بہت ہی تیز دست و بیخود آشفتہ ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس
پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں جلدی ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات
بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بے ہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ پھر اس کے کہنے کا مضائقہ
نہیں اور علاوہ محرم کے نہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے آگے اسکا بیان ہے
کہ عاشق ہوکر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المتنافیین ہے جیسا
سِتر کا زبان پر ہونا عادتاً اجتماع المتنافیین ہے آگے اسی قال کا نامناسب ہونا دوسرے
عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ جب عشق کے اسرار و اطوار کو زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی
جبکہ صعود عمل کے وقت اُس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے
کہ یا جمیل الستر استرہ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کر دے اور اُس قائل کے
قلب میں سکوت کا القا کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اسکا اخفا کرنا چاہئے
آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا اُس غلبہ و جوش میں کہتے ہیں کہ کیسا اخفا اس راز کی تو
ایسی مثال ہے جیسے اُون اور روئی میں آگ کہ اسکے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہو گی کہ پہلے
تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کے حیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اُس کے نواح کو بھی تو
بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اسکے راز کو مخفی کر دوں تو وہ پرچم بلند
کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر
منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جسکا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے
یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اسمیں ایک قسم کا استقلال ہے یعنی گو میں عشق
کا اخفا کروں مگر خود ہی حق کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے اور چونکہ یہی ظہور وجود
عشاق حق کے نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اسلئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گو عوام سے وہ اس حیثیت

سے مستور ہے مگر عشاق کی نظر میں یہی وجود کا ظہور عین عشق کا ظہور ہے اس بنا پر اس مضمون
کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ کیا اخفا الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون
کی آگے تاکید ہے کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ اے مختل الدماغ تو
راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے بے مخفی کردہ مخفی ہو ہی نہیں سکتا جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا
اور وہی راز عشق کا ظہور ہے اور اسکو ظہور راز عشق کہنا ایسا ہی جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے
کہ وحدۃ الوجود ...... کا اخفا کیوں کیا جاوے جبکہ لا الٰہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور
لا الٰہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی
معنی پر مبنی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون عشق کو راجح کہہ رہے ہیں وقوعاً بھی کہ باوجود
ظہور کے پھر وہ باطنی ہی ہے اور استدعاءً بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور
محبوب حقیقی اسکے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور درحقیقت یہ ظہور و بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ
محض عنواناً مکالمت ہے معنون میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلام سے مقصود یہ بتلانا ہے
کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو
ہر شے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو جو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو
مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے
لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود
حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اسکی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا وہ جواب میں
کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے
تنزل کر کے متلبس بالبدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آکر مستی اور تالیاں بجانے کا
سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن یعنی وجود یا ذات مجازاً مظاہر
میں ظاہر ہو گیا اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ کا کہ اس کا تعین مصداق تن کا ظاہر
ہے پھر میں اس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اسکے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک
ہو جاوے اپنے کو باختیار حتی الممکن مخفی کر لے پس عاملؒ زبان پیش کا مقدر ہے اور مخفی اس لئے کر لے
تاکہ اس مدرک پرستی کی آفت نہ آجاوے یعنی اندیشہ ہے کہ کبھی یہ ظہور وجود ظہور شہود تک

۳۱

کسی شخص کے اعتبار سے پہنچ جائے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت شطح میں مبتلا نہ ہو جائے اسلئے اس ظہور کو مستور کرلے وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی رہیگا الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع ۔ اسکو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطے سے جسکو جام لطیف آشام سے اسلئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اسمیں وہ مئے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلہ آشامیدن کو آشامندہ کہدیا پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مئی کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطہ سے تجلی وجود موجب سیرابی طالبان تجلی ہوتی ہے غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطہ سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرن یعنی متجلی وظاہر ضرور ہی ہونگا پھر نفخ صور پر باطن محض ہو جاونگا اور تیری درخواست بھی پوری کردونگا گو پھر ظہور ثانیاً ہو جائے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاویگا یہاں مکالمہ ختم ہو گیا اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بمیعاد معین پر غالب رہی ۔ اے مولانا جوش عشق میں اس وعدہ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ شام موعود آویگی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہانخانہ عدم میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہونگا کہ مہربانی کرکے میرا جام واپس دے کہاں بیجلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہرچند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی مطلب یہ کہ میری قیامت فنا کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقاء سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثناء الا من شاء اللہ میں داخل ہوں حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عام اعتبار سے ہے مجھسے محبوب حقیقی مخفی نہوگا کیونکہ میری درخواست بھی ان ہی کے اعتبار سے تھی جن کیلئے ظہور محتمل ابتلاء بآفت شطح تھا وسست منسم آگے ایک حسن التعلیل ہے کہ میں اسلئے اس سے اپنا جام واپس لے لونگا کہ اسمیں شراب تجلی دائمی ہوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں کیونکہ وہ چھوٹتی نہیں دائماً پی جاتی ہے پس اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اس لئے بھی واپس ملنا مجکو ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کرکے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ ان مضامین حسنہ کا منشاء عشق ہے اور عشق ایسی ہی چیز ہے کہ وہ بادہ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے

(باقی آئندہ)

الجواب۔ آپ نے جو جواب دیا بالکل کافی ومکمل ہے تمام سلطنتوں کے قوانین کلیہ پر مقامی حکام کو احکام جزئیہ کی تفریع کرنا پڑتی ہے جنمیں سے بعض میں استنباط کی بھی حاجت ہوتی ہے اور وہ سب اُن ہی کلیات کے تحت میں داخل اور اُن قوانین کو اُن کے لئے شامل سمجھا جاتا ہے اُن جزئیات مقامیہ کے صراحۃً مذکور فی کتب القانون نہ ہونے سے اُن مقامات کے خارج عن اثر السلطنۃ ہونے پر کوئی بھی استدلال نہیں کرتا جبکہ اُس سلطنت کا احاطہ دلیل صحیح سے ثابت ہو اور اگر کوئی استدلال کرنے لگے تو محقق اُس استدلال کو دلیل صحیح کے تابع بنادیگا اسی طرح جب دلائل قطعیہ سے عموم بعثت معلوم ہے تو معارض کو دفع کرینگے چنانچہ جیسا اشتمال مثال مذکور میں ہے ایسا ہی اشتمال کلیات شرعیہ میں متحقق ہے جسکی بناپر فقہاء اسلام نے ان مقامات کے احکام سے تعرض بھی کیا ہے گو اس وجہ سے کہ کسی نے کسی کلی میں داخل سمجھا اور کسی نے کسی میں باہم اختلاف بھی ہوگیا لیکن یہ اختلاف ہمارے لئے اصل مقصود میں قادح نہیں کیونکہ اُن کلیات کی بناپر حکم کرنے سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ شریعت محمدیہ نے ایسے کلیات مقرر کئے ہیں جو اُن مقامات کی ضرورتوں کو حاوی ہیں گو وجہ تطبیق میں آرا مختلف ہوجاویں جیسا ایک عدالت سے ایک حکم ایک قانون کی بناپر ہوتا ہے اور عدالت اپیل سے دوسرے قانون کی بناپر اُسکے خلاف حکم ہوجاتا ہے چنانچہ نماز سے فقہا کا تعرض تو خود سوال ہی میں منقول ہے رہا روزہ اگر بالخصوص اُس سے تعرض بھی نہ ہوتا تب بھی وہی دلائل نماز کے یہاں بھی باشتراک اصول روزہ کیلئے بھی کافی ہوتے لیکن فقہاء نے اسپر کفایت نہیں کی بلکہ روزہ سے بھی بلکہ اسکے علاوہ اور اعمال ومعاملات سے بھی تعرض تصریحًا فرمایا ہے۔

فی رد المحتار عن الرملی فی شرح المنہاج ویجری ذلك فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدۃ اھ ح وفیہ عن امداد الفتاح قلت وکذلك یقدر جمیع الآجال کالصوم والزکوٰۃ والحج والعدۃ واٰجال البیع والسلم والاجارۃ وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الاربعۃ بحسب مایکون کل یوم من الزیادۃ والنقص کذا فی کتب الائمۃ الشافعیۃ ونحن نقول بمثلہ اذ اصل التقدیر مقول بہ اجماعًا فی الصلوٰات اھ ج ا صـ۳۴۰ وفیہ بعد نصف صفحۃ لمرادمن تعرض عندنا الحکم

59

صومہم فیما اذا کان یطلع الفجر عندہم کما تغیب الشمس او بعدہ بزمان لا یقدر فیہ الصائم علی کل ما یقیم بنیتہ ولا یمکن ان یقال بوجوب موالاۃ الصوم علیہم لانہ یؤدی الی الہلاک فان قلنا بوجوب الصوم یلزم القول بالتقدیر وہل یقدر لیلہم باقرب البلاد الیہم کما قالہ الشافعیۃ ہنا ایضا ام یقدر لہم بما یسع الاکل والشرب ام یجب علیہم القضا فقط دون الاداء کل محتمل فلیتامل ولا یمکن القول ہنا بعدم الوجوب اصلا کالعشاء عند القائل بہ فیہما لان علۃ عدم الوجوب فیہما عند القائل بہ عدم السبب وفی الصوم قد وجد السبب وہو شہود جزء من الشہر وطلوع فجر کل یوم ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم اھ ص ۳۷۹ ج ۱۔ اس تقریر سے اُس اعتراض کا جواب تو ہوگیا اب یہ بات کہ ہمارے فقہاء کے اقوال میں کسکو کس پر ترجیح ہے اس تحقیق پر اصل جواب موقوف نہیں ہاں خود ایک مستقل تحقیق ہے جسکی ضرورت مسلم کے لئے ہوگی سواحوط نماز میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انداز کرکے سب نمازیں پڑھا کریں اور روزہ میں جو مقامات ایسے ہیں جہاں بعض از منہ میں لیل شرعی نہیں ہوتی رمضان میں روزہ رکھیں کہ شہود شہر پایا گیا اور چونکہ افطار وسحر نہار شرعی میں واقع ہوا ہے اس لئے شبہ کے سبب دوسرے زمانہ میں قضا بھی کرلیں اور جہاں لیل شرعی ہوتی ہے وہاں جس جگہ نہار کا طول بقدر تحمل صوم ہو اور فطرۃً اُن کا تحمل بھی زائد ہوگا لانہم معتادون بطول النہار وطول الکراۃ لاعمال فیہ وہاں روزہ رکھیں اور ادا بھی ہوجاویگا اور جہاں بقدر تحمل نہو وہاں انداز کرکے عدد پورا کریں اور بعد ادا اگر ایسے ایام مل جاویں جسکا تحمل ہوسکے تو احتیاطاً قضا بھی کریں اور اگر ایسے ایام نہ ملیں تو وہی انداز کے روزے کافی ہوجاویں گے وفی رد المحتار فی جواز فطر من لا یقدر ثم قضاءہ ما نصہ وقال الرملی وفی جامع الفتوی ولو ضعف عن الصوم لاشتغالہ بالمعیشۃ فلہ ان یفطر ویطعم لکل یوم نصف صاع اھ ای اذا لم یدرک عدۃ من ایام اخر یمکنہ الصوم فیہا والا وجب علیہ القضاء وعلی ہذا الحصاد اذا لم یقدر علیہ مع الصوم ویہلک الزرع بالتاخیر لاشک فی جواز الفطر والقضاء الی اخر ما قیدہ بما اذا لم یکن عندہ ما یکفیہ وعیالہ واذا خاف ہلاک زرعہ

۶۰

او سرقتہ ولم یجد من یعمل لہ باجرۃ المثل وھو یقدر علیہا ج ۲ ص ۱۸۴ فقط

۲۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۲ھ

سوال نمبر ۱ - جنابنے جو روح کے قدم کو تکشف میں باطل فرمایا ہے اسمیں علوم کا قدم شخصی باطل ہوتا ہے نہ نوعی نمبر ۲ - ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ یہ موجودات میں ہے نہ اعدام میں ورنہ حوادث یومیہ کا وجود محال ہو جاوے کیونکہ یہاں بھی اس کا عدم قدیم ہے تو جیسے علم حادث روح کا عدم محال ہے زید کے عدم کا عدم کیوں نہ محال ہوگا۔

الجواب - نمبر ۱ - میں ہمیشہ سے حدوث کل شخص شخص کے مستلزم للحدوث النوعی ہونے کو بدیہی سمجھتا ہوں اور تنبیہ اسپر یہ ہے کہ جب وجود نوع کا بدون وجود شخص کے محال ہے تو جب ہر شخص حادث ہوگا تو قدم نوع کی کیا صورت ہوگی - نمبر ۲ - جہل عدم محض نہیں ہے بلکہ عدم ملکہ کا ہے جو احکام عقلیہ میں مثل وجودی کے ہوتا ہے وجہ یہ کہ یہ عدم معلول ہوگا علت کا پس جب یہ قدیم ہوگا تو علت بھی اسکی قدیم ہوگی اور اسکے عدم سے عدم قدیم کا لازم آویگا جو کہ محال ہے پس یہ بھی ممتنع العدم ہوگا بخلاف عدم محض کے کہ وہ معلول نہیں کسی علت کا اس کے عدم سے کوئی محذور لازم نہیں آتا اور قطع نظر اسکے منہیہ میں جو دلیل ہے وہ اس غبار سے بھی پاک ہے واللہ اعلم۔

۲۳ جمادی الاول سنہ ۳۲ھ

سوال - حضور نے دست غیب کے عمل کو ممنوع تحریر فرمایا ہے لہذا بندہ کریگا تو نہیں لیکن اگر غیر مناسب نہو تو بندہ کو جو اسکے اندر کم فہمی ہے اسکو رفع فرمادیں۔

مسئلہ دست غیب کا عمل جو بغیر قواعد تسخیر اجنہ کے ہو بذریعہ اسماء الٰہی وکلام اللہ کے بغیر خلط کرنے کسی دوسرے کلام کے جائز ہے یا نہیں اور ایسے اعمال سے اگر دست غیب ہو جاوے تو اس کے اندر واسطہ جنات کا ہونا ضرور ہے یا نہیں بر تقدیر اول مخالفت ظاہر کی لازم آتی ہے اسکے لئے دلیل شبتہ ہونا ضرور ہے وظہور الثانی ظاہر ومؤید بان لا ادراد دخلاً فی وجود مالم یکن موجودًا من اللہ تعالیٰ کالحب والبغض فانہ لم یقل بوساطۃ الاجنۃ فیہما احدھا فرق بین الحب وبین النقود باعتبار الموجد حتی یقدر الواسطۃ فی احدھما دون الآخر لا باعتبار القدرۃ ولا باعتبار العادۃ لانہ کلاھما خلاف العادۃ

ولاسماء الله تعالیٰ دخل فی ظہور خوارق العادۃ وایضا یؤید جوازہ ما جاء فی بعض الآثار دعوۃ جابر رض فی غزوۃ خندق وعدم نقصان الطعام بالکلیۃ لان البرکۃ تکون باقامۃ مثل ما نقص مقامہ بالتسلسل وما شاع فی کرامات الاولیاء مثل قصۃ وضع التعویذ فی الشعیر للشیخ الشاہ رفیع الدین وعدم وقوع النقصان فی الشعیر حتی اخرجت عنہا وان ہذا الا لکون الاولیاء او صنعہم سببا لوجود الاشیاء من اللہ تعالیٰ فلا یستبعد ان یکون کلامہ کذلک بندہ کو یاد آتا ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ او کما قال ما اتخذ تحریہ اجرا اور یہ اسکے اندر داخل ہے اور اس کو ماسبق لہ الکلام سے مناسبت لطیفہ ہے کیونکہ یہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سانپ کے کاٹے ہوئے کے سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے شفا پانے کے قصہ میں وارد ہوا ہے تو اس سے مستنبط ہوا کہ کلام الٰہی سے جو خوارق ظاہر ہوں اسکو ذریعہ معاش بنانا درست ہے، اور نیز وجود غیر موجود میں دونوں شریک ہیں وھو الشفاء ھہنا۔

الجواب۔ یہ سب اس پر مبنی ہے کہ اس عمل میں توسط جن کی نفی کردی جاوے سو واقفان فن کے نزدیک یہ امر تجربہ سے ثابت ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور احتمالات سے جواز ثابت نہیں ہوسکتا۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ

۶۲ — دفع اشکال بر مضمون وما علمناہ الشعر

سوال۔ مجادلات معدلت کے نمبر ۲ میں قرآن اور تغنی کے ضمن میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے بعض جملوں میں مصراعیت کی شان ہے اور بعض بالکل موزوں ہیں لیکن چونکہ وہ بلا قصد ہیں اسلئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ما علمناہ الشعر کے خلاف ہیں۔

کلام

شعر وہ ہے کہ جس میں قصد وزن کا ہو نہ کہ اتفاقاً وزن ہوگیا ہو۔ ماحصل آپکی تقریر کا یہ ہے کہ کلام موزوں بلا قصد شعر نہیں اور جب شعر نہیں تو ما علمناہ الشعر کا خلاف لازم نہیں آتا مگر اساتذۂ فن نے لکھا ہے کہ شعر اصطلاح میں کلام موزوں مناسب لا الفاظ کو کہتے ہیں قصد موزونیت اگرچہ داخل صفت شعر ہے لیکن وجود شعر میں اسکو دخل نہیں جو شعر بلا قصد منہ سے نکل جاتا ہے اسکو فی البدیہہ کہتے ہیں اس صراحت کا نتیجہ یہ ہے کہ کلام موزوں بلا قصد شعر ہے

اور آورد پر آمد کو ترجیح ہے اگر بسبیل تنزل مان بھی لیا جاوے کہ کلام موزوں بلا قصد شعر نہیں تب بھی یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ قصد موزونیت نہ تھا تو یہ موزونیت کہاں سے آ گئی نیز قصہ مختصر اللہ پاک کی شان سے یہ بعید ہے کہ باوصف اہتمام نیز اتفاقاً بعض کلام موزوں ایسا صادر ہو جاوے کہ اوزان متعارفہ پر بے تکلف تقطیع کیا جا سکے۔ امید ہے کہ آپ اس شبہ کو دور کرنیں جواب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب۔ شعر اصطلاحی وہ کلام موزوں ہے جسکی ایراد میں موزونیت من حیث الشعر العرفی کا قصد کیا گیا ہو پس اس تعریف سے ایسی آیات و احادیث خارج ہو گئیں جو اوزان شعریہ پر منطبق پائی جاتی ہیں احادیث تو اسلئے کہ ان میں موزونیت کا قصد ہی نہیں اور آیات اسلئے کہ ان میں موزونیت من حیث الشعریۃ کا قصد نہیں پس صرف قصد کا التزام قول بالاضطرار سے بچنے کے لئے مضر نہیں اور فی البدیہ شعر میں عدم قصد کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عدم قصد اس کے ورود میں ہے تو اس مرتبہ میں اسکے شعر ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور شعر ہونا اسکا مرتبہ ایراد میں ہے تو اس مرتبہ میں وہ شعر بھی ہے اور کلام نفسی باری تعالیٰ میں خود عدم قصد سے جواب ہو جاویگا کیونکہ وہ مرتبہ صفت کا ہے جو ارادہ کا متعلق نہیں ہے اور تعریف مذکور میں عرفی کی قید سے دور کا شبہ جاتا رہا۔ آپ جواب مذکور کی تائید کیلئے اہل مہارت کی کچھ نقل پیش کیجاتی ہے فی کشاف اصطلاحات الفنون للقاضی محمد اعلیٰ تھانوی وھو (ای الشعر) الکلام الموزون المقفی الذی قصد الی وزنہ وتقفیتہ قصدًا اولیًا الی قولہ یعنی لیس مقصودہ تعالیٰ ان یکون ھذا الکلام شعرًا علی حسب اصطلاح الشعراء ص ۷۴۲ اور مجادلات کی عبارت میں جو بلا قصد واقع ہے مراد اس سے خاص قصد کی نفی ہے یعنی قصد وزن من حیث الشعریۃ اور اسی کو لفظ اتفاق سے تعبیر کیا ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اور جب ماہرین نے تعریف میں قصد وزن کی تصریح کردی تو کسی دوسرے کا تصریح نہ کرنا معارض اسکے نہیں ہو سکتا لان الناطق یقضی علی الساکت۔ اس تقریر میں تامل کرنے سے تمام شبہات مذکورہ فی السوال مرتفع ہو جاویں گے۔ ۳۰ رجمادی الاول ۱۳۴۲ھ

سوال نمبر ا جبکہ قرآن شریف کسی وجہ سے اونچی جگہ سے گر جاوے تو اس کے گر جانے سے

۶۴۳

کچھ دینا ہوتا ہے نمبر ۲- اکثر گھروں میں عورتوں کو دیکھا ہے کہ قرآن شریف کے بموزن اندازے اناج دیدیا کرتی ہیں نمبر ۳- دوسرے اگر تکیہ وغیرہ کے اوپر سے کھسک کر چارپائی وغیرہ پر آجاتا ہے تو اسکو ماتھے سے لگا کر چمکارتے ہیں - نمبر ۴- اسی طرح اگر رونی وغیرہ گرجاتی ہے تب بھی کرتے ہیں اس کے واسطے جو حکم ہو ارشاد فرمادیں -

الجواب - نمبر ۱ ضروری نہیں نمبر ۲ شریعت سے ضروری نہیں نفس پر جرمانہ ہے اور جائز ہے نمبر ۳- ضروری نہیں لیکن ادب و احترام کا طریق ہے اور جائز ہے نمبر ۴- وہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا - یکم جمادی الثانیہ ۱۳۴۲ھ

سوال - (یہ سوال متعلق مسئلہ مرقومہ ۱۷ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ ہے)

جواب مسئلہ کا معلوم کرکے بالکل تشفی ہوگئی واقعی غلطی وہی تھی جو جناب نے معلوم فرمایا سارے شبہات اس غلطی پر متفرع تھے اب بالکل کافور ہوگئے اللہ تعالیٰ ثواب جزیل و اجر عظیم عطا فرمادیں مزید تسلی کیلئے یہ بات اور دریافت طلب ہے کہ تحت مسجد بیت الخلاء کو سرداب پر قیاس کرکے بنواسکتے ہیں یا نہیں شامی نے اسکے متعلق صرف "تامل" کا لفظ لکھا ہے -

الجواب - سرداب میں یہ قید لگائی ہے "لمصالح المسجد" اور پائخانہ کو ظاہر ہے کہ مصالح مسجد سے نہیں کہہ سکتے وہ ایک حاجت طبعیہ ہے جسکو تمام اغراض مسجد میں کوئی دخل و تعلق قریب نہیں اور بعید بوسائط کا اعتبار نہیں ورنہ یہ قید ہی بیکار ہوگی کیونکہ ہر فعل کا بوسائط بعیدہ مسجد سے تعلق نکل سکتا ہے اسلئے میرے نزدیک اس میں جواز نہیں معلوم ہوتا نیز عرفاً خلاف احترام بھی ہے نیز موجب تاذی مصلین بھی ہے اور حدیث میں پیاز کھانیوالے کے حق میں فلا یقربن مسجدنا آیا ہے جو دخول سے عام ہے جس سے ظاہراً عفونت کی چیز قصداً مسجد کے قریب بنانے کی بھی مذمت معلوم ہوتی ہے - یکم جمادی الثانیہ ۱۳۴۲ھ

سوال - جو لوگ دور دراز مقام سے لڑکی کی منگنی کیلئے آویں بعد گفتگو شرعی طے ہونے اور منگنی مشروع ہونے کے اس خیال سے کہ یہ لوگ دور سے آئے ہیں مہمانی کے طور پر ان کو ایک آدھ بار دعوت دیجاوے تو ہمدردی انسانی اور مروت سے بعید نہیں - دعوت دیجاوے تو کچھ شرعی قباحت تو نہ ہوگی اور اگر بعد منگنی دعوت دینا شرعاً نادرست ہو تو اگر قبل از منگنی دیجاوے تو جائز ہوگا یا نہیں جیسا ارشاد ہو عمل ہوگا -

الجواب - بہ نیت مذکورہ دونوں حالت میں درست ہے قبل منگنی بھی اور بعد منگنی بھی -

(باقی آئندہ)

حظر — تقبیل قرآن مجید یا غلاف وقت افتادن آں و دادن بموزن آں

وقف ۶۴ — تحقیق بنا بیت الخلاء تحت مسجد

حظر — جواز ضیافت خاطبین

۵۵

اور انبیاء علیہم السلام یا نائبین رسالت جنکا منصب ارشاد و ہدایت خلق ہے چونکہ اس مرتبہ عروجی کو قطع کر کے مرتبہ ہبوطی کو طے کر چکے اور شان عبدیت سے نوازے گئے ہیں اسلئے باوجودیکہ ماسوئی اللہ کی طلب اُن کے قلب سے بالکل نکل چکی اور بجز ذات حق کے دنیا یا آخرت کا ایک ذرہ بھی ان کو محبوب یا مطلوب نہیں رہا مگر وہ عظمت شان خداوندی کو مشاہدہ کر کے اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ طالب مولی ہونیکا دعوی کریں یا زبان سے یوں کہیں کہ بار خدایا ہم آپ کے عاشق و شیدا اور آپ کے طالب و خواہاں ہیں۔ ایسا کہنا بمقتضائے ہوش و عقل و مشاہدہ عظمت خالق و حدوث خلق بے ادبی ہے اور سوء ادب سرمایہ حجاب و حرمان ہے۔ یہ حضرات پہلے درجہ والوں سے ارفع و اعلی ہیں کہ بقاء ہوش و حواس کے ساتھ حب کامل رکھتے اور بندہ مولی بنے ہوئے انکی مخلوق کی اصلاح و تربیت میں لگے ہوئے ہیں۔ انکا مشرب یہ ہے کہ ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

ان کا جنت کو طلب کرنا اس لئے نہیں ہے کہ جنت کے پھل پھول کی لذت ان کو مطلوب ہے حاشا و کلا بلکہ جنت کی طلب اسلئے ہے کہ وہ جگہ ہے تجلی محبوب کی اور مظہر ہے زیارت حق تعالی شانہ کا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا ۔ تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدامی شہر ازانہا خوش ترست ۔ گفت آں شہرے کہ دروے دلبرست

صاحب عقل وزیر جب اپنے بادشاہ کے ساتھ اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کریگا تو یہی کہیگا کہ غلام آستانہ بوس اس کا خواہشمند ہے کہ جہاں پناہ کے تخت کو بوسہ دے۔ یہ کہنا بے ادبی سمجھیگا کہ میں آپ کے ہاتھ یا منہ کو بوسہ دینے کا خواہاں ہوں۔ الغرض طلب مولی کے دو درجے ہیں ایک ادنے جو حالت جذبی و عشقی و وجدی ہے اور اس کا مقتضے یہ ہے کہ ہمیں نہ جنت درکار ہے نہ راحت کے سامان ہاں آپ کی ذات درکار ہے اور اسی کے طالب ہیں۔ دوم اعلی و ارفع جو حالت سلوکی و ارشاد نبوت یا نیابت نبوت ہے اور اسکا مقتضے یہ ہے کہ ہمیں وہ محل درکار ہے جہاں آپ تشریف فرما ہوں اور وہ چیزیں مطلوب ہیں جو آپ کی خوشنودی کی اطلاع دیں اور چونکہ وہ جنت ہے لہذا اسی کا سوال ہے کہ ہمکو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ چونکہ عقل و حواس قائم

رکھکر محبت کا دائم رکھنا مشکل ہے اسلئے یہ درجہ حالت سکر و مجذوبیت و بے عقلی سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ ؎

لوگ کہتے ہیں جاہ مشکل ہے — سب غلط ہے نباہ مشکل ہے

غرض حالت جذبی میں چاہ ہے اور حالت عقل وسلوک میں نباہ۔ اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہی فرق جذب وسلوک یا مغلوب الحال اور غالب الحال میں ہے مگر اسکو کمال سمجھا جاتا ہے اور اسکو کمال نہیں سمجھا جاتا۔

بہرحال جب مخلوق تین قسم کی ہوئی۔ ایک طالب دنیا دوسرے طالب آخرت اور تیسرے طالب مولیٰ اور تینوں کا فرق مطلوب کے فرق مراتب سے ظاہر ہے کہ جو فرق خود دنیا اور آخرت اور خالق دنیا و آخرت میں ہے وہی ان کے طالبین میں ہے کہ طالب دنیا دنی ہے اور طالب آخرت رفیع اور طالب مولیٰ ارفع لہذا کوشش کرو کہ دنیا کی طلب جسنے تباہ کر رکھا ہے دلوں سے نکلے اور آخرت کی طلب پیدا ہو اور اسکے بعد آخرت کی طلب بھی قلب سے نکلے اور مولیٰ کی طلب پیدا ہو اسکے بعد مولیٰ کو اختیار ہے کہ ارشاد و تربیت خلق کا کام لینا چاہیگا تو ہبوط عطا فرما کر شان عبدیت سے نوازیگا کہ دعویٰ طلب مولیٰ زبان سے نہ نکلسکیگا اور طالبین آخرت کی طرح جنت ہی کی خواہش نکلے گی اور اگر یہ کام لینا منظور نہ ہوگا تو عاشقانہ جوش میں جو بات بھی طلب مولیٰ کے متعلق نکلے گی وہ پیاری سمجھی جائیگی۔ مگر طلب آخرت یا طلب مولیٰ کا پیدا ہونا کوئی آسان بات نہیں ہے اسکے لئے ضرورت ہے کام کرنیکی کہ یہ راستہ زبانی دعوی سے قطع نہیں ہوا کرتا ہمت کرنے اور کام میں جان کھپا دینے سے قطع ہوتا ہے ؎

قال را بگذار و مرد حال شو	پیش مردے کاملے پامال شو
کار کن کار بگذر از گفتار	کاندریں راہ کار باید کار
قدم باید اندر طریقت نہ دم	کہ اصلے ندارد دمے بے قدم

پس اے مخاطب خوب سمجھ لے کہ جب تک تو دنیا کے ساتھ ہے اور اسکی محبت و طلب دل میں بیٹھی ہوئی ہے تو آخرت کے ساتھ اتصال نصیب نہ ہوگا اور جب تک تو آخرت کے ساتھ رہیگا کہ اسکی لذت کو مطلوب بالذات سمجھیگا اور اسی کے حاصل ہونے کی توقع میں نماز روزہ کریگا ہو

۵۶

کے ساتھ اتصال وقرب نصیب نہوگا۔ کارگذار بن اور جان بوجھکر جاہل ونادان مت بن جب شاہی فرمان صاف بتاچکا کہ (والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا) یعنی جو ہماری طلب میں محنتیں اُٹھاتے ہیں ہم انھیں کو اپنی راہ دکھاتے ہیں تو کاہل واپاہج بنکر بیٹھ جانا اور یوں کہنا کہ جب اُسکا فضل ہوگا تو خود ہی مجکو کھینچ لیگا اور مقرب بنالیگا" گویا جان بوجھ کر انجان بننا ہے جو بے نصیبی کی علامت اور اسکی دلیل ہے کہ تو اس گروہ میں سے ہے جنکو حق تعالیٰ نے علم عطا فرما کر گمراہ بنایا کہ باوجودیکہ طریق قرب انکو معلوم ہے اور جانتے ہیں کہ اتباع شریعت اور مجاہدہ وریاضت کے بغیر اس تک پہونچنا محال ہے مگر ان کی بدنصیبی اس طریق پر ان کو چلنے نہیں دیتی اور خلاف شرع لذات میں منہمک بناکر ولایت کی بوالہوسی کا سبز باغ دکھا رہی ہے۔ یاد رکھ کہ حق تعالیٰ سے تعلق وابستہ کرنے کی سبیل صرف یہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عادات وعبادات جملہ امور میں اتباع کیا جاوے اور حق تعالیٰ کے ساتھ مواصلت ہی کا جزو یہ بھی ہے کہ تو اپنے کسی قدر مال سے فقیروں کی اعانت کیا کرے اور ہدایا وتحائف کو فقراء سے میل جول پیدا کرنیکا وسیلہ بنالے تاکہ مال کی محبت بھی دل سے کم ہو اور بڑائی کی شان قلب سے زائل ہوکر شکستہ دل بندگان خدا کے قرب واتصال سے ان کے پاک خدا کا اتصال وقرب میسر آجاوے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ صدقہ دینا حق تعالیٰ شانہ سے معاملہ کرنا ہے جو بڑا غنی اور سخی ہے اور کیا کسی غنی وکریم کے ساتھ معاملہ کرنیوالا بھی کبھی خسارہ میں رہا ہے؟ تاجر کو اگر اپنی خرید وفروخت کا معاملہ کرنے میں خسارہ ہوتا ہے تو اسوقت ہوتا ہے جبکہ کسی نادار سے پالا پڑ جاوے کہ قیمت ومعاوضہ مال ادا ہی نکر سکے یا بخیل وتنگدل سے سابقہ پڑے کہ قیمت ادا کرتے ہوئے اسکی جان نکلتی ہے اور روپیوں کی کوڑیاں بناکر جھینک جھینک کر دیتا ہے اور جس خریدار میں یہ دونوں عیب نہوں تو اس سے معاملہ کرنیکی تلاش تو ہر دکاندار کو رہتی ہے اور جب کسی ایسے خریدار سے معاملہ ہو جاتا ہے جو مالدار بھی ہو اور عالی حوصلہ وفراخ دل بھی ہو تو تاجر اس سے معاملہ کرنا اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہے۔ پھر کیا پوچھنا اس شخص کا جو فقیروں کو سیم وزر کی ناپائدار چند کنکریاں دیکر جنت وآخرت کی پائدار لذتوں کا اس خدا سے خریدار بنے جو انغنیاء سے زیادہ غنی اور کریم وسخی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس معاملہ خرید وفروخت میں نقصان کا شائبہ بھی نہوگا اور ضرور یہ نتیجہ نکلیگا کہ تو لوجہ اللہ ایک ذرہ خرچ کریگا تو وہ دنیا وآخرت دونوں جگہ تجکو مال

۵۷

وہ راحت سے کے بہار عطا فرمائیگا اگر تو اسکے نام پر ایک قطرہ صرف کریگا تو وہ تجکو سمندر عطا فرمائیگا دنیا میں
جدا اور آخرت میں جدا۔ بہرحال تیرا معاوضہ اور اجر و ثواب تجکو بھرپور اور اتنا عطا فرمائیگا کہ تجھسے ہمیشہ
بھی نہ سمٹ سکیگا اور اتنا معاوضہ کبھی تیرے وہم و گمان میں بھی نہ آیا ہوگا۔ اسپر بھی اگر تمکو خدا سے معاملہ
کرنے اور فقراء و مساکین پر صدقہ و خیرات کرنے کی طرف توجہ نہو تو بجز اسکے کیا سمجھا جاوے کہ تم بدنصیب ہو
اور نفع کی تجارت تمہاری تقدیر ہی میں نہیں ہے۔ صاحبو جب تم حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کروگے
کہ اسکے محتاج بندوں کی مالی اعانت میں بھی حصہ لوگے اور شریعت کے تابع بنکر اسکے احکامات
کی تعمیل کو سرمایہ عزت سمجھوگے تو دین میں تو سب کچھ ملے ہی گا باقی دنیا میں بھی تمکو بالطف زندگی
نصیب ہوگی اور تمہارے اسباب معیشت ضروریات زندگی میں بھرپور برکت ہوگی۔ تمہاری کھیتیاں
پھلینگی اور جس کھیت میں دس من غلہ پیدا ہوا کرتا تھا اسمیں پندرہ اور بیس من پیدا ہوگا۔ تمہاری
نہریں بہہ پڑینگی۔ بارشیں برسینگی برسات ہوگی۔ تمہارے درختوں پر پتے بھی آئیں گے۔ شاخیں بھی
پھوٹیں گی اور پھل بھی پیدا ہونگے۔ غرض تم اپنے خدا کے کام میں لگوگے تو تمہارا خدا تمہاری ضروریات
زندگی کا خود کفیل ہوکر اس معاملہ کا نباہ کریگا جو تمنے اپنے خدا کے ساتھ کیا اور اگر غفلت کروگے اور
سائنس کے غلام بنکر بندہ اسباب ہوجاؤگے تو قحط پر قحط ہوگا۔ نہروں کا پانی سوکھ جائیگا۔ دریا خشک
ہوجائیں گے۔ بارشیں روک لیجائیں گی۔ طاعون نمودار ہوگا طرح طرح کی بیماریاں پچھاڑ پچھاڑ
کھائیں گی۔ جنگ کے ہولناک منظر کا سامنا ہوگا۔ پانی کی جگہ خون کی ندیاں اور نالے بہہ جائیں گے
کاشت میں محنتیں اٹھاؤگے مگر غلہ اتنا کم اور ایسا پتلا اور کمزور پیدا ہوگا جسپر یہ مثل صادق آئیگی
کہ رات بھر پیسا اور چپنی بھر اٹھایا خوب یاد رکھو کہ یہ روزی کی تنگی اور وحشت و پریشانی کے اسباب
سب اس وبال میں پیدا ہوے کہ شریعت کا اتباع تمنے چھوڑا۔ خدا سے معاملہ کرنا تمنے بھلایا۔
پیغمبر کی نصیحتیں تمکو فراموش ہوگئیں۔ نماز کو تمنے سلام کیا۔ عبادات سے تمکو وحشت ہونی اور طاعت
حق کے مضمون سے گویا بالکل نا آشنا ہوگئے جنکو کار ہاے خیر اور عبادتوں سے غافل پاؤ ان کو
نیک کاموں کی رغبت دلاؤ اور طاعت حق میں مشغول ہونے کی نصیحت کیا کرو اور جنکو معصیتوں اور
بدکاریوں میں مشغول و مبتلا پاؤ تو ان کو برے کاموں کے ارتکاب سے روکا کرو اور اس طرح پر مخلوق
خدا کو دیندار بنانے کی کوشش میں رہکر اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کیا کرو۔

باقی آئندہ

کوئی یہ نہ سمجھے کہ جاہل بدسلیقہ سے ادا حقوق کی کیا توقع ہے لہذا حقوق سے مراد ہماری صرف ادا حقوق زوجین ہی نہیں یہاں ادا حقوق سکے جس فرد نے کام دیا ہے وہ حق والدین ہے انکی اطاعت اور لحاظ نے طبعی منافرت کو بدل کر موافقت قائم کر دی اس سے اس بات کا ثبوت بوجہ احسن ملتا ہے کہ اگر زوجین میں باہم طرفین کے حقوق کی ادا کی پابندی ہو تو کس درجہ موافقت کو استحکام ہو کیونکہ جب ایک ثالث کا حفظ مراتب اور پاسداری اسکا سبب بن سکتی ہے تو خود صاحب حق کا حق ادا ہونے سے کیوں اثر زیادہ نہ ہوگا۔ حفظ مراتب اور ادا حقوق کا سبب موافقت ہونا کچھ معاملہ زوجین ہی تک محدود نہیں بلکہ ہر اُس کام کی جان جسکا تعلق چند اشخاص سے ہو یہی ہے اس عقلمند سے پوچھنا چاہیے کہ جس دلیل سے دیگر رایوں کی تغلیط کی وہ خود اسکی رای کی تغلیط بھی کرتی ہے یا نہیں واقعات بخوبی شہادت دیتے ہیں کہ جس گروہ میں یہ بات رائج ہے کہ لڑکا لڑکی اپنی تجویز سے شادی کرتے ہیں اُن میں بہت زیادہ ناچاقیاں پیش آتی ہیں بلکہ زہر خورانی کی وارداتیں سب سے زیادہ اُنہی میں ہوتی ہیں تعجب ہے کہ جس دلیل سے دیگر اقوال کو باطل کہا گیا اپنے قول پر اسکو جاری نہ کیا گیا عقلمند کے نزدیک یہ باتیں خلل دماغ کی ہیں اور زیادہ بوالعجبی کی بات یہ ہے کہ اُس مجمع نے صرف اس خیال پر کہ اُسکو اہل رائے سمجھتے تھے اس بیہودہ تحقیق کو پسند کیا۔ بات یہ ہے کہ جب انسان اُس حقیقی روشنی کو جسکو حق تعالیٰ نے بذریعہ انبیا علیہم السلام کے بھیجا ہے یعنی وحی کو چھوڑ کر صرف عقل کی دھندلی اور ناکافی روشنی سے کام لینا چاہتا ہے تو وہ ایسی ہی فاش غلطیاں کرتا ہے کہ جسکو خود ہی ایک جگہ غلط کہتا ہے اسی کو دوسری جگہ صحیح مانتا ہے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اُس مجمع کی سب تجویزیں غلط ہیں گو اہل مجمع نے اخیر رائے کو صحیح سمجھا مگر جبکہ انہیں کی وہی دلیل جسکو وہ خود صحیح و غلط کا معیار قرار دیتے ہیں اس اخیر کو بھی غلط کہتی ہے تو صرف زبان زوری سے کیا ہوتا ہے۔ اب ہم ان سب کے مقابلہ میں وہ تحقیق پیش کرتے ہیں جو بذریعہ وحی تعلیم فرمائی گئی ہیں۔ ہمارا عنوان رخانہ جنگی؛ اگرچہ تمام اُن لوگوں سے تعلق رکھتا ہے جو ایک گھر میں رہتے ہیں لیکن ہمکو بالقصد بیان کرنا تعلق زوجین کا ہے اسواسطے وہی تعلیم پیش کرتے ہیں جو ان کے بارہ میں وارد ہوئی ہے اور چونکہ تعلق زوجین دنیا میں ایک گہرا تعلق ہے بلکہ تمام تعلقات کی جڑ ہے اسواسطے اسکے بیان کر دینے سے دیگر تعلقات کے متعلق

۳۷

سلسلے کیلئے دیکھو پرچہ رجب ۱۳۳۴ھ

بھی کافی بصیرت ہو سکتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ انسان باہمی تعلقات کا محتاج ہے دیگر حیوانات کی طرح کوئی کام بھی اسکا بلا اپنے ہمجنسوں کی مدد کے نہیں ہوتا اسواسطے اصل الاصول تمام انسانی کاموں کا تعلقات باہمی کا محفوظ رکھنا ہوا یہ ایسی بات ہے کہ دنیا میں کوئی بھی وہ شخص جو عقل رکھتا ہے اسکے خلاف نہیں کہتا تمام ملکی آئین وقوانین کی بنا اسی پر ہے اسی میں جب خلل آجاتا ہے تو بے امنی ہوجاتی ہے اور دنیا بگڑ کھانا پینا سونا تجارت زراعت سب ہی غارت ہوجاتے ہیں۔ بنا بریں گھر بار میں امن چین بھی اسپر موقوف ہوگی یہ وہ گر ہے جس سے ایک عقلمند ہر اوس دقت میں مدد لے سکتا ہے جبکہ کوئی بھی ابتری امور خانگی میں پاوے۔ باوجود اس مضمون کے مسلم ہونیکے پھر بھی عقلا محض عقل سے اسکی تہ کو نہیں پہنچ سکے اگر پورا انتظام اسکا ہو سکتا ہے تو اس شرعی تعلیم سے ہو سکتا ہے جسکو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالی الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم فالصلحت قنتت حافظات للغیب بما حفظ اللہ۔ ترجمہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں اسی وجہ سے کہ خدا تعالی نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اسوجہ سے کہ انھوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں لہذا نیک عورتیں وہ ہیں جو دینے والی ہیں پوشیدہ چیز کی حفاظت کرنے والی ہیں خدائے تعالی کی حفاظت سے۔ تقسیم کام کا مسئلہ مسلم الثبوت ہے شریعت کے انتظام کے خوبی دیکھیے کہ کس طرح سے خانہ داری کو مرد وزن پر تقسیم کرکے ہر ایک کے فرائض ومراتب کو علیحدہ بیان فرمادیا کہ اگر دونوں اسکے انجام دہی میں کوتاہی نکریں تو دعوی ہے کہ کبھی مخالفت اور خانہ جنگی کی نوبت نہ آئے اور وہ لطف معیشت حاصل ہو کہ بے زر وگنج بصد حشمت قارون باشی کا لطف حاصل ہوجائے مرد کی صفت قوامون علی النساء اور عورت کی صفت قنتت حافظات ارشاد فرمائی۔ تقسیم کام کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ ہر ایک کام کو بالکل برابر دو پر بانٹ دیا جائے اور ایک یہ کہ انواع کاموں میں سے ایک نوع کے ساتھ ایک کو خاص کر دیا جاوے اور ایک نوع کے ساتھ دوسرے کو صورت اول مرد وعورت میں اس طرح ہوتی کہ ایک دن کھانا مرد پکاوے اور ایک دن عورت اور ایک دن کمائی مرد کرے اور ایک دن عورت۔ لیکن یہ صورت تقسیم کام کی قانون قدرت کے خلاف ہے ورنہ یہ بھی ہوتا کہ ایک دفعہ یہ عورت جنتی تو ایک دفعہ مرد جنتا حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے

۳۸

تو دوسری صورت متعین ہوئی اور اس میں بھی شرط یہ کہ ایک حاکم اور ایک محکوم ہو کیونکہ
ہم نہیں دیکھتے کہ کوئی بھی وہ کام جو دو شخصوں کی شرکت سے انجام پاتا ہو بلا ان دونوں میں
سے ایک کے بڑے اور دوسرے کے چھوٹے بننے کے یا دونوں کے تیسرے شخص کے محکوم ہونیکے
انجام کو پہنچے مثلاً حاکم دو سپاہیوں کو کہیں کو روانہ کرتا ہے تو ایک کو افسر اور ایک کو ماتحت قرار
دیدیتا ہے یا دو برابر طاقت کے آدمی ایک بوجھ کو اٹھاتے ہیں تو گو ظاہراً دونوں برابر ہیں اور برابر
حصہ بوجھ اٹھانے میں دونوں کو لینا چاہئے لیکن یہ کام بھی جبھی ہوتا ہے کہ دونوں کسی تیسرے
کے محکوم ہوں۔ امر خانہ داری کی کفالت حق تعالیٰ نے دو ہی فرد پر یعنی مرد و عورت ہی پر رکھی ہے
بنا بر تقریر مذکور فطری طریقہ اسکا یہ ہوا کہ بعض کام کی ذمہ داری مرد پر ہو اور بعض کی عورت پر مع
اسکے کہ ایک کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا یعنی افسر و ماتحت بھی قرار دیا جاوے اور یہ ظاہر ہے کہ بلحاظ
قوی جسمانی و دماغی مرد ہی اس قابل ہے کہ حاکم بنایا جاوے اور اسکا عکس بالکل قلب موضوع ہے
رہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی نوع پر حکم بلحاظ اکثر افراد کے ہوا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ مرد کا طبعی خاصہ ہے
کہ عورت سے قوائے جسمانی و دماغی میں بڑھکر ہو اگرچہ بعض افراد میں شاذ و نادر کے طریقہ پر اس کا خلاف
بھی پایا گیا ہے جیسا کہ عورت کو حق تعالیٰ نے مرد سے حسن و جمال میں بڑھا ہوا رکھا ہے اور یہ حکم
کلیۃً لگایا جاتا ہے کہ حسن و جمال عورت ہی کے خواص میں سے ہے حالانکہ بہت سی عورتیں ایسی نکلسکتی
ہیں کہ حسن و جمال میں مرد سے بڑھا ہوا ہونا تو کیا معنی برابر بھی نہیں غرض یہ تو بالکل غلط ہے
کہ عورت کو حاکم اور مرد کو محکوم بنایا جاوے۔ رہی یہ صورت کہ مرد و عورت کو دونوں کو برابر رکھا جاوے
یہ بھی قاعدہ فطری کے خلاف ہے جیسا کہ بیان ہوا نیز خود مرد و عورت کے قویٰ میں فرق ہونا خود
بتلا رہا ہے کہ مساوات بھی نہیں ورنہ قوی میں بھی مساوات ہوتی۔ تو صحیح طریقہ یہی ٹھہرا کہ مرد
و عورت پر امور خانہ داری تقسیم کئے جاویں مع اسکے کہ مرد حاکم اور عورت محکوم ہو۔ یہ اجمالاً حاصل
ہے آیت کا۔ اصلاح ذات البین یعنی تعلقات کی درستی علی العموم ضروری چیز ہے خصوصاً اصلاح
معاملات زوجین تو ایسی مہتم بالشان چیز ہے کہ محتاج بیان نہیں اسواسطے حق تعالیٰ نے صرف
تقسیم کام ہی پر بس نہیں کی بلکہ اس مضمون کو مدلل اور مع وجوہات بیان فرمایا تاکہ اس تقسیم
کی خوبی نہ صرف شرعی رہے بلکہ عقلی بھی ہو جاوے اور سمجھ میں آجانیکی وجہ سے اسکی طرف رغبت
طبعی پیدا ہو جاوے مرد کے حاکم ہونے کی دو وجہ ارشاد فرمائیں ایک حقیقی اور ایک عرفی حقیقی یہ کہ

خدا حکیم و علیم کے فضیلت دینے سے ایسا ہوا اسمیں کسی کو مجال دم زدن نہیں جسکو چاہا بڑا بنایا اور جسکو چاہا چھوٹا بنایا حقیقی وجہ ہر کام کی مشیت ایزدی ہے اسکے سوا جو کچھ وجہ کسی کام کی بیان کیجائے وہ سب از قبیل حکمت ہوگی اور اس سے زائد نہیں کہ سمجھو تا ہوگا۔ یہ وجہ ایسی گہری وجہ ہے کہ اسکے سننے کے بعد بندہ کو بحیثیت بندہ ہونیکے کچھ بھی چون وچرا کی گنجایش نہیں رہتی اور جملہ تعلقات زوجین کی اصلاح کیلئے یہ ایک ہی جملہ کافی ہے کیونکہ اگر زوجین کے دل میں محبت خداوندی یا خوف الٰہی ہے تو اسکے متعین کردہ خدمات کیلئے ضرور کمربستہ ہونگے مرد قیام علی الاہل یعنی عورت کی خبرگیری میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کریگا اور جب مرد فاضل اور عورت مفضول قرار پاگئی تو عورت اپنی خدمات میں قصور نہ کریگی اور یہ کام دونوں طرف سے نہ صرف رسمی یا ظاہری ہونگے بلکہ خدائے تعالیٰ کو حاضر ناظر جانکر حاضر و غائب میں یکساں ادا ہونگے پھر کوئی صورت نزاع و خانہ جنگی کی عقل ہی میں نہیں آسکتی۔ اس وجہ کے بیان فرمانے کے بعد ضرورت اور کسی وجہ کی نہ رہی تھی لیکن زیادہ ذہن نشین کرنے اور حکم شرعی کے امر طبعی بنانے کیلئے عرفی وجہ بھی ارشاد فرمادی کیونکہ عرف یعنی رواج ایسی چیز ہے کہ اچھے کام کا تو کیا پوچھنا ہے برے کام کو بھی نظروں میں اچھا کر دیتا ہے دیکھو دنیا میں کیسی کیسی رسمیں موجود ہیں جنکے بیان سے بھی شرم آتی ہے مگر رواج نے اُن کی برائی بالکل چھپا دی ہے بلکہ یہاں تک نوبت ہے کہ اُن کو برا کہنے والے سے لوگ لڑنے مرنے کو موجود ہوتے ہیں کفار کے رسوم سیتلا پرستی اور درخت پرستی اور چاک پرستی وغیرہ سے قطع نظر کرکے جہال اہل اسلام ہی کے رسوم کو دیکھو کس درجہ فحش اور بیہودہ ہیں مگر ایک چیز رواج ہے کہ وہ سب کچھ کراتا ہے اور ذہن میں اُن کی برائی تک آنے نہیں دیتا دیکھو ستواسے اور اٹھواسے کی رسم اور جروسے ناریل کی رسم اور مکوا اور دودھ بھائی کی رسم اور چوتھی کی رسم شب زفاف کی چادر مجمع میں پیش ہونے کی رسم بعض مزاروں پر زندے جڑھانے کی رسم وغیرہ وغیرہ کیسی کچھ بیہودہ اور فضیحت رسوم ہیں مگر رواج کی وجہ سے ہرگز اُن کی برائی پیش نظر نہیں ہوتی ثابت ہوا کہ رواج ایسی چیز ہے کہ کسی کام کی طرف طبیعتوں کو ایسا مائل کر دیتا ہے کہ برا کام بھی بھلا معلوم ہونے لگتا ہے تو بھلے کام کا تو کیا پوچھنا ہے اسواسطے حق تعالیٰ نے عرفی دلیل بھی مرد کی افضلیت کی ارشاد فرمائی وہ وجہ یہ ہے وبما انفقوا من اموالھم یعنی مرد بوجہ یہ بھی عورت پر افضلیت کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں

الاحکام المتبقیہ

بابت ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ

(باعتبار موسم) چونکہ یہ فصل بخار وغیرہ امراض کی ہے اسلئے اس کے متعلق بعض ضروری تنبیہات لکھی جاتی ہیں۔

نمبر ۱۔ بعضے لوگ بخار وغیرہ کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں مثلاً بڑا کمبخت مرض ہے ومثل ذلك سو یہ ناجائز ہے حدیث میں ہے کہ ام سائب نے جاڑہ بخار کو بُرا کہا آپ نے فرمایا کہ بخار کو بُرا مت کہو وہ بنی آدم کے گناہوں کو دور کرتا ہے روایت کیا اسکو مسلم نے۔

نمبر ۲۔ اسمار الٰہیہ وادعیہ ماثورہ سے جھاڑ پھونک بھی جائز ہے حدیثوں میں عام امراض کے واسطے یہ معالجات وارد ہیں۔

(الف) مریض پر داہنا ہاتھ پھیرتا جاوے اور یہ پڑھے اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سُقْمًا۔ روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔

(ب) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھکر دم کرنا روایت کیا اسکو مسلم نے

(ج) تکلیف کے موقع پر ہاتھ رکھکر یہ دعا پڑھنا مسلم کی روایت میں آیا ہے بسم اللہ تین بار اور اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

(د) یہ دعا پڑھنا بھی مسلم کی روایت میں آیا ہے یعنی پڑھکر دم کردے بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ

(ہ) بخار کے لئے یہ آیت بھی لکھی جاتی ہے قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اور جاڑہ بخار کے لئے یہ آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(و) یہ دعا بھی ابوداؤد اور ترمذی میں آئی ہے اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

اَنۡ یَّشۡفِیَكَ سات مرتبہ۔

(نمبر۲) بخار اور دوسرے امراض کیلئے۔ دعا ترمذی میں ہے بِسۡمِ اللّٰہِ الۡکَبِیۡرِ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ مِنۡ شَرِّ کُلِّ عِرۡقٍ نَعَّارٍ وَّمِنۡ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

نمبر ۳۔ اگر تعویذ میں کوئی آیت لکھنا ہو تو باوضو لکھنا چاہئے اور دوسرا بھی باوضو ہاتھ میں لے البتہ جس کاغذ پر وہ آیت لکھی ہے اگر وہ دوسرے کاغذ میں لپیٹ دیا جاوے تو بے وضو اسکو ہاتھ میں لینا درست ہے۔

نمبر ۴۔ اسی طرح اگر طشتری وغیرہ میں آیت لکھی جاوے تو اسکے احکام بھی مثل نمبر ۳ کے ہیں۔

نمبر ۵۔ بیماری سے تنگ نہ ہو حدیثوں میں اس کے یہ منافع آئے ہیں۔

(الف) گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا سونا بھٹی سے صاف ہو کر نکلتا ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے۔

(ب) بیماری میں جو عبادت غیر فریضہ ناغہ ہو جائے صحت ہی کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے روایت کیا اسکو شرح سنہ میں۔

(ج) جب اللہ تعالیٰ کو کوئی مرتبہ دینا ہوتا ہے جسکے لئے بندہ کے اعمال کافی نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسد یا اولاد یا مال کو کسی بلا میں مبتلا کر دیتے ہیں پھر صبر دیتے ہیں جس سے وہ اس مرتبہ تک پہونچ جاتا ہے روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد نے۔

(د) گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور آیندہ کیلئے نصیحت ہو جاتی ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے پس بیماری میں عبرت حاصل کر کے آیندہ کیلئے اعمال کی اصلاح کرے۔

(ہ) مرض میں مریض کی دعا مثل ملائکہ کے قبول ہوتی ہے تو مریض سے دعا کرانا بہتر ہے (اگر اسکو بار نہو) روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔

نمبر ۶۔ بعضے لوگ ذرا تکلیف میں نماز چھوڑ دیتے ہیں یا فرائض بیٹھ کر پڑھنے لگتے ہیں اول کا گناہ بڑا ظاہر ہے ثانی بھی بجز سخت تکلیف کے جائز نہیں اسی طرح بلا عذر صحیح تیمم درست نہیں اسی طرح سنتوں کا ترک کرنا بھی بلا عذر درست نہیں البتہ خفیف عذر سے سنتیں بیٹھ کر پڑھ لے تو مضائقہ نہیں بعضے کپڑوں کے یا بستر کے ناپاک ہونے سے نماز چھوڑ دیتے ہیں مگر بدلنا چاہئے البتہ اگر بدلنے میں بھی سخت تکلیف ہو تو ویسے ہی نماز پڑھ لے۔

نمبر ۷۔ بعضوں کو منہ بھر قے آتی ہے جو کہ شرعاً نجس ہے وہ لوگ برتن کو منہ لگا کر کلی کرتے ہیں سو اس طرح کرنے سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے چاہئے کہ اس برتن سے علیحدہ میں پانی لیکر کلی کرے پھر ہاتھ پاک کرے یہ مختصر احکام تھے متعلق مرض کے ۔ ۱۴ جمعہ اشرف علی۔

ضروری اطلاع

اگرچہ کانپور لکھنؤ دہلی کے بڑے بڑے تاجروں نے بالاتفاق بوجہ گرانی کاغذ کتابوں کا نرخ بھی گراں کر دیا ہے جو نہایت ضروری تھا۔ لیکن **مطبع امداد المطابع** نے اپنی مطبوعہ کتب مندرجہ ذیل کا نرخ محض خریداران **الامداد** کے لئے بدستور سابق ایک ثلث کی کمی کے ساتھ رکھا ہے۔

(۱) **تربیۃ السالک حصہ دویم** — یہ وہ بے بہا مجموعہ ہے اُن جوابات کا کہ جو اصلاح باطن کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا مد ظلہم العالی نے مستفیدین کے خطوط کے جوابات میں تحریر فرمائے ہیں۔ اصلی قیمت (۶ر) رعایتی (۴ر) — حضرت مولانا مد ظلہ نے مستفیدین کے خطوط کے جوابات انکو غلطی سے نکالنے والے اور تشویش و کلفت سے بچانیوالے امر حق تک پہونچانیوالے اور شفا و جمعیت کے بخشنے والے رقم فرمائے ہیں

(۲) **الحق تتر** — یعنی مجموعہ مواعظ و ملفوظات حضرت مولانا مد ظلہم العالی کو ارشادات و افادات میں جو بلا زمانہ حاصل ہوا ہے اسلامی اعتقاد سے خبر نہیں ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ۔ اصلی قیمت ۸ر رعایتی ۴ر لیکن رمضان المبارک وہ ماہ ہے کہ جسمیں مبدا فیاض سے عامۂ مومنین کے قلوب پر بھی القا حکمت ہوتا ہے تو قلوب پہلے سے منور ہیں وہ نور علیٰ نور کا مصداق ہو جاتے ہیں اس بنا پر ان مواعظ کے مضامین بھی درمیان سال کے دیگر مواعظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں اور اُن میں تمام اُمہات اعمال کی حقیقت و روح کو بیان کیا ہے۔

(۳) **معمولات اشرفی** — جسکو اخلاق و عادات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمی صورت میں دیکھنے ہوں اور جسکو انضباط اوقات شرعی قواعد کے ساتھ کرنا ہو اسکے لئے یہی ایک کتاب ہے جو رہبر بن سکتی ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا کے متوسلین اور زائرین کیلئے یہ بلا نظیر تحفہ ہے۔ اصلی (۶ر) رعایتی (۴ر)

(۴) **التکشف عن مہمات التصوف** — جسکو حضرت مولانا مد ظلہم العالی نے پانچ جلدوں میں تحریر فرمایا ہے جسمیں فن تصوف کا کوئی مسئلہ باقی نہیں جسمیں مفصل کلام نہو آج تک اس فن میں ایسی جامع کوئی کتاب نہیں چھپی نہایت لتنید و عام فہم عرفان فطر۔ اصلی قیمت (۱۲ر) رعایتی (۸ر)

(۵) **دعوات عبدیت** — حضرت مولانا کے وہ مواعظ جو اکثر سفر حضر میں مجمع خلق باہتمام سے ضبط کر کے بعد نظر ثانی حضرت ممدوح شائع کئے جاتے ہیں جنمیں شریعت کے حقائق طریقت کے دقائق اعمال کی درستی اخلاق کی اصلاح کے متعلق بیش بہا مضامین کا نایاب ذخیرہ درج ہے خدا کے فضل و کرم سے مع ملفوظات کی چھ جلدیں اسوقت تیار ہیں باوجود قیمت اسقدر کم کہ نصف قدر دان دل بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔ قیمت اصلی

جلد اول ۸ر دویم (۸ر) سویم (۱۲ر) چہارم (۸ر) پنجم (۱۲ر) ششم (۸ر)

قیمت رعایتی جلد اول (۸ر) جلد دویم (۸ر) سویم (۸ر) چہارم (۸ر) پنجم (۸ر) ششم (۸ر)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاءاللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے ڈھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۴ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کیساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

المشتہر

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

ان اللہ تعالیٰ
وعظنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما بالموعظة
رسالۂ علمی
امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم وامداداً للحدیث
کہ دال ست بر مندوبیت قدرے از تسہیل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ
الامداد
مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فیما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ وتربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ من و ملفوظات خیرت
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است
بدر جمل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ
شہریت بہ تبرک بنام نامیش ہر زو خامسہ الاستفادات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است
عدد ۶ بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ ہجری جلد ۲
باہتمام الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود ن گرفت

این صحیفہ کامدرشش امدادنام | یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

به برکت دعاء حکیم الامہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

الاشتات

ہمارے ناظرین] اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

ظاہر ہے کہ یہی جواب دیگی کہ اگرچہ تنے ہر ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ قبول نہیں کیا لیکن میرا قبول کرنا ان سب چیزوں کا قبول کرنا ہے اب میں ان معترضین سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ بھی اس مجلس گفتگو میں موجود ہوں تو کیا کہیں گے یہی کہیں گے کہ یہ ایک قبول ہی سب کا قائم مقام ہے تو جب لا الہ الا اللہ کہ لیا تو سب عقائد اور اعمال کا ذمہ لے لیا تو اس حدیث کا یہ مدلول ہے اب چاہے اعمال کو جزو ایمان کہا جائے یا اس سے خارج مگر لازم لیکن ایمان میں اختصار سخت غلطی ہے ایمان جب ہی کہلائے گا کہ جب اسکی شان پائی جائے ہم لوگ مسلم کہلاتے ہیں مگر غور کرنے کے قابل یہ ہے کہ ہماری حالت اسلام سے کسقدر قریب اور اسکے کتنی مناسب ہے جیسے میں نے مثال دی ہے کہ مالدار اسی کو کہتے ہیں جسکے پاس ہر قسم کا سامان ضرورت سے زیادہ ہو یہی حالت اسلام کی ہے تو ہمکو اپنی حالت دیکھنی چاہئے کہ کسقدر دین سے بے اعتنائی ہو گئی ہے کہ عقائد کی پروا نہ اعمال کی فکر نہ حسن معاشرت کا خیال نہ بداخلاقی پر رنج۔

دعائے ابراہیمی کی شرح

۱۲۷

سو دیکھ لیجئے کہ دعاء ابراہیمی میں کن کن اجزائے ایمان کو ضروری کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے میں ایک رسول بھیجئے جنکی صفت یہ ہو کہ ان لوگوں کو آپ کے احکام سنادیں اور یہ شان ہو کہ ان کو کتاب اور حکمت تعلیم کریں اور ان کا تزکیہ کریں رزائل سے بیشک آپ قادر ہیں اور حکیم ہیں کہ موافق حکمت کے کرتے ہیں اور ایسا کرنا مصلحت ہے تو آپ اس کو ضرور قبول فرمائیں گے اس آیت کے ترجمے سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ رسول کی تین صفتیں اس آیت میں بیان کی گئی ہیں اور ان رسول سے مراد ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ داعی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام ہیں لہذا ضروری ہے کہ یہ رسول ان دونوں حضرات کی اولاد میں ہونا چاہئے اور ہر چند کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی متعدد انبیاء ہوئے مگر وہ بسلسلہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ہوئے ہیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے سلسلہ میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں لہذا آپ ہی مراد ہوئے اور دیگر دعاؤں میں سے بعثت رسول کی دعا کرنا ایک بڑی رحمت کاملہ کا

مانگنا ہے ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ یوں کہتے کہ ان کو پاک کیجئے اور ان کو کتاب دیجئے اور ان کو قبول کیجئے۔

تعلیم بواسطۂ وحی تعلیم بلا واسطہ سے افضل ہے

لیکن تعلیم بواسطۂ وحی اُس تعلیم سے افضل ہے جو کہ بلا واسطہ وحی کے بذریعہ الہام کے ہو اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم بلا واسطہ زیادہ قرب کا ذریعہ ہے اور اسی وجہ سے اکثر عوام اور بعض خواص کی یہ رائے قائم ہوگئی ہے اور یہاں تک اسکا اثر ہوا ہے کہ انبیاء کی تعلیم کی بھی وہ قدر نہیں کیجاتی جسقدر کسی بزرگ کی تعلیم کی قدر ہوتی ہے۔

حکایت۔ میرے استاد مولانا فتح محمد صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور اپنی عسرت اور قرض کو بیان کیا اور کہا کہ کوئی دعا بتلا دیجئے کہ قرض ادا ہو جائے مولانا نے فرمایا کہ یہ پڑھا کرو اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک اور اسکے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ یہ حدیث میں وارد ہوئی ہے حدیث کا نام سُنکر اس شخص کی یہ کیفیت ہوئی کہ جیسے سرد پڑ گیا ہو اور کہنے لگا کہ حدیث میں تو بہت سی دعائیں ہیں آپ اپنے پاس سے کوئی چیز بتلایئے جو سینہ بسینہ چلی آتی ہو یہ گستاخانہ کلمہ سنکر مولنا کو بہت ہی غصہ آیا اور آپنے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر دوسروں کی تعلیم کو ترجیح دیتا ہے تو یہ اسی خیال کا اثر ہے جسکے باعث حضور کی تعلیم پر کفایت نہوئی آپنے دیکھا ہوگا کہ جاہل عابد جس شوق سے وظیفہ یا نفلیں پیر کی بتلائی پڑھتے ہیں قرآن شریف اور پانچ وقت کی نماز اس شوق سے نہیں پڑھتے۔

حکایت۔ ایک شخص نے مجھسے فخراً کہا کہ اگرچہ کسی وقت کی نماز قضا ہوجائے لیکن پیر کا بتلایا ہوا وظیفہ کبھی قضا نہیں ہوتا اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور سے اسقدر تعلق نہیں ہے جسقدر کہ پیر سے ہے اگرچہ یہ ضرور ہے کہ اگر پیر سے تعلق نہو تو حضور سے کم تعلق ہوگا لیکن یہ تو نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے تعلق سے بھی بڑھ جائے ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی ۔ غرض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ الہام بلا واسطہ ہے اور وحی بواسطہ ہے تو جیس

۱۲۸

واسطہ کم ہوگا اسمیں زیادہ قرب ہوگا مگر شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ تعلیم بواسطہ تعلیم بلا واسطہ سے
افضل ہے وجہ یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ تعلیم بواسطہ میں واسطہ کسکا ہے اگر واسطہ کسی معمولی
شخص کا ہو تو بیشک بلا واسطہ تعلیم افضل ہے لیکن جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ ہے
تو اتنے بڑے واسطہ کے ذریعہ سے جو تعلیم ہوگی وہ افضل ہوگی۔

علم بواسطہ وحی کے علم بلا واسطۂ وحی سے افضل ہونیکا راز

اور راز اس میں یہ ہے کہ جو علم بلا واسطہ وحی کے ہے اسمیں غلطی کا احتمال بوجہ نقصان استعداد
کے زیادہ ہے اور بواسطہ وحی تعلیم میں غلطی کا احتمال نہیں ہے رہا حضور سے ہم تک پہونچنے کا
واسطہ سو اسمیں چونکہ ثقات ہیں ان میں غلطی کا احتمال نہیں ہے یک تو یہ تفاوت ہے دوسرے
ایک لطیف تفاوت ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے
تو جو تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہوگی اسمیں ابتلاء کا احتمال نہوگا برخلاف بلا واسطہ
کے کہ اسمیں احتمال ابتلاء کا ہوتا ہے۔

حکایت۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ
شراب پی اسنے علماء سے کہا انھوں نے کہا کہ شراب حرام ہے تجھکو خواب پورا یاد نہیں رہا
میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ شراب سے مراد محبت الٰہی ہو تو دیکھئے چونکہ بلا واسطہ یہ تعلیم تھی
اسمیں ابتلاء ہوا کہ دیکھئے یہ سمجھتا ہے کہ نہیں اور حضور کے ذریعہ سے جو علوم ہوتے ہیں انمیں
یہ بات نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خواب میں دیکھے اسمیں یہ
احتمال نہیں ہو سکتا کہ یہ شیطان ہوگا کیونکہ آپکی شان محض ہدایت کی ہے لہذا اسمیں یہ
اختلاط نہیں ہو سکتا بزرگوں نے لکھا ہے کہ شیطان خواب میں آکر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں
خدا ہوں لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نبی ہوں وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ حکمت ابتلاء کیلئے صفت
مضل کے ساتھ بھی متصف ہیں دوسرے اول صورت میں متنبہ ہو جانا ممکن ہے کیونکہ خدا تعالےٰ
منزہ ہے۔ اور جسکو خواب میں دیکھا ہے وہ منزہ نہیں ہے اور دوسری صورت میں تنبہ ممکن نہ تھا
اسلئے آپ کے واسطے کو تمام خطرات سے محفوظ رکھا تو معلوم ہوا کہ حضور کا واسطہ ایک بڑی

نعمت ہے لہذا ابراہیم علیہ السلام نے بجائے کتاب وغیرہ براہ راست مانگنے کے حضور کو واسطہ
قرار دیا نیز اسمیں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کی طبیعت مجبول ہے کہ اپنے بنی نوع کو دیکھکر
اقتدا کرتے ہیں یعنی اسکو ایک نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ فرق ہے اسمیں اور جانوروں میں
کہ جانوروں کو ضروریات کی تعلیم کی حاجت نہیں غرض جانوروں میں جو کچھ کمالات ہیں
وہ طبعی ہیں اکتسابی نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ بطخ کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنے لگتا ہے اور ایک
بڑے سے بڑے تیراک شخص کا بچہ تیراک نہوگا کمالات انسان کے طبعی نہیں بلکہ ان کو
ایک نمونہ دیکھنے کی ضرورت ہے اور ضرورت نمونہ ہی باعث ہے کہ انسان کو تعلیم کتب
سے بھی اسقدر نفع نہیں ہوتا جسقدر کاملین کی صحبت سے ہوتا ہے یہ ایسی چیز ہے کہ ہر شخص
کو اس کی ضرورت ہے۔

بچپن ہی سے صحبت نیک کا اہتمام ضروری ہے

اکثر لوگ اپنی اولاد کیلئے تمام آسایشوں کی فکر کرتے ہیں مگر اسکی ذرا پروا نہیں کرتے ہیں کہ صحبت
بھی نیک ہو بلکہ اکثر بداخلاق معلموں کے سپرد کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگرچہ یہ ناقص ہیں
لیکن ابھی بچپن ہے کیا حرج ہے حالانکہ یہ تجربہ ہے کہ اگر مبادی خراب ہوں تو مقاصد بھی خراب
ہوتے ہیں یاد رکھو کہ خاک از تودہ کلاں بردار۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کامل سے سیکھے گا تو کامل
نہ ہو جائیگا لیکن ذی استعداد ہو جائیگا کیونکہ کامل آدمی فن کی حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہے
بخلاف ناقص کے اور یہ تو علمی ضرر ہے جسپر کم و بیش توجہ بھی ہے مگر بڑا ضرر یہ ہے کہ ناقص
کی صحبت میں اخلاق بالکل برباد ہوتے ہیں اسپر لوگوں کو ذرا توجہ نہیں۔

حکایت ۔ ہمارے یہاں ایک معلم ہیں ان کی نسبت سنا گیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو
دوسرے معلم کے ہاں بھیجتے ہیں کہ جا کر اس کے مکتب کی چٹائیاں توڑ ڈالیں بتلائیے جب
بچپن ہی سے یہ حالت ہوگی تو بڑے ہو کر ان کی کیا اصلاح ہوگی مگر اسپر بالکل خیال نہیں
بلکہ اکثر کہتے ہیں کہ بچہ وہی ہے جو کہ شوخ ہو حالانکہ شوخی دوسری چیز ہے اور شرارت دوسری
چیز ہے غرض انسان اپنے ابنائے نوع سے سبق لیتا ہے جو حالت دوسرے کی دیکھتا ہے وہی خود

۱۳۰

اختیار کرتا ہے۔

حکایت۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میں اپنے گھر کے لوگوں کو علاج کرانے کے لئے ایک طبیب کے پاس لے گیا ان کو میں نے دیکھا کہ بے حد متحمل تھے باوجودیکہ بیحد نازک مزاج تھے تو میں چونکہ ان کے پاس جاتا تھا اس لئے میرا غصہ کم ہو گیا تھا میں نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ محض پاس بیٹھنے کا اثر ہے تو بہت اچھا طریقہ تربیت کا صحبت ہے اب لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنی عمر کو پہونچکر خود ہی سنبھل جائیں گے۔ یہ غلط ہے جب بچہ ایسا بھی تو اور نہیں ہوتا اسی وقت سے اس کے دماغ میں دوسروں کی تمام حرکات منقش ہوتی ہیں اور وہ اُن سے متاثر ہوتا ہے اسی واسطے حکما نے لکھا ہے کہ بچے کے سامنے کوئی حرکت خلاف تہذیب نکرنی چاہئے راز اسمیں یہی ہے کہ انسان کے دماغ کی مثال پریس کی سی ہے کہ کاپی لکھکر جب لگاؤ تو چھپ جائیگا اسی طرح جو چیز دماغ انسان کے روبرو ہوتی ہے وہ اسمیں منقش ہو جاتی ہے اگرچہ اسوقت شعور نہیں ہوتا لیکن اس انتقاش کیلئے شعور کی ضرورت نہیں ہے اگر ہم پریس میں انگریزی چھاپ لیں اور پھر انگریزی سیکھ لیں تو چند روز کے بعد ضرور پڑھ لیں گے علی ہذا بچہ اگرچہ اسوقت نہیں سمجھ سکتا لیکن بڑا ہو کر سمجھے گا چنانچہ ایک عاقل عورت نے یہ کہا ہے کہ پانچ چھ برس کے بعد بچہ قابل تربیت نہیں رہتا ہے بلکہ ہر حالت پختہ ہو جاتی ہے وہ کہتی تھی کہ اگر پہلے بچے کو درست کر دے تو اس کے بعد کے سب بچے اسی سانچے میں ڈھل جائیں گے۔ غرض معلوم ہوا ہوگا کہ صحبت کا کیا اثر ہے تو جناب باری تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام سے یوں دعا کرائی کہ ان میں ایک پیغمبر بھیجیے اور پھر آپ کو مبعوث فرمایا کہ آپ نمونہ ہوں بعض نے آپ کو دیکھا اور بعض نے آپکی سیرت دیکھکر آپ کی حالت معلوم کی اور اسی طرح آپ ہماری بھی پیش نظر ہیں اور اس اعتبار سے اگر فیکم رسولہ کو عام لیا جائے تو درست ہوگا۔

حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر جزئیہ کا اتباع بہ نسبت قوانین کلیہ کے سہل تر ہے

واقعی آپکی سیر کو دیکھکر جسقدر آسانی سے ہم اتباع کر سکتے ہیں قوانین کلیہ کو دیکھکر نہیں کر سکتے تھے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آپ ہمارے لئے نمونہ ہیں تو ہم سے بھی باز پرس ہوگی

کہ تم اس نمونہ کے موافق بنکر کیوں نہیں آئے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ہم کسی درزی سے اچکن سلوائیں اور نمونے کیلئے اپنی اچکن اسکو دیدیں تو اس اچکن کے دینے کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ جدید اچکن کی کاٹ تراش سلائی وغیرہ سب اس پہلے کے مطابق ہو اور اگر ایسا نہو بلکہ تراش وغیرہ میں فرق ہوجائے تو درزی کو مستحق عتاب سمجھا جاتا ہے۔ اس عتاب کے جواب میں اگر وہ یہ کہنے لگے کہ زیادہ تر تو موافق نمونے کے ہے اور للاکثر حکم الکل۔ تو ہرگز یہ جواب مسموع نہیں ہوتا تو جو برتاؤ آپ نے اس درزی سے کیا اسی کیلئے آپ خدا تعالیٰ کے سامنے تیار ہوجائیے اور سمجھ لیجئے کہ جب آپ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونگے اور نمونہ نبوی پر پورے نہ اتریں گے تو کس سخت عذاب کے سزاوار ہوں گے اسی کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ کہ بالکل اس نمونہ جیسے بن جاؤ نماز ایسی ہو جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روزہ وہی ہو نکاح شادی کا طرز وہی ہو. علی ہذا ہر چیز میں وہی طرز ہو جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز تھا یہ تو نمونہ ہے لیکن یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس نمونہ میں وسعت کردی۔

۱۳۲

قرآن شریف میں مقصود اصلی خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کی تعلیم ہے حکایتیں وغیرہ مقصود نہیں ہیں

قرآن شریف میں اصل مقصود خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے طریقوں کا بیان کرنا ہے اور اگر حکایتیں قرآن میں ہیں تو وہ بھی تابع ہو کر ذکر کی گئی ہیں کہ فلاں قوم نے یہ کیا تھا تو ان کو یہ سزا ملی اور فلاں قوم نے یہ کیا تھا ان کو یہ اجر ملا ہم اگر ایسا کریں گے تو ہمکو بھی ایسی ہی سزا یا اجر ملے گا اس سے معلوم ہوا کہ جہاں جمل خبریہ ہیں ان سے مقصود جمل انشائیہ ہی ہیں چنانچہ اس مقام پر بھی یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعتناء فی الدین نہایت ضروری ہے جسکی تفصیل آیت میں ہے ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ اے ہمارے رب ہماری اولاد میں سے ایک رسول پیدا کر کہ وہ ان کو تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب

اور حکمت کی تعلیم کرے اور ان کو پاک کرے اس حکایت کے نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ سننے والو سمجھ جاؤ کہ ضروری چیزیں یہ ہیں جسکا اہتمام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور سمجھ کر ہم سے دعا کی۔

دین کے اجزاء

اب سمجھنا چاہئے کہ وہ ضروری چیزیں کیا ہیں سو وہ مفصلاً تو تین چیزیں یہ ہیں یتلو اور یعلم اور یزکی۔ اور مجملاً ایک چیز ہے جسکو دین کہتے ہیں کیونکہ یہ سب دین ہی کے شعبے ہیں اسلئے کہ دین مرکب ہے دو چیزوں سے ایک علم اور دوسرا عمل جیسے فن طب کہ اسمیں اول علم کی ضرورت ہوتی ہے پھر عمل کی۔

قرآن کا طب روحانی ہونا اور وہ مرض جسکا وہ علاج ہے

۱۳۴ تو قرآن بھی اصل میں طب روحانی ہے کہ اسمیں روحانی امراض کے علاج کے قواعد اور جزئیات بتلائے گئے ہیں امراض خواہ متعلق قلب کے ہوں یا جوارح کے اور امراض قلب کا مرض ہونا حواس سے معلوم نہیں ہوتا بلکہ وجدان سے معلوم ہوتا ہے اور جب تک وجدان صحیح نہیں ہوتا اسوقت تک انکی اطلاع بالدلیل ہوتی ہے وہ دلیل یہ ہے کہ اطاعت خداوندی صراط مستقیم ہے اور صراط مستقیم سے خارج ہونا اعتدال سے خارج ہونا ہے کیونکہ خط مستقیم ایک ہی خط ہوتا ہے یعنی اگر دو نقطوں کے درمیان بہت سے خطوط سے اتصال کیا جائے تو ان خطوط میں خط مستقیم ایک ہی ہوگا جو کہ سب سے اقصر ہوگا باقی سب ٹیڑھے ہونگے اور اعتدال سے خارج ہونا مرض ہے تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا مرض ہوا اور اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ سب طریقوں سے مختصر طریق اور اقصر طریق شریعت اسلامی ہے تو اس اعتدال سے جب کوئی خارج ہوگا وہ مریض کہلاویگا اور قرآن میں اسکو مرض کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ فی قلوبہم مرض۔ انکی تفسیر جب تک کہ وجدان صحیح نہو سمجھ میں نہیں آسکتی کیونکہ اسکے مرض ہونے کی صفت امر مبطن ہے جو حواس سے

ادراک نہیں ہوتا لیکن جب وجدان صحیح ہو جاتا ہے تو اسکا مرض ہونا وجدان سے معلوم ہو جاتا ہے جیسے امراض ظاہری کی حالت ہے کہ بعض اوقات وجدان سے معلوم ہو جاتا ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتا تو جیسے امراض طبیہ میں بعض امراض وجدانی ہیں اسی طرح امراض باطنی بھی وجدانی ہیں جب وجدان صحیح ہوتا ہے تو انکا ادراک ہوتا ہے اور اس کا ایک امتحان بتلاتا ہوں وہ یہ کہ جب کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو دیکھئے کیسی تکلیف اور رنج ہوتا ہے اور اپنے نفس کو انسان کیسی ملامت کرتا ہے اگر کوئی کہے کہ ہمکو تو کبھی نہیں ہوتا دن رات گناہ کرتے ہیں لیکن کچھ بھی تکلیف و رنج کا احساس نہیں ہوتا تو میں کہونگا اس کا سبب یہ ہے کہ ابتدا سے آجتک یہ شخص مرض ہی میں مبتلا ہے صحت کبھی نصیب ہی نہیں ہوئی کہ اسکی راحت کا ادراک ہوا اور اس سے مرض گناہ کی کلفت کا احساس ہو اس شخص کی ایسی مثال ہے جیسے ایک اندھا مادرزاد کہ اسکو یہی ادراک نہیں ہو سکتا کہ میں اندھا ہوں کیونکہ عمی عدم البصر کو کہتے ہیں تو جسکو بصر کا ادراک نہوگا اس کو عمی کا ادراک کیونکر ہوگا تو مریض بھی اپنے کو وہی سمجھے گا اور مرض کی کلفت بھی اسی کو ہوگی جس نے کبھی صحت دیکھی ہو پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہمکو تو کبھی تکدر نہیں ہوتا تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اس کو کبھی انشراح ہی نہیں ہوا اسکو چاہئے کہ انشراح پیدا کرے اس کے بعد دیکھے کہ اگر کبھی کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اس میں کسقدر تکلیف ہوتی ہے۔ کم از کم یہی کرے کہ امتحان ہی کیلئے ایک ہفتہ کی رخصت اپنے معمولی کاموں سے لے اور کسی صاحب برکت کے پاس جاکر رہے اور اس سے اللہ کا نام پوچھکر جسطرح وہ بتلائے ایک ہفتہ تک کام میں مشغول ہونے کے بعد دیکھیگا کہ دل کی ایک نئی حالت ہو گئی جو کہ اس کے قبل نہ تھی اسکو محفوظ رکھے پھر دیکھے کہ پہلی حالت اور اس جدید حالت میں کوئی فرق ہے یا نہیں واللہ آپ دیکھیں گے کہ پہلی حالت نہایت مکدر تھی اور اب ایک صحت نصیب ہو گئی ہے اور ایک قسم کا انشراح قلب ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ جب وجدان صحیح ہو جاتا ہے تو وجدان سے اس کا مرض ہونا معلوم ہو جاتا ہے تو اس کی کوشش کیجئے کہ وجدان صحیح ہو تاکہ مرض کا مرض ہونا معلوم ہو جائے کہ اسکے بعد علاج پر توجہ ہو۔ دیکھئے اگر معمولی زکام ہو جاتا ہے تو اسکے لئے کسقدر اہتمام کیا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ اتنا بڑا مرض ہم لوگوں کو لگ رہا ہے کہ ہماری روح اسمیں تحلیل ہو رہی ہے لیکن ہمکو ذرا فکر نہیں ہے

(باقی آئندہ)

۱۳۴

حال - ذکر جہر میں حسب ارشاد مرشدی دام مجدہم قلب سے ایک نور نکلتا ہوا تصور کرتا ہوں کہ
وہ ذاکر کے تمام جسم کو اور بڑھتے بڑھتے تمام عالم کو محیط ہے اس تصور میں بحمد اللہ کامیابی ہوجاتی ہے
تحقیق - الحمد للہ۔
حال - یہ حالت جو عرض کی صرف ذکر کے وقت باقی رہتی ہے بعد ذکر کے جب مشاغل علمیہ
میں منہمک ہوتا ہوں تو کچھ باقی نہیں رہتی۔
تحقیق - کچھ حرج نہیں وہ حالت ہیئت خاصہ سے معلول ہے یکسوئی کی اس نئی یکسوئی
نہ رہنے سے وہ بھی نہیں رہتی مگر نفس اثر باقی رہے گا۔
حال - ذکر لسانی البتہ اکثر کرتا رہتا ہوں
تحقیق - اسمیں بعض اعتبارات سے اُس سے بھی زیادہ مصالح ہیں۔ ربیع الاول سنہ ۳۴ھ
حال - حسب الارشاد والا تیرہ تسبیح ذکر کی بعد نماز تہجد کے پڑھا کرتا ہوں اور بعد اسکے حسب
موجب حکم آنکھ وغیرہ بند کرکے دیکھتا ہوں تو مجھکو سبز رنگ آسمان کا سا معلوم ہوتا ہے
اور اسمیں نیلے رنگ کے ستارے بھی نظر آتے ہیں میں نے اولاً جب تحریر کیا تھا تو حضور نے
حکم دیا کہ تو پڑھتا رہ چنانچہ بتعمیل ارشاد برابر پڑھا کرتا ہوں۔
تحقیق - ماشاء اللہ تعالیٰ حالات محمودہ ہیں یہ الوان و انوار جو نظر آتے ہیں بوجہ تضمن
بعض مصلحتوں کے محمود ہیں لیکن مقصود نہیں اسلئے اُن کی طرف نہ قصداً التفات کیا جاوے
ورنہ اُن کو کمال سمجھا جاوے اصل مقصود ذکر حق ہے اسمیں استقامت کے ساتھ مشغول رہئے
ربیع الاول سنہ ۳۴ھ
حال - احقر کا حال بہت خراب ہو رہا ہے قسم قسم کے وساوس قلب میں پیدا ہوتے ہیں
یہانتک ان کا غلبہ ہوتا ہے کہ زبان پر جاری ہوجاتے ہیں ہمت کمزور ہوگئی ہے نفس کا غلبہ
زیادہ ہوتا جاتا ہے معمولات سب چھوٹے ہوئے ہیں پچھلی شب میں چار بجے سے جاگتا رہتا ہوں
مگر اتنی ہمت اور توفیق نہیں ہوتی۔ کہ بستر سے اٹھ بیٹھوں اور کچھ پڑھ لوں ایسا معلوم ہوتا ہے
جیسا کسی نے باندھ دیا ہے پہلو کروٹیں لیتے لیتے دکھ جاتے ہیں نماز فجر بھی اخیر وقت میں
میسر ہوتی ہے کیا کروں تحریر فرماویں۔

تحقیق۔ آپکی یہ حالت یا تو غم کے سبب سے ہے یا کسی مرض سے اگر اول سبب ہے تو آپکو کچھ تفریح مباح کا سامان کرنا چاہیئے غالباً نکاح[ع] زیادہ مصلحت ہو اور اگر ثانی سبب ہے تو علاج اہتمام سے ہونا چاہیئے میں بھی دعا کرتا ہوں باقی ہر حال میں یہ حالت مذموم اور خراب نہیں کیونکہ ذم منحصر ہے معصیت میں اور اسمیں کچھ معصیت نہیں۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

حال۔ نمازوں میں کثرت سے وساوس آتے ہیں اور حالانکہ میں کوشش کرکے قصداً الفاظ ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن کچھ ایسی خود فراموشی ہوتی ہے کہ صرف زبان ہی سے رٹے ہوئے الفاظ نکلا کرتے ہیں۔

تحقیق۔ یہ بھی نعمت ہے اسکی بھی قدر کیجئے اور شکر کیجئے شکر کے صلہ میں اسمیں بھی ترقی ہوگی۔
ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

حال ۔۵ دردمن ازحد فزوں گشت اے الہ + کن دوا از بہر امداد الہ
درد از یارست ودرماں نیز ہم + دل فدائے او شد وجان نیز ہم

خدمت والا میں عرض ہو کہ اس احقر کی حالت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ مشافہۃً اُس کا عرض کرنا مجھکو بہت مشکل ہوگیا ہے اسی لئے باوجود پاس رہنے کے اپنا عرض حال پہلے ایک دو دفعہ بھی بذریعہ مکتوب عرض کیا ہے اور اب پھر موقع پاکر بذریعہ مکتوب عرض حال کرتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ ایک شعبہ ہے ادب کا۔

حال۔ آپ کی موجودگی میں خط میں لکھکر بھی عرض کرنے میں ایک قسم کی شرمساری معلوم ہوئی

تحقیق۔ یہ بھی اُس اول سے زیادہ شعبہ ہے اُسی ادب کا۔

حال۔ حالت یہ ہے کہ پہلی حالت نزول اطمینان کے بعد توجہ الی اللہ کچھ زیادہ رہنے لگی تھی اور بعض اوقات تفکر میں گردن قلب کیطرف جھک جاتی تھی جو ایک مراقبہ کی سی صورت ہوجاتی تھی لیکن میں زیادہ قصد اس کا نہ کرتا تھا اکثر مغلوبیت کی شان سے ایسی بات بعض دفعہ ہوئی۔ لیکن اس حالت کے بعد ضعف وغیرہ سے حوالی قلب میں درد پیدا ہوگیا تھا حسب ارشاد عالی تھوڑا بہت معالجہ کیا جس سے بحمد اللہ درد میں افاقہ ہوگیا گو منشار

[ع]- ان صاحب کی اہلیہ کا تازہ انتقال ہوا تھا۔ ۱۲

۷۲

اُس کا کہ ضعف قلب ابھی بہت کچھ باقی ہے مگر اُس حالت سے اب افاقہ ہے تھوڑا بہت ضرب وجہر سے ذکر کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن قلب کے ضعف کی وجہ سے نہیں کرتا۔

تحقیق۔ یہی مناسب ہے۔

حال۔ کلام مجید درود شریف تھوڑا بہت کبھی ہو جاتا ہے۔ دیگر امور موجبات تحریک شورش وغیرہ بحمد اللہ ہمارے سلسلہ میں نہیں مثل سماع وغیرہ کے۔ ایسے امور سے میں تو اب بہت ڈرنے لگا ہوں کیونکہ مجھے اس سے تکلیف ہونے لگتی ہے اور ڈر ہے کہ کہیں اختلاج قلب نہ ہو جاوے کیونکہ حالت ضعف قلب اسی کے قریب ہو رہی ہے لیکن ایک بات جس میں میں بھی ایک حد تک مجبور ہو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ دیوان حافظ یا مثنوی وغیرہ کے اشعار غلبہ حالت میں پڑھتا ہوں البتہ یہ ایک محرک شورش مجھ میں باقی ہے اسکو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے ہر چند جی کو سمجھایا مگر میرا اس میں بس نہیں چلتا بعض دفعہ حضرت مولانا کا ارشاد یاد آتا ہے ؎

بند کن چوں سیل سیلانی کند	ورنہ رسوائی و ویرانی کند

مگر حالت یہ ہے ؎

چوں کنم من آتش دل تیز شد	شیر ہجر آشفتہ و خونریز شد

ع چوں کنم من تیر خوردہ در جگر ؎

درون سینہ من زخم بے نشاں زدہ	بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ
؎ اے کہ دل بردی و در جانی ہنوز	دردہا دادی و درمانی ہنوز
؎ ایکہ عکس روئے خود در آفتاب انداختی در درون سینہ ام تخم محبت کاشتی ایکہ عکس خود نمودی اندریں آئینہ ہا	آتشے در سینہ جانان کباب انداختی چشم معموری بریں ملک خراب انداختی پس بحیان[ل] جگتاں در اضطراب انداختی
؎ ما جنون واحد لی فی الشجون بل جنون فی ہواہ مستطاب	بل جنون فی جنون فی جنون قل لی واللہ بحق ربک الصواب

۷۳

یوں تو آپ کے خدام میں بہت وارستہ از خود رفتہ ہیں لیکن پھر وہ اپنے کو سنبھالے تھے ہیں لیکن احقر رسوا ہو کر ننگ سلسلہ بنتا جاتا ہے ؎

[ل]۔ بیجان اللہ ۱۲

تماشائیم درین باغ رعنائے پرستی	ہر سرو زمین خیابان زند ورنہ پابست
ہر کو مرید اشرف عالیجناب شد	از سوز عشق سینہ اش ہمچوں کباب شد

یہ آثار عشق برائے نام احقر کی طرف منسوب ہو رہے ہیں حقیقت میں متصف بہا سامی اور ذات ہے ورنہ مجھ جیسے نابکار سے تو کمال اور اہل کمال کو ننگ ہے

نخستین بادہ کاندر جام کردند	ز چشم مست ساقی وام کردند
چو خود کردند راز خویشتن فاش	عراقی را چرا بدنام کردند
بچشم تیز بینت ہر چہ نیکو است	چو نیکو بنگری عکس رخ اوست
جمال اوست ہر جا جلوہ کردہ	ز گل رویاں عالم بستہ پردہ
حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ	پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

حال - جب سے مجھے درد ہوا ہے اس کے بعد سے مجھ پر اکثر غفلت رہتی ہے توجہ الی اللہ کم ہوتی ہے

تحقیق - کم تو نہیں ہوئی مگر درد کی طرف اضطراری التفات سے اضطراری کمی ہے۔ والانقسام التوجہ وہو غیر مذموم۔

حال - اور نماز میں بھی خیالات بہت آتے ہیں۔

تحقیق - اسی اضطراری کمی کے سبب۔

حال - البتہ کبھی کبھی توجہ الی اللہ ہو بھی جاتی ہے - اس غفلت سے قلب میں کچھ قوت معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق - بوجہ عدم توجہ الی القلب اسکے مرض کی طرف التفات نہیں رہتا۔

حال - کیا معلوم یہ بھی ایک حکمت ہو۔

تحقیق - تاکہ مرض نہ بڑھے۔

حال - پہلی حالت میں اکثر خواہشات نفسانیہ یہاں تک کہ خواہش نکاح بھی بالکل مضمحل ہو چکی تھی مگر اب پھر ایک فرح بخش کیفیت کے ساتھ ان خواہشوں کا عود ہو گیا ہے گو بحمد اللہ غلبہ نہیں اور نہ ابھی تک کوئی ارادہ ہی قلب میں مصمم طور پر نکاح کی نسبت ہوا ہے۔

تحقیق - یہ تغیرات طبعی ہیں نہ محمود نہ مذموم۔

احتیاطاً کہ ممکن ہے کچھ تجاوز ہو گیا ہو اور فرمایا کہ مشغول بالدین کو سلام بھی کرنا منع ہے چہ جائیکہ مصافحہ۔

۹۵) ۱۸ ربیع الآخر ۳۲ھ۔ اثنائے درس جلالین شریف میں قولہ تعالیٰ ءانذرتھم الخ میں فرمایا کہ اس تفسیر میں چار قراءتیں لکھی ہیں اور واقع میں پانچ قراءات متواترہ ہیں ایک ترک ہو گئی ہے تفصیل انکی یہ ہے۔ الاولیٰ تسہیل الثانیۃ بین الہمزۃ والالف وادخال الف بینہما لقالون وابی عمرو وھو وجہ لہشام (وھذا ھو المراد بقولہ تسہیلہا وادخال الف بین الخ) الثانیۃ تسہیل الثانیۃ وعدم ادخال الف بینہما لورش وابن کثیر (وھذا ھو المراد بقولہ تسہیلہا وترکہ) الثالثۃ۔ تبدیل الثانیۃ حرف مد وھو وجہ لورش (وھو المراد بقولہ لابدال الثانیۃ الفا) الرابعۃ تحقیق الہمزۃ الثانیۃ وادخال الف بینہما لہشام فی وجہ (وھذا لم یذکرہ المفسر) الخامسۃ۔ التحقیق والقصر للباقین (وھو المراد بقولہ تحقیق الہمزتین) واما الہمزۃ الاولیٰ فالکل متفقون علی تحقیقہا اھ۔

۷۱

۹۶) ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ چاندی کے بٹنوں کی متعارف زنجیر بالاتفاق ناجائز ہے احقر نے عرض کیا کہ زنجیر تابع ہے فرمایا کہ بٹن بغیر اسکے لگ سکتے ہیں پھر احقر نے عرض کیا کہ تبعیت کیلئے اضطرار تو ضرور نہیں فرمایا کہ اس طرح ایک زنجیر کی اجازت دیجا سکتی ہے کہ وہ تابع کر دی جاوے لیکن آج کل لمبی لمبی زنجیریں لگاتے ہیں وہ سب تو تابع نہیں کہی جا سکتیں احقر نے عرض کیا کہ درست ہے ورنہ زنجیر میں بالاتفاق کی قید اسلئے ہے کہ خود بٹن میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔

۹۷) ۱۹ ربیع الآخر۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے مسئلہ تقدیر میں بدرجہ وسوسہ شبہ ہے اور فوری علاج چاہا فرمایا کہ یہ وساوس کتنی مدت سے آتے ہیں عرض کیا کہ دو تین برس سے فرمایا کہ اتنے پرانے مرض کا علاج اسقدر جلد دو منٹ میں کس طرح ہو سکتا ہے کیا وہ آپ یہاں رہئے اور میری باتیں سنا کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ وساوس خود بخود رفع ہو جاویں گے اور اصل تو یہ ہے کہ قیل و قال سے بھی شبہات رفع نہیں ہو سکتے بلکہ احوال پیدا ہونے سے وساوس کا انقطاع ہوتا ہے اور احوال پیدا ہوتے ہیں دو چیز سے ایک صحبت محققین سے جو جامع ہوں شریعت اور طریقت کے اور ذی فہم ہوں دوسرے ذکر اللہ تعالیٰ سے اور جو طریق آپنے اس کے علاج کیلئے اس مرض کے تجویز کیا ہے یعنی چند منٹ میں تجویز کیا ہے یہ صورت تو امتحان کی ہے تشفی کی نہیں ہے۔ اور تقریر سے اسمیں تخفیف تو ہو سکتی ہے مگر یہ جواب بے مروتی اور رفع الوقتی و جزء من الجواب پر مبنی کیا جا سکتا ہے مجھے لمبی اور دقیق ایسی باتوں کی

پروا نہیں ہے ملکہ میں تو خود بھی اپنے جہل کا معترف ہوں۔ اور جاننا چاہیے کہ اگر قیل و قال سے یہ مرحلے طے ہو جاتا تو
صحابہؓ جیسے مخلصین اور محققین کو اسباب میں گفتگو کرنے سے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے
شفیق معلم ہرگز منع نہ فرماتے اور جب صحابہؓ اہل حال ہیں تو پھر کبھی یہ گفتگو زبان پر بھی نہ آئی اور
حقیقت یہ ہے کہ عشق اور عظمت ہو کر جو باتیں ایسی ہیں جن سے احکام محبوب یا حاکم کی نسبت
خواہ وہ مفہوم عند العقل بھی نہ ہوں تسلی کامل حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ سلاطین دنیا کے بعض
قوانین کی بنائیں یقیناً عوام کی سمجھ میں نہیں آتیں لیکن سلطنت کی عظمت سے بڑے بڑے عقلاء بھی
انکے سامنے سر تسلیم ہی خم کر دیتے ہیں اور انمیں اُن کو ذرا بھی تامل نہیں ہوتا جسکی وجہ صرف یہی ہے کہ
انکی عظمت قلب میں ہوتی ہے پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ حق تعالیٰ جیسے محبوب سلطان السلاطین
کے احکام میں اتنی بھی تسلی نہ ہو جسکی وجہ وہی عظمت و محبت کا نہ ہونا ہے سو بزرگوں کی صحبت سے یہی محبت اور
عظمت خداوندی پیدا ہو جاتی ہے جو قاطع وساوس ہے۔ اور ایک مرتبہ قطع وساوس سے آگے انکشاف
اسرار کا ہے سو قیل و قال سے وہ بھی میسر نہیں ہوتا اسکا طریق صرف یہ ہے کہ جب انسان اطاعت کا ملہ
کرتا ہے تو اسپر اسرار الٰہیہ خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں لیکن اطاعت کشف اسرار کی نیت سے کرنا سخت
بے ادبی ہے اور نہ اسطرح اسمیں کامیابی ہوتی ہے بلکہ اطاعت تو محض اس قصد سے کرنا چاہیے کہ حق
تعالیٰ ہمارے مالک اور آقا ہیں اور انکی اطاعت ہم پر واجب ہے اور ہم اسکو ادا کر رہے ہیں۔ ہاں اسرار اگر
کچھ اس طرف سے عنایت ہو جاویں تو عین کرم الٰہی ہے ورنہ کچھ بھی شکایت نہیں اسرار الٰہیہ کی مثال بیگمات
شاہی کی سی ہے اگر کوئی شخص بیگمات کو دیکھنا چاہے تو اُسکا ذریعہ اگر ہے تو کامل اطاعت ہے لیکن نہ
باین ارادہ کہ یہ مقصود حاصل ہو جاوے کیونکہ اگر اس نیت کی خبر بادشاہ کو ہو گی تو فوراً اسکو قتل کرا دیگا بلکہ
اطاعت تو سلطان کا حق سمجھکر کرے اسکے بعد عجب نہیں کہ بادشاہ اس مطیع کامل کو اپنے خاص
زنان خانہ میں اول پردہ کے ساتھ لیجاوے اور پھر رفتہ رفتہ اپنی بیگمات سے کہدے کہ ہمکو اس شخص کے
تدین اور محبت پر نہایت اعتماد ہے اسلئے تم اس سے پردہ ترک کر دو اور بجائے اولاد کے سمجھو کہ یہ بھی ہمکو باپ
اور تمکو اپنی ماں سمجھتا ہے سلطان محمود غزنوی قدس سرہ سے کسی نے ایاز کے ساتھ زیادہ محبت کرنیکا
سبب دریافت کیا تھا اسوقت تو انھوں نے ٹالدیا پھر ایک روز اسطور سے بتلایا کہ ایک قیمتی موتی توڑنیکا
حکم باری باری سب اراکین کو نیز ایاز کو بھی دیا بوجہ نہایت گراں بہا ہونے کے کسی کی جرأت اس حکم
پر عمل کرنیکی نہ ہوئی مگر ایاز نے تعمیل کر دی بادشاہ نے اسپر خفگی ظاہر کی کہ تمنے ایسی حرکت کی کہ ایسی قیمتی چیز
ضائع کر دی کہنے لگا مجھسے قصور ہوا اور یہ نہ کہا کہ آپ ہی کا حکم تھا دیکھیے حکم پر عمل بھی کیا اور پھر اسکو
اپنی خطا بھی قرار دیا۔ اس قصہ کے بعد سلطان نے ارکان سے کہا کہ یہ باعث ہے ایاز سے زیادہ محبت کا۔ اس سے
سبحان اللہ ہم سے کہ حق تعالیٰ کے حکم کیساتھ اتنا تو علاقہ ہونا چاہیے اطاعت کاملہ سے جو سبب ہو جاتا ہے
حب و قرب خاص کا۔

(باقی آئندہ)

۷۲

اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیا، عارفین کیلئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے جب تو
توفیق خیر و خلوص کے ساتھ اسکا طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کیلئے آب حیات بخش
بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابریق ہو جاتا ہے جسکے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا محل آثار
عشق ہونا ظاہر ہے پھر جب وہ عشق شراب توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق کے زیادہ
غلبہ کرتے ہیں تو اس شراب کا زور اس ابریق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب
تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے ہیں پس وہی پانی جیسا شرب
تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور ست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے یعنی تمائز مرتبہ التفات سے
رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اسکی سمجھ میں نہ آوے تو تم واللہ اعلم بالصواب کہہ دو انکار مت
کرو اور جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آگئی ہے یہ تو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اس نے
اس میں یہ اثر دیا اور یہ ظاہر ہے جس سے شیرہ جوشان اور رقصان ہو گیا۔ اور جو لوگ اس
عشق موہوب کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کالفلاسفہ والمعتزلہ ایسے خیرہ
و بے باک سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا
تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ
کے ہیں مگر وہ دیکھیں کہ کیا ان کی اس محبت میں بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر
اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہیں بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اسکے برابر کیوں نہیں۔ آگے اس مضمون
کی تعمیم کرتے ہیں کہ ایک اسی تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اس خالق حقیقی کی طرف سے ہیں پس
فرماتے ہیں کہ بلا تفکر یعنی بداہتہً ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ
کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور انتہا اسکا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی متصرف حقیقی
ہوا + ۲۷ رجب ۱۳۳۴ھ

(۲۱) سوال۔ عام طور پر نماز ظہر و مغرب و عشاء و وتر کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں
بعض لوگ بیٹھکر اور بعض کھڑے ہو کر اور ان نوافل کا پڑھنا اوقات متذکرہ صدر میں لازم
سمجھا جاتا ہے لیکن نہ پڑھنے والے پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا ایک مرتبہ کشش بروار کے
دل میں یہ خیال موجزن ہوا کہ پڑھنا نہ پڑھنا دونوں پر اختیار حاصل ہے مگر چونکہ نماز فرض

کے ساتھ ضروری سمجھا جاتا ہے جائز نہیں اسی تحقیق میں تھا کہ ایک دن خواب میں حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فرحت آثار سے چشم بدبیں کو شرف زیارت حاصل ہوا اور خود حضور ممدوح روحی فداہ سے استفسار کیا جس کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا کہ اختیار ہے پڑھو یا نہیں مگر پڑھنے سے نہ پڑھنا بہتر ہے معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور ممدوح روحی فداہ نے خود تو اتنی نوافل پڑھیں کہ پائے مبارک پر ورم آگیا مجھے نہ پڑھنا بہتر ہے کیوں فرمایا گیا شاید شیطان کا دھوکہ ہے چنانچہ اس امتحان کیلئے اسی خواب کی حالت میں پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور مہر نبوت نہ پایا جس سے کہ پہلے خوابات میں فیض بوسہ حاصل ہوا تھا فوراً زبان سے لاحول جاری ہو کر آنکھ کھل گئی اور بدستور لاحول پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھا حلیہ مبارک میں کچھ بھی فرق نہ تھا صرف مہر نبوت نہ تھی بہت پریشان ہوا کہ یہ کیا بھید ہے اور عجیب عجیب شبہات پیدا ہوئے۔ یہ خیال کر کے کہ نہ پڑھنا بھی اختیار میں ہے بعد نماز فرض نوافل پڑھنا ترک کر دیا اور دوسرے اوقات میں کبھی کبھی پڑھ لیا کرتا تھا اور اس طرح قلب ناصبور کو سمجھایا کہ حضور نے ترک لزوم کو فرمایا ہے۔ نہ کہ ترک نوافل کو مگر چونکہ مہر نبوت نہ تھی اسلئے بہت پریشانی رہی کہ حلیہ مبارک میں تو سرمو فرق نہ تھا اور شیطان کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ حضور کی شکل مبارک میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکے۔ یہ کیا راز ہے۔ اس معاملہ کو من وعن ایک صاحب سے عرض کیا تھا جسکے متعلق انھوں نے کوئی قابل تسکین جواب نہیں دیا صرف یہ ارشاد فرمایا کہ تم نے حکم رسالت میں وساوس شیطانی کا شبہ کیا اسلئے مہر نبوت سے محروم ہوئے ایک عرصہ تک ہمراہ فرض نماز کے نوافل کو ترک رکھا اب تھوڑے دنوں سے پھر پڑھتا ہوں مگر کبھی وہ وسوسہ پھر پریشان کرتا ہے خدا کیلئے اس راز سربستہ وادائے نوافل کے متعلق قابل تسکین باحکام شرع شریف جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب۔ غالب گمان یہ ہے کہ آپکے ذہن کو غلط ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہوگا کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا بہتر ہے جو کہ حقیقت ہے مستحب کی۔ ذہن نے یاد میں غلطی کی کیونکہ خواب کی صحت کا معیار موافقت شریعت ہے اور موافقت کی یہی صورت ہے اور تاویل باللزوم بھی ممکن ہے مگر الفاظ سے بعید ہے اور اعتقاد لزوم کا خیال

۳۴

تعلق ہے ورنہ تارکین پر اعتراض ضرور کیا جاتا یہ دوام ہی نہ کہ لزوم۔

اور مہر نبوت کا نظر نہ آنا دلیل اسکی نہیں کہ وہ واقع میں بھی نہ تھی اور اکثر محققین کے نزدیک تو اصلی حلیہ پر نظر آنا بھی ضروری نہیں اس خلجان کی بنا پر ہرگز نوافل کو ترک نہ کیجئے۔

۶ شعبان ۱۳۳۳ھ

(۲۲) من العبد الکئیب الی جناب الشیخ الاکمل النجیب مد اللّٰہ ظلالہ بعد آلاف تحیۃ وسلام۔ اما بعد فقد طالعت رسالۃ "الامداد" شہر رجب المرجب وفیما نبذ من بقیۃ تاویل الآیۃ الکریمۃ یاایہا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ ولا شک فی متانۃ ذلک التاویل لکن اختلج فی صدری ان فی ای موضع قال اہل السنۃ والجماعۃ ان الاعمال بعضہا لاتکون موجبۃ لحبط بعض الاعمال بل ظنی ان الامر خلافہ فہذا الامام الہمام محمد ابن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللّٰہ مع علو کعبہ فی العلوم والکلام قد بوب بابا فی صحیحہ ص۱۲ المطبوع فی المصطفائی وقال باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ وھو لایشعر وقال السندھی فی تعلیقہ علی البخاری ای خوفہ من ان یکون منافقا فیحبط لذلک عملہ

از غلام شکستہ دل بجناب شیخ کامل شریف مد اللّٰہ ظلالہ۔ بعد ہزاراں ہزار تحفہای سلام مسنون معروض آنکہ میں نے رسالہ الامداد بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ مطالعہ کیا جسمیں کچھ بقیہ حصہ بابت تفسیر آیت کریمہ۔ یاایہا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیہ مذکور تھا۔ اس تفسیر کی خوبی اور متانت میں شک نہیں لیکن میرے دل میں یہ خلجان ہو رہا ہے کہ اہل سنت نے تو کسی موقعہ میں بھی یہ نہیں کہا کہ بعض اعمال دوسرے اعمال کے حبط (و غارت ہونے) کا سبب نہیں بن سکتے بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ معاملہ برعکس ہے دیکھئے امام ہمام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنکا پایہ علوم کلام میں بہت بلند ہے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ وھو لایشعر (باب اس بیان میں کہ مومن کو ڈرنا چاہیے اپنے عمل کے حبط ہونے سے غفلت کی حالت میں ص۱۲ مطبوعہ مصطفائی) علامہ سندھی حاشیہ بخاری میں فرماتے ہیں یعنی مومن کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ منافق ہو و اس وجہ سے

۳۵

دعوٰی بعلم بنفاقه لکمال غفلته بل خوفه
من ان يحبط عمله لشؤم معاصيه كما
رفع علم ليلة القدر من قلبه صلى الله
عليه وسلم لشؤم الاختصام اھ وفي
تفسير جامع البيان فسر تلك الآية
الكريمة هكذا ان تحبط اي كراهة او
خشية ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون
بحبطها وفي الصحيح ان الرجل ليتكلم بالكلمة
من سخط الله لا يلقي لها بالا الا يكب
له بها في النار ابعد ما بين السماء
والارض اھ وقد رأيت في الصحيح
ص۹۵۹ جلد دوم مصطفائی بلفظ
آخر عن ابي هريرة سمع رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول ان العبد
يتكلم بالكلمة ما يتبين فيها يزل بها
في النار ابعد ما بين المشرق وفي
رواية عن ابي هريرة عن النبي صلى الله
عليه وسلم قال ان العبد ليتكلم
بالكلمة من رضوان الله لا يلقي
لها بالا يرفع الله بها درجات
وان العبد ليتكلم بالكلمة من
سخط الله لا يلقي لها بالا يهوي
بها في جهنم اھ

۳۶

اُنکے اعمال حبط ہو جائیں اور اُسکو اپنے نفاق کی
بوجہ کمال غفلت کے خبر بھی نہو یا مطلب یہ ہے کہ مومن
کو اپنے اعمال کے حبط ہونیسے ڈرنا چاہئے بوجہ گناہوں کی نحوست کے
جیسا کہ شب قدر کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب
مبارک سے اٹھا لیا گیا بوجہ نحوست خصومت کے اور تفسیر جامع البیان
میں اس آیت کریمہ کی تفسیر اسطرح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند نکرو بوجہ خوف اس بات کے کہ تمہارے
اعمال حبط ہو جائیں اور تمکو اُن کے حبط ہونیکی خبر بھی نہو
صحیح میں ہے کہ آدمی بعض دفعہ ایک بات اللہ تعالی کی مرضی
کے خلاف کہتا ہے جسکی اُسکو پرواہ بھی نہیں ہوتی مگر اُسکی
وجہ سے اُسکو جہنم میں زمین آسمان کی لمبائی سے زیادہ گہرے
درجہ میں ڈالدیا جاتا ہے اور میں نے خود صحیح بخاری ص۹۵۹ جلد دوم
مصطفائی میں دیگر الفاظ سے اس حدیث کو دیکھا ہے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے
ارشاد فرمایا کہ بندہ بعض دفعہ ایک بات کہتا ہے جسمیں اُسکو
کوئی بات نہیں معلوم ہوتی تو اُسکو جہنم میں مابین مشرق ومغرب سے
زیادہ گہرے درجہ میں ڈالا جاویگا ابو ہریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں فرمایا حضور نے کہ بندہ بعض دفعہ کوئی بات اللہ
کی خوشی کی کہتا ہے جسکی اُسکو قدر نہیں ہوتی حق تعالیٰ
اُسکی وجہ سے اُسکے بہت درجے بلند فرما دیتے ہیں
اور بعض دفعہ کوئی بات اللہ کی ناراضی کی کہتا ہے
جسکی اُسکو پرواہ بھی نہیں ہوتی مگر اُسکی وجہ سے
جہنم میں جھونکا جاوے گا۔

فترجمة البخاری وتفسیر جامع البیان
یدلان صراحة مع هذین الحدیثین
ان بعض الاعمال قد یکون موجباً
لبطلان الاعمال فای شناعة یلزمه
وفرق بین هذا القول وقول المعتزلة
والخوارج فانهم یقولون ان الکبائر
یخرج العبد من الایمان فاما یدخله فی الکفر
کما هو رای الخوارج اولا یدخله فی الکفر ویثبت
منزلة بین المنزلتین وهو قول المعتزلة
بخلاف تلک المقالة فانها تدل علی الحبط
بدون رفع الایمان ویستانس هذا من تلک
الآیة الکریمة ایضاً فان الله تعالیٰ صدرها
بقوله یاایها الذین اٰمنوا تنبیهاً علی ان ذلک
الحبط یکون مجامعاً مع الایمان
وذیلها بقوله وانتم لا تشعرون
اشعاراً علی ان هذا لا یدخله فی الکفر
لعدم تعمد الکفر ولا یبعد ان یکون
الامر هکذا لان الله تعالیٰ مهما ذکر
الحبط فی غیر هذه الآیة فاما قارنه
بخسران فی الدنیا والآخرة او الخلود
او عدم اقامة الوزن وغیر ذلک
من الوعید وفی هذه الآیة لم
یذکر کذلک ونحن نعد الآیات
حسبما ادی الیه نظری۔ قال الله

پس بخاری کا ترجمۃ الباب اور تفسیر بیان القرآن ان
دونوں حدیثوں کے ساتھ ملکر صراحۃً اس بات پر
دلالت کرتے ہیں کہ بعض اعمال کبھی دوسرے اعمال کیلئے
موجب ابطال ہوجاتے ہیں پس اس بات کو مان لینے
میں کونسی خرابی ہے اور اس قول میں اور معتزلہ و خوارج
کے قول میں بڑا فرق ہے کیونکہ وہ قائل ہیں کہ کبائر بندہ
کو ایمان سے نکال دیتے ہیں پھر یا تو وہ کافر ہوجاتا ہے
جیسا کہ خوارج کی رائے ہے یا یہ کہ کفر میں بھی داخل نہیں
ہوتا اور ایمان و کفر کے بیچ میں ایک مرتبہ نکل آتا ہے یہ
قول معتزلہ کا ہے یہ سب اس مذکورہ بالا قول کے خلاف
ہیں کیونکہ اس قول سے صرف حبط عمل پر دلالت ہوتی ہے
نہ کہ زوال ایمان پر اور اسکے لئے اشارہ اس آیت میں
بھی موجود ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اس آیت کو اس
قول سے شروع فرمایا ہے یاایھا الذین اٰمنوا (اے
ایمان والو) جس سے اس امر پر تنبیہ ہوتی ہے
کہ یہ حبط عمل ایمان باقی رہنے کی حالت میں ہوتا
ہے اور اخیر میں یہ قول بڑھایا وانتم لاتشعرون
(اس حال میں کہ تم جانتے بھی نہو) یہ بات
بتلانے کے لئے کہ یہ جہر کفر میں بھی داخل نہ کریگا
کیونکہ کفر کا قصد نہ تھا اور کچھ بعید نہیں کہ یہ حبط عمل
اسی طرح یعنی بدون زوال ایمان ہو کیونکہ حق تعالیٰ
نے اس آیت کے سوا جہاں کہیں بھی حبط عمل کا ذکر
فرمایا ہے وہاں ساتھ ساتھ خسران دنیا و آخرت
کا یا دائمی دخول جہنم کا یا وزن نہ ہونیکا یا اور کسی
وعید شدید کا ذکر ضرور کیا ہے اور اس آیت میں ایسی کوئی
مذکور نہیں (اب میں اپنی وسعت نظر کے موافق
آیتوں کو شمار کرتا ہوں) حق تعالیٰ

۳۷

تعالیٰ ومن یرتدد منکم عن دینه
فیمت وهو کافر فاولئك حبطت
اعمالهم فی الدنیا والاخرة الخ (سیقو
رکوع ۱۱) ومن یکفر بالایمان فقد
حبط عمله الخ (لا یحب الله رکوع ۵)
ویقول الذین آمنوا اهؤلاء الذین اقسموا بالله
جهد ایمانهم انهم لمعکم حبطت اعمالهم الخ (لا یحب الله
رکوع ۱۲) اولئك الذین لیس لهم فی الآخرة الا النار
وحبط ما صنعوا فیها وباطل ما کانوا یعملون
(ومامن دابة فی الارض رکوع ۲) ما کان
للمشرکین ان یعمروا مساجد الله شاهدین علی
انفسهم بالکفر اولئك حبطت اعمالهم الخ (براءت
رکوع ۹) وخضتم کالذی خاضوا اولئك
حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة
(براءت رکوع ۱۵) اولئك الذین
کفروا بآیات ربهم ولقائه فحبطت
اعمالهم (قال الم اقل لك رکوع ۳)
لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من
الخاسرین (فمن اظلم رکوع ۴) والذین
کفروا فتعسا لهم واضل اعمالهم ذلك
بانهم کرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم
(حم رکوع ۵) بل اقول القول بعدم حبط
الاعمال هو قول المرجئة الذین یقولون
لا یضر مع الایمان معصیة فالظاهر

فرماتے ہیں اور جو کوئی پھر جائے تمھارے میں
سے اپنے دین سے اور مر جائے کافر ہو کر پس
ان لوگوں کے اعمال اکارت ہو گئے دنیا و آخرت
میں (سیقول رکوع ۱۱) اور جو کوئی ایمان کا انکار
کرے ان کے اعمال اکارت ہو گئے (لا یحب اللہ
رکوع ۵) اور مسلمان لوگ کہیں گے ارے کیا یہی
لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے قسمیں کھایا کرتے تھے
کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں ان لوگوں کی ساری
کاروائیاں غارت گئیں (لا یحب اللہ رکوع ۱۲)
یہی لوگ ہیں جنکے لیے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں
اور جو انھوں نے کیا دنیا میں اکارت گیا اور جو کچھ کرتے تھے
فضول ہوگا (ومامن دابۃ رکوع ۲) مشرکوں کو
حق نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں
کہ اپنے نفسوں پر کفر کے گواہ ہیں ان لوگوں کے
اعمال اکارت ہو گئے (براءت رکوع ۹) اور تم نے
بھی فضول باتوں میں خوض کیا جیسا کہ پہلوں نے
خوض کیا ان لوگوں کے اعمال ضائع ہو گئے دنیا و
آخرت میں (براءت رکوع ۱۵) یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے
رب کی آیتوں کا کفر کیا اور اسکی ملاقات سے انکار کیا پس انکے اعمال
ضائع گئے (قال الم اقل لک رکوع ۳) البتہ اگر تو نے شرک کیا
تو تیرے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تو ناکاموں میں سے ہو جائے گا
(فمن اظلم رکوع ۴) اور جنھوں نے کفر کیا انکے لیے ہلاکت ہے اور
خدا نے ان کے اعمال اکارت کر دیے یہ اسلئے کہ انھوں نے کلام الٰہی
سے کراہت کی تب انکے اعمال کو ضائع کر دیا (حم رکوع ۵)
بلکہ میں کہتا ہوں کہ عدم حبط اعمال کا قول مرجئہ کا قول ہے جو کہتے
ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت مضر نہیں ہوتی پس ظاہر یہ ہے کہ

ان القول بالتخصیص او غیرہ لک غیر ضروری هذا ما ظهر نحو یدیکم صح فان فالمرجو القبول والا ارشدونی الی مواقع غلطی وامدونی الی سواء الطریق افیدونی دمتم مفیدین و مدالله ظلالکم۔ والسلام مع الاکرام

الجواب۔ یعلم ان الحبط الذی نسبتم نفیه الی اهل السنة والجماعة هو الذی یکون اثره کون الاعمال السابقة کالعدم کما یکون فی الکفر حتی یبطل صلوته وصیامه اصلا ویجب علیه الحج ثانیا ان استطاع الزاد والراحلة بعد التوبة وانتفائه عند اهل الحق لا یشك فیه والا فکیف لم یحکموا فی فتاویهم باعادة الحج مثلا بعد صدور بعض المعاصی کما حکموا بها بعد التوبة من الارتداد فالحبط الذی اثبتموه بتبویب البخاری وتعلیق السندهی ان کان هذا هو المذکور سابقا فلا نسلمه لانتهاء علیه وان کان غیره من ذهاب برکت الاعمال وثوابها کلا او بعضا فلا یضرنا فی دعوی انتفائه عن

تخصیص وغیرہ کو قائل ہونیکی ضرورت نہیں یہ وہ بات ہے جو آپ کے ناچیز خادم کے ذہن میں آئی اگر صحیح ہو تو امیدوار قبول ہوں ورنہ مجھکو مواقع غلطی سے مطلع فرمایا جائے اور مجھے سیدھا راستہ دکھایئے۔ مجھے بھی افادہ فرمایئے ہمیشہ آپ افادہ فرماتے رہیں اللہ تعالیٰ آپکا سایہ دراز کرے

جواب۔ جاننا چاہیئے کہ جس حبط کی نسبت بطور نفی کے اہل سنت والجماعۃ کی طرف کیگئی ہے وہ وہ ہے جسکا اثر یہ ہو کہ اعمال گذشتہ بالکل کالعدم ہو جائیں جیسا کہ کفر سے ہوتا ہے کہ نماز اور روزہ بالکل باطل ہو جاتا ہے اور اس پر دوبارہ حج واجب ہوتا ہے اگر طاقت زاد و راحلہ بعد توبہ کے ہو جائے۔ اور اہل حق کے نزدیک اس کے انتفاء میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ورنہ پھر انھوں نے اپنے فتاوی میں بعض معاصی موجب حبط اعمال کے صدور کے بعد اعادۂ حج کا حکم کیوں نہیں کیا جیسا کہ وہ یہ حکم بعد توبۂ ارتداد کرتے ہیں پس وہ حبط جسکو آپنے ترجمۂ باب بخاری اور حاشیہ سندھی سے ثابت کیا ہے اگر یہی مذکور بالا ہے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ دونوں اس پر دال ہیں اور اگر اسکے سوا حبط کو کوئی دوسرے معنی مراد ہیں مثلاً برکت عمل اور ثواب کا کل اعمال کے یا بعض کے ضائع ہو جانا تو یہ ہمارے دعوی

اھل الحق لانا لا ننکرہ فبقی النزاع اذن لفظیا لکنہ لا یناسب الآیۃ فان سوقہا تدل ظاھرا علی ان شان ھذا الحبط اشد من سائر المعاصی ولا اعذیۃ فی ما یشترک بینہ وبینہا وکذا ما نقلتم من الحدیثین فلا مساس لہ بالحبط اصلا وانما مدلولہما الوقوع فی المعصیۃ العظیمۃ ولا یلزمہ الحبط بشیٔ من التفسیرین واما تفسیر جامع البیان فلیس فیہ شیٔ زائد علی الترجمۃ حتی یستدل بہ علی المدعی واما ما ذکرتموہ من الفرق بین قولکم وقول المعتزلۃ والخوارج فنعم الفرق لو مست الیہ الحاجۃ ولا تمس ما لا یثبت بناءہ من الحبط ولم یثبت ولا یدل شیٔ من الآیات التی سردتموھا علی شیٔ من المقصود کما ھو ظاھر واما دلالۃ آیۃ الحجرات علی کون ھذا الحبط مجامعا للایمان فمنقوض بقولہ تعالیٰ یایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ والحال ان الایمان باعتبار الحال والحکم المقصود باعتبار المآل۔

انتفا حبط عن اہل الحق کو مضر ہو گا کیونکہ اس حبط کا ہم انکار نہیں کرتے تو اب نزاع صرف لفظی رہ گیا مگر یہ معنی ثانی حبط کے اس آیت میں مناسب نہیں کیونکہ سوق آیت کھلم کھلا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس حبط کی شان (جو جہر سے ہو) دیگر معاصی سے زیادہ سخت ہے اور جس بات میں تمام اعمال مشترک ہوں اس میں اشدیت کہاں اسی لئے جو احادیث آپ نے نقل کی ہیں اُن کو حبط سے کوئی بھی علاقہ نہیں بلکہ اُن کا مدلول تو صرف ایک بڑے گناہ میں پڑ جانا ہے اُن میں حبط کسی تفسیر کے موافق بھی لازم نہیں آتا رہی تفسیر جامع البیان تو اُس میں ترجمہ باب سے زیادہ کوئی بات نہیں یہاں تک کہ اُس سے مدعیٰ پر استدلال کیا جائے اور جو فرق آپ نے معتزلہ وخوارج کے قول میں اور اپنے قول میں کیا ہے تو وہ فرق اچھا ہی اگر اُسکی کچھ ضرورت ہوتی مگر ضرورت نہیں جبتک کہ اُس کا حبط پر مبنی ہونا ثابت نہ ہو جائے اور یہ ثابت نہیں ہوا اور جتنی آیات آپنے بیان کی ہیں وہ مقصود پر بالکل دلالت نہیں کرتیں اور یہ ظاہر ہے رہا آیت حجرات کا حبط پر دلالت کرنا ایمان کے بقاء کے ساتھ تو یہ دوسری آیت سے منقوض ہے فرماتے ہیں حق تعالیٰ اے ایمان والو جو کوئی تمہارے میں سے اپنے دین سے پھر جاوے سو بات یہ ہے کہ ایمان بالفعل کے اعتبار سے ہے اور حکم کفر آئندہ حالت کے اعتبار سے ہے۔

(باقی آئندہ)

سوال۔ میں نے لڑکی کو لڑکے کی والدہ اور پھوپی اور بہن کو اس لیئے دکھایا کہ احادیث شریفہ کی رو سے خود لڑکے کو دیکھنا درست ہے تو اسکے اقربائے نسوان کو دکھانا بھی حسب حدیث عمل ہوگا اگرچہ بعض جگہ لڑکی کو دکھانے کی رسم عرفاً معیوب سمجھی جاتی ہو مگر جو عرف کہ خلاف حدیث ہو وہ قابل عمل نہیں پس میرا یہ عمل و خیال و توجیہ درست ہے کہ نہیں اور اگر درست نہو تو بصراحت آگاہ فرمایا جاوے تاکہ عرف خلاف حدیث قابل عمل ہونے کی حقیقت از طفیل رہنمائی حضور واضح ہو

الجواب۔ یہ عرف اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حدیث سے رویت ثابت ہے نہ کہ ارائت یعنی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ لڑکی والے اس خاطب کو خود لڑکی دکھلادیں بلکہ خاطب کو اجازت ہے کہ اگر تمہارا موقع لگ جاوے تو تم دیکھ لو پس اس طرح جو عورت خاطب کے قائم مقام ہے اس کا دیکھ لینا تو اس حدیث میں حکماً داخل ہو سکتا ہے باقی یہ ہرگز حدیث کا مدلول نہیں کہ لڑکی والے اہل خاطب کو دکھلایا کریں حدیث اس سے محض ساکت ہے اگر تجربہ سے نسوان خاطب کو دکھلانا خلاف مصلحت ثابت ہو اس سے پردہ کرانیکا عرف ہرگز خلاف حدیث نہیں جیسا عورتوں کو دکھلا دینا بھی خلاف حدیث نہیں شرعاً دونوں شقوں کا اختیار ہے۔ ۳ رجمادی الثانیہ ۱۳۳۳ھ۔

سوال۔ مولنا مفتی عنایت احمد صاحب نے اپنے الکلام المبین میں امام یافعی کی کتاب مرآۃ الشیطان سے کرامات غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بڑھیا کے بیٹے کو جناب حضرت غوث الثقلین سے بہت محبت تھی اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا دنیا کے کاروبار میں کم مشغول ہوتا ایک دن اس بڑھیا نے آپ کے حضور میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو آپ کی نذر کیا اور لِلّٰہ اپنا حق اس سے معاف کیا آپ اسے تعلیم باطن فرمایئے اسلئے کہ میرے گھر کے کام میں تو یہ رہتا ہی نہیں ہر گھڑی یہیں حاضر رہتا ہے اور اس لڑکے کو خانقاہ مبارک میں چھوڑ آئی آپ نے اسے ریاضت اور سبق باطن میں مشغول کیا کبھی کبھی وہ بڑھیا اپنے بیٹے کو دیکھنے آتی تھی ایک دن آئی تو دیکھا کہ وہ بیٹا جَو کی روٹی کھا رہا ہے اور بہت حقیر و ناتواں ہو گیا ہے پھر وہ حضرت غوث الثقلین کے پاس گئی تو دیکھا کہ آپ مرغی کا گوشت کھا رہے ہیں اس نے کہا کہ حضرت آپ مرغی کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے

۶۵

لڑکے کو چنے کھلاتے ہیں آپ نے مرغی کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ اٹھ کھڑی ہو اس خدا کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کریگا فوراً وہ مرغی زندہ ہو گئی اور آواز کرنے لگی سبحان اللہ کیا رتبہ ہے اولیاء امت محمدیہ کا جناب مفتی صاحب کے نزدیک اگر یہ سند قابل اعتبار ہوتی تو اپنی تحریر میں ہرگز نہ لاتے تاہم حضور والا سے عرض یہ ہے کہ یہ سند قابل ماننے کے ہے یا نہیں۔

الجواب۔ کرامات اولیاء سے صادر ہو سکتی ہیں اسلئے اس قصہ کے مان لینے میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے بشرطیکہ اس قصہ سے کوئی اور نتیجہ خلاف شریعت اپنی رائے سے مستنبط نہ کریں۔

۲ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۶ھ

سوال۔ درمختار مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۱۰ سطر ۲۱ پر جو عبارت ہے کہ زوجہ کو خروج من البیت جائز ہے زیارت والدین کیلئے فی کل جمعۃ مرۃ الی ان قال لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اسکی توضیح مطلوب ہے مفہوم اچھی طرح سمجھ میں نہیں آیا برادری یا غیر ذی محارم میں کسی ضرورت کیلئے جانیکی اجازت عورت کو ہو سکتی ہے یا نہیں اور زیارت والدین کیلئے ہر جمعہ میں ایک دن سے زیادہ کو جانا کیا جائز نہیں یا حق نہیں اور خاوند کو ہر جمعہ میں جانے سے منع کرنے کا حق ہے یا نہیں بہر حال اس شبہ خلجان میں طبیعت واقع ہے کہ عموماً عورتیں باجازت شوہر برادری میں غمی و خوشی کی تقریبات پر جاتی ہیں اور یوں بھی ملنے ملانے کیلئے دیور یا جیٹھ یا اور کی برادری میں بھی جانا ہوتا ہے اور راتیں بھی وہیں گذرتی ہیں اور اس میں ابتلاء عوام و خواص سبکو ہے پھر اس روایت کا مطلب کیا ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب المہر ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا الی قولہ ولہ زیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ ثم الی قولہ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین والمعتمد جواز الحمام بلا تزیین اشباہ وسیجئی فی النفقۃ فی رد المحتار وان لم یکونا کذلک (ای قادرین علی اتیانہما) ینبغی ان یاذن لہا فی زیارتہما فی الحین بعد الحین علی قدر متعارف اما فی کل جمعہ فہو بعید فان فی کثرۃ الخروج فتح باب الفتنۃ خصوصاً ان کانت شابۃ والرجل من ذوی الہیئاۃ وفی رد المحتار تحت قولہ والمعتمد وحیث ابحنا لہا الخروج فیشترط عدم الزینۃ فی الکل وتغیر الہیئۃ

۷۷ [illegible]

ھی مایکون داعیة الی نظر الرجال واستمالتہم ثم قال فی الدر المختار باب النفقة ومنعھا من زیارة الاجانب وعیادتہم والولیمة وان اذن کانا عاصیین فی رد المحتار قولہ والولیمة ظاہرة ولو کانت عند المحارم لانہا تشتمل علی جمع فلا تخلو من الفساد عادة رحمتی۔ ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے **نمبر ا** جمعہ تحدید شرعی نہیں مدار عرف وضرورت پر ہے اس سے زیادہ اگر فتنہ نہو تو حرج نہیں اور اگر فتنہ ہو تو جائز بھی نہیں یا **نمبر ۲** والدہ وغیر محارم میں جانے سے نہی معلل لعلت احتمال فتنہ ہے اور فتنہ عام ہے ہر امر غیر مشروع کو جسکی تفصیل میرے نزدیک وہی ہے جو اصلاح الرسوم میں بندہ نے لکھا ہے باقی جسکے نزدیک جو فتنہ ہو مدار نہی کا وہ ہے اور علت کے ارتفاع سے معلول مرتفع ہوجاویگا **نمبر ۳**۔ جہاں جانیکی اجازت ہے مشروط ہے عدم تزین کے ساتھ اور اسکا مدار بھی وہی احتمال فتنہ ہے امید ہے کہ اب سب اشکالات اسکے متعلق رفع ہوگئے ہوں گے۔ ۶ جمادی الاخری ۳۶ھ

سوال۔ وقف علی الاولاد جائز ہے یا نہیں اسکی بابت حضور والا کی کیا تحقیق ہے اگر جائز ہے تو بکراہت یا بلا کراہت۔

الجواب۔ وقف علی الاولاد جائز ہے بلا کراہت لیکن اگر نیت خالص نہو تو کراہت ظاہر ہے اور اگر مبنی اس کا یہ خیال ہے کہ قانون میراث مضر اور نامناسب ہے تو پھر یہ فعل محض بددینی ہے

سوال۔ یابدوح کے متعلق بعض سریانی زبان میں باری تعالی کا نام بتلاتے ہیں اور بعض موکل کا نام کہتے ہیں اور یا آگو اس کے ساتھ بڑھانے کو بھی منع کرتے ہیں اسکی تحقیق جو حضور کو ہو اس سے مطلع فرمایا جاؤں۔

الجواب مجھکو کچھ تحقیق نہیں اور بدون تحقیق اسکے پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتا۔

سوال۔ کھیتی کٹوانے میں آج کل یہی عرف ہے کہ کاٹنے والے کو اسی کھیت سے کٹے ہوئے سے کچھ دیدیتے ہیں پس یہ اجارہ بسبب جہالت اور اجرت کٹنے اس چیز کے جو اجرت لینے والے کے ہاتھ سے طیار ہوئی ہے فاسد ہونا چاہیے پس اسکے متعلق امور ذیل کا جواب ارشاد فرماویں **نمبر ا** یہ اجارہ فاسد ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا کیسے **نمبر ۲**۔ بنا بر فاسد ہونے اجارہ مسطورہ کے وہ اجرت کہ جو لینے والا اس اجرت کا بعد القبض مالک ہو جاتا ہے یا نہیں **نمبر ۳**۔ بنا بر فاسد ہونے اجارہ مذکورہ کے کوئی حیلہ جواز کا ہے یا نہیں مع حرج عموم بلوی ہو اسکا اعتبار

یانہ بینوا توجروا۔ فقط

الجواب۔ جہالت کی نسبت تو یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ مجہول محض نہیں ہوتا ایک انداز
ضرور ہوتا ہے اور جہالت یسیرہ کو فقہار نے مواضع کثیرہ میں عفو کیا ہے اور قفیز طحان
کے شبہ کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے بلکہ واقع بھی ہے کہ خواہ عملاً اُس محصود میں سے دیدیتے
ہیں مگر اسکی شرط نہیں ہوتی حتی کہ اگر یوم سابق کے محصود میں سے کوئی اسی انداز
دینے لگے کوئی انکار نہیں کرتا اسلئے میں اس عمل کو جائز سمجھتا ہوں۔ ۸ جمادی الاخری ۳۴

سوال۔ والد صاحب کی ایک حقیت دوسرے شخص کے پاس رہن دخلی ہے اور بعد
کے حقیت مذکورہ کو والد صاحب نے وقف علی الاولاد کر دیا ہے اور تاحیات والد صاحب
جائداد موقوفہ پر خود قابض رہیں گے میرے پاس ایک اور حقیت ہے جسکی نسبت بوجہ
نقصانات کے میرا عرصہ دراز سے یہ خیال ہے کہ اسکو علیحدہ کر کے دوسری اچھی اور موقع
کی حقیت خرید کروں اتفاق سے اسوقت میری حقیت کا ایک شخص خریدار ہو گیا ہے مگر دو
حقیت اسوقت موقع کی موجود نہیں اور والد صاحب کی موقوفہ مرہونہ حقیت شہر کے قریب
بھی ہے اور زیادہ تر اس میں مسلمان ہی کاشتکار ہیں اور ہے بھی معافی مگر شرعی مسئلہ او
حضور والا کی رائے بغیر میں اس کام کو نہیں کر سکتا ہوں سوال یہ ہے کہ نمبر ۱۔ والد صاحب
کی موقوفہ مرہونہ حقیت کا فک رہن تو والد صاحب یا جو شخص متولی ہو وہی موافق شرائط
وقفنامہ کے کرا سکتا ہے مگر مرتہن سے رہن در رہن میں بھی کر سکتا ہوں اگر مرتہن کا روپیہ
برضامندی والد صاحب دیکر اس حقیت کو قبضہ میں کروں تو اسکی آمدنی مجھے اپنے صرف
لانا جائز ہے یا نہیں یعنی وہ آمدنی سود میں شامل ہوگی یا نہیں **نمبر ۲**۔ اگر کسی وقت اس حقیت
موقوفہ مرہونہ کا میں خود یا کوئی میری اولاد میں سے متولی ہو تو اسوقت وہ رقم جو مرتہن کو ا
زر رہن کے طور پر دیجاوے گی مجھے یا میرے قائم مقام کو حسب شرائط وقف نامہ اس حقیت کو خلا
کرنے اور اپنے متروکہ روپیہ کو واپسی کا شرعاً حق رہے گا یا نہیں والد صاحب نے وقف نا
میں اس حقیت کو فک کرانے کی یہ صورت تحریر کی ہے کہ ایک دوسری حقیت موقوفہ کو
کر کے اس حقیت کو فک کرایا جاوے اسوجہ سے اس وقت اس روپیہ سے فک کرانا تو ممکن نہیں

(باقی آئندہ)

وقف ۶۸

اور بول بالا نظر آئے اور اسی کی راہ میں عداوت اختیار کرو کہ جسکو اسکے دین کا مخالف پاؤ اس کے
دوستی کے تعلقات کو فوراً قطع کردو کہ ایسی عداوت اللہ واسطہ کی عداوت کہلاتی ہے اور چونکہ
اس عداوت و ترک تعلقات سے دین حق کو قوت پہونچتی ہے اور بد دین شخص کو باداش ملکر مجبور
دیندار بننا پڑتا ہے اسلئے یہ عداوت حق تعالیٰ کو بہت پیاری ہے۔ سچا دوست وہی ہے جو کار
خیر میں دوستانہ کرے اور یہی محبت و دوستی اللہ واسطہ کی دوستی کہلاتی ہے کہ جسکو دیندار
پایا اسکو دوست بنالیا۔ اسی محبت کو پائداری بھی حاصل ہوتی ہے کہ خوشی ہو یا غمی اور سختی ہو یا
نرمی۔ قحط کا زمانہ ہو یا سماں کا اور خلوت ہو یا جلوت بہرحال قائم رہتی ہے کیونکہ اس کا مدار
دینداری پر ہے اور زمانہ کا رنگ بدلنے سے چونکہ دینداری نہیں بدلتی اسلئے یہ محبت بھی نہیں
بدلتی۔ برخلاف دنیاداروں کی دوستی کے کہ اس کا مدار خود غرضی پر ہوتا ہے لہذا جب تک
دوست متمول و خوشحال رہتا ہے کہ زمانہ اس کا موافق ہو اور ہر طرح کا عیش اسکو حاصل ہو تو
اسکے دوست دوست بنے رہتے ہیں اور جہاں زمانہ نے رخ بدلا کہ افلاس چھایا اور مصیبت کا وقت
پڑا تو دوستوں کی دوستی بھی رفوچکر ہو جاتی ہے اور سب رخ پھیر کر اپنے گھر بیٹھ رہتے ہیں۔
پھر ایسی نفسانیت کی محبت سے نفع کیا کہ منہ دیکھنے پر ہر طرح کی تعریفیں اور دوستانہ کا
اظہار کریں اور جب خلوت و تنہائی میں ہوں تو ہزاروں گالیاں دیں اور عیب نکالیں۔
محبت وہی ہے جو سامنے اور پیٹھ پیچھے برابر ہو اور امارت و افلاس دونوں حال میں یکساں
رہے اور وہ وہی اللہ واسطہ کی محبت ہے جو دینداری کی وجہ سے قائم ہوا کرتی ہے لینے دینے
کیلئے نہیں ہوا کرتی۔ اور لینا دینا چیز ہی کیا ہے۔ دنیا میں کون ہے جو کسی کی حاجت رفع کرسکے
سب خدا کے محتاج ہیں کیا امیر اور کیا فقیر لہذا اس توقع پر کہ فلاں شخص ہماری حاجت کے وقت
کام آئیگا دوستانہ کا وسوسہ بھی نہ لاؤ۔ اپنی ساری حاجتیں حق تعالیٰ ہی سے مانگو کیونکہ اس کی
مخلوق سے۔ کہ غنی کے ہوتے ہوئے محتاج سے مانگنا عقل کے بھی خلاف ہے۔ اور اگر اس عالم
الاسباب کے اسباب پر نظر رکھے بغیر چارہ نہو اور اتنی ہمت نہو کہ اسباب سے نظر اٹھا کر قوت ایمانی
کے ساتھ مسبب حقیقی کے دروازہ پر جاکر بیٹھ سکو تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرو کہ جب کوئی حاجت
پیش آیا کرے تو مخلوق کے دروازہ پر فوراً جانے سے اپنے آپکو ذرا روکو اور اپنے قلوب حق تعالیٰ

بر داخل ہو وکہ دل کو اسکی طرف متوجہ کرکے عرض کرو کہ ہم محتاج ہیں اور ضعیف و کمزور ہیں کہ
نہ حاجت پوری ہوئے بغیر صبر آتا ہے اور نہ سبب اختیار کئے اور کسی غنی و مالدار کے دروازہ پر
جاکر دست سوال پھیلائے بغیر اطمینان ہوتا ہے لہذا ہماری مدد فرمائیے اور مختلف دروازوں
پر ڈھونڈنے کی ذلت و خواری سے بچا لیجئے جس دروازہ سے ہماری حاجت پوری کرنی آپ نے
مقدر فرمائی ہے اسکو ہمارے قلب میں القا فرما دیجئے تاکہ ایک ہی بار سوال کرنے سے حاجت
پوری ہو جاوے اور در بدر مارے نہ پھریں۔ اگر ایسا کروگے تو حاجت روائی کی مختلف صورتوں میں
سے کسی خاص صورت کو اور جہات مختلفہ میں سے کسی خاص جہت سے طلب کرنیکو تمہارے
قلب میں القا فرما دیگا کہ فلاں تجارت کرو یا فلاں شخص کے پاس جاکر نوکری کی درخواست
کرو یا کھیتی کرو یا فلاں کسب کو ذریعہ معاش بناؤ۔ اور اس صورت میں اس جہت معلومہ
وصورت مخصوصہ کا اختیار کرنا تمہارے لئے منجانب اللہ ہوگا نفسانی و شیطانی نہ رہیگا
اور سبب کا اختیار کرنا تعمیل ارشاد خداوندی ہو جائیگی حرص و ہوس اور نظر بر خلق کے درجہ میں
نہ رہیگا۔ پس اگر اس جہت معلومہ سے تمکو کچھ ملگیا تو یہ ملنا بھی منجانب اللہ ہوگا منجانب الخلق
نہوگا اور اگر نہ ملا تو نہ ملنا بھی منجانب اللہ ہوگا منجانب الخلق نہوگا۔ بہرحال وہ جو دنیا داروں کی
کوتاہ نظری ہوتی ہے کہ سبب کو موثر حقیقی سمجھکر دینا اور نہ دینا مخلوق ہی کا فعل سمجھتے ہیں اور
اسی لئے اگر ان کو ملتا ہے تو دینے والے کی حد سے زیادہ تعریفیں کرکے گویا اسکو خدا سمجھ لیتے ہیں
کہ خدا کا شکریہ بھولکر بھی ادا نہیں کرتے اور ان کی خاطر دین و مذہب اور نماز و جماعت تک کو
کھو بیٹھتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو اسکی مذمتیں کرتے ہجو یہ قصیدے لکھتے اور اسکی جان و مال آبرو
و ناموس کے دشمن بنجاتے ہیں اس کوتاہ نظری سے تمکو نجات ملجائیگی اور اصل حقیقت تک نگاہ
جائیگی کہ کوئی دیگا تو سمجھوگے کہ اسی جہت سے دلوانا چونکہ خدا نے روز ازل میں مقدر
فرما دیا تھا اس لئے اب عالم ظہور میں اس کا اظہار فرما دیا اور اگر کوئی نہ دیگا تو سمجھوگے کہ
اس جہت سے ملنا مقدر نہ تھا اور سوال کا خالی جانا سبب نیل مرام اسکے ورے۔ پس ہونا مقدر
ہوا تھا اسلئے تقدیر پوری ہو کر رہی اور کچھ نہ ملا۔ یہ درجہ ادنی ہے اور ضعیف الایمان لوگوں کے
لئے ہے کہ شرک بالخلق سے تو نجات ملجائے باقی اعلی درجہ وہی ہے جو اللہ والوں کو نصیب ہے

۶۰

کہ انھوں نے روزی و رزق و معاش کے جملہ افکار کو اپنے دلوں ہی سے نکال باہر کیا اور سمجھ لیا
کہ رزق کا پہونچنا تو اپنے وقت معین پر مقدر ہو ہی چکا ہے۔ پس اگر پریشان ہوں تب کچھ نفع نہیں
اور مطمئن دست سوال کو روکے ہوئے بیٹھے رہیں تب کچھ مضر نہیں۔ جو چیز جس مقدار میں اور جس وقت
پر ہمیں پہونچنی مقدر ہے وہ پہونچے بغیر رک نہیں سکتی اور ہماری طلب سے قبل از وقت یا بیش
از قسمت مل نہیں سکتی لہذا انھوں نے معاش کی طلب ہی کو ترک کر دیا کہ جو چیز خود ہماری طالب
ہے ہمیں اسکا طالب بننا عمر عزیز کا برباد کرنا اور فضول احمق بننا ہے۔ بلکہ کام وہ کرنا چاہئے جو مفید
کار آمد ہو اور وہ آقا کے در کی جبہ سائی اور شاہنشاہ کے آستانہ کی غلامی ہے لہذا روزی کی تلاش
کو چھوڑ کر اپنے حقیقی بادشاہ کے آستانہ پر جا ڈیرہ لگایا کہ اسی کو وطن سمجھا اور اسی کو جائے قیام
آخر اس کا فوری ثمرہ تو یہ ملا کہ حق تعالیٰ شانہ کے فضل اور اسکے قرب اور اسکے علم کی بدولت ہر شئے سے مستغنی بے نیاز
بن گئے کہ نہ دنیا کی طلب باقی رہی نہ آخرت کی۔ نہ کھانے کی طلب رہی نہ پانی کی۔ نہ عورت کی طلب
رہی نہ اولاد کی۔ نہ مال کی طلب رہی نہ جاہ کی۔ نہ راحت کی طلب رہی نہ حشم و خدم کی۔ سب سے
بے پروا ہو گئے اور اس بے پروائی کے سبب اطمینان و سکون کی وہ لذیذ و راحت بخش زندگی
ملی جسکو حیوۃ طیبہ اور بالطف زندگی کہا جاتا ہے کہ لاکھوں افکار اور ہزاروں پریشانیوں اور
سیکڑوں مصائب و آلام سے چھٹکارا ملگیا۔ اور جب یہ حالت کامل ہو گئی اور امتحان میں پختہ
اترے کہ درحقیقت آستانہ حق کو وطن بنایا اور وہاں سے ہٹنا جانا ہی نہیں تو ہر قسم کے سامان
و اسباب عزت ان کے سامنے ہاتھ باندھکر خود حاضر ہونے لگے اور قبلہ مخلوقات بنگئے کہ وہ
امرا و سلاطین جن کے دروازوں پر کوتاہ نظر لوگ جا کر بوسے دیا کرتے اور ان کو حاجت روا
سمجھا کرتے تھے مستمندانہ و نیازمندانہ ان کے آستانہ پر حاضر ہونے لگے بلکہ حجرہ شریفہ میں
داخل ہوتے اور جوتیوں کی جگہ بیٹھنے کی جگہ مل جانیکو سرمایہ عزت و وسیلہ کامگاری و مراد برآری
سمجھنے لگے۔ آخر محتاج خلق نہ بننے کا یہ ثمرہ دنیا ہی میں نظر آگیا کہ مخلوق ان کی محتاج بنی اور وہ
مخلوق کے محتاج الیہ بنے۔ آفاق عالم سے جوق جوق مخلوق آ آکر انکو گھیرنے لگی۔ انکی دعاؤں کو سرمایہ
زندگانی سمجھنے لگی۔ ان کی ذرہ برابر توجہ کو مایہ الافتخار قرار دینے لگی اور ان کی ایک نظر کو مسیحی نفس
اور روح بخش جاننے لگی۔ آخر یہ کیوں؟ اسلئے کہ انھوں نے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف

رخ کرنا گناہ سمجھا اور شاہی دروازہ کا پڑاؤ ترک کر کے غلاموں کی جھونپڑیوں کو چومنا ذلت وحقارت اور نادانی وحماقت جانا۔ ان کو اگر ناز ہوا تو اسی پر کہ جمال محبوب نظر آیا اور فخر ہوا تو اسی پر کہ کوچۂ معشوق تک رسائی ہوئی۔ ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است		افتم بہ پائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را		کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

الغرض چونکہ جانچ کے بعد معلوم ہو گیا کہ اب انکا پاؤں کوچۂ محبوب سے ڈگنے والا نہیں اور ان کا ہاتھ دامن مطلوب سے چھوٹنے والا نہیں تو حق تعالیٰ نے اپنی سفارت ونیابت رسالت و ہدایت خلق واصلاح وتربیت انس وجن کی خدمت پر ان کو مامور فرمایا اور رشد وہدایت کے درجہ میں قبلہ مخلوقات بنکر اپنے بادشاہ کے دربار میں مخلوق کو داخل کرنے کیلئے خطیب قرار پائے اور شیخ طریقت بنکر مسند خانقاہ و منبر وعظ پر سایہ افگن ہوئے کہ ان کے دلوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر بادشاہ تک پہونچاتے اور حاضر دربار کر کے ان کے لئے قبولیت وخوشنودی کے خلعتوں کا گڑگڑا گڑگڑا کر اس سے سوال کرتے ہیں کہ ان کو تو مقبول بنا ہی لیجئے کہ آپ کے دروازہ تک آجانیوالا محروم نہیں رہا کرتا۔

ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے سچے بندے جنکی شان بندگی محقق ہو چکی ہے حق تعالیٰ سے نہ دنیا طلب کرتے ہیں نہ آخرت بلکہ اس سے صرف اسی کو مانگتے ہیں کہ بس تو حاصل ہو جا۔ اگر تو ملگیا تو سب کچھ ملگیا اور تیرے بغیر تو دنیا وآخرت تاریک اور عالم اندھیرا ہے ؎

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ		جنت است آں گرچہ باشد قعر چاہ
با تو دوزخ جنت است اے جانفزا		بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

اور اسی کی دھن میں مر مٹتے ہیں کہ شریعت کا دامن اس مضبوطی کے ساتھ پکڑتے ہیں جو سوتے میں بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور محو وصحو وسکر وہوش کسی حال بھی وسوسہ خلاف شریعت دل میں نہیں آتا۔ بدن کے اعضا کو طاعت میں الگ کھپاتے ہیں اور دل کو اس کی دھن اور جستجو میں جدا مشغول رکھتے ہیں غرض ہر ممکن سے ممکن طریق اور دشوار سے دشوار محنت اس کی طلب میں برداشت کرتے ہیں۔

مہر کے ذمہ دار بنتے ہیں عورت کا نان نفقہ اپنے سر لیتے ہیں اور یہ بات طبعاً وعرفاً مسلم ہے کہ دینے والا فاضل اور لینے والا مفضول ہوتا ہے اسی معنی کر حدیث میں وارد ہے الید العلیا خیر من الید السفلی یعنی اونچا ہاتھ (دینے والا) بہتر ہے نیچے ہاتھ (لینے والے) سے جب ان دونوں دلیلوں سے مرد کی افضلیت عورت پر ثابت ہوگئی تو عورت کی مفضولیت کو علیحدہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فاضلیت اور مفضولیت امر نسبی ہے جیسے فوقیت اور تحتیت یعنی ایک چیز کا دوسری چیز سے اونچا ہونا جب اونچی چیز کا اونچا ہونا ثابت کر دیا تو نیچی چیز کے نچائی کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسواسطے مرد کی فضیلت کے بیان کے بعد عورت کی مفضولیت کے بیان کے لئے کوئی لفظ نہیں ارشاد فرمایا کیونکہ وہ ثابت ہو چکی ہاں اک ف سے اسکی طرف اشارہ کر دیا کہ مرد کی افضلیت کا نتیجہ یہ ہے کہ عورت مفضول ہو اس کے ان فرائض کا بیان فرمایا جو عورت کے ذمہ بلحاظ مفضولیت کے عائد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں فالصلحت قانتات حفظت للغیب بما حفظ اللہ یعنی جبکہ مرد حاکم اور عورت محکوم قرار پاچکی تو فرائض محکومیت یہ ہیں کہ عورتیں دبکر رہنے والی ہوں اور غائب از نظر چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوں۔ مرد کی فضیلت کی بنا دو باتوں پر تھی ایک بما فضل اللہ یعنی فضیلت بعض افراد نوع بعض پر فطری ہونا اور اسی بنا پر مرد میں قوای دماغی وجسمانی عورت سے زیادہ ہونا دوسری بما انفقوا یعنی خرچ انکا ذمہ دار ہونا اسواسطے عورت کی خوبی کی بنا بھی دو باتوں پر ارشاد فرمائی اول کی مقابل اول اور دوم کے مقابل دوم جب مرد حاکم ہے تو عورت کو اسکے سامنے محکوم ہو کر رہنا چاہئے یعنی دبکر اور چھوٹا بنکر یہ قانتات کے معنی ہیں اور جبکہ خرچ کی ذمہ داریاں مرد پر ہیں تو اس کا انتظام اور ڈھنگ عورت کے ذمہ ہے یہ حاصل ہے حفظت للغیب کا اس چھوٹی سی آیت میں حق تعالیٰ نے گویا اصلاح تعلقات زوجین کے گر تعلیم فرما دیئے ہیں جملے بہت ذرا ذرا سے ہیں لیکن انکی قدر جب معلوم ہو سکتی ہے جبکہ اس مدعی عقل کی تحقیق سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے جس سے ہمنے مضمون کو شروع کیا ہے۔ جسپر بمصداق اندھوں میں کانے راجہ کے تمام مجمع نے اتفاق کیا تھا گویا اسکو انتہائی تحقیق مان لیا تھا جو درحقیقت اتنی لچر تھی کہ جس دلیل سے دیگر اہل مجمع کی رایوں کی تغلیط کی تھی اس سے یہ خود مندارد ہو جاتی ہے خانہ جنگی کی جو وجہ اہل مجمع بیان

۴۱

کرتے تھے اُسپر یہ توجیہ بجگر صاحب نقض کرتے تھے کہ اگر یہ وجہ واقعی ہے تو جہاں یہ وجہ موجود
نہو وہاں خانہ جنگی بھی نہونا چاہیئے حالانکہ اسکے خلاف ہم دکھا سکتے ہیں لہذا یہ سب رائیں
غلط ہیں اور وجہ ہے تو یہ کہ شادی والدین کے رای سے ہوتی ہے بلکہ انتخاب سے نہیں ہوتی
تعجب ہے کہ مدعی کو اور اسکے ساتھ ساری مجمع کو یہ یاد نہ رہا کہ جہاں ہمیشہ ہی زوجین کی رائے سے ہونیکا
رواج ہے وہاں خانہ جنگی کی یہ نوبت ہے کہ خاوند کو زہر خورانی کے مقدمات اُس سے زیادہ کہیں یہاں
بھی نہیں ہوتے۔ الزامیہ رای اس طرح غلط ہوئی اور تحقیقاً اس طرح کہ انسانی تمدن قائم ہونے کی
بنا فطرۃ اُس قوت پر ہے جس سے ایک انسان دوسرے کا لحاظ کرتا ہے جسکا نام حیا ہے یہی
قوت ہے جس سے باپ بیٹے میں تعلق قائم رہتا ہے اور یہی وہ قوت ہے جس سے احباب میں میل
رہتا ہے اور یہی وہ قوت ہے جس سے ایک صاحب خانہ اجنبی مہمان کو بھی رد نہیں کر سکتا اگر حیا
نہ ہے تو باپ نافرمان بیٹے کا کچھ بھی نہیں کر سکتا اور یہی آنکھ کی پلک نہو تو باہمی محبت کے سلسلے
بالکل مفقود ہو جاویں بلا اسکے کون کسی سے لجے اور خاطر داری کرے جو احباب کے تعلقات
کی اصل ہے۔ اسی واسطے کہا ہے اذا لم تستحی فافعل ما شئت یعنی جب حیا نہ رہے تو جو بھی
کر گذرو کم ہے جبکہ یہ مدعی اول دن سے زوجین میں سے ایسے فطرتی جوہر کو سلب کرتا ہے جو
اصل الاصول ہے تمام بہبودیوں کا اور تمام تعلقات کا پھر نباہ کی امید رکھنا اور اس کو تعجب
موضوع بنا اتفاق قرار دینا سوائے اسکے کیا ہے کہ ع ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت دماغ بیہودہ
پخت و خیال باطل بست۔ اور قرآنی تعلیم دیکھئے کہ مرد و عورت کے ذمہ داریاں اور حقوق تقسیم
فرما دیئے جب ان میں خلل پڑیگا تو نظام معیشت میں خلل پڑیگا اور خانہ داری مبدل بخانہ جنگی
ہو جاوے گی۔ اسمیں مرد کا فطرتی جوہر حکومت اور چیرہ دستی اور عورت کا جوہر غالب حیا سب
بحال ہے بلکہ اور ترقی پذیر ہو گئے لفظ بما حفظ اللہ کیا ہی گٹھا ہوا لفظ ہے یعنی عورتیں حافظات
للغیب کیوں ہیں اُس قوت کی وجہ سے جسکو حق تعالی نے ان میں ودیعت رکھا ہے مطلب یہ ہے
کہ یہ تعلیم شرعی مطابق فطرت بھی ہے وہ فطری جوہر ضائع کرنے کی چیز نہیں بلکہ وہی ان شرعی
امور کیلئے معین ہے۔ ذرا سے غور سے اس تعلیم کی خوبیاں واضح ہو جاتی ہیں جسمیں طول دینا غیر
ضروری ہے خلاصہ یہ ہے کہ آیت نے اصلاح معاملہ زوجین کیلئے امور خانہ داری کو گھر کی دونوں

۴۲

رکن یعنی مرد و زن پر تقسیم فرمادیا نہ اس طرح کہ دونوں برابر ہوں بلکہ اس طرح کہ ایک کو حاکم اور دوسرے کو محکوم قرار دیا اور یہ دونوں یعنی تقسیم کام اور فاضلیت مفضولیت ہر کام کیلئے جو شرکت کچھ افراد کے انجام پاتا ہو امر فطری اور طبعی ہیں تو یہ تعلیم عین مطابق فطرت ہوئی جبکہ اصلاح خانہ داری کی بنا اسپر ہوئی تو فساد خانہ داری کی بنا اس کے نہونے پر ہوگی تو خانہ بربادی اور نزاع کی وجہ یہ ہونگی تقسیم کام نہ رہنا یا تقسیم شرعی کے برعکس مرد پر عورت کا کام اور عورت پر مرد کا کام پڑجانا یا مرد کی حکومت اور عورت کی محکومیت نہ رہنا اس طرح کہ حکومت کسی کی بھی نہ رہے یا رہے اور قلب موضوع کے ساتھ یعنی عورت حاکم اور مرد محکوم ہو جاوے۔ اب دعوے کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جسکا جی چاہے غور کرکے دیکھ لے جس گھر میں اس تجویز پر عمل ہوگا کبھی خانہ بربادی اور خانہ جنگی کی نوبت نہیں آسکتی اور وہ دلیل جس سے تمام مدعیان کی تجاویز دھوتی نہیں اسکا رد نہیں کرسکتی۔ یہانتک کے بیان سے تعلیم شرعی کی خوبی بمقابلہ تجاویز عقلاء زمانہ کے دکھلائی گئی اور تعلیم شرعی نہایت اجمال کے ساتھ بیان ہوئی جس سے ایک سمجھدار آدمی غور کے بعد نتائج حسب دلخواہ نکال سکتا ہے لیکن چونکہ مضمون قوت العیال مستورات کے واسطے ہے اسواسطے ضرورت ہے کہ اسکو کسی قدر شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا جاوے تاکہ اس مرض عام یعنی خانہ جنگی کی اصلاح میں کارآمد ہوسکے۔

یہ تو معلوم ہوچکا کہ تعلیم شرعی کی رو سے خرچ کا ذمہ دار مرد اور انتظام کے ذمہ دار عورت قرار پائی ہے۔ نیز حکومت مرد کیلئے اور محکومیت عورت کیلئے مقرر ہوئی۔ یہ قوانین ہیں جنپر نظم و نسق گھر بار کا موقوف ہے ان کے قیام کے ساتھ حسن معاشرت ہے **شعر**۔

زن نیک و فرمانبر و پارسا کند مرد درویش را پادشاہ

اور ان میں اختلال سے عورت و مرد دونوں کے واسطے زندگی وبال جان اور اس کا مصداق ہے۔ **شعر**۔ زنہار از قرین بد زنہار ✦ وقنا ربنا عذاب النار

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان قوانین کی غایت یعنی غرض گھر کی صرف دنیوی اصلاح نہیں ہے بلکہ دینی اصلاح بھی مد نظر ہے بلکہ غرض اصلی اصلاح آخرت ہی ہے اور یہ ان قوانین کی خوبی ہے کہ اصلاح آخرت کے ساتھ ضمناً اور تبعاً اصلاح دنیا ایسی ہو جاتی ہے کہ دیگر کسی اس قانون

۴۳

سے جو بالقصد اصلاح دنیا کے لئے بنایا گیا ہو نہیں ہوتی۔ ہمکو یہاں انشا پردازی اور عبارت آرائی منظور نہیں اس واسطے ان قوانین کے اختلال کی فرضی اور امکانی صورتیں نہیں بیان کریں گے بلکہ واقعات میں تتبع کرکے وہ صورتیں بیان کریں گے جو مسلمانوں میں آجکل موجود ہیں جنکی وجہ سے خانہ جنگی کا مرض عالم گیر ہو رہا ہے اور کوئی گھر بھی الا ماشاء اللہ اس سے خالی نہیں اور ہر مضمون کو اس طرح بیان کریں گے جس سے دنیا و دین دونوں کی اصلاح پر نظر رہ سکے۔

مرد کے لئے حکومت ثابت ہونا نہ صرف شرعی قانون ہے بلکہ عرفاً اور طبعاً اور تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ آجکل مردوں نے اسکے استعمال کے طریقوں میں ایسا خبط کیا ہے کہ افراط و تفریط ہو جانے اور بے موقعہ استعمال کیوجہ سے ہرگز اسپر وہ نتائج مرتب نہیں ہوتے جنکے واسطے حق تعالیٰ نے اسکو طبیعت میں ودیعت رکھا تھا بلکہ اسکی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک انسان کو کبھی تو ہفتہ بھر کھانے کو نہ دیا جاوے اور کبھی ہفتہ بھر کی خوراک ایکدم کھلا دیجاوے ظاہر ہے کہ کھانا جس ضرورت کے واسطے ہے وہ ضرورت اس سے پوری نہیں ہوتی بلکہ وہ کھانا اور نہ کھانا دونوں ہلاک کرنے والے ہیں۔ دوسرے مثال اسکی یہ ہے کہ بچہ کو پیار کی بھی ضرورت ہے اور مار کی بھی لیکن اگر دونوں کو بیقاعدہ استعمال کیا جاوے تو دونوں بیکار بلکہ مضر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی مردانگی اور حکومت کو جب بے موقع استعمال کیا جاویگا تو کبھی گھر والے شوخ چشم اور بے باک اور بیحیا ہو جاویں گے اور کبھی بددل اور ناامید اور یہ دونوں خانہ داری اور تدبیر منزل کیلئے مضر ہیں بلکہ اسپر عمل چاہیئے ع

درشتی و نرمی بہم دربہ است چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

آجکل مردوں کا عمل اس کا مصداق ہے۔ شعر

لا تقربوا الصلوٰۃ زہمہ انجا طرات وز امر یاد ماند کلوا واشربوا مرا

یہ سن لیا ہے کہ مرد حاکم ہے اور عورت پر اسکے بہت حقوق ہیں اور یہ نہیں سُنا کہ محکوم کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں خود قرآن پاک میں ہے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی عورتوں کے حقوق بھی اُتنے ہی ہیں جتنے مرد کے حقوق اُن کے ذمہ ہیں۔

(باقی آئندہ)

الاحکام الوقتیہ

متعلق ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

نمبر ۱ (متعلق حج) عوام الناس میں جمعہ کے روز کے حج کا لقب حج اکبر مشہور ہے سو یہ شریعت میں لفظی تحریف کرنا ہے کیونکہ اطلاقات شرعیہ میں حج اکبر مطلق حج کو کہتے ہیں عمرہ سے ممتاز کرنے کیلئے جسکو حج اصغر کہتے ہیں اور قرآن مجید میں جو شروع سورۂ برارت میں یوم الحج الاکبر آیا ہے وہاں یہی تفسیر ہے اب اس اصطلاح مخترع سے احتمال ہے تفسیر میں غلطی کا اور عوام اس کے اہتمام میں بھی بہت غلو کرتے ہیں یہ شریعت میں تحریف معنوی یعنی بدعت ہے البتہ حج یوم جمعہ کی فضیلت کا انکار نہیں ایک بڑی فضیلت یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج جمعہ کے روز واقع ہوا تھا مگر عوام کی زیادات یہ محض بے اصل ہیں۔

نمبر ۲ (متعلق صوم) یکم ذی الحجہ سے نویں تک روزے رکھنا مستحب ہے اور انکی یہ فضیلت آئی ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبد لہ فیھا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر۔ رواہ الترمذی خصوص نویں کے روزہ کی خاص فضیلت ہے چنانچہ حدیث میں ہے عن ابی قتادۃ فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صیام یوم عرفۃ احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ والسنۃ التی بعدہ وصیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ رواہ مسلم۔ اور نویں کا تنہا روزہ رکھنا بھی جائز ہے

(تنبیہ ضروری) عوام مطلقاً نفل روزہ تنہا رکھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں یہ خیال بالکل غلط ہے جز ان ایام سے جو کفار کے یہاں معظم ہیں جیسے شنبہ یا یکشنبہ یا محرم کی دسویں تاریخ یا اہل کتاب کے نزدیک معظم ہیں جیسے نوروز و مہرجان یا برج حمل و میزان میں اول ...

شمس کی تاریخیں ہیں کہ آتش پرستوں کے نزدیک معظم ہیں اسی طرح اور کوئی دن یا تاریخ کسی فرقہ کفار کے نزدیک معظم ہو بجز ایسے ایام کے اور کسی دن یا تاریخ کا تنہا روزہ رکھنا مکروہ نہیں کذا فی الدر المختار و رد المحتار (تنبیہ دوم) احقر اشرف علی اس سے قبل محرم کی دسویں تاریخ کے تنہا روزہ کے استحباب کا فتویٰ دیتا تھا در مختار کی روایت پر مطلع ہو کر اس سے رجوع کرتا ہے اور اب فتویٰ دیتا ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا بھی روزہ رکھے تو مستحب ہے اور صرف دسویں کا مکروہ ہے اس کو میں نے اپنے رسالہ ترجیح الراجح کے حصہ چہارم میں بھی درج کر دیا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک الرجوع۔

نمبر ۳ اگر قربانی کے دنوں میں کوئی بچہ پیدا ہو تو اسکے عقیقہ کے لئے قربانی ہی کے جانور میں حصہ لے لینا جائز ہے اگر لڑکا ہو تو دو حصے لے اور اگر لڑکی ہو تو ایک لے اور چونکہ عقیقہ ساتویں ہی دن ہونا ضروری نہیں لہذا اگر قربانی کا دن پیدائش سے دوسرے یا تیسرے چوتھے یا پانچویں یا چھٹے یا آٹھویں نویں دسویں الخ دن آوے تو بھی قربانی کے جانور میں اس کے لئے حصہ لے لینا جائز ہے۔

نوٹ - بقیہ نماز عید و قربانی وغیرہ کے مفصل احکام الامداد دسمبر جلد اول میں اور دعوات عبدیت حصہ ششم کے اول وعظ میں اور بہشتی زیور حصہ سوم میں ملاحظہ ہوں +

امر برقمہ
اشرف علی عفی عنہ

ضروری اطلاع

اگرچہ کانپور لکھنؤ دہلی کے بڑے بڑے تاجروں نے بالاتفاق بوجہ گرانی کاغذ کتابوں کا نرخ بھی گران کر دیا ہے جو نہایت ضروری تھا لیکن **مطبع امداد المطابع** نے اپنی مطبوعہ کتب مندرجہ ذیل کا نرخ محض خریداران **الامداد** کے لئے بدستور سابق ایک ثلث کی کمی کے ساتھ رکھا ہے۔

(۱) **تربیۃ السالک حصہ دوئم** } یہ ذخیرہ بہا مجموعہ ہے اُن جوابات کا کہ جو اصلاح باطن کے متعلق حکیم الامۃ حضرت مولانا سے مستفید ین کے خطوط کے جواب میں
اصلی قیمت (۶) رعایتی (۴) } انکو غلطی سے نکالنے والے اور تشویش و کلفت سے بچانے والے امر حق تک پہونچانے والے اور شفا و جمعیت بخشنے والے ارقام فرماتے ہیں

(۲) **ہفت اختر** یعنی مجموعہ مواعظ و ملفوظات } حضرت مولانا مدظلہم العالی کو ارشادات وافادات ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ اصلی قیمت ۸ رعایتی ۴ } میں جو ملکہ تامہ حاصل ہے اُس سے اسلامی حلقہ بے خبر نہیں لیکن رمضان المبارک وہ ماہ ہے کہ جسمیں مبداء فیاض سے عامہ مومنین کے قلوب پر بھی الا ماشاء اللہ رحمت برستی ہے تو جو قلوب پہلے سے منور ہیں وہ نورٌ علیٰ نور کا مصداق ہو جاتے ہیں اس بنا پر ان مواعظ کے مضامین بھی دریائے معارف کے گوہر ہیں اور مواعظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں اور اُن میں تمام مہمات اعمال کی حقیقت و روح کو بیان کیا گیا ہے

(۳) **معمولات اشرفی** } جسکو اخلاق و عادات نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عملی صورت میں دیکھنے ہوں اور جسکو انضباط اوقات شرعی قواعد کے ساتھ کرنا ہو اُس کے
اصلی (۶) رعایتی (۴) } لئے یہی ایک کتاب ہے جو رہبر بن سکتی ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا کے متوسلین و ناظرین کیلئے بیحد النفع ہے

(۴) **التکشف عن مہمات التصوف** } جسکو حضرت مولانا مدظلہم العالی نے پانچ جلدوں میں
اصلی قیمت (۱۲) رعایتی (۸) } تحریر فرمایا ہے جسمیں فن تصوف کا کوئی مسئلہ باقی نہیں جسمیں مفصل کلام نہ ہو آج تک اس فن میں ایسی جامع کوئی کتاب نہیں جسمیں نہایت لذیذ و علم فہم معرفت بھری ہو

(۵) **دعوات عبدیت** حضرت مولانا کے وہ مواعظ جو اکثر سفر و حضر میں ہوئے ہیں خاص اہتمام سے ضبط کر کے بعد نظر ثانی حضرت ممدوح شائع کئے جاتے ہیں جنمیں شریعت کے حقائق و اسرار اور دقائق اعمال کی درستی اخلاق کی اصلاح کے متعلق بیش بہا مضامین کا نایاب ذخیرہ ہے ان مواعظ کو اہل علم نے مسلمانوں کی جیب جلدیں اسوقت تیار ہیں جلد قیمت اسقدر کم ہے منصف قدر دان دل سے اعتبار نہ کرتے ہیں نرخ بالا کی ارزانی ہنوز۔ قیمت اصلی

جلد اول (۱۲) دوئم (۸) سوئم (۱۰) چہارم (۸) پنجم (۸) ششم (۸)۔
قیمت رعایتی جلد اول۔ (۱۱) جلد دوئم (۶) سوم (۸) چہارم (۵) پنجم (۱۲) ششم (۵) (۱۲)

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹیل کے اڑھائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جایا کریگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ؎ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جایا کریگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ؎ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جایگا وہ جب تک پیشگی قیمت بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جایگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب سنہ ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جایگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

عہ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ جلد رابع صفحہ ۱۸ و ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ۲۰۰۸

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و اداءً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قلتے از تطویل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الحمدیۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ مزید و ملفوظات و خبرت
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں یا اکثر آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ است
یا جزء آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ رحمہ اللہ است کہ بلقب صحیفہ
شریفہ است بہ تبرکاً نام نامیش مزین ساختہ شد از مقالات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۷ | بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۵ہجری | جلد ۲

بادارۃ الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

معین الدین

این صحیفہ کا مدرش امداد نام	یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

به برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی
خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے
شائع ہوتا ہے

التماس } چونکہ اس مرتبہ بوجہ تعطیل عید الاضحی ملازمان گئے ہوئے تھے لہذا حسن الع
اشاعت میں دیر ہو گئی اور اسکی دیر کی وجہ سے الامداد میں بھی دیر ہو گئی
ہمارے ناظرین ہمیں معذور سمجھیں گے آئندہ انشاء اللہ اس کا انتظام کیا جاویگا +

ہماری ناظرین } اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ
صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو +

حال۔ قلب کو احباب سے خوش مزاجی کے ساتھ خوش طبعی کرنے میں ایک قوت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ مگر زیادتی نہونے پا دے۔

حال۔ زیادہ خلوت سے جی گھبراتا ہے۔

تحقیق۔ اسی مرض طبعی کا اثر ہے جس کا مضائقہ نہیں۔

حال۔ کبھی کبھی اس غفلت سے جو بعد تو جہ الی اللہ کے پھر پیدا ہو گئی ہے۔ جی گھبراتا ہے اور خیال آتا ہے کہ میری کیا کم ظرفی ہے کہ جو اللہ کی طرف سے نعمت آتی ہے اسکو بھی میں سہار نہیں سکتا بالکل یہ حالت ہو گئی ہے ؎

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی — سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیکت ایں چنینم دور آں چنانکہ گفتم — نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

استعداد تحمل حالات کی بھی مفقود ہے لاجرم دوری ہو گئی ہے ؎

دامن کشاں گذر کرد یار از سر مزارم — لے نالہ ہائے ہوئے لے گریہ ہای وائے
حافظ اندر دعوی سوز باد رماں مسازے — زانکہ درمانے ندارد درد بے آرام دوست

تحقیق۔ یہ اضطراری دوری قطع کی دوری نہیں۔

حال۔ خواجہ صاحب نے اپنا ایک شعر جو انھوں نے مولانا عراقی کی کسی غزل پر تضمین کرتے ہوئے کہا ہے سُنایا تھا واقعی بہت تسلی کا مضمون ہے وہ یہ ہے ؎

بے مرادی گر مراد دلبر ست — عین مقصود ایں ہمہ حرماں ماست

تحقیق۔ یہ بے مرادی بھی وہی اضطراری دوری ہے۔

حال۔ دیگر عرض یہ ہے کہ مجھکو آپ کی تعلیم اور حسن تربیت کی قدر اب معلوم ہوئی جبکہ میں نے اس کے آثار اپنے اندر دیکھے آپنے اول سے میرے متعلق یہی لکھنے وغیرہ کا کام سپرد کیا تھا میں نے اسی میں آثار مجاہدہ و تربیت کے دیکھے مجھے اس میں وہ ہی نفع ہوا جو اوروں کو دیگر مجاہدات سے ہوتا ہے اسکے ذریعے مجھے ہر روز ملاقات اور گفتگو کا موقع ملجاتا تھا گو وہ گفتگو کسی قسم کی ہو اسکی اجرت سے یہاں کے قیام کا فائدہ مزید برآں تھا نفع علوم علاوہ اسکے تھا ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ یہ آپ ہی کا حصہ تھا جو مجھ جیسے آزاد لاابالی کے لئے اس قسم کا آسان

۷۵

مجاہدہ تجویز فرمایا جزاکم اللہ۔

تحقیق۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے آپ کے مصالح میرے قلب میں ڈالدیئے جن میں
سے بعض کے ساتھ میرا قصد بھی متعلق نہیں ہوا۔

حال۔ دیگر عرض یہ ہے کہ مجھے بعض وقت غلبہ حالت میں اس کثرت سے اشعار یاد آنے لگتے
ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریا ہے جو امڈا چلا آتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے ہی بہا لیجاویگا
اور جوش میں تمام بدن لرزنے لگتا ہے۔

تحقیق۔ وارد کی قوت اور محل ورود کا ضعف یہ مجموعہ سبب ہے اس حالت کا۔

حال۔ دیگر عرض یہ ہے کہ بعض اوقات حقوق العباد کے بارے میں قلب پر اس قسم کا بوجھ پڑ جاتا
کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جان غم میں گھلی جاتی ہے جب تک کہ اس کا کچھ تدارک نہیں ہوتا چین
نہیں آتا۔

تحقیق۔ مبارک ہو یہی حالات موافقہ للسنۃ مابہ الامتیاز ہے سلسلہ امدادیہ کا اور علامت ہے
اس کے قبول کی۔

حال۔ دیگر عرض یہ ہے کہ میری طبیعت تعلقات سے گھبراتی ہے بعض دفعہ کسی کو مسئلہ بتلانے میں
بھی بہت ضیق اور تنگی معلوم ہوتی ہے اور میرے خاندان کے لوگ مجھے تعلقات اور جاہ و مناصب
کی ترغیب دیتے ہیں میں نے ہرچند اپنا ضعف اور عدم تحمل ان سے ظاہر کیا لیکن ان کی سمجھ میں
نہیں آتا ؎

تا ترا حالے نباشد ہمچو ما
حال ما باشد ترا افسانہ پیش

میں مجبور ہوں ان کو کیا جواب دوں۔

تحقیق۔ دل میں تو یہی جواب۔ تا ترا حالے الخ۔ اور زبان سے یہ کہ میں اس کی قابل نہیں
معاف فرما دیجئے۔

حال۔ بعض وقت رات کو عشاء کے وقت اکثر نماز پڑھتے ہوئے چراغ کی شعاع اور روشنی جو
کی دیوار پر جو پڑتی ہے اس سے قلب میں ایک نور محبت کی کیفیت کے ساتھ جوش مارتا ہے اور
آیت مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ یاد آجاتی ہے بالقصد

۷۶

اس کی طرف توجہ نہیں کرتا نماز کے اندر بالقصد انوار و کیفیت کی طرف توجہ ایک قسم کا شرک معلوم ہوتا ہے۔ بفرمودۂ حضرت حافظ علیہ الرحمۃ ؎

شاہداں گر دلبری زینساں کنند	زاہداں را رخنہ در ایماں کنند

البتہ اس کیفیت سے قلب میں فرحت اور سرور معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ یہ منظر میں غلبہ ہے ظاہر کا جسکو اصطلاح میں تشبیہ کہتے ہیں قصداً التفات نکرنا یہی تنزیہ مامور بہ ہے۔

حال۔ جو واقعات بیداری کے عین پیش آتے ہیں اُن میں سے بعض کی نسبت ایسا معلوم ہوا کہ جیسا کبھی ان واقعات کو خواب میں دیکھا تھا یا پہلے کبھی نظر آئے تھے معلوم نہیں یہ کیا بات ہے۔

تحقیق۔ ضعف دماغ۔

حال۔ یوں تو جیسی طبیعت یہاں لگی ہوئی ہے وہ خاص فائدہ تو بھلا اور کہاں نصیب ہو سکتا ہے مگر بعض دیگر وجوہ کے سبب منجملہ اُن کے علاج کا بھی خیال ہے میرا ارادہ پنجاب جانیکا ہو رہا ہے ربیع الثانی کے ختم پر ارادہ ہے گو ابھی مصمم نہیں ہوا۔

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ سفر مبارک کرے کچھ مضائقہ نہیں۔

حال۔ لہٰذا طویل مضمون عرض کیا گیا جو باعث تصدیع ہے امید ہے کہ آپ معاف فرما دیں گے نہ معلوم پھر کیا موقع ہو ؎

اقول لصاحبی والعیس تہوی	بنا بین المنیفۃ والضمار
تمتع من شمیم عرار نجد	فما بعد العشیۃ من عرار
ایکہ با سلسلۂ زلف دراز آمدہ	فرصتت باد کہ بیگانہ نواز آمدہ

تحقیق۔ تمتع کے ساتھ نیز تمتیع ہے پھر کہاں احتمال تصدیع ہے۔ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

حال۔ بندہ حسب الارشاد اشتغال ذکر کرتا رہتا ہے بحمداللہ اللہ کے فضل اور کرم سے اور حضرت مرشد کی برکت سے بہت اصلاح ہو گئی ہے بہ نسبت پہلی حالت کے خدا تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے اور حضرت سے پوشیدہ نہیں ہے اور خیالات فاسدہ جناب کی دعا سے سب گم ہو گئے ہیں مناسب کہ حقیر کو دعا خمس الاوقات سے حضرت فراموش نہ فرما دیں۔

سوال - ذکر جہریہ افضل ہے یا خفیہ اور زیادہ مفید کونسا ہے۔ اور ذکر جہریہ میں اگر کسی نے قصد ریا کا نہ کیا ہو بلکہ اپنی عادت مقررہ پر کرتا ہے تو یہ ریا ہو سکتا ہے یا نہیں دوسرے اگر مرشد کا تصور مرید کرتا ہے تو یہ مفید ہے یا نہیں اور اگر نماز میں بلا اختیار آتا ہے تو کیسا ہے۔

تحقیق - حالات سے دل خوش ہوا اللہ تعالیٰ استقامت و ترقی بخشے فی نفسہ ذکر خفی افضل ہے مگر بعض اکثر جہر انفع ہے باقی جس میں زیادہ جمعیت ہو وہ اختیار کریں۔ جو ریا قصداً نہ ہو وہ ریا نہیں ہے شیخ کا تصور قصداً سنت کے خلاف ہے اور بلا قصد آثار محبت سے ہے اور محبت موافق سنت ہے۔ ربیع الثانی سنہ ۳۳ھ

حال - ایک عرض یہ ہے کہ جب کبھی سوتے وقت یہ ارادہ کرتا ہوں کہ آج حضور کی زیارت ہو تو ضرور بالضرور حضور کی زیارت ہو جاتی ہے چنانچہ آج بھی ایسا ہوا ہے۔

تحقیق - کوئی بھی وقعت کی بات نہیں۔

حال - لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سوائے ایک دفعہ کے کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

تحقیق - کچھ بھی فکر کی بات نہیں۔

حال - اور وہ جو ایک مرتبہ زیارت کی تھی اُس کی صورت اس طرح پر ہے کہ ایک بانوں کی چارپائی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں اور دو تین سالہ بچہ آپ کے پاس ہے اور اُس سے آپ پیار فرما رہے ہیں اور احقر کو صرف جسم اطہر کے اوپر کے حصہ کی زیارت ہوئی پائے مبارک کی زیارت سے محروم رہا۔

تحقیق - پھر ضرر کیا ہوا۔ ربیع الثانی سنہ ۳۳ھ۔

حال - بوجہ غنودگی پان میں تمباکو ڈال کر داب لیتا ہوں اسوجہ سے نیند کا غلبہ نہیں ہوتا ہے اگر اس کی وجہ سے کچھ حرج ہو تو ترک کر دوں۔

تحقیق - کچھ حرج نہیں۔

حال - علاوہ اسکے جب ۲۴ ہزار روزانہ کا معمول تھا اُسوقت حرکت زبان اور دانہ تسبیح کی موافقت کا خیال رہتا تھا مگر سوا لاکھ کے ورد میں حرکت زبان اور دانہ تسبیح کی موافقت کا خیال نہیں رہتا ہے اور خیال سے بھی برابر اسم ذات کا خیال رہتا ہے اس بارہ میں جو اصلاح فرمائی جاوے و اطلاع بخشی جاوے۔

تحقیق - کسی اصلاح کی حاجت نہیں۔

(باقی آئندہ)

(۹۸) ۲۵ ربیع الآخر - فرمایا کہ حق تعالیٰ کے خاص بندوں کو جب اللہ والا سمجھا جاوے تو اُن کی ہر طرح ایسی برداشت کرنی چاہیئے جیسے حق تعالیٰ کی۔ پھر فرمایا کہ میں پہلی بار حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ کے دربار میں حاضر ہوا تو بہت حدت سے پیش آئے تھے اور شان جلال کا ظہور ہوا تھا اور دوبارہ جب حاضر ہوا تو نہایت خاطر سے پیش آئے اتنا کہ میں آنا چاہتا تھا مگر نہ آنے دیتے تھے اور کئی روز تک مہمان رکھا اور ایسے کھانے کھلائے کہ کبھی حضرت نے کسی رئیس کو بھی ایسا کھانا نہ کھلایا ہوگا۔ مگر میرے قلب میں پہلی بار بھی کچھ تغیر نہیں ہوا اس لئے کہ جب میں حضرت کو بزرگ سمجھکر خدمت میں حاضر ہوا تو پھر تغیر کے کیا معنی

(۹۹) مؤذن سے فرمایا کہ جب میں کسی کام میں مشغول ہوں تو کھڑے ہو کر مجھے کسی امر کی اطلاع نہ کیا کرو کہ یہ بے تمیزی ہے اسمیں ایک تقاضا سا معلوم ہوتا ہے بیٹھکر فرصت دیکھکر تب کچھ کہا کرو۔

(۱۰۰) یکم جمادی الاولیٰ - فرمایا کہ حضرت غوث اعظم اور حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جسقدر علماء میسر آئے یعنی اُن کے مرید ہوئے اسقدر شاید ہی کسی کو میسر آئے ہوں اور یہ تو متقدمین مشائخ کی حکایت ہے اور متاخرین میں حضرت حاجی صاحب قبلہ کو جسقدر علماء میسر آئے غالباً اسقدر کسی اہل سلسلہ کو نہیں ملے ہوں گے۔

(۱۰۱) فرمایا کہ ایک جید عالم جنکی دستار بندی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ نے فرمائی تھی تیز مزاج تھے شرح جامی پڑھاتے میں مولانا جامی پر ناز یبا عنوان سے کوئی اعتراض کیا خواب میں جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح دیکھا کہ حضرت مولانا جامی قدس سرہ حضرت رسول پاک سے ان کی شکایت کر رہے ہیں کہ انھوں نے مجھپر خواہ مخواہ اعتراض کیا ہے حضور نے فرمایا کہ تم دونوں صاحب شرح جامی کے اس مقام کی تقریر کرو اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضور سرور عالم صلعم نے فرمایا جامی ٹھیک کہتے ہیں تو یہ عالم صاحب کیا کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ذرا سوچ کر فرمایئے ارشاد ہوا کہ تم تو مجنون ہو آنکھ کھلی تو مجنون تھے پھر مجنون ہی رہا آخر عمر تک۔

(۱۰۲) ۱۲ر جمادی الاولیٰ - فرمایا کہ اہل کشف نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ جو

حادث عظیم عالم میں اُن کو پیدا کرنا ہوتا ہے اس کا القار عام لوگوں کے دل میں پہلے سے فرما دیتے ہیں۔

(۱۰۳) ۲۲ جمادی الاولیٰ۔ فرمایا کہ علامہ زمخشری رح کشاف لیکر امام غزالی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت امام نے فرمایا انت من علماء القشر۔ زمخشری رح کو اسی پر فخر تھا چنانچہ کہا کرتے تھے کہ غنیمت ہے اتنے بڑے امام نے مجھے علماء میں تو شمار کیا پھر فرمایا کہ حضرت امام کی جرأت اور حقانیت کو دیکھو کہ ذرا نہ جھجکے حالانکہ اہل کمال کا اکثر رعب چھا جاتا ہے اس طرح بے تکلف گفتگو دشوار ہوتی ہے **ف** اور علامہ موصوف کا انصاف بھی قابل قدر ہے کہ ایسے کلام سے برا نہیں مانا بلکہ اسکی قدر کی جس سے انصاف اور تواضع صاف ظاہر ہے رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ آمین زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۱۰۴) فرمایا کہ بعض اہل باطل فرق کے جو خداعات سننے جاتے ہیں کہ وہ اہل حق کو کھانا کھلاتے ہیں تو اس میں نجاست تھوک وغیرہ ملا دیتے ہیں ایک بار تو مجھے خود اسی قسم کا تجربہ ہوا ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک صاحب ایسے ہی کانپور میں رہتے تھے انھوں نے ایکبار ایک پرانے کپڑے پر ڈھاک کے پتے اور اُن پر راکھ بچھا کر اُس پر براز رکھا اور اس کو لپیٹ کر ہمارے گھر پھینکدیا کھولا تو یہ عجیب مجموعہ اور ایک صاحب خود مجھسے لکھنؤ کا قصہ اپنا چشم دید بیان فرماتے تھے کہ ایک ایسے ہی شخص نے افطار کے وقت مزعفر میں براز اصل میں رکھکر مسجد میں بھیجا تھا خدا تعالیٰ پناہ میں رکھے ان لوگوں سے سخت اجتناب چاہئے

(۱۰۵) ۲ جمادی الاخریٰ۔ احقر نے عرض کیا کہ اگر استفاضہ عن القبور کی غرض سے کشف و معرفت قبر بزرگان اس طرح حاصل کرے کہ جو وظائف ضیاء القلوب میں کشف قبور کے لئے مرقوم ہیں اُن میں سے کوئی وظیفہ پڑھے تو اُن وظائف سے یہ مقصود حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی ظناً کشف و معرفت صاحب قبر حاصل ہو جاتی ہے یا نہیں فرمایا کہ مشق کے بعد ایسا ہو جاتا ہے دو ایک بار میں نہیں ہوتا اور احقر نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ بلا وظیفہ پڑھے بھی یہ معرفت اُس کو حاصل ہو سکتی ہے جسکو کثرت سے کشف ہوتا ہو فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہوتا ہے لیکن اگر کشف بھی نہو تب بھی محض انتقال فیض کا خیال کرکے اُن بزرگ کی طرف

۷۴

متوجہ ہو کر بیٹھ جاوے تو اسقدر بھی اس استفاضہ کیلئے کافی ہے جسکا حصول ذوق سے معلوم ہوگا اور ان امور میں اعتبار ذوق کا ہے اور واقعات میں اعتبار کشف و رفع حجاب کا ہے۔

(۱۰۶) فرمایا کہ رفع حجاب کو کشف اور القاء فی القلب کو الہام کہنا اولیٰ ہے گو ایک پر دوسرے کا اطلاق جائز ہے اور الہام عام ہے خواہ امور دینیہ کے بارہ میں ہو یا واقعات کونیہ کے باب میں

(۱۰۷) فرمایا کہ استفاضہ بالقبور میں اہل کشف اور غیر اہل کشف سب مساوی ہیں البتہ مستفیض کا صاحب نسبت ہونا شرط ہے۔

(۱۰۸) احقر نے عرض کیا کہ اگر زندہ بزرگ کی طرف متوجہ ہو کر کوئی شخص بیٹھے تو اسکو نفع باطنی ہوگا یا نہیں خواہ ان بزرگ کو اطلاع ہو جبکہ وہ اہل کشف ہوں یا اطلاع نہو جبکہ وہ اہل کشف نہوں فرمایا کہ نفع دونوں صورتوں میں ہوگا لیکن پہلی صورت میں زیادہ ہوگا کیونکہ ان بزرگ کو جب کشف کے ذریعہ سے معلوم ہوگا تو وہ خود بھی توجہ فرماویں گے۔

ف زندہ اور مردہ بزرگوں سے اس طرح استفاضہ کرنا کہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے زیادہ نافع اہل نسبت کو ہے اور فی الجملہ نفع غیر اہل نسبت ذاکر شاغل کو بھی ہوتا ہے اور محض عامی شخص کو جو ذاکر شاغل نہو خاص نفع نہیں ہوتا۔ قالہ الجامع عفی عنہ۔

(۱۰۹) فرمایا کہ قبور سے نفع ہونے کی شرط عادی یہ بھی ہے کہ ایسے بزرگ کی قبر سے استفاضہ کرے جنکی ساتھ اس شخص کو کچھ مناسبت بھی ہو ورنہ انقباض کا ضرر ہو جاتا ہے اور اہل کشف مستفیض کو تو یہ امر کشف سے محسوس ہو سکتا ہے اور غیر اہل کشف کو تجربہ وجدان سے پس غیر اہل کشف کو اگر (نفع نہو یا) انقباض ہو تو یہ سمجھے کہ میری نسبت ان صاحب قبر کی نسبت سے کسیقدر متباین ہے لہذا استفاضہ چھوڑ دے۔ گو نفس نسبت بقدر مشترک سب بزرگوں میں ہے لیکن ہر نسبت کا رنگ جدا ہے اس لئے اس کا اثر بھی جدا ہے۔

(۱۱۰) فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی اولیاء کو ہوا بھی نہیں لگی اور اولیاء کے احوال کا فی الجملہ حصہ ہر عام مؤمن کو میسر ہے۔

(۱۱۱) احقر نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے مردہ بیوی کا خیال کر کر التذاذ حاصل کرے تو یہ گناہ ہے یا نہیں کیونکہ نکاح منقطع ہو چکا ہے فرمایا کہ چونکہ یہ تصور والتذاذ ایام زوجیت کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ زمانہ انقطاع نکاح کے اعتبار سے اسلئے گناہ نہیں فافہم۔

(۱۱۲) ۲۰؍ ذی الحجہ۔ فرمایا کہ مسلمان کو چاہئے حق تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست اور صاف رکھے اس کے بعد معتقدین یا مخالفین کی مخالفت کی پروا نہ کرے ایسے شخص کو دارین میں کچھ ضرر نہ پہونچیگا۔

(۱۱۳) فرمایا کہ فلاں نواب صاحب مرحوم نے جب فلاں بیگم صاحبہ مرحومہ والیہ فلاں ریاست سے شادی کی تو اس حالت میں نواب صاحب گو حسب سابق بیگم صاحبہ ہی کے ملازم رہے مگر اس قدر باحیا تھے کہ اپنی تنخواہ میں سے بیگم صاحبہ کا نفقہ ادا فرماتے تھے اور اُن کو اپنے دباؤ میں رکھتے تھے حتی کہ احیاناً اُن سے اپنے لئے کھانا بھی پکوا لیتے تھے۔
ف واقعی مرد کو مرد ہی ہو کر رہنا چاہئے خواہ عورت کسی درجہ کی ہو اُس کے احسان سے اجتناب رکھے اور حقوق پورے طور پر ادا کرے علو ہمت اور اتباع سنت یہی ہے قالہ الجامع عفی عنہ۔

(۱۱۴) فرمایا کہ شادی اپنے برابر کی جگہ مناسب ہے کہ اس طرح نباہ اچھی طرح ہو جاتا ہے اور اپنے سے بڑے لوگوں سے میل کرنا نہایت نامناسب ہے کہ اس میں چین میسر نہیں ہوتا۔

(۱۱۵) فرمایا کہ جب میں حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں رہتا تھا تو حضرت کی خدمت میں حاضری کے سوا خارج وقت میں تمام ضیاء القلوب کے اذکار و اشغال کو بترتیب روزانہ عمل میں لاتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ان سب کا پورا کرنا ہر شخص کیلئے ضروری ہے ایک روز حضرت کی خدمت میں یہ قصہ عرض کیا حضرت ہنسے اور فرمایا کہ یہ سبق نہیں ہے بلکہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ عطار کی دوکان پر اقسام مختلفہ کی ادویہ رکھی ہوئی ہیں تو اُن کے رکھنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ ہر مریض ان سب ادویہ کو استعمال کیا کرے بلکہ غرض یہ ہے کہ جس مریض کیلئے جو دوا مناسب ہوگی وہ اُسکو

دی جاوے گی سو اسی طرح بہت سے طرق جمع کر دیئے ہیں تاکہ ہر طالب کے لئے جو شغل مناسب
ہوتا ہے وہ اس کو بتلایا جاتا ہے پھر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ دسترخوان پر اطعمہ
مختلفہ رکھے جاتے ہیں نہ اس لئے کہ ان سب کھانوں کو سب ہی کھاویں بلکہ اس لئے کہ
جو کھانا جس کو پسند ہو وہ اسکو کھالے اصل غرض عقلاء کی تعدد اطعمہ سے یہی ہے گو اہل
عرف اس کی حقیقت نہ سمجھیں اور فرمایا کہ حضرت کی برکت سے یہ تحقیق نصیب ہوئی ہے
(۱۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصل استعداد اتباع
شریعت اور صحبت محقق باعمل سے پیدا ہوتی ہے اور ذکر سے اس میں اعانت ہوجاتی ہے
لیکن لوگوں نے آج کل صحبت کا اہتمام چھوڑ دیا ہے۔ **ف** اور اسی طرح اتباع سنت
کی طرف بھی لوگوں کی توجہ بہت کم ہے حق تعالیٰ توفیق عطا فرماویں یہ بڑے اہتمام کی
چیز ہے کہ بعثت نبویہ سے یہی مقصود ہے **قال الجامع عفی عنہ**
(۱۱۷) فرمایا کہ ہمارے یہاں سہولت بہت ہے لیکن اس سہولت کو ہر جگہ اپنی رائے سے
استعمال نہ کرنا چاہیئے کہ مواقع استعمال کا سمجھنا سہل نہیں ہے بلکہ شیخ سے اپنے احوال کی
پوری پوری اطلاع کرنی چاہیئے اور پھر جو وہ فرماویں اس پر عمل لازم سمجھنا چاہیئے۔
(۱۱۸) فرمایا کہ حق تعالیٰ کی طرف کوئی متوجہ ہو کر تو دیکھے کہ اس طرف سے اس شخص کے
ساتھ کیا برتاؤ ہوتا ہے تھوڑے اخلاص سے متوجہ ہو مولوی ہادی علی صاحب مرحوم
جن کے حواشی گلستان وغیرہ پر ہیں جماعت کے بہت بڑے پابند تھے ایک زمانہ
دراز تک اُن کی جماعت فوت نہوئی تھی اتفاق سے ایک بار بیل گاڑی میں سفر
کر رہے تھے خیال تھا کہ ظہر کی نماز تک ایسے موقع پر پہونچ جاویں گے جہاں جماعت
میسر آجاوے گی لیکن نہ پہونچے بہل بان ہندو تھا انھوں نے جنگل میں نماز کا قصد کیا
اور دعا کی کہ میں سخت عاجز ہوں یا اللہ جماعت کا بندوبست فرمادیجئے اور چار سنتیں
پڑھیں جوں ہی سلام پھیرا بہلبان نے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے آپ نے اُسے مسلمان
فرما کر اس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی۔
(۱۱۹) فرمایا کہ مبتدی اہل سلوک سے تو یہ کہنا مناسب نہیں ہے مگر حضرت حاجی صاحب

قبلہ فرماتے تھے کہ اصل مقصود فہم ہے اور مجاہدہ ذریعہ ہے اس مقصود کا اس کی برکت سے فہم سلیم پیدا ہو جاتا ہے جس سے حقائق اشیاء روشن ہو جاتی ہیں ویؤیدہ قول علیؓ الا فہما اوتیہ الرجل فی القرآن وقد ورد فی الفقہ فضائل کثیرۃ اور مبتدی اہل سلوک سے اس لئے کہنا نامناسب ہے کہ کہیں وہ تر ے فہم ہی پر کفایت نہ کر بیٹھیں عمل کا اہتمام چھوڑ دیں حالانکہ بدون عمل کے وہ فہم مطلوب بھی نہیں میسر ہوگا۔

(۱۲۰) فرمایا بدون اصول طریق کے جانے ہوئے فقط ذکر پر قناعت کرنے سے جمعیت حاصل نہیں ہوتی جس کے بغیر کوئی کام درست نہیں ہوتا۔ **ف** قد صدق من قال

ھ	در جمعیت کوش تا ہمہ ذات شوی		ترسم کہ پراگندہ شوی مات شوی	

قالہ الجامع عفی عنہ

(۱۲۱) فرمایا کہ مرض بھی بڑی رحمت ہے جس سے بہت سے باطنی منافع اور بہت سے فتنوں سے حفاظت رہتی ہے۔

(۱۲۲) فرمایا کہ مولانا عبد القیومؒ صاحب مقیم بھوپال جو بہت بڑے حق گو تھے ایک بار مولانا شاہ خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فرمانے لگے کہ حضرت مولانا شاہ رشید احمد صاحبؒ جو کراہت جماعت ثانیہ کا فتویٰ دیتے ہیں تو اگر کبھی اُن کی جماعت ناغہ ہو جاتی ہوگی تو کیا کرتے ہونگے مولانا نے فرمایا کہ جماعت تو درکنار ہمنے تو اتنے زمانہ سے اُن کی تکبیرہ اولیٰ ناغہ ہوتے نہیں دیکھی فرمانے لگے کہ ہاں ایسے شخص کو زیبا ہے کہ ایسا فتویٰ دے ہمارا تو منہ اس قابل نہیں ہے اس لئے کہ ہماری جماعت تو گاہ گاہ ناغہ ہو جاتی ہے۔ **ف** سبحان اللہ کیا حق پرستی ہے اور کیسی تواضع ہے اہل علم کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اللھم ارزقنا قالہ الجامع عفی عنہ۔

کتبہ السید احمد حسن خاکپائے حضرت اشرفیہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

ضلع مظفر نگر ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ یوم پنجشنبہ

تمام شد حصہ چہارم ملفوظات خبرت

وما فسر تحر قول المرجئة بانتفاء هذا الحبط يحتاج الى النقل بل الظاهر ان معنى قولهم لا يضر اى لا يعاقب عليه فبقى الحاجة الى التخصيص او التاويل على حالها هذا ما عندى ولعل غيرى يقدر على احسن مما قدرت وقدرت وقررت - ۶ رجب ۱۳۳۴ھ

اور آپنے جو قول مرجئہ کی تفسیر اس حبط کی نفی سے کی ہے اس کیلئے نقل کی ضرورت ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے قول کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کو معصیت مضر نہیں یعنی اُسپر عذاب ہی نہیں ہوتا تو تخصیص اور توجیہ کی ضرورت بحالہا موجود ہے یہ تو میرا خیال ہے اور شاید کوئی صاحب میری قدرت اور میری تقریر سے زیادہ عمدہ بیان پر قادر ہوں۔

حال۔ بہ نسبت سابق توجہ الی اللہ کسی قدر زائد معلوم ہوتی ہے نہ معلوم یہ حالت اثر صحبت سے صرف چند روزہ ہے یا کیا بات ہے خیر کچھ سہی اب تو یہ خیال ہے کہ حق تعالیٰ اسکو قبول اور اسمیں برکت فرمائیں کہ خواہ کچھ ہو یا نہو بندہ اپنی سعی کوشش انشاءاللہ کیئے جائیگا۔

تحقیق۔ یہی ٹھیک ہے فکر عمل بہتر ہے مطالعۂ ماضی وحال سے۔

سوال۔ جو عمل خیر حضوری کے ساتھ نہو اور اثر باطنی بھی اس پر بہت کم مرتب ہو اُس کا ثواب پورا ملے گا یا کچھ کم۔

جواب۔ حضور اختیاری کی کمی بیشی کو تو دخل ہے ثواب کی کمی بیشی میں لیکن اثر باطنی کی کمی بیشی یا حضور غیر اختیاری کی کمی بیشی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔

سوال۔ حدیث شریف میں جو آیا ہے ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن الا كفر الله بها من خطاياه ۔ یہ درصورت صبر کرنے کے ہے یا بے صبری کی حالت میں بھی یہ اثر مرتب ہوگا۔

جواب۔ بے صبری مذموم کا انتفاء اس کے لئے شرط ہے۔

سوال۔ اور بے صبری کی تعریف اور اس کی علامت جس سے ہر جگہ اس کا شناخت کرنا سہل ہو گیا ہے۔

۴۱

جواب۔ جس جس امر سے نہی آئی وہ بے صبری مذموم ہے۔

سوال۔ اگر کسی کی طرف سے کچھ ایذا پہونچے خواہ نقصان مالی پہونچے یا ایذا یا لسانا کسی اور طرح کی تکلیف تو ایسی صورت میں اسکو کچھ برا بھلا کہنا اور اس کی شکایت کرنا یہ بے صبری میں داخل ہوگا یا نہیں۔

جواب۔ جسقدر کا اذن ہے وہ داخل بے صبری نہیں۔

سوال۔ مصیبت کا تذکرہ کرنا محض باسواسطے کہ اس کے ضبط کرنے میں اور بالکل کسی سے ظاہر نہ کرنے میں تو ایک قسم کی تکلیف ہوتی ہے اور تذکرہ کرنے میں فی الجملہ تسلی ہوتی ہے تو کیا یہ بھی بے صبری ہے۔

جواب۔ اگر ایسے شخص کے روبرو ہو جسکو اس سے مضرت نہ پہونچے بے صبری نہیں۔

سوال۔ اور یہ کہ اظہار شکوہ کے طور پر ہے یا بلا شکوہ کے اسکی کیا علامت ہے۔

جواب۔ جب شکوہ کی حقیقت ظاہر ہے پھر اس کی علامت کی تحقیق کیا ضرور ہے اور مراد شکوہ سے شکوہ حق ہے۔

۴۲

سوال۔ اور بعض اوقات اپنی حالت اور گناہوں پر نظر کرکے بہت خوف ہوتا ہے اور مقصود اعظم رضاء و مغفرت خداوندی ہوتی ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ بڑے احوال اور بڑے مقامات تو بڑے لوگوں کو مبارک ہوں میری تو صرف مغفرت ہو جائے اور کسی قسم کا مجھسے مواخذہ نہو۔

جواب۔ میرا بھی بعینہ یہی مذاق ہے۔

سوال۔ لہذا بہزار آرزو یہ التجا ہے کہ عاجز کے اس مقصود کیلئے حضور دل سے دعا فرمادیں آپکی دعا سے امید ہے کہ بفضل خداوندی بندہ اسمیں شاید کامیاب ہو جائے ؎

یارب این آرزوی من چہ خوش است		تو بدین آرزو مرا برسان +	

جواب۔ آمین۔

(۲۴) ایک خاص حز کے مدرسہ کے مہتمم صاحب کے نام خط متعلق بعض رسوم جن پر طلبہ سے عمل کرایا جاتا ہے مثل تعطیل یوم عرس در رنگین کردن جامہ ہائے ایشان و حلقہ کنانیدن ایشان بیش سجادی صاحب سجادہ و احضار ایشان در مجالس سماع در مزارات و اقرار اشعار

نعتیہ مثل مولد از یشان مکرم بندہ زیدت مکارمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکے تقریر فرمانے کیوقت
بھی یہ مضمون ذہن میں حاضر تھا مگر میں نے اس وجہ سے عرض نہیں کیا تھا کہ ہم جیسوں کے
تبادر ذہن پر کیا وثوق اس لئے اُس وقت سکوت کرکے دوسرے اوقات میں کرّۃ بعد مرّۃ غور
کیا چونکہ مجھکو بے تکلف عرض کرنے کی اجازت بھی ہے اور فی نفسہ مقتضاے نصح وتدین بھی
یہی ہے اس لئے بے تکلف عرض کرتا ہوں کہ میرے ذہن نے ایک مصلحت کو بھی قبول نہیں
کیا حالت موجودہ میں یہ مصلحت تو کسی درجہ میں قابل رعایت ہے کہ کہنہ خیالات کے ساتھ
مزاحمت نہ کی جاوے سو یہ محض سکوت کو مقتضی ہے نہ کہ خاص اہتمامات کو کہ وہ اہتمامات
موقوف علیہ اُس مصلحت کے نہیں جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ ان اہتمامات کا اثر یقیناً اُن کہنہ خیالات
کی تقویت ہے جیسا کہ اظہر ہے سال بھر تک جن اصلاحات کا دعوی کیا جاتا ہے وہ سب ایک
تاریخ میں بے اثر ہو جاتی ہیں نافہم بچے ضرور اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ اگر یہ امور مذموم ومنکر
ہوتے تو ہمارا مربی روحانی اس کی اجازت بلکہ ایجاب کیوں فرماتا اس طرح سے کہ کوئی اُن امور
کی شرکت سے انکار وعذر بھی نہیں کر سکتا اور یہ بات کہ شریک ہو کر خوب معائنہ اُس کے
قبائح کا ہوتا ہے سو اول تو صاحب اہتمام کی یہ نیت یقیناً نہیں بلکہ محض ارضاء قوم اور
قوم بھی کونسی مجان ذم ہے دوسرے اس طرح تو تمام معاصی کی اجازت بلکہ اہتمام ہونا
چاہیئے تاکہ مباشرت سے مشاہدہ اُن کے قبائح کا کرلیں تیسرے اس کو خود اپنی تقریر میں تسلیم
فرمالیا تھا کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اصلاح کے درجہ تک پہونچنے سے پہلے ہی منقطع ہو جاوے
تو ضرر متیقن کا جائز رکھنا نفع متوہم کیلئے عقلاً یا سمعاً کب جائز ہے چوتھے جن بچوں کے
اکابر کے ایسے خیالات نہیں ہیں بلکہ اُن کو نفرت ہے ان کو کیوں شریک کیا جاتا ہے
میرے نزدیک یہ اہتمامات سب حرام ہیں آپ اتنا کر سکتے ہیں کہ نہ مصادمت کیجئے نہ معاونت
ومشارکت اس طرح سے کہ یوم خاص کو تعطیل نہ کیجئے مگر عملاً اُس غیر حاضری پر سزا نہ دیجئے بچوں
سے نہ حلقہ کرائیے نہ دوسرے ایام میں اُن سے اشعار نعتیہ وغیرہ پڑھوائیے نہ ان کو مزارات
پر لیجائیے جس بدعت پر انکار کرنے سے اندیشہ تشویش ہو اُس پر سکوت فرمائیے اس کی
کوشش کب جائز ہے کہ ناظرین آپ کو مبتدعہ میں شمار کریں کہ تدلیس مذموم ہے۔

۴۳

(۲۵) **سوال** - خادم کے دل میں ایک کھٹکہ پیدا ہو گیا ہے صفائی کا طالب ہوں وہ یہ کہ قرآن کریم واحادیث میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں اُن میں بعض تو ایسی ہیں جو پیغمبروں نے کی ہیں بعض اور مومنین کی صفات برگزیدہ میں وارد ہوئی ہیں وغیرہ وغیرہ سو یہ حضرات باوجودیکہ بزرگان دین ومومنین کامل تھے گناہوں سے سخت پرہیز کرتے تھے خصوصاً انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تو گناہوں سے پاک ہی تھے اُن کیلئے یہ دعائیں تھیں مثلاً آدم علیہ السلام نے جب دانہ کھالیا اور ہبوط کا حکم ہوا تو معافی کیلئے یہ دعا کی ربنا ظلمنا انفسنا الخ اور نوح علیہ السلام نے جب عرض کیا رب ان ابنی من اهلی الخ تو عتاب ہوا کہ انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لك به علم انی اعظك ان تكون من الجاهلین تو نوح علیہ السلام نے عرض کیا انی اعوذ بك ان اسئلك ما لیس لی به علم وان لا تغفر لی وترحمنی اكن من الخاسرین وغیرہ اور بھی بہت سی اسی قسم کی ہیں سو کھٹکہ یہ ہے کہ ان حضرات کے ایسے لیسے معاملات پر یہ دعائیں تھیں اور ہم نالائق جو شب وروز مبتلائے فسق وفجور ہیں تو بہ بھی ہماری ایسی کہ ع بشب توبہ کردو سحر گہ شکست بڑے سخت کبائر ہم سے سرزد ہوئے اور ہوتے ہیں اُن کا کیا حال ہوگا اور یہ دعائیں ہمارے لئے کیونکر ذریعۂ مغفرت ہونگی امید کہ جواب باصواب سے صفائی فرمادیں گے۔

الجواب - اُن دعاؤں کے الفاظ ایسے عام ہیں کہ بڑے گناہوں کے بخشوانے کے لئے بھی کافی ہیں بلکہ اُن سے اچھی دعائیں ملنا مشکل ہیں۔

۴۴

(۲۶) **سوال** - مکرمنا ومولانا زاد الطافکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - میں نے ابھی حال ہی میں بایمائے سرکار عالیہ بھوپال ایک کتاب موسوم بہ **حقائق اسلام** لکھی ہے میں نے اسمیں ان جدید تعلیم یافتگان کو مخاطب کیا ہے جو مغربی خیالات سے متاثر ہو کر مذہبی معاملات میں کرید کرنے لگتے ہیں اور ساتھ ہی حتی الامکان یوروپین معترضین کے اعتراضوں کا جواب بھی دینے کی کوشش کی ہے میں اسکو اس قابل تو نہیں سمجھتا تھا کہ آپ جیسے بزرگ کی نظر سے گذرے لیکن ابھی میں نے ماہ رمضان المبارک کے رسالہ **الرشید** کو دیکھا اس کے آخری صفحہ کے مضمون سے مجھے معلوم ہوا کہ جناب نے ایسے

مضامین کی کتابوں کی تنقید و تنقیح کا بار اپنے اوپر لینا گوارا کیا ہے کتاب تو بہرحال شائع ہو ہی چکی ہے اس لئے اس میں تو ردوبدل ممکن نہیں ہے لیکن ہاں چونکہ ممکن ہے کہ آپ کی نظر فیض اثر سے اس کے مصنف کی کچھ اصلاح ہوجائے اس لئے باادب یہ جراَت کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اسکی بابت آپنے خیالات سے مجھے آگاہی بخشیں یا مناسب ہو تو ارشید میں ریویو فرمادیا جاوے آیندہ جو رائے عالی ہو۔

الجواب۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اتفاق سے وہ کتاب پھر ملگئی بعض بعض مقامات سرسری و متفرق طور پر دیکھے گئے جن کے متعلق مختصراً معروض ہے۔ عنوان تصدیق رسالت صفحہ ۷۴ عبارت یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تصدیق رسالت کے بغیر بھی نیکوکاروں کو بخشدے الخ **تنقیل** نصوص قطعیہ واجماع اہل اسلام کے خلاف ہونا اس کے بطلان واستلزام تکذیب نصوص کیلئے کافی ہے عنوان اعتقاد حشر و نشر صفحہ ۸۰ عبارت یوں کہئے کہ خود اس کے وہ اثرات ہی اس کے لئے جنت یا دوزخ بنجائیں الخ **تنقیل** اسمیں صاف انکار نعمار و آلام کے حسی جسمانی ہونے کا جو ظواہر نصوص کے بالکل خلاف ہے جنکا خلاف کرنا بدون معارض یقینی کے الحاد ہے عنوان مذکورہ بالا صفحہ ۸۱ عبارت ایک زمانہ کے بعد گناہوں کا تکلیف دہ اثر خود ہی اپنی آگ میں جل کر روح کو اپنی آلودگیوں سے پاک کردے اور یوں عذاب جہنم ہی ان کے لئے عطائے جنت کا سبب بنجائے الخ **تنقید** اگر یہ عصاۃ اہل اسلام کے حق میں ہے تو ممکن کیا معنی یہ تو واقع ہوگا پس ممکن سے معلوم ہوا کہ یہ غیر اہل اسلام کے حق میں ہے تو اس میں کفار کے عذاب کی ابدیت کا انکار ہے جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔

عنوان بالا صفحہ ۸۲ عبارت یہ کہیں بھی ثابت نہیں کہ مرنے کے بعد جو کچھ سزا و جزاء دی جاوے گی وہ ہمارے اس موجودہ مادی جسم کو دیجاوے گی جسم کا سرے سے کسی جگہ ذکر ہی نہیں الخ **تنقید** قال اللہ تعالیٰ قال من یحی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وقال تعالیٰ ونحشرھم یوم القیامۃ

علیٰ وجوھہم عمیاً وبکما وصما وقال تعالیٰ الیوم نختم علیٰ افواھہم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم۔ وقال تعالیٰ کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلوداً غیرھا الآیہ وغیرھا من الآیات معلوم نہیں جسم کا ذکر اور کس طرح ہوتا ہے پھر عقیدہ اجماعیہ ہے عنوان اسلام اور معجزات صفحہ ۱۰۰ عبارت بہرحال ہمکو تو یہ اعتراض خدا لگتے معلوم ہوتے ہیں اھ۔ بعد نقل اعتراضات ٹامس ہین تنقید اس میں صاف تکذیب ہے امر متواتر المعنیٰ کی اور معجزات کا شعبدہ میں داخل کرنا ہے نیز عقیدہ اجماعیہ کے بھی خلاف ہے۔

یہ وہ مسائل ہیں جو اسلام کے اصول میں سے ہیں آگے فروع کے دیکھنے کی نہ حاجت ہوئی اور نہ فرصت مگر یوں ہی بلا قصد مسئلہ استرقاق پر نظر پڑ گئی اس میں بھی جمہور کے عقائد کے خلاف تحقیق کیگئی ہے بہرحال حالت موجودہ میں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ سرسید کی تفسیر کے بعد اس کتاب کی کیا ضرورت رہی یا انگریزی خوانوں کے کس خیال کی اسمیں اصلاح ہوئی جو کہ کتاب کی غرض بیان کیگئی ہے فقط۔

آخر میں الرشید کے حوالہ کے متعلق اسقدر عرض کرنا ہے کہ میں نے وہ پرچہ احتیاطاً دیکھا اس میں تو کوئی عبارت نظر نہیں پڑی جسمیں میں نے اپنے اوپر اس کا بار لیا ہو بلکہ اس میں تو صرف علماء سے استصواب کا مشورہ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ استصواب کا کسی نے حصر نہیں کیا گیا نہ خود سب کی درخواستوں کے منظور کر لینے کا میں نے ذمہ لیا ہے اسلئے اس حوالہ سے تسلی نہیں ہوئی۔

۴۷۶

تمام شد حصہ چہارم مکتوبات خبرت

دوسرے یہ کہ موقوفہ حقیقت پر جو اپنے قابو کی نہیں اپنی ملک کا روپیہ جسکی مقدار بھی کسی قدر زیادہ
ہے صرف کر دینے کی ہمت نہیں ہے ان وجوہات سے بعض احباب کا اصرار ہے کہ اسی حقیقت
کو کسی طرح واپس لے لوں اگر شرعاً جائز ہو اور ظاہری حالت میں حضور میسر کرلئے اس کاروائی
کو نامناسب تصور نہ فرمادیں تو اس معاملہ کو کرلوں کیونکہ مرتہن خود اپنا روپیہ واپس لینا چاہتا
ہے ورنہ میں کبھی پاس نہ جاؤنگا۔

الجواب۔ فی الدر المختار ولا (یکون الوقف ۲) بخیار شرط ولا ذکر معه اشتراط
بیعه وصرف ثمنه لحاجة فان ذکره بطل وقفه بزازیه وفی رد المحتار قلت لو
اشترط فی الوقف استبداله صح وسیاتی بیانه (ص۵۵۰ ج۲) وفی الدر المختار
وجاز شرط الاستبدال به ارضا اخری حینئذ او شرط بیعه ویشتری بثمنه ارضا
اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیة کالاولی فی شرائطها وان لم یذکرها ملخصاً (ص۵۹۹)
فی الدر المختار وبطل وقف راهن معسر الی قوله وان وقف المرهون فافتکه جاز
فان مات عن کفی لا بغیره ای وفاء والا فیبطل او للغلة یمیل فلیتامل وفی رد المحتار
قوله بطل وقف راهن معسر فیه مسامحة والمراد انه سیبطل ففی الاسعاف وغیره
لو وقف المرهون بعد تسلیمه صح واجبر القاضی علی دفع ما علیه ان کان موسراً
وان کان معسراً ابطل الوقف وباعه فیما علیه اه وکذا لو مات فان عن
وفاء عاد الی الجهة والا بیع وبطل الوقف کما فی الفتح وفیه تحت قوله والا
فیبطل ما نصه وبحث فاضل فقال ینبغی ان لا یبطل الوقف ویوخذ غلته لوفاء
الدین کسعایة العبد اذا المرقید بزمن والجامع بینهما التحریر فان الوقف تحریر
عن البیع وتعلق حق الغیر یقتضی عدمه کسعایة العبد بل انه ممکن اذ
قد یموت العبد قبل اداء السعایة والعقار باقی رعایة للمصلحة فلیتامل اه
ما فی شرح الوهبانیة ج۲ ص۶۱ و ۶۱۲ ان روایات و درایات سے یہ امور مستفاد ہوئے
نمبر ۱۔ مرہون کا وقف جائز ہے جب واقف ادائے زر رہن کا انتظام کر سکے **نمبر ۲۔** ایک انتظام
یہ بھی ہے کہ اس کے ادا کے لئے کوئی چیز بیع کیلئے نامزد کردے **نمبر ۳۔** بہ نسبت ایک جزو وقف

کے بیع کرنے کے خود وقف کی آمدنی سے ادا کرنا اصلح للوقف ہے پس اس کا جواز بالاولیٰ ہے
نمبر ۴۔ جب مصلحت وقف کے لئے جزو وقف کا بیع کرنا جائز ہے جب وقف کے وقت
کہدے اس کے فک کی مصلحت کیلئے قرض لینا اولیٰ بالجواز ہے نمبر ۵۔ جب مصلحت وقف
کیلئے جزو وقف کا بیع کرنا جائز ہے جب وقف کے وقت کہدے تو خاص اس جزو وقف کا
جو کہ وقت وقف کے مرہون تھا اور قرض لیکر فک رہن کر دیا گیا دوبارہ اس مقرض کے پاس
رہن رکھدینا اولیٰ بالجواز ہوگا اور یہ امور خمسہ بعض تو روایت کے منطوق ہیں اور بعض مفہوم
ہیں اب بعد ان امور کے ممہد ہو جانے کے جواب سوال کا سمجھنا چاہیئے کہ جب راہن کے
اذن سے مرتہن کسی دوسرے کے پاس رہن رکھدے تو حقیقت اس عقد کی یہ ہوگی کہ
اصل راہن نے مرتہن ثانی سے قرض لیکر اسی مرتہن ثانی کو وکیل بنا دیا کہ وہ مرتہن اول
سے فک کرے پھر مرتہن اول کو وکیل بنا دیا کہ وہ مرتہن ثانی کے پاس رہن رکھدے پس
شرعاً یہ رہن منجانب راہن اصلی کے ہوگا اور تمام احکام جو مرتہن اول کے لئے تھے مرتہن ثانی
کیلئے ثابت ہو جاویں گے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس عقد رہن در رہن کو کہ جسکی شریعت میں بدون
اس توجیہ کے کچھ بھی اصل نہیں ہے یہ دونوں راہن اول و مرتہن ثانی اسی عنوان سے اختیار
کریں خواہ قانونی دستاویز میں یہ الفاظ نہ لکھے جاویں لیکن زبانی کہہ لینا بھی شرعاً کافی
ہے اور اس اختیار کی مصلحت بلکہ ضرورت شرعیہ یہ ہے کہ پھر توجیہ کی ضرورت اور تاویل
کی حاجت نہ رہے عقد ضمنی سے عقد صریح اقرب الی الصحۃ والبعد عن الشبہ ہوتا ہے پھر جب
یہ مرتہن ثانی بجائے مرتہن اول کے بعقد صحیح بالطریق المذکور ہو گیا تو اب اسکا حق صرف
زر رہن میں ہوگا خواہ وہ جزو وقف جو مشروط البیع تھا فروخت کرکے زر رہن ادا کیا جاوے
جس وقت بھی ممکن ہو اور یا خود اس مرہون کی آمدنی سے یہ مرتہن اس کو پورا کرلے یہ باختیار
مرتہن ہو اور انتفاع اس مرہون سے جس طرح مرتہن اول کو بحیثیت مرتہن ہونیکے ناجائز تھا اسی طرح
اس مرتہن ثانی کو ناجائز ہے بلکہ اگر یہ مرتہن اس مرہون کی آمدنی سے زر رہن تدریجاً لینا قبول نکرے تو پھر
آمدنی اس مرہون کی بھی مصارف وقف ہی میں صرف ہوگی البتہ اگر یہ مرتہن بوجہ اسکے
کہ اولاد واقف راہن میں سے ہے اور وہ جائداد وقف علی الاولاد ہے اس حیثیت خاصہ سے

۷۰

یہ بھی مصارف وقف میں سے ہے خواہ حالاً خواہ مآلاً جو کچھ بھی مقتضی ان شرائط وقف نامہ کا ہو تو اس حیثیت سے موافق شرط وقف کے اس مرہون کی آمدنی سے منتفع ہو سکتا ہے، اس تقریر میں سوال کے ہر جزو کا جواب آگیا ہے منطبق کر لیا جاوے اور اگر کسی سوال کا جواب مفہوم نہ ہو تو مکرر پوچھ لیا جاوے۔ ۱۰ رجمادی الاخریٰ ۱۳۳۴ھ

سوال یہاں سرکار کی طرف سے دھوبیوں کو کپڑے دھونیکے واسطے سرکاری حوض چھوٹے چھوٹے بنوا دیئے گئے ہیں ان میں وہ لوگ کپڑے دہوتے ہیں پانی ان حوضوں میں کنویں سے بھرا جاتا ہے بہت سے کپڑے ایکبارگی ان حوضوں میں دھونیکو ڈالے جاتے ہیں اس میں پاک اور ناپاک سب ہوتے ہیں ایسے حوض کے دہوئے ہوئے کپڑے پاک ہونگے یا ناپاک اور ان پر نماز ہو جاویگی یا نہیں دھوبی کا بیان ہے کہ وہ تین مرتبہ پانی بدلکر دہوتا ہے مگر اس سے اطمینان نہیں ہوتا اس کے علاوہ ہندو دھوبی بھی دھوتے ہیں جنکو پاک کرنیکا طریقہ بھی معلوم نہیں ندی یہاں سے تین کوس پر ہے سو اس وجہ سے بہت کم دھوبی وہاں کپڑے دہونے جاتے ہیں حوض کی پیمائش اتنی ہوتی ہے کہ ان کا شمار قلتین میں ہو سکتا ہے جو کہ شاید امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

الجواب۔ یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے سخت ضرورت میں جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے دوسرے امام کے قول کو لینا جائز ہے اس لئے جو شخص دوسرے طریقہ سے نہ دُھلوا سکے اس کیلئے پاکی کا حکم کیا جاویگا۔ ۲۲ رجمادی الاخری ۱۳۳۴ھ

سوال۔ زید نے اپنا بچھڑا بکر کو دیا کہ تو اس کو پرورش کر بعد جوان ہونے کے اس کی قیمت کر کے ہم دونوں میں سے جو چاہیگا نصف قیمت دوسرے کو دیکر اسے رکھ لیگا یا زید نے خالد کو ریوڑ سونپا اور معاہدہ کر لیا کہ اسکو بعد ختم سال بھر بانٹ لیں گے جو اس میں اضافہ ہوگا وہ باہم تقسیم کر لیں گے یہ دونوں عقد شرعاً جائز ہیں یا قفیز طحان کے تحت میں ہے جیسا کہ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ احمدی میں ہے۔ دفع بقرۃ الی رجل علی ان یعلفہا وما یکون من اللبن والثمن بینہما انصافاً فالاجارۃ فاسدۃ۔

الجواب - کتب الی بعض الاصحاب من فتاوی ابن تیمیة کتاب الاختیارات مانصه ولو دفع دابته او نخلته الی من یقوم له وله جزء من نمائه صح وهو روایة عن احمد ج ۴ ص ۸۵ س ۱۲ پس حنفیہ کے قواعد پر تو یہ عقد ناجائز ہے کما نقل فی السوال عن العالمگیریہ لیکن بنا بر نقل بعض اصحاب امام احمدؒ کے نزدیک اسمیں جواز کی گنجایش ہے پس تحرز اَولیٰ ہے اور جہاں ابتلا شدید ہو توسع کیا جاسکتا ہے۔ ۲۵ جمادی الاخری ۱۳۴۰ھ

سوال - مجھے چند روز سے ایک خلجان سا رہتا ہے اور باوجود غور و فکر اطمینان نہیں ہوتا وہ یہ ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذات باری کے لئے بقاء ہے اور اس کے ماسوا ہر شے فانی ہے حتی کہ روح و جسم و اجزائے جسم جنت و دوزخ غرض کہ ہر شے اور فنا سے عدم محض معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے سوا جو صورت فنا کی (مثلاً انتشار اجزاء یا انقطاع تعلق وغیرہ اگر مراد لیا جاوے) تو وہ بقاء کے ساتھ متصف ہو سکیگا اور تقابل سے بقاء سوائے ذات باری عز اسمہ کے سب منفی ہے علاوہ بریں كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ بھی نص صریح ہے جسمیں احتمال تاویل نہیں معلوم ہوتا اور ہر مومنین کیلئے خلود فی الجنۃ اور کفار کیلئے خلود فی النار بھی منصوص ہے اور بضرورت تعارض تاویل کی ضرورت ہے آیات مذکورہ بالا میں تاویل سمجھ میں نہیں آتی آیات خلود میں بعض مقام پر مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ کیسا تقیید بھی وقوع ہوئی اور بظاہر اس تقیید اور استثناء مشیت سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ مقصود ہو کہ خلود و دوام فی الجنۃ والنار مشیت کے وقت تک ہے گویا یہ معنی ہوئے کہ اخراج نہوگا بلکہ جنت و دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ جنت و دوزخ کو بقاء ہو اور جب مشیت ایزدی ان کے فنا کے ساتھ متعلق ہوگی سب فنا ہو جاویں گے اور خلود کا مکث طویل پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے لیکن یہ معنی جمہور کے خلاف ہیں اس لئے متحیر ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا جناب والا اسکی توجیہ سے سرفراز فرماویں اور عاجز کو خلجان سے نجات بخشیں۔

الجواب - فانی یا ہالک اسم فاعل کا صیغہ ہے جو مستقبل کیلئے مستعمل ہے اور نفخ صور کا زمانہ نزول قرآن کے زمانہ سے مستقبل ہے پس کسی زمانہ میں ان کا انعدام متحقق

نہ ہوجانا صدق کلام کیلئے کافی ہے اس انعدام کا دوام کسی دلیل سے ثابت نہیں پھر دوسری آیت سے یعنی فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ سے جبکہ صعق کی تفسیر موت کی ساتھ کیجاوے خود استثنار بعض بھی معلوم ہوتا ہے پس احتمال ہے کہ فانی وہالک سے بعض اشیا مستثنیٰ ہوں اور احتمال ہے کہ سب فانی ہوجاویں حتی کہ روح وجنت ونار بھی اگرچہ ایک لحہ ہی کیلئے ہو اور استثنار معلق بمشیت ہو اور مشیت واقع نہو اس لئے سب منعدم ہوجاویں۔ بہرحال دو آیتوں میں جمع دونوں طریق سے ممکن ہے اور کسی طریق پر بھی دوام انعدام لازم نہیں اور خلود کا حکم منصوص ہے اور وہ اس انعدام کے مناقض نہیں کیونکہ یہ انعدام اور زمانہ میں ہے اور خلود کا دوسرا زمانہ ہے یعنی بعد حیات ثانیہ کے اور مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ الخ عدم خلود پر دال نہیں بلکہ اس کا صدق خود سموات وارض کے خلود کی ساتھ ہوسکتا ہے خواہ وہ سموات جنت کے ہوں یا یہی سموات کہ بعد وجود ثانی کے منعدم نہوں اور اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ کی تفسیر بیان القرآن میں دیکھ لیجئے۔

۲۸ جمادی الاخریٰ سنہ ۳۲ھ۔

سوال۔ جناب کی تحریر کے موافق اگر فنار وہلاکت کا زمانہ نفخ صور لیا جاوے تو آیات خلود جنت ونار سے کل من علیہا فان وکل شیٔ ھالک الا وجہہ کا تعارض دفع ہوجاتا ہے لیکن اسمیں عاجز کا ذرا شبہ باقی رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں جملے اسمیہ ہیں ان کا مقتضی دوام واستمرار ہوا کرتا ہے اس بنار پر اگر یہ کہا جاوے کہ فانی اور ہالک اسم فاعل ہیں یا اور استقبال کیلئے مستعمل ہیں تو اسمیت جملہ کا لحاظ کرکے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ زمانہ آئندہ میں فنا وہلاکت کا استمرار ودوام ہوگا تو پھر آیات خلود سے تعارض ہوا جاتا ہے اس کے علاوہ ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر نفخ صور کے وقت ہر شے فنا ہوجائے حتی کہ ہیولیٰ بھی تو جزار وسزا کیلئے پھر مخلوق ہونے کی صورت میں یا تو اعادہ معدوم لازم آتا ہے یا جزار وسزا مخلوق جدید کے متعلق ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ شرح عقائد کا جواب اجزار اصلیہ وفضلیہ نکال کر اس بنار پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ روح کیلئے فنا نہ ہو صرف جسم فنا ہو یعنی اسکے اجزار منتشر ہوجائیں غرضکہ وہ حشر اجساد پر اعتراض کو دفع کرتا ہے بسائط (مثلاً شیٔ

بنا بر مذہب محققین وذات بسیط مادہ) کے اعدام واعادہ پر اس اعتراض کا کوئی جواب سمجھ میں نہیں آتا امید کہ جناب والا اپنی عنایات قدیمانہ سے ازالہ شبہ فرما کر اطمینان بخشیں

الجواب - اگر جملہ اسمیہ کے استمرار کے یہ معنی ہوں تو زید ضارب غداً کے یہ معنی ہوں گے کہ بس کل کو جب اس سے ضرب صادر ہوگی تو پھر ابداً ضرب ہی صادر ہوتی رہا کرے گی آیت ثم انکم بعد ذلک لمیتون ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون کے دونوں جملوں میں صریح تعارض ہوگا کیونکہ لمیتون کا مدلول دوام موت ہوگا دوسرا جملہ اس دوام کی نفی کرتا ہے اور اعادۂ معدوم کا اشکال جو لکھا ہے تو کیا اسکا استحالہ کسی دلیل سے ثابت ہے عین ہونے کے لئے جن امور کی ضرورت ہے وہ وجود ثانی میں محفوظ رہ سکتے ہیں اور اگر بعض عوارض کا بدل جانا بقاء عین میں مضر ہو تو پھر زید جو کل تھا لازم آتا ہے کہ آج نہو۔ اور جس معنی کر اس کا استحالہ ثابت ہے اس معنی کر ہم قائل نہیں نہ جزاء و سزاء اس معنی پر موقوف ہے اور جب اعادہ معدوم ممکن ہے تو ظاہر ہے کہ بعد فرض اعادہ کے یہ معاد وہی عامل طاعت و معصیت ہے جو نشاۃ اولیٰ میں تھا اور پھر معدوم کر دیا گیا تھا اور اس کا لغۃً خلق جدید ہونا مضر مقصود نہیں حق تعالیٰ کے کلام سے ایسا جدید ہونا مسلم ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید - اور اگر اس کا نام خلق مثل فرض کر لیا جاوے تب بھی کوئی عقلی اشکال نہیں اور مثلین کا ایسا تغائر جزاء و سزاء کے توجہ میں مضر نہیں جیسا بعض حکماء بھی تجدد امثال کے قائل ہیں پھر بھی خطابات و تبعات ماضیہ دوسرے مثل پر متوجہ ہیں عجب نہیں ایسی ہی گنجائش کی بناء پر حق تعالیٰ نے بعض جگہ بخلق مثلہم فرمایا ہو فی جواب قولہم ءانا لمبعوثون خلقا جدیدا - ۲۳ رجب ۱۳۳۴ھ

سوال - کل شئی ھالک الا وجہہ کے متعلق عاجز کے شبہ کا جواب جناب نے جو تحریر فرمایا ہے اس میں چونکہ میری منشاء شبہ سے تعرض نہیں ہے اسوجہ سے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کا باعث غالباً اظہار شبہ میں عاجز کی عبارت کا قاصر ہونا ہے اب زیادہ واضح لکھنے کی کوشش کرتا ہوں قبل قیامت جب ہر شئے فنا ہوگی تو مثلاً زید بھی فنا اور معدوم ہوگا اور بمقتضائے کل شئی ھالک الخ زید کی روح اور جسم سب معدوم ہو جائیں گے یعنی زید

۷۴

بجمیع اجزائہ معدوم ہوجائیگا اس کے بعد جب دوبارہ جزا و سزا کے لئے بعث ہوگا (یا جو کچھ نام رکھا جاوے) اسوقت زید کا ہر ہر جزو مخلوق جدید ہوگا اور جب ہر ہر جزو مخلوق جدید ہوا تو زید معدوم بجمیع اجزائہ اور زید ثانی مخلوق بجمیع اجزائہ میں مابہ الاشتراک کوئی جزو نہیں اسلئے اس زید ثانی کا جو بجمیع اجزائہ مخلوق جدید ہے اعمال زید معدوم بجمیع اجزائہ کے لئے مثاب یا معذب ہونا سمجھ میں نہیں آتا منشار میرے شبہ کا ایک تو یہ ہے کہ کل شئی استیعاب کو مقتضی ہے (سوائے خدا کے) اس لئے زید کا ہر ہر جزو شے ہے اور ہر شے ہلاک اور فنا ہوگی دوسرا منشار شبہ کا یہ ہے کہ فنا اور ہلاکت کے معنی معدوم ہونے کے سمجھ رہا ہوں کیونکہ ایک آیت میں فنا بقار کے مقابل واقع ہوا ہے اور بقار استمرار وجود کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کیلئے ثابت ہے اس لئے لامحالہ ماسوار کیلئے عدم فی زمانٍ ماکم سے کم ثابت ہونا چاہئے امید کہ تحقیقی جواب سے سرفراز فرمادیں الزامی جواب سے اول تو شبہ دفع نہیں ہوتا بلکہ ایک شبہ اور بڑھ جاتا ہے اور اگر اس کا جواب سمجھ میں آجاتا ہے تو وہ خود قابل التفات نہیں رہتا اور اصل شبہ بدستور باقی رہ جاتا ہے اسلئے بادب تحقیقی جواب کیلئے مکرر مستدعی ہوں۔

الجواب ۔ یہ بھی مسلم کہ اسوقت سب پر عدم محض طاری ہوجاویگا یہ بھی مسلم کہ پھر وجود مستانف ہوگا لیکن اسکو من کل الوجوہ جدید کہنا غیر مسلم۔ خلاصہ یہ کہ زمان بھی ایک ظرف ہے مثل مکان کے پس جس طرح زوال من مکان وحصول فی مکان آخر موجب شبہ نہیں اسی طرح زوال من زمان وحصول فی زمان آخر موجب شبہ نہوگا پس وجود ثانی کو اگر باعتبار زمانہ خاصہ کے جدید کہا جاوے مسلم غیر مضر۔ اور اگر مطلقاً جدید کہا جاوے تو غیر مسلم۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ معدوم فی زمان خاص مطلقاً معدوم نہیں علم الٰہی میں یا دہر میں کہئے موجود ہے جو دوسرے زمانہ میں پھر ظاہر ہوا پس مبنیٰ اشکال کا منہدم ہوگیا اور اشکال بھی منعدم ہوگیا جیسا کہ ایسے ہی وجود کا ماننا اس اشکال کے رفع کرنے کیلئے ضروری ہے کہ تعلق ارادہ ایجاد آیا معدوم کی ساتھ ہے یا موجود کے ساتھ شق اول پر تحقق تعلق کا موقوف ہے تحقق متعلقین پر اور شق ثانی پر ایجاد موجود لازم آویگا جو کہ محال ہے

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ۔

(زکوۃ الفرض فی نبات الارض)

بعد الحمد والصلوٰۃ اس احقر کے پاس ایک مخدوم واجب الاحترام کا والانامہ بحکم ضبط کر دینے مسائل عشر کے آیا امتثالاً للامر اُن مسائل کو جمع کیا گیا اور حسب ایماء ان بزرگ کے اس کو ایک رسالہ قرار دیکر ایک مناسب نام بھی اس کا تجویز کر دیا گیا۔ اب اس سوال وجواب کی نقل کیجاتی ہے

سوال - گذارش یہ ہے کہ درباب عشر جو ہم لوگوں کے پاس زمینیں ہیں عجیب خلجان رہتا ہے اکثر اس باب میں دریافت فرماتے رہتے ہیں۔ ایک قسم کی زمین معافی ہوتی ہے دوسری منضبط جنکا محصول گورنمنٹ انگریزی کو دیا جاتا ہے ان ہر دو قسم کی زمینوں کو کبھی مالک کاشت کرتا ہے یا اکثر غلہ یا روپیوں پر اجارہ دیتا ہے بعض دفعہ بٹائی پر کاشتکاران کو مالک دیتا ہے بعض کی آبپاشی بوجہ انہار گورنمنٹ روپیہ آبپاشی دیکر ہوتی ہے بعض کی چاہات سے ہوتی ہے بعض کی محض باران سے ہوتی ہے۔ ان سب میں عشر یا نصف عشر ہے یا زمین معافی میں عشر ہے زمین منضبط میں نہیں ہے جو زمینیں اجارہ پر دیگئی ہیں اُن میں کاشتکاران پر عشر عائد ہوگا یا مالکان زمین پر ہوگا۔ الحاصل اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے عموماً سب کو تساہل اس باب میں ہو رہا ہے۔

الجواب - الروایۃ الاولیٰ فی الدر المختار من باب العشر من الزکوٰۃ۔ وتجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح کنہر بلا شرط نصاب راجع للکل وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ ولذا کان للامام اخذہ جبراً ویؤخذ من الترکۃ ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب ومأذون ووقف وتسمیتہ زکاۃ مجاز الا فی ما لا یقصد بہ استغلال الارض نحو حطب وقصب فارسی وحشیش وتبن وسعف وصمغ وقطران وخطمی واشنان وشجر قطن وباذنجان وبزر بطیخ وقثاء وادویۃ کحلبۃ وشونیز حتی لو استغل ارضہ بہا یجب العشر ویجب نصفہ فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیۃ ای دولاب لکثرۃ المؤنۃ وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ وقواعدنا لا تاباہ ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب ولو استویا فنصفہ

۷۶

وقیل ثلثۃ ارباع بلا رفع مؤنت ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر فی کل الخارج الی قولہ واخذ الخراج من ذمی اشتری ارضاً عشریۃ واخذ العشر من مسلم اخذہا منہ من الذمی بشفعۃ او ردت علیہ لفساد البیع اہ مختصراً فی رد المحتار قولہ وتبن بالباء الموحدۃ قال فی الفتح غیر انہ لو قصلہ قبل انعقاد الحب وجب العشر فیہ لانہ صار ہو المقصود۔

الروایۃ الثانیۃ - فی الدر المختار ویؤخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ وبدو صلاحہا برہان الی قولہ ولا یحل الخ - فی رد المحتار واختلفوا فی وقت العشر فی الثمار والزروع فقال ابو حنیفۃ وزفر یجب عند ظہور الثمرۃ والامن علیہا من الفساد فیہ تحت قولہ لا یحل الخ - فی الواقعات عن البزازیۃ لا یحل الاکل من الغلۃ قبل اداء الخراج وکذا قبل اداء العشر الا اذا کان المالک عازماً علی اداء العشر اہ وہو تقیید حسن۔

الروایۃ الثالثۃ - فی الدر المختار ویسقطان بہلاک الخارج فی رد المحتار قولہ ویسقطان ای العشر وخراج المقاسمۃ الی قولہ وفی البزازیۃ ہلاک الخارج بعد الحصاد لا یسقطہ وقبلہ یسقط لو بآفۃ لا تدفع کالغرق والحرق واکل الجراد والحر والبرد اما اذا اکلتہ الدابۃ فلا لامکان الحفظ عنہا غالباً۔

الروایۃ الرابعۃ - فی الدر المختار ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع

الروایۃ الخامسۃ - والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقال علی المستاجر کمستعیر مسلم وبقولہما ناخذ وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما بالحصۃ فی رد المحتار قولہ کخراج موظف فانہ علی المؤجر اتفاقاً الی قولہ واما خراج المقاسمۃ وہو کون الواجب جزءاً شائعاً من الخارج کثلث وسدس ونحوہما فعلی الخلاف کذا فی شرح درر البحار وکذا الخراج الموظف علی المعیر وخیرہ ای اتفاقاً بدائع اما العشر فعلی المستعیر کما یأتی تحت قولہ وبقولہما

نأخذ فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلک لانهم فی زماننا الی قوله والا فبقولهما لما یلزم علیه من الضرر الواضح الذی لا یقول به احد وفیه تحت قوله وفی المزارعة لکن ماذکر من التفصیل یخالفه ما فی البحر والمجتبیٰ و المعراج والسراج والحقائق والظهیریة وغیرها من ان العشر علی رب الارض عنده وعلیهما عندهما من غیر ذکر هذا التفصیل وهو الظاهر لما فی البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینهما فیجب العشر علیهما اھ الی قوله فکان ینبغی للشارح متابعة ما فی اکثر الکتب۔

الروایة السادسة۔ فی الدر المختار ونائبها خراج الی قوله حواہ مقاتلونا فی رد المحتار الذی فی الهدایة وعامة الکتب المعتبرة انه یصرف فی مصالحنا کسد الثغور وبناء القناطر والجسور وکفایة العلماء والقضاة والعمال ورزق المقاتلة وذراریهم ای ذراری الجمیع۔

الروایة السابعة۔ فی الدر المختار من باب المصرف ای مصرف الزکوٰة والعشر فی رد المحتار وهو مصرف ایضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة کما فی القهستانی۔

الروایة الثامنة۔ فی الدر المختار باب العشر والخراج والجزیة ارض العرب وما اسلم اهله طوعاً او فتح عنوة وقسم بین جیش والبصرة ایضاً باجماع الصحابة عشریة الی قوله ویجب الخراج فی ارض الوقف والصبی والمجنون لو کانت الارض خراجیة والعشر لو عشریة ومر فی الزکوٰة فی رد المحتار تحت قوله وقسم بین جیش ولو قال بیننا لشمل ما اذا قسم بین المسلمین غیر الغانمین فانه عشری لان الخراج لا یوظف علی المسلم ابتداء ذکرہ القهستانی در منتقی۔

الروایة التاسعة۔ فی رد المحتار عن الاسعاف واذا دفع المتولی الارض مزارعة فالخراج او العشر من حصة اهل الوقف ص ۳۹۵ ج ۳۔

الروایة العاشرة۔ ولواحیاہ مسلم اعتبر قربه ما قارب الشئ یعطی حکمه۔

الروایۃ الحادیۃ عشر - فی الدر المختار ولا خراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفۃ الی قولہ فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفاً او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج فی ردالمحتار قولہ ولا خراج الخ ای خراج الوظیفۃ وکذا خراج المقاسمۃ والعشر بالاولی لتعلق الواجب بعین الخارج فیہما۔

الروایۃ الثانیۃ عشر - فی الدر المختار ولا یؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان فی ردالمحتار ای لوکان لہ ارض خراجہا موظف لا یؤخذ منہا العشر الخارج وکذا لوکان خراجہا مقاسمۃ من النصف ونحوہ وکذا لوکانت عشریۃ لا یؤخذ منہا الخراج لانہما لا یجتمعان الخ۔

الروایۃ الثالثۃ عشر فی الدر المختار ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وھبہ لہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی جاز وحل لہ لو مصرفاً والا تصدق بہ یفتی ولو ترک العشر لا یجوز اجماعاً ویخرجہ بنفسہ للفقراء اھ مختصراً - فی ردالمحتار تحت قولہ وحل لہ لو مصرفاً کالمفتی والمجاھد والمعلم والمتعلم والذاکر والواعظ عن علم ولا یجوز لغیرھم وکذا اذا ترک عمال السلطان الخراج حل بدون علمہ۔

ان روایات سے مسائل ذیل ثابت ہوئے۔ (**اطلاع**) جہاں لفظ عشر آویگا عشر و نصف عشر دونوں کو عام ہوگا۔

نمبر ۱ - عشر یا نصف عشر ارض عشریہ میں جسکی تعریف عنقریب آتی ہے کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے نہ اس میں کوئی نصاب شرط ہے اور نہ قرض وغیرہ مانع ہے نہ اخراجات زراعت کے اس میں منہا کئے جاتے ہیں البتہ جو لوگ کسی خاص حصہ پیداوار پر زراعت میں کام کرتے ہیں انکے حصہ کا عشر خود ان کے ذمہ ہے۔

نمبر ۲ - نابالغ بچہ و مجنون کی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔

نمبر ۳ - ارض وقف میں بھی عشر واجب ہے۔

نمبر۴- ہر پیداوار میں جس سے آمدنی حاصل کرنا مقصود ہو عشر واجب ہوتا ہے خواہ غلہ ہو خواہ پھل۔ پس کھیت اور باغ دونوں میں واجب ہے۔

نمبر۵- مقدار عشر میں تفصیل یہ ہے کہ جسکی آبپاشی بارش سے ہوئی ہو اُس میں دسواں حصہ پیداوار کا واجب ہے اور جسکی آبپاشی چاہ سے یا نہر کے خریدے ہوئے پانی سے ہوئی ہو اسمیں بیسواں حصہ واجب ہے اور اگر دونوں طرح ہوئی ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر دونوں طریقہ مساوی ہوں تو بعض کے نزدیک بیسواں حصہ اور بعض کے نزدیک عشر کا تین ربع یعنی چالیس میں سے تین واجب ہیں۔

نمبر۶- خوید وغیرہ جو کاٹ لی جاتی ہے اُس میں بھی عشر واجب ہے اور جو بعد تیاری غلہ کے بھوسہ نکلتا ہے اسمیں واجب نہیں۔

نمبر۷- جب پھل قابل اطمینان ہو جاوے اسوقت کے حساب سے عشر واجب ہے۔

نمبر۸- تیاری سے پہلے جس قدر خرچ کریگا اُس سبکا حساب یاد رکھے اُس کا بھی عشر دینا پڑے گا۔

نمبر۹- اگر پھل توڑنے سے پہلے یا کھیت کاٹنے سے پہلے کسی آفت غیر اختیاری مثل برف یا غرق یا حرق وغیرہ سے پھل یا غلہ ہلاک ہو جاوے عشر ساقط ہو جاتا ہے اور اگر چوری ہو جاوے یا جانور کھا جاوے اُس سے ساقط نہیں ہوتا۔

نمبر۱۰- پکنے سے پہلے کھیت بیچ ڈالا تو اس کا عشر مشتری کے ذمہ ہے اور اگر پکنے کے بعد بیچا تو بائع کے ذمہ ہے یہی حکم پھل کا ہے۔

نمبر۱۱- جو زمین اجارہ پر دی جاوے اس کا عشر بقول صاحبین کے کہ مفتی بہ ہے کاشتکار کے ذمہ ہے کہ وہ پیداوار کا مالک ہے اور اگر مزارعت یعنی بٹائی پر ہے تو مالک زمین و کاشتکار دونوں کے ذمہ ہے اپنے اپنے حصہ میں۔

نمبر۱۲- عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے یعنی مساکین جو اصول و فروع میں سے اور ہاشمی نہوں اور زوج و زوجہ نہو۔

نمبر۱۳- عشری زمین وہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اُسکو فتح کیا تھا اس وقت تک برابر وہ مسلمان ہی کی ملک میں چلی آئی ہو خواہ بروے میراث یا بروے خرید یعنی درمیان میں وہ غیر مسلم کی ملک میں

۸۰

زمانی ہو اور جو ایسی نہو وہ خراجی کہلاتی ہے۔
نمبر ۱۴۔ خراج کی دو قسمیں ہیں ایک موظف کہ اسکا لگان ایک مقرر مقدار ہے مثلاً روپیہ بیگہ یا کم و بیش دوسرا خراج مقاسمت کہ پیداوار کا کوئی حصہ کسی خاص نسبت سے لیا جاتا ہو مثلاً نصف یا ثلث وغیرہ
نمبر ۱۵۔ خراجی زمین میں خراج واجب ہوتا ہے۔
نمبر ۱۶۔ لیکن خراج موظف تو قدرت انتفاع زراعت سے واجب ہو جاتا ہے باوجود امکان زراعت کے اگر زمین کو معطل چھوڑے رکھیگا یہ خراج واجب ہو جاویگا البتہ جب قدرت زراعت کی نہو تب ساقط ہو جاتا ہے۔ اور خراج مقاسمۃ مثل عشر کے اسوقت واجب ہوگا جب واقع میں پیدا بھی ہو۔
نمبر ۱۷۔ اگر مسلمان کسی غیر مسلم سے زمین خرید لے وہ خراجی ہوگی۔
نمبر ۱۸۔ اگر مسلمان کسی غیر مسلم کے ہاتھ عشری زمین بیچ ڈالے وہ خراجی ہو جاوے گی۔
نمبر ۱۹۔ خراج کے مصارف مصالح عامہ ہیں اور علماء مدرسین مفتیین و طلبہ کیخدمت بھی ان میں داخل ہے۔
نمبر ۲۰۔ عشر اور خراج دونوں ایک زمین میں واجب نہیں ہوتے
نمبر ۲۱۔ خراجی زمین سے عشر نہ نکالا جاویگا۔
نمبر ۲۲۔ اسی طرح جس زمین میں عشر واجب ہو اگر اس سے خراج لیا جاتا ہو تو عشر ساقط نہو گا جس طرح مال تجارت سے انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہو گی۔
نمبر ۲۳۔ خراج موظف بالاجماع مالک زمین کے ذمہ ہے کاشتکار کے ذمہ نہیں البتہ خراج مقاسمۃ کا حکم مثل عشر کے ہے۔
نمبر ۲۴۔ اگر خراجی زمین کا محصول بادشاہ وقت کی طرف سے معاف ہو تب بھی اگر وہ خراج موظف ہے تو وہ مالک زمین کے ذمہ رہیگا آگے اسمیں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ شخص خراج کا مصرف ہے مثلاً مفتی ہے مدرس ہے واعظ ہے تو اس کو اپنے صرف میں لانا جائز ہے اور اگر مصرف نہیں ہے تو اسپر واجب ہے کہ مصرف میں اسکو پہونچاوے۔ مدارس اسلامیہ کا چندہ اسکے لیے بہت مناسب ہے البتہ اگر انتفاع بالارض پر قدرت نہو تو خراج ساقط ہے اسی طرح خراج مقاسمت میں تفصیل ہے۔
نمبر ۲۵۔ اور اگر بوجہ معافی ہونے کے اس کے محصول کی مقدار کی تعیین میں دشواری ہو تو

انکے قرب وجوار کی آراضی غیرمعافی کا محصول معتبر ہے۔

نمبر۲۲۔ارض وقف کا بھی عشر یا خراج پیداوار سے نکالکر بقیہ کو مصارف میں صرف کیا جاویگا

تنبیہ۔ارض خراجی میں خراج کا حق شرعی ہونا ابتک احقر کو بھی محقق نہ تھا اب اس تحقیق کے بعد اراضی معافی کے متعلق یہ امر خصوصیت کیساتھ قابل تنبیہ واہتمام ہے کہ اس کے خراج کا قرب وجوار کی اراضی سے اندازہ کرکے مدارس اسلامیہ میں پہونچادیا کریں ورنہ انکے ذمہ یہ ایک حق شرعی واجب رہیگا اور عشر کے حق شرعی ہونیسے بیخبری یا انکار یہ تو غفلت وغلطی عظیم ہے۔یہ کل تیرہ اصول ہے اس کو مضاعف یعنی چھبیس مسئلہ ثابت ہوتے ہیں وللہ الحمد علی اتمام الجواب واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

ضمیمہ۔فی رد المحتار تحت قول الدر المختار یجب العشر مانصہ ثبت ذلک بالکتاب والسنۃ والاجماع والمعقول ای یفترض لقولہ تعالی واٰتوحقہ یوم حصادہ فان عامۃ المفسرین علی انہ العشر اونصفہ بینہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ماسقت السماء ففیہ العشر وماسقی بغرب اودالیۃ ففیہ نصف العشر۔قلت وایضا لقولہ تعالی یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ماکسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض الاٰیۃ اس عبارت میں تصریح ہے کہ عشر فرض ہی مثل زکوۃ کے قرآن سے اور حدیث سے اور اجماع سے اور قیاس سے اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ اسمیں کوتاہی یا غفلت کرنا کیسی خیر ہے واللہ الموفق۔۱۰ رجب ۱۳۴۳ھ

سوال حضرت ایک سوال سخت پریشان کرتا ہے کہ قرآن شریف میں ستاروں کی بابت ارشاد باری ہے ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناھا رجوما للشیٰطین الاٰیۃ اور حدیث شریف میں فضل شہر رمضان میں ارشاد شریف ہے اذاکان اول لیلۃ من شہر رمضان صفدت الشیاطین ومردۃ الجن الحدیث۔اول سے ستاروں کے چھوٹنے کی وجہ علت رجوما للشیاطین دوسرے سے قید شیاطین از اول تا آخر رمضان تو پھر کیوں رمضان المبارک میں میں شب کو ستارے چھوٹتے ہیں کیونکہ کئی ایک معتبر اشخاص نے ونیز بندہ نے بھی چھوٹتے دیکھے ہیں۔

الجواب ستارے چھوٹنا کبھی رجم کیلئے ہوتا ہے کبھی دوسرے اسباب طبعیہ سے بھی۔اول میں منحصر نہیں نیز تصفید مخصوص ہے مردۃ الشیاطین کے ساتھ شیاطین کو عام نہیں دونوں طرح تعارض رفع ہوگیا۔۱۴ رمضان ۱۳۴۳ھ

سوال (۱) اگر کوئی شخص ضعف جسمانی کی وجہ سے عشرہ اخیرہ کاملہ کا اعتکاف نہ کر سکے اور ۲ یا ۵ یوم کا ۲۱-۲۲ کے مابین اعتکاف کرے تو سنیت کا کچھ اجر ملیگا یا دیگر ایام رمضان کے اعتکاف کی طرح محض نفل سمجھا جائیگا۔

(۲) عشرہ آخرہ رمضان کے اعتکاف مسنون میں جمعہ کے یا تبرید کے لئے غسل کرنیکی غرض سے خروج عن المسجد مفسد اعتکاف ہے یا متمم یا جائز غیر مفسد اور خروج عن المسجد سے مراد احاطہ مسجد ہے یا وہ حصہ جو نماز کیلئے حکم مسجد میں ہے۔ اگر غسلخانہ صدر دروازہ کے اندر ہو تو اسمیں غسل کرنا اور باہر غسل کرنا مساوی ہے یا کیا۔

الجواب۔ (۱) سنت بقید عشر ہے جب قید نہیں مقید نہیں اور وہی سنت تھا پس سنت نہیں اور جزو سنت بحال انفراد کیلئے جزو سنت بحالت اجتماع مع سائر الاجزاء کے حکم میں ہونا لازم نہیں! ورنہ ثابت

(۲) جس یوم کا اعتکاف شروع ہوگیا ہو اسکے لئے مفسد ہے بقیہ ایام کیلئے منہی و متمم ہے البتہ منذور کیلئے مجموعہ کا بھی مفسد اور مسجد وہی موضع ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے نہ کہ کل احاطہ۔ ۵ رشوال ۳۴ھ

سوال۔ سرکاری ملازموں سے تنخواہ کا ار روپیہ جو فنڈ میں جمع کیا جاتا ہے اور مع سود وغیرہ مستعفی ہونے پر ملتا ہے اسکی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے۔ دین مہر کی طرح یوم القبض سے حولان حول معتبر ہوگا یا دیگر دیون کی طرح وصول ہونے پر سالہائے گذشتہ کا بھی ادا کرنا ہوگا۔

الجواب۔ یہ دین قوی ہے لہذا گذشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی۔ ۵ رشوال ۱۳۳۴ھ۔

سوال۔ ہلال رمضان کی شہادت بقاعدہ شرعیہ باہر سے غیر قاضی کے پاس آوے اور قاضی اسکو تسلیم نہ کرے تو اس شخص کیلئے ۳۰ رمضان کے صوم کا کیا حکم ہے جبکہ قاضی اور عام اہل شہر کے نزدیک وہ ۲۹ رہے اور ابر کی وجہ سے رویت نہو جیسا کہ امسال ہوا اور آیا اسپر ضروری ہے کہ عام اہل اسلام کو اس شہادت معتبرہ کا اور اسکی بنار پر ایک روزہ کی قضاء کا اعلام کرے یا عرفی قاضی پر چھوڑ دے کہ مرجع عوام شہر وہی سمجھا جاتا ہے اور اسی پر اعلان وعدم اعلان کا بار ہے بہرحال قاضی عرفی کے اختلاف پر یہ شخص اپنے اذعان اور شہادت معتبرہ مامون من التزویر میں کن کن باتوں کا مامور ہے۔

الجواب۔ ظاہراً قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کے ساتھ اختلاف نہ کرے نہ عملاً نہ اعلاناً

یا اعمالاً لتعذر کے وقت اہل ب خاص ہیں وہ قائم مقام قاضی شرعی کے ہے البتہ جب قاضی کی خطا اسکو متیقن ہوجاوے تو خاص لوگوں کو حقیقت کی اطلاع ایسے طور سے کردے کہ تشویش و فتنہ نہو۔ ۵ر شوال ۱۳۳۲ھ

سوال۔ زید بمرض بواسیر مبتلا ہے اور بول وبراز کے وقت ونیز دیگر اوقات میں مسّہ اندرونی باہر آجاتے ہیں اونکو بیٹھنے سے ورفتار سے یا زیادہ دیر کھڑے ہونے سے اور بغیر نم دیئے مسّا اپنی جگہ نہیں جاتے اور نہ قائم رہتے اگر کچھ دیر اندر ہو بھی جاتے ہیں تو قایم نہیں رہتے باہر رہنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور نم دینے کی بابت یہ سُنا گیا ہے کہ پانی کی تری دینے سے اور انکو اندرونی حصّہ میں پہونچانے سے روزہ جاتا رہتا ہے پس ایسی حالت میں جب زید کو سخت مجبوری ہو تو کیا عمل کرے

الجواب۔ فی رد المحتار فی الفتح خرج سرمہ فغسلہ فان قام قبل ان ینشفہ فسد صومہ والا فلا لان الماء اتصل بظاہر ثم زال قبل ان یصل الی الباطن بعود المقعدۃ ج ۲ ص ۲۵۹۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں روزہ جاتا رہیگا پس دن کیوقت ایسا کرنے سے احتراز کرے البتہ اگر ایسا کرے کہ تر کرکے کپڑے سے پونچھ ڈالے پھر اندر داخل کردے تو روزہ نہ جاویگا۔ ۲۱ر شوال ۱۳۳۲ھ۔

سوال۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اشتکت النار الی ربہا فقالت یارب اکل بعضہا بعضاً فاذن لہا بنفسین نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف اکثر علماء نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا ہے بنا بریں یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ بعض خطہ ارض میں (جہاں ہمیشہ سردی پڑتی ہے) نفس فی الصیف کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

الجواب۔ حدیث میں عموم امکنہ کہاں مذکور ہے جو اشکال لازم آوے حاصل یہ ہے کہ اس نفس فی الصیف کا اثر بواسطہ آفتاب کے خاص اضلاع کے پہونچتا ہے پس جہاں یا اضلاع خاصہ شمس کے نہونگے وہ اثر بھی نہ پہونچیگا۔ ۹ر شوال ۱۳۳۲ھ۔

سوال۔ ہمارے ہندوستان میں جو کفار لوگ ہیں ذمی ہیں یا حربی مسلمان لوگوں کو امور دینیہ میں اُن کے ساتھ کیونکر معاملہ کرنا چاہیئے۔

الجواب۔ لا ذمی لعدم دخولہم تحت حمایۃ والی مسلم ولا حربی محارب بل حربی مسالم ومستامن وکذا احکامہم کالذمیین۔

سوال بعض عورتوں کو جو سفیدی باکثر وقت آتی رہتی ہے یہ پاک ہے یا ناپاک اور اس سے وضو

فساد صوم بہ ترکردن مسہ ہائے بواسیر وعدم آں بخشک کردن قبل ادخال

ماتیعلق بالحدیث

رفع اشکال عدم عموم صیف باوجود نفس جہنم

تحقیق احکام کفار ہند با مسلمین

طہارت

حکم رطوبت فرج

ٹوٹتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار رطوبۃ الفرج طاہرۃ خلافاً لہما فی رد المحتار تحت قولہ رطوبۃ الفرج طاہرۃ ما نصہ ولذا نقل فی التاترخانیۃ ان رطوبۃ الولد عند الولادۃ طاہرۃ وکذا السخلۃ اذا خرجت من امہا وکذا البیضۃ فلا یتنجس بہا الثوب ولا الماء اذا وقعت فیہ لکن یکرہ التوضی بہ للاختلاف وکذا الانفحۃ ہو المختار الخ ا ص ۳۶۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن امام صاحبؒ کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانہ میں ضرورت ہونے کے سبب بھی ترجیح اسی کو ہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ ۱۶ر شوال ۱۳۳۴ھ۔

تحقیق تصویر صور الحیوان واقتناءہا من کلام النووی منسوبا الی الجمہور منہم الائمۃ الاربعۃ

قال فی شرح مسلم فی باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان وتحریم اتخاذ ما فیہ صور غیر ممتہنۃ بالفرش ونحوہ وان الملئکۃ علیہم السلام لا یدخلون بیتاً فیہ صورۃ او کلب ما نصہ قال اصحابنا وغیرہم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وہو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بہذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث وسواء صنعہ بما یمتہن او بغیرہ فصنعتہ حرام بکل حال لان فیہ مضاہاۃ لخلق اللہ تعالیٰ وسواء ما کان فی ثوب او بساط او درہم او دینار او فلس او اناء او حائط او غیرہا واما تصویر صورۃ الشجر ورحال الابل وغیر ذلک مما لیس فیہ صورۃ حیوان فلیس بحرام ہذا حکم نفس التصویر واما اتخاذ المصور فیہ صورۃ حیوان۔ فان کان معلقاً علی حائط او ثوباً ملبوساً او عمامۃ ونحو ذلک مما لا یعد ممتہناً فہو حرام۔ وان کان فی بساط یداس ومخدۃ ووسادۃ ونحوہا مما یمتہن فلیس بحرام ولکن ہل یمنع دخول ملئکۃ الرحمۃ ذلک البیت فیہ کلام نذکرہ قریباً ان شاء اللہ تعالیٰ ولا فرق فی ہذا کلہ بین ما لہ ظل وما لا ظل لہ ہذا تلخیص مذہبنا فی المسئلۃ وبمعناہ قال جماہیر العلماء من الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم وہو مذہب الثوری ومالکؒ وابی حنیفۃؒ وغیرہم وقال بعض السلف انما ینہی عما کان لہ ظل ولا باس بالصور التی لیس لہا ظل۔ وہذا مذہب باطل فان الستر الذی انکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصورۃ فیہ لا یشک احد انہ مذموم ولیس لصورۃ ظل۔ مع باقی الاحادیث المطلقۃ

فی کل صورۃ قال الزہری النہی فی الصورۃ علی العموم وکذلک استعمال ماھی فیہ ودخول البیت الذی ھی فیہ سواء کانت رقمًا فی ثوب او غیر رقم وسواء کانت فی حائط او ثوب او بساط ممتھن او غیر ممتھن عملًا بظاہر الاحادیث لاسیما حدیث النمرقۃ الذی ذکرہ مسلم وھذا مذھب قوی وقال آخرون یجوز منہا ما کان رقمًا فی ثوب سواء امتھن ام لا وسواء علق فی حائط ام لا وکرھوا ما کان لہ ظل او کان مصورًا فی الحیطان شبہہا سواء کان رقمًا او غیرہ واحتجوا بقولہ فی بعض احادیث الباب۔ الا ما کان رقمًا فی ثوب وھذا مذھب القاسم بن محمد الخ ثم قال تحت قولہ الا رقمًا فی ثوب مانصہ ھذا یحتج بہ من یقول باباحۃ ما کان رقمًا مطلقًا کما سبق وجوابنا وجواب الجمہور عنہ انہ محمول علی رقم علی صورۃ الشجر وغیرہ مما لیس بحیوان وقد قدمنا ان ھذا جائز عندنا اھ قلت حدیث الستر الذی انکر علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو ھذا عن عائشۃ قالت دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا متسترۃ بقرام فیہ صورۃ فتلون وجہہ ثم تناول الستر فہتکہ ثم قال ان من اشد الناس عذابًا یوم القیامۃ الذین یشبہون بخلق اللہ وحدیث النمرقۃ ھو ھذا عن عائشۃ انہا اشترت نمرقۃ فیہا تصاویر فلما راٰھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی الباب فلم یدخل الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون الخ رواھما مسلم فی الباب المذکور وقلت ایضًا قد تقرر فی محلہ ان ترک اجماع الائمۃ الاربعۃ لا یجوز لا سیما وقد صح نص النہی عن الرقم فی الثوب کما مر فحدیث استثناء الرقم اما مأوّل کما مر واما منسوخ بقاعدۃ اذا تعارض المحرم والمبیح ترجح المحرم واما منسوخ بدلالۃ مخالفۃ الاجماع کما تقرر فی موضعہ واما محمول علی الصغیرۃ جدًا بحیث لا تستبین واللہ اعلم۔ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

تمام شد تتمہ رابعہ امداد الفتاوی

سوال۔ سرکاری ملازمتوں میں خصوصاً محکمہ ڈاک میں جو شخص ملازمت کا امیدوار ہوتا ہے اسکو نقد یا جائداد کی ضمانت داخل کرنی پڑتی ہے اور جو لوگ بوجہ ناداری کے اس پر قادر نہیں ہوتے ان کی ضمانت ایک کمپنی کرتی ہے جو ضمانت نامہ اسکی درخواست پر سرکاری محکمہ میں داخل کر دیتی ہے اور اپنے مقررہ نرخ پر اس رقم ضمانت کا سود اس ملازم سے لیتی رہتی ہے جسکی ضمانت اسنے کی ہے پس اگر اس ملازم پر کچھ تاوان پڑتا ہے تو باضابطہ وہ رقم ضامن یعنی بنک کو دینی پڑتی ہے اور جب تک سلسلۂ ملازمت اور یہ ضمانت قائم رہے ماہوار رقم سود یا تنخواہ سے کٹ جاتی ہے یا اسکو بھیجنی پڑتی ہے پس یہ ضمانت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور حاجتمند طالب ملازمت کو ناداری کے عذر اور بلا ملازمت گذارہ نہو سکنے کی معذوری پر شرعاً کچھ گنجایش ادا رسود کے متعلق نکل سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب۔ قاعدہ سے تو یہ معاملہ خلاف شرع ہے کیونکہ مقتضا ضمان کا صرف اسقدر ہے کہ جسقدر روپیہ کمپنی کو دینا پڑا ہے اُتنا اُس شخص سے وصول کر لے زائد لینا ظاہر ہے کہ ناجائز ہے لیکن مضطر کو یہ زائد دینا امید ہے کہ قابل عفو ہوگا لیکن ہمیشہ استغفار کرتا رہے اور جب دوسری سبیل پیدا ہو ترک کر دے۔ ۵ رجب سنہ ۴۲ھ

سوال۔ انجن پر اناج بھیجا گیا اور بیٹھ کر دیکھ گیا تو اکثر آدمیوں کے آٹے میں سے انھوں نے نکالا اور بعض بعض کے آٹے میں دوسروں کا نکلا ہوا جو جمع ہے وہ ڈال دیا گیا تو اس کا کیا بندوبست کرنا چاہیئے بلکہ یہ ناممکن بات ہے کہ جتنا آدمی کا اناج پڑے اُتنا ہی آٹا ملے بلکہ دوسروں کا ملا کر پورا کرتے ہیں۔

الجواب۔ جب ان لوگوں نے سب میں سے نکال کر مخلوط کر لیا یہ لوگ اُس کے مالک ملک خبیث ہو گئے پھر جب دوسروں کے آٹے میں اس میں سے ملایا گیا چونکہ یہ مقدار میں اصل آٹے سے کم ہے اسلئے غالب کا اعتبار کر کے کل آٹے کو حلال کہا جاویگا خصوصاً جب اسکا انتظام اختیاری نہیں معاف کہا جاویگا۔ یکم شعبان المعظم سنہ ۴۲ھ

سوال۔ ہوائی جہاز میں جس وقت کہ وہ ہوا میں ہو خواہ چلتا ہوا یا ٹھیرا ہوا اسمیں نماز فرض جائز ہے یا نہیں۔

الجواب - فی ردالمحتار (ہو ای السجود) لغۃً الخضوع قاموس وفی المغرب بوضع الجبہۃ فی الارض وفی البحر وحقیقۃ السجود وضع بعض الوجہ علی الارض الخ ج ۱ ص ۲۶۵ وفیہ تحت قول الدر المختار وان یجد حجم الارض ما لفظہ تفسیرہ ان الساجد لو بالغ لا یتسفل راسہ ابلغ من ذلک فصح علی طنفسۃ وحصیر وحنطۃ وشعیر وسریر وعجلۃ ان کانت علی الارض لا علی ظہر حیوان کبساط مشدود بین اشجار الخ ج ۱ ص ۵۲۳ ان روایات سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں وضع جبہ یا وضع وجہ ارض پر شرط ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز مستقر علی الارض ہو وہ تبعاً بحکم ارض ہے دو شرط سے ایک وجدان حجم بالتفسیر المذکور اور اسی واسطے بساط مشدود بین الاشجار پر جائز نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ چیز جاندار نہ ہو کیونکہ جاندار میں بوجہ متحرک بالارادہ ہونے کے ایک گونہ استقلال ہے وہ مثل جمادات کے تابع للارض نہیں ہے اسی لئے حیوان پر بلا عذر جائز نہیں اور سریر وعجلہ وغیرہ میں تبعیت مع دونوں شرطوں کے پائی جاتی ہے اس پر جائز ہے پس یہاں چار چیزیں نکلیں - ارض - سریر وعجلہ وغیرہ بساط مشدود و مثل حیوان - اولین پر جائز ہے اور آخرین پر ناجائز الا لعذر فی الحیوان بعد اس تمہید کے سمجھنا چاہیئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہوائی جہاز ارض تو ہے نہیں اور بساط مشدود بین الاشجار کی مثل بھی نہیں بوجہ تفاوت وجدان و عدم وجدان حجم کے اب دو احتمال رہ گئے ایک یہ کہ مثل عجلہ کے ہو دوسرے یہ کہ مثل حیوان کے ہو تو گو ظاہراً مثل عجلہ کے معلوم ہوتا ہے کہ بواسطۂ ہوا کے مستقر علی الارض کے وہ بھی مستقر علی الارض ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ ہوا پر مستقر ہے اور نہ ہوا ارض پر مستقر ہے چنانچہ ہوا کا میلان الی المحیط ظاہر ہے تو وہ ارض پر کیسے مستقر ہے اور اتصال اور چیز ہے اور ہوا کا مادہ رقیقہ بھی جہاز کے ثقل کا معادق نہیں ہو سکتا چنانچہ اگر اسمیں سے گیس نکل جاوے تو فوراً زمین پر گر جاوے پس وہ حقیقۃً ارض پر غیر مستقر ہوا اور حیوان جو کہ حقیقۃً مستقر تھا مگر حکماً مستقر نہ تھا جب اس پر بلا عذر نماز جائز نہیں تو جہاز پر جو کہ حقیقتاً بھی غیر مستقر ہے کس طرح نماز جائز ہوگی الا لعذر معتبر فی الصلوٰۃ علی الحیوان حاصل جواب یہ نکلا کہ جن عذروں کے سبب اونٹ گھوڑے وغیرہ پر نماز جائز ہے اگر وہی عذر پائے جاویں مثلاً نزول میں خوف ہلاک وغیرہ ہو یا نزول پر قادر نہ ہو

۳۲

(اور یہ عذر اخیر جہاز رانوں کیلئے جوکہ اسکے اتارنے یا ٹھہرانے پر قادر ہیں متحقق نہوگا) تب تو ایسپر نماز جائز ہے اور بدون ایسے عذروں کے جائز نہیں۔

(دفع اشتباہ) اس جہاز کو مثل دریائی جہاز کے نہ سمجھا جاوے کیونکہ وہ بواسطہ پانی کے مستقر علی الارض ہے اور اس کا استقرار پانی پر اور پانی کا استقرار ارض پر بالکل ظاہر ہے

(تنبیہ) یہ جواب قواعد سے لکھا گیا ہے علماء سے امید ہے کہ اگر یہ جواب صحیح نہ ہو تو براہ نصیح دین احقر مجیب کو مطلع فرمادیں سمجھنے کے بعد اپنے جواب سے رجوع کرکے اسکو شائع کردونگا۔

سوال۔ اکثر لوگ دانت سونے کے تاروں سے بندھوا لیتے ہیں یا کھوکھلے دانت کے اندر سونا بھروا لیتے ہیں یا سونے کی ناک بنوا کر چہرہ پر لگاتے ہیں اور یہ ناک بلا حرج جدا بھی ہوسکتی ہے لیکن دانت میں سے اس طرح سونا جدا نہیں ہوسکتا۔ سوال یہ ہے کہ آیا نصاب پر اس سونے میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟۔

الجواب۔ فی الدر المختار بعد عد الجزئیات المتعددۃ التی لایجب فیہا الزکوٰۃ مانصہ نعدم النمو فی رد المحتار لانہ غیر متمکن من الزیادۃ الخ ج ۲ ص ۱۴۔

اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ناک میں تو زکوٰۃ واجب ہے اور جو سونا دانت میں لگا یا بھرا ہے اسمیں واجب نہیں واللہ اعلم (**تنبیہ**) اسمیں بھی مثل مسئلہ سابقہ معروض ہے۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم تاجر لوگ کاریگروں سے جو مال خرید کرتے ہیں ایک پیسہ روپیہ کٹوتی کاٹ کر مال کی قیمت دیتے ہیں اور اس بات کا اعلان کاریگروں سے بیع سے پہلے کردیا گیا ہے اس صورت میں یہ بیع شرعاً جائز ہے یا ناجائز صورت ثانی اگر بائع کٹوتی سے راضی نہو تو کیا حکم اور ناراض ہو تو کیا حکم صورت ثالث یہ ہے کہ پیسہ روپیہ کا نکر جو مال خریدا جاتا ہے بیوپاری کو پورا ایک روپیہ کا بتلا کر نفع فی روپیہ لیا جاتا ہے یعنی بیوپاری کو کٹوتی مجرا نہیں دیجاتی یہ امر جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ پہلا اعلان کافی نہیں خریداری کے وقت بائع کو اطلاع کرنا چاہئے کہ ایسا کیا جاویگا اور اگر خریداری کے وقت نہ کہا تو پھر اس کا جواز بائع کی رضامندی پر موقوف ہے اور بدون رضامندی کے ناجائز ہے اور حقیقت اس کٹوتی کی حط ثمن ہے اور اس کٹوتی کے بعد

بیوپاری کو بھی اسکی اطلاع ضروری ہے جبکہ نفع پر معاملہ ہو پوارو پیہ بتلانا حرام ہے کیونکہ جا
ثمن اصل عقد کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے گویا پونے سولہ آنے پر اول ہی سے معاملہ ہوا۔

سوال۔ اس کا کیا حکم ہے کہ جن دنوں میں حکام لوگ دورہ کرتے ہیں تو دوکانداروں
سے کھیوٹ کے نام سے تاوان لیا جاتا ہے یعنی آپس میں سب دوکاندار یہ قرار دے
لیتے ہیں کہ جو دوکاندار ڈیرہ حکام پر جاوے تو اسکو جتنا ضرر ہوگا اس کی مکافات کیلئے
اس کو سب جمع کرکے کچھ کچھ دیدیتے ہیں کبھی نقصان اس سے کم ہوتا ہے کبھی زیادہ ہو
ہے اگر دوکاندار دینے میں کچھ حجت کرے تو دوکان اسکی اٹھوا کر جہاں حکام دورہ
ٹھیرے ہوتے ہیں وہاں بھیجدیتے ہیں جسکی کچھ داد نہ فریاد وہاں جاکر کئی کئی روپیوں کا
نقصان ہوتا ہے دوکان پر ایک آدھ روپیہ دیدیا جاتا ہے تو یہ وبال نہیں اٹھانا پڑتا
ہے دریافت طلب یہ بات ہے کہ دوکان پر کچھ دیدیں یا وہاں جاکر کسر کھائیں اور
وہاں جاکر زیادہ کسر کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بازار کے بھاؤ سے زیادہ لیتے ہیں۔

الجواب۔ یہ کھیوٹ ایک قسم کی رشوت ہے جس کا دینا دفع ظلم کیلئے جائز ہے مگر
لینا جائز نہیں پس جس دوکاندار کو یہ تاوان جمع کرکے نمبردار دیا جاتا ہے اس کو لینا حرا
ہے اور جن دوکانداروں سے لیا جاتا ہے ان کو دینا جائز ہے یعنی وہ اس کے دینے سے
گنہگار نہ ہوں گے۔

تمام شد حصہ العہ حوادث الفتاوی

تتمہ ۳۴ چندہ تاوان دوکانداران بسبب دوکانداری مکافات نقصان از حکام بوقت دورہ

الاحکام الوقتیہ

بابت محرم الحرام ۱۳۳۵ ہجری

اس ماہ کے متعلق احکام الوقتیہ الامداد جلد اول نمبر ۱ بابت محرم ۱۳۳۴ھ اور الامداد جلد دوم نمبر ۱ بابت ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کی تنبیہ ضروری ۔ تتمیہ دوم میں ملاحظہ ہوں ۱۸ محرم ۔ اشرف علی عفی عنہ

نورِ معشوق ازل در دلم از یار افتاد ✤ عکس خورشید ز آئینہ بدیوار افتاد

تازہ بتازہ خوشخبری

حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی دام ظلہم العالی کے مواعظ کے دو سلسلے یعنی

حسن الموعظت و تسہیل المواعظ

حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی کو ارشادات و افادات میں جو ملکہ تامہ حاصل ہے اس سے اسلامی طبقہ بے خبر نہیں ہے حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم نے دین کو اس کی اصلی صورت میں کر کے دکھلا دیا ہے کہ جیسا وہ سہل اور آسان ہے بس اسی طرح اس کے لئے آسان سے آسان اور سہل سے سہل طریقہ اپنے مواعظ و تصانیف کے ذریعہ سے بتلا دیا ہے حضرت والا کے مواعظ کا ایک سلسلہ دعوات عبدیت کے نام سے جاری ہوا تھا جس کی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور چار اور بھی اپنے وقت پر انشاء اللہ تعالے شائع ہونے والی ہیں اب یہ دو جدید سلسلے اور شروع ہوئے ہیں۔

حسن الموعظت تو دعوات عبدیت ہی کی طرح مستقل مواعظ کا سلسلہ ہے اس سلسلہ کا ایک ایک وعظ شائع کیا جاویگا تاکہ شائقین کو خریدنے میں آسانی رہے۔

اور دوسرا سلسلہ تسہیل المواعظ ہے اس میں حضرت والا کے مواعظ شائع شدہ میں سے باذن حضرت والا ایسے مضامین منتخب کئے گئے ہیں جو کہ بالکل سہل اور آسان اور عام فہم ہیں اور ان مواعظ میں جو بعض مضامین ایسے تھے کہ وہ خاص اہل علم ہی کے سمجھنے کے تھے اور عوام کو ان سے دلچسپی بھی نہ تھی اور زیادہ ضروری بھی نہ تھے ان کو حذف کر دیا گیا ہے اور جو مضامین مشکل ان میں ضروری تھے ان کو بے حد سہل عبارت میں بیان کر دیا گیا ہے جس سے کہ یہ مجموعہ عوام اور خصوصاً مستورات کیلئے بے حد مفید اور نافع ہے اس کی نسبت بارہ میں خود حضرت والا کی تمہیدی عبارت تسہیل المواعظ میں سے ایک جملہ تبرکاً نقل کر دینا کافی ہے وھو ھذا (احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہئے اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ) اس سلسلہ میں دو دو تین تین وعظوں کے مضامین یکجا جمع کر کے شائع کئے جاویں گے غرض علمی مناسبت رکھنے والوں کے لئے حسن الموعظت

اصول و مقاصد رسالہ ہٰذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑہ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ دلیو کا اضافہ کر کے عہ کا دلیو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۲۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہٰذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

المشتہران

رفیق احمد و شبیر علی مالکان امداد المطابع و رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

جسٹرڈ نمبر ۲۷۱

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علماً

وفی الحدیث عن ابن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فیما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات و مجربات
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں یا از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است
یا جل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ
مشیر است بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامسہا الالتفاتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۸ | بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۵ ہجری | جلد ۲

باہتمام الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

معین الدین پریس میرٹھی

این صحیفہ کا مدرش امداد نام	یافتہ امداد المطلع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت صفر المظفر سنہ ۱۳۳۵ھ

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضامین	فن	صاحب مضمون	صفحہ	کیفیت
۱	اصلاح انقلاب - -	فقہ	حضرت مولانا اشرف علی صاحب	۳	
۲	ضمیمہ امداد الفتاوی - -	فقہ	" مدظلہم العالی "	۲۷	
۳	تربیۃ السالک - - -	سلوک یا طب روحانی	" " "	۳۵	
۴	الاحکام الوقتیہ - -	بابت ماہ صفر	" " "	۳۹	

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

اصلاح انقلاب کا اصلاحی انقلاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا اشرف علی عرض رسا ہے کہ اس مضمون کے سلسلہ کا (جو کہ عرصہ دراز سے القاسم میں شائع ہو رہا ہے) نافع ہونا تو بفضلہ تعالیٰ دین کی ضرورت سمجھنے والوں کے نزدیک مسلم ہو چکا ہے چونکہ ایک مدت سے القاسم میں مع الرشید بجائے اسکے احقر نے ترجمہ عوارف دینا شروع کر دیا تھا جسکی وجہ بھی اسی ترجمہ کے خطبہ میں ظاہر کر دی ہے اسلئے اس کا مضمون بند ہو گیا تھا اب بعض خیرخواہان دین نے پھر اسکے احیاء و اجراء کی رائے دی جسکو قبول کر لینا اصلح معلوم ہوا۔ چونکہ القاسم میں مع الرشید گنجایش نہ تھی اور اس پرچہ الامداد میں بعض مضامین کی جگہ خالی ہو گئی تھی اسلئے اسکا اعادہ الامداد میں کیا جاتا ہے اور سرخی میں اصلاحی کا موصوف جو انقلاب ہے اس سے بھی تبدیلی اعادہ مراد ہے اور بوجہ اسکے کہ اس اعادہ کا منسوب الی الاصلاح ہونا ظاہر ہے اسلئے اصلاحی اسکی صفت میں لایا گیا۔

اعادہ کے ارتباط کا افادہ

القاسم صفر ۱۳۳۲ھ میں ایک فہرست تحریم بعض محللات کی لکھی گئی تھی جسمیں شاگردی اور مریدی اور زوجہ ثانیہ سے نکاح کا مضمون بھی ہے پھر اسکی اور بعض صورتیں یاد آنے سے ایک ضمیمہ اسپر اضافہ کیا تھا جو کہ اسی پرچہ میں شروع ہو کر ربیع الثانی ۳۲ھ کے پرچہ کے ٹائیٹل پر اس عبارت پر ختم ہو گیا تھا "ضمیمہ ختم ہوا ۲۶ ربیع الاولی ۳۲ھ" اسکے بعد پھر کوئی مضمون اصلاح انقلاب کا نہیں نکلا جب اس کے اعادہ کا ارادہ کیا اتفاق سے ایک شخص کو نکاح جدید کا واقعہ پیش آگیا جسکی نسبت اس شخص کے ایک عزیز نے کچھ استفسار کیا اور اس شخص نے اس کا مفصل جواب لکھا جسکا ایک مناسب نام بھی رکھدیا گیا جو ذیل میں اس جواب کی پیشانی پر لکھا ہوا ملے گا۔

چونکہ اس جواب خط میں فہرست مذکور سابق کے اجزاء مذکورہ یعنی شاگردنی و مریدنی و زوجہ ثانیہ سے نکاح کرنے کے متعلق جہلار کی بہت باتوں سے تعرض اور اُن کی اصلاح تھی جو کہ مضمون انقلاب سے مناسب ہے اور اسکی ساتھ اسمیں اور بھی بہت سے علوم و فوائد علمی و عملی و حالی و شرعی و فلسفی ہیں اسلئے اس خط کو بعینہٖ اس فہرست کا ضمیمہ ثانیہ بنا کر اصلاح انقلاب کا جزو بنا دیا گیا یہ ارتباط ہوا اس اعادہ کا مضمون سابق انقلاب سے اب اس مضمون کے احیاء کے بعد اللہ تعالیٰ سے اسکے ابقاء کی دعاء ہے۔

اشرف علی عفی عنہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

ضمیمہ ثانیہ

در نقل رسالہ

الخطوب المذیبہ للقلوب المنیبہ

(متعرضہ بعض اغلاط متعلقہ تحریم محللات)

کہ خطیکے از تجربہ کاران است

برادرم عزیزم سلمہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ آنعزیز کے استفساری خط کی رسید اور تعجیل جواب نہو سکنے کا عذر اس خط کے آنے کے ساتھ ہی جسکو آئے ہوئے تقریباً پچیس روز ہو گئے ہونگے ایک کارڈ پر لکھ چکا ہوں گو مجکو بفضلہ تعالیٰ بخار سے نجات ہو گئی ہے لیکن ضعف و نقاہت سے کسی معمولی سے معمولی کام کی بھی ہمت نہیں ہوتی مگر ساتھ ہی آنعزیز کے انتظار کے تصور سے اضطراب اور خود اس جواب کا بھی غالباً بعض مضامین مفیدہ کو متضمن ہونا یہ دونوں امر مقتضی ہیں کہ بنام خدا جواب شروع تو کر ہی دوں اتمام قبضہ قدرت الٰہیہ میں ہے اسلئے اختصار کے ساتھ

مگر قدرے ضروری تفصیل کے ساتھ جواب خط لکھتا ہوں آنعزیز نے لکھا ہے کہ اتنا معلوم
ہوا کہ اس جدید تعلق سے بھابی صاحبہ کی حالت میں بہت تغیر ہو گیا ہے اور آپکو بھی کچھ باعث
مسرت نہوا عزیز من یہ دونوں امر صحیح ہیں اس تفصیل کی تو حاجت نہیں کہ کیا تغیر ہوا اور اس
تغیر کے سبب مجھکو کیا تکدر ہوا کیونکہ مول تو اسکی حقیقت معلوم ہونا مشاہدہ پر موقوف ہے
دوسرے کم شخص ایسے ہونگے جنھوں نے اسکے نظائر کا مشاہدہ نہ کیا ہو اسلئے یہ تفصیل بیکار ہے
البتہ نتیجہ خیز بات اس تغیر کے اسباب کی تحقیق ہے جسکی تقریر سے خود نتیجہ تک ذہن پہونچ
جاویگا اور ممکن ہے کہ آخیر میں اسکی کچھ تصریح بھی کر دی جاوے سو ان اسباب کا مجموعہ راجع ہے
دو امر کی طرف ایک حد سے زیادہ جاہل ہونا طبقۂ اناث کا خواہ جہل علمی یعنی ناواقفی شرائع
خواہ جہل عملی جسکو ہمارے محاورہ میں جہالت کہتے ہیں جسکے شعبوں میں سے زیادہ تر دخل بدگمانی
و بدزبانی و کبر و حسد و حب دنیا و نسیان آخرت کو ہے دوسرا حد سے زیادہ محبت ہونا بیبیوں کو
شوہروں سے امر اول کا ظہور خود منکوحۂ اولی سے زیادہ جو کہ صاحب معاملہ ہے دوسری عورتوں
میں معلوم ہوا چنانچہ ایسے موقع پر جو اقوال ان جہلاء کے سننے میں آئے وہ اسکی بین دلیل
ہیں نمبر ۱ ہائے بادشاہی چھن گئی نمبر ۲ ہائے ایسا ظلم نمبر ۳ بس جی مولویوں کا بھی اعتبار نہ رہا
نمبر ۴ بھلا بدون اجازت منکوحۂ اولی کے یہ دوسرا نکاح جائز کب ہو سکتا ہے نمبر ۵ بھلا اگر عورت
بھی دوسرے مرد کو ڈھونڈھ لے تو مرد پر کیسی گذرے نمبر ۶ ہائے بیٹی بیٹی کہا کرتے تھے جورو بنا کر
بیٹھ گئے نمبر ۷ بیٹی کیا نواسی کی جگہ تھی نمبر ۸ ارے بھائی بھانجا تو بیٹا ہوتا ہے پھر اسکو بیٹا بنا
بھی تھا ہائے بیٹے کی بیوی کو لے بیٹھے یہ غضب نمبر ۹ بس جی ایسی عورت کا کیا اعتبار اس کا تو اگر
نانا حقیقی زندہ ہوتا کیا اسکو بھی کر بیٹھتی نمبر ۱۰ لو اور پڑھاؤ لڑکیوں کو۔ ہائے استاد ہو کر شاگردنی
کو کر بیٹھے نمبر ۱۱ اور مریدنی بھی تو تھی پیر میں اور باپ میں کیا فرق ہوتا ہے نمبر ۱۲ اجی معلوم
ہوتا ہے ان میں پہلے سے سازباز ہو گا نمبر ۱۳ بس جی اب تو سب مرید ایسا ہی کریں گے نمبر ۱۴
اجی لڑکی نے بھی ظلم ہی کر دیا جو کرنا ہی تھا اور دس تھے بھلا جسکے پاس بچپن میں رہی لکھا پڑھا
اسی کی چھاتی پر مونگ دلنا تھا نمبر ۱۵ خدا کرے ان کو آرام ہی نصیب نہو نمبر ۱۶ اجی ایسی
بیچیا ہے تو ستر کرے گی ستر چھوڑے گی نمبر ۱۷ بس اب یہ اس بیچاری غریب کا حصہ رزق

میں بھی بانٹ لیگی ۔ نمبر ۱۸ اگر اتفاق سے کوئی حادثہ پیش آگیا مثلاً معاش کی کمی یا بیماری تو یہ رائے قایم کیجاتی ہے کہ اسکا ایسا منحوس پیر آیا تھا کہ رزق اڑگیا صحت اڑگئی ونحو ذلک من الخرافات جنمیں بعض اقوال تو صاف شریعت کا رد اور کفر کے قریب ہیں اس واقعہ میں معلوم ہوگیا کہ بڑی بڑی لکھی پڑھی تسبیح نفلوں کی پابند مگر تمام تر دین انکا طمع ثابت ہوا نہ یہ تمیز تھی کہ ہم منہ سے کیا بکتے ہیں اسمیں کفر ہوجاویگا یا گناہ ہوجاویگا نہ یہ ہوش کہ آخر نتیجہ ان خرافات کا کیا ہے اپنے نزدیک تو صاحب معاملہ کے ساتھ ہمدردی کیجاتی ہے مگر یہ سلیقہ نہیں کہ اس سے تو اور دونا غم کو اشتعال ہوتا ہے ایسے وقت میں سخت ضرورت تسلی دینے کی ہوتی ہے جسکا طریقہ عام عقلاء کے نزدیک تو صبر دلانا ہے اور جو جو شبہات آیندہ کے متعلق صاحب معاملہ کو واقع ہوں مثلاً یہ کہ میرے ساتھ التفات نہ رہیگا میرے حقوق ضائع کردیئے جاویں گے جدیدہ کی چغلیوں سے مجھکو تکلیف دی جاویگی ان سب شبہات کو خوبصورتی سے رفع کرنا اور میرے نزدیک ایسے موقع پر تسلی کا طریقہ یہ ہے کہ اسکو مصیبت ہی تسلیم نہ کیا جاوے کہ صبر کی ترغیب دیجاوے بلکہ اسکا نعمت و مصلحت ہونا ثابت کیا جاوے اور شکر کی ترغیب دیجاوے اور یہ جو میں نے کہا کہ ایسے موقع پر تسلی کا طریقہ یہ ہے مراد ایسے موقع سے وہ موقع ہے جہاں اسکا ظاہراً نعمت ہونا بھی ثابت کرسکے جیسے بفضلہ تعالیٰ اس ناکارہ کی حالت ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے قدیمہ کی دلجوئی میں بجید کوشش کردی گو میں نے کوئی گناہ کا یا عیب کا کام نکیا تھا لیکن ان کے عین فوران شکایت میں ان کے تجاوز عن التہذیب کو غلبۂ حال پر محمول کرکے ان کو معذور قرار دیا اور اسی طرح سکون و سکوت و ضبط سے کام لیا جیسے کوئی عیب کرکے خجل و شرمندہ ہوتا ہے اور تمام تر جوش و خروش کا جواب ان الفاظ سے دیا کہ خیر میں نے سب دل سے معاف کیا اللہ تعالیٰ تمھاری اصلاح فرماوے۔

میں بوجہ پختگی سن و کثرت مشاغل خدمت خلائق ان سے بالکل بفکر ہوگیا تھا بعض اوقات دن بھر گھر جانے کی نوبت نہ آتی تھی عشاء کی نماز پڑھکر فوراً سو رہتا تھا بات کی بھی فرصت نہ ملتی تھی مگر اب انکی دلجوئی کا خاص اہتمام شروع کردیا ذرا ذرا بات میں ان کی رعایت ملحوظ کرنے لگا چونکہ مزاج میرا فطرۃً تیز ہے اور عورتوں میں کجی لازم ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ اکثر جب کوئی

۴

ایسا موقع پیش آتا تھا میں تحمل نہ کرتا تھا قولاً بھی تیز الفاظ کہتا تھا اور عملاً بھی بعض اوقات کھانا
چھوڑ کر گھر سے مدرسہ میں چلا آتا تھا ایسا اتفاق بکثرت ہوتا تھا جب سے یہ واقعہ ہوا اس برتاؤ
کا نام ونشان نہیں رہا ادوہر سے کتنی ہی کجی ہوئی ادہر سے بہت زیادہ نرمی وراستی برتی
گئی خلاصہ یہ ہے کہ اسقدر نرم برتاؤ اختیار کیا گیا کہ بعض لوگ تو مجھکو بے غیرت کہنے لگے بعضے
بیوی سے ڈرنے والا دبنے والا کہنے لگے بعض نے یہ رائے قایم کی کہ یہ نرمی ہی سببہے دوسری
جانب کی دلیری کا البتہ یہ تو ہوا کہ جب کبھی شریعت پر اعتراض کا اثر پہونچنے لگا گو صاحب
اعتراض کو اسکا احساس نہیں ہوا یا یہ کہ بیہودگی کو زیادہ استداد ہونے لگا اول تو نرمی سے
فہمایش کردی اگر پھر اصرار ہوا تو دوبارہ فہمایش میں قدرے آواز بلند ہوگئی مگر اسمیں بھی
الفاظ خشن اور تیزے زبان کو نہایت تکلف کے ساتھ روکا غرض یہ خلاصہ تھا اور ہے میری
حالت کا تو اسمیں غور کر کے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ میرا برتاؤ پہلے سے زیادہ اچھا ہو گیا اور سبب
اسکا وہی دل شکنی کے احتمال پر دلجوئی اور اس دلجوئی کا سبب بھی واقعہ جدیدہ تو اس صورت
میں کیا شک رہا کہ اس واقعہ کا قدریہ کے حق میں نعمت ہونا بھی نہایت آسانی سے ثابت
کیا جاسکتا ہے پس طریق تسلی کا یہ تھا اور اگر یہاں تک ذہن نہ پہونچتا تو خیر صبر ہی کی تعلیم
کیجاتی اگر دو چار عاقل عورتیں بھی اس طرف توجہ کرتیں تو ان کے رنج وغم کی یہانتک نوبت
نہ پہونچتی مگر جو آئی ان کے خیالات کی جنمیں اکثر بلکہ کل کے کل لغو اور بے بنیاد تھے تصدیق
ہی کرتی آئی کسی نے تکذیب نہیں کی الا ماشاء اللہ اور تصدیق بھی صرف خوشامد میں اور
اس مصلحت سے کہ یوں نہ کہیں کہ فلانی کو میرے ساتھ ہمدردی نہیں پس اس تصدیق سے انکے
اوہام اور خیالات اور پک گئے اور وہ مثال ہو گئی جیسے کسی میانجی کو اسکی مکتب کے لڑکوں نے
باہم متفق ہو کر بیمار ڈالدیا تھا کہ جو آتا ہے خیر ہے چہرہ اوداس کیوں ہے آخر بیچارا بیمار پڑ گیا
میں نے اس دلجوئی کے علاوہ اصلاح باطن کے طریقوں سے اسقدر کام لیا کہ شاید بیس پچیس
برس کی مدت میں کسی کیلئے نہ لیا ہو گا ان میں بعضے طریقے منقول تھے اور بعضے بزرگوں
کے کلام سے مستنبط کئے ہوئے اور ایسے لطیف لطیف کہ اگر کوئی ان کی قدر کرتا تو ضبط کرنیسے
ایک بے نظیر رسالہ سلوک کا بنتا اور عمل کرنے سے انسان کامل بنجاتا مگر تجربہ سے معلوم ہوا

۵

اور پہلے سے بھی معلوم تھا مگر اب اور زیادہ معلوم ہو گیا کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے اسکی اصلاح کوئی مخلوق نہیں کر سکتا حتی کہ نبی بھی۔ دوسرے یہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اصلاح کیلئے مصلح کے ساتھ اعتقاد اور عظمت کا ہونا شرط ہے اور شوہر کے ساتھ یہ دونوں امر ضعیف ہیں بہر حال میں نے تھک کر حق تعالیٰ سے التجا اور دعا شروع کی ہے اور حضرت زکریا علیہ السلام کے قول کے موافق ولم اکن بدعائک رب شقیا۔ امید قبول رکھتا ہوں اور غالباً پہلے کی نسبت سکوت وسکون دونوں کی رفتار ترقی پر ہے اور جس مرض میں روزانہ انحطاط ہو امید قوی وہاں صحت ہی کی ہوتی ہے یہ تو خلاصہ تھا ان کے غم اور اس غم میں ان کے ساتھ میرے معاملہ کا اب عزیز کے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کو بھی کچھ باعث مسرت ہوا ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کیا مسرت ہو سکتی جبکہ اسباب مسرت پر اسباب کلفت کے غالب ہوں مگر یہ نفی مسرت کی جو میں نے تسلیم کر لی یہ ظاہری مسرت کے اعتبار سے ہے ورنہ باطناً تو اگر اللہ تعالیٰ معرفت نصیب کرے یہ کلفت بھی مسرت ہی ہے کیونکہ مسرت کے جو منافع ہیں اس کلفت میں اس سے کم نہیں بلکہ بہت کچھ زیادہ حاصل ہیں گو اس زیادت پر نظر کر کے نہ اس کلفت کی تمنا کرے اور نہ اسکے رفع کی دعا کو ترک کرے حق تعالیٰ سے برابر عافیت مانگتا رہے لیکن جب تک عافیت ظاہری نہ ہو اسمیں مصلحتیں وحکمتیں سمجھکر دل سے راضی اور ثواب کا متوقع رہے چنانچہ الحمد للہ اسپر کچھ کچھ عمل ہے جس سے زخم پر مرہم رکھا جا رہا ہے ورنہ ع بلا بودے اگر ایں ہم نبودے + ہاں میں نے اسباب تغیر میں ایک امر جبل بتلایا تھا دوسرا امر محبت بی بی کو شوہر کے ساتھ۔ مسرت کے جواب سے اسکو ترتیب میں مقدم لکھنا چاہیے تھا مگر خیر امر اول کا ذکر ابھی دور نہیں ہوا گویا یہ دوسرا اس اول کے ساتھ ہی مذکور ہے اس امر ثانی کی سببیت اس طرح ہے کہ چونکہ بی بی کو شوہر سے خصوص ہندوستان میں یہاں کی آب وہوا کی خاصیت سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور خاصہ محبت کا یہ ہے ؎

باسایہ ترا نمی پسندم — عشق است و ہزار بدگمانی

بس اس سے یہ شرکت کہ اسکے شوہر میں دوسری اگر حصہ دار ہو جاوے سخت ناگوار ہوتی ہے

اور گو یہ شرکت دوسری کو بھی کسیقدر ناگوار ضرور ہے لیکن پھر دونوں میں یہ فرق ہے کہ دوسری تو اول ہی سے شرکت کو گوارہ کرکے آتی ہے اور پہلی مدتوں انفراد و اختصاص کی حالت میں رہ چکتی ہے اسکو خلاف ارادہ و خلاف توقع و خلاف رضا یہ شرکت پیش آجاتی ہے اسلئے اسکو زیادہ صدمہ ہوتا ہے اور اسکا خلاف ارادہ و خلاف رضا ہونا تو ظاہر ہے باقی خلاف توقع اسلئے کہ ہندوستان میں اسکا رواج اسقدر کم ہے گویا کہ ہے ہی نہیں اور رسم کو جذبات میں بہت دخل ہوتا ہے اور یہانتک دخل ہوتا ہے کہ جو امر خلاف ارادہ و خلاف رضا بھی ہو مگر خلاف رسم ہونے کے سبب خلاف ارادہ اور رضا ہونیکا بھی اثر نہیں رہتا چنانچہ بعض جگہ سنا گیا ہے کہ منکوحۂ اولی خود ہی دوسری کو اپنی رغبت و کوشش سے لائی اور پھر آنیکے بعد ناگواری اسی درجہ تک پہونچ گئی جیسے اسکی لائی ہوئی نہوتی بہرحال یہ محبت بھی اسکا سبب ہے اور گو اسوجہ سے کہ محبت امر طبعی ہے تو اسکا سبب یعنی ناگواری بھی امر طبعی ہوگا اور امر طبعی میں انسان معذور ہے اسلئے منکوحۂ اولی نفس ناگواری میں معذور ہے لیکن اگر محبت کے ساتھ علم ہوتا تو یہ ناگواری حد اعتدال سے نہ بڑھنے پاتی اور بلاشک وہ قابل ملامت نہوتی لیکن چونکہ محبت کے ساتھ مجموعہ سبب کا ایک جزو جہل بھی ہے جو کہ اختیاری ہے بایں معنی کہ اسکا ازالہ اختیاری ہے۔ اور پھر شرعاً و عقلاً مذموم ہے اسلئے اس مجموعہ سبب پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں اُن میں جسقدر آثار جہل کے حصہ کے ہیں اُنمیں نقلاً و عقلاً معذوری نہیں ہوگی بلکہ ان آثار میں گناہ لکھا جاویگا اسلئے یہ رائے کہ علی الاطلاق ان امور میں سوتیاڈاہ کے سبب معذور سمجھا جاوے محض غلط ہے ورنہ اس کیفیت غیظیہ سے زیادہ اکثر اوقات دوسری کیفیات شہوت و غضب و حسد و کبر جن سے صدور معاصی کا ہوتا ہے غالب ہوتی ہیں تو چاہئے کہ گناہ کوئی چیز ہی نہو اور بطلان اسکا ظاہر ہے یہ تحقیق تھی ناگواری کے دونوں سببوں کی اب اسی تقریر سے ان اسباب کے متعلق جو بات نتیجہ خیز ہے وہ بھی معلوم ہوگئی ہوگی یعنی امر اول کے متعلق تو وہ بات یہ ہے کہ تعلیم و اصلاح نفس کی کمی جب سبب ان پریشانیوں کا ہے جن کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہونچتا ہے تو اسکا تدارک سب عقلاء کو متفق ہوکر کرنا چاہئے مگر یہ جان لینا چاہئے کہ تعلیم و تہذیب سے مراد تعلیم دین و تربیت روحانی ہے نہ کہ تعلیم و تہذیب

جدید کہ اسکو ملکات وجذبات کی اصلاح میں جسکی کہ ضرورت ہے کوئی دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے
بلکہ وہ تو اسمیں بالعکس مضر ہے چنانچہ تجربہ شاہد ہے اگر عورتوں کو علم دین وحال باطنی ہو جسکا
طریقہ ضروریات دین وحالات اہل اللہ پر عبور اور وقتاً فوقتاً ان ناقصات العقل کے اقوال و افعال
پر روک ٹوک کرتے رہنا ہے تو ان بیہودہ اقوال میں ایک قول بھی زبان پر تو کیا قلب میں بھی
نہ آنے پاوے اور یوں حزن طبعی ہونا عجیب نہیں تو اگر اسمیں اعتدال ہو تو موجب اجر ہے اور صبر کرنے
سے بتدریج خود بخود سکون بھی ہو جاتا ہے اور امر ثانی کے متعلق وہ بات یہ ہی کہ حالت موجودہ
میں بدون اضطرار شدید کے جسکا فیصلہ نفس سے نہ کرانا چاہیئے بلکہ عقل سے کرانا چاہیئے بلکہ
عقلاء کے مشورہ سے کرانا چاہیئے بدون اس اضطرار کے ہرگز نکاح ثانی نہ کرنا چاہیئے خصوص
پختگی سن کے بعد منکوحۂ اولی کو بعد بے فکر ہو چکنے کے فکر میں ڈالنا ہے اور جہل اسکا لازم حال ہے
وہ اپنا رنگ لاویگی گا۔ اور اس رنگ کے چھینٹے سے نہ تم بچیگا نہ منکوحۂ ثانیہ بچے گی خواہ مخواہ
دریائے غم میں بلکہ دریائے خون میں سب غوطے لگا دیں گے خصوص جبکہ مرد بھی عالم اور متحمل نہ ہو
علم نہ ہونے سے وہ حدود عدل کو نہ سمجھ سکیگا اور تحمل نہ ہونے سے وہ اُن حدود کی حفاظت نہ کر سکے گا
اسوجہ سے وہ ضرور ظلم میں مبتلا ہوگا چنانچہ عموماً ازواج متعددہ والے جور وظلم کے معاصی میں
مبتلا ہیں کیونکہ حقوق اس تعدد کے اسقدر نازک ہیں کہ ہر ایک کا نہ وہاں ذہن پہنچ سکتا ہے
اور نہ ان کی رعایت کا حوصلہ ہو سکتا ہے چنانچہ باوجودیکہ شب کو رہنے میں اور ملبوس و ماکول
میں برابر رکھنے کا وجوب سب جانتے ہی ہیں مگر اس تک کا اہتمام نہیں باقی ان مسائل کا تو
کون خیال کرتا ہے کہ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر ایک بی بی کے پاس تو بعد مغرب آجاتا ہے
اور دوسری کے پاس بعد عشاء تو اس نے عدل کے خلاف کیا اور لکھا ہے کہ ایک کی باری
میں دوسری سے صحبت جائز نہیں اگرچہ دن ہی کو ہو اور لکھا ہے کہ ایک کی نوبت میں دوسری
کے پاس جانا بھی نہ چاہیئے اور لکھا ہے کہ اگر مرد بیمار ہو گیا اور اسوجہ سے دوسری کے پاس نہیں
جا سکتا اسلیئے ایک ہی کے پاس رہا تو بعد صحت کے اتنی ہی مدت دوسری کے پاس رہنا چاہیئے
اور دینے لینے میں برابری کرنے کے جزئیات بھی اسقدر دقیق ہیں کہ اُن کی رعایت ہر شخص
کا کام نہیں مجھکو اسقدر دشواریاں اسمیں پیش آئیں کہ اگر علم دین اور حسن تدبیر حق تعالیٰ

بچانا فرماتے تو ظلم سے بچنا مشکل تھا سو ظاہر ہے کہ اس مقدار علم اور اسقدر اہتمام کا عام ہونا بعید بلکہ ابعد ہے نیز ہر شخص کو نفس کا مقابلہ کرنا بھی کار سے دارد اب تعدد ازواج میں بجز اسکے کہ اضاعۃ حق کرکے عاصی ہو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے اور یہ تو حقوق واجبہ تھے بعضے حقوق مروت کے ہوتے ہیں گو واجب نہیں ہوتے مگر ان کی رعایت نہ ہونے سے دل شکنی تو ہوتی ہے جو کہ حقوق رفاقت و محبت کے خلاف ہیں۔ ان کی رعایت اور بھی دقیق اور غامض ہے غرض کوئی شخص ہر وقت کے واقعات و معاملات کے جزئیات کو خیال رکھے اور مستحضر کرے پھر ان واقعات کے احکام علماء سے پوچھے پھر ان پر عمل کرے تو نانی یاد آجا دیگی اور عمر بھر کیلئے تعدد ازواج سے توبہ کریگا الا ان یضطر الی ذالک بوجہ من الوجوہ القویہ اسی لئے حق تعالیٰ نے اجازت تعدد کے بعد اس احتمال کو بھی مصرحاً ارشاد فرمایا فان خفتم ان لا تعدلوا خود حق تعالیٰ کا اسکو اس طرح فرمانا صریح دلیل ہے کہ یہ احتمال بہت ہی غالب اور قوی ہے پھر اکتفاء علی الواحدہ کی نسبت ادنیٰ ان لا تعولوا فرمانا یا اس احتمال کے جانب وجود کو جانب عدم پر صاف ترجیح دی رہا ہے اسلئے اگر خواہی سلامت بر کنار است کا اختیار کرنا اسلم ہے یہ تھا نتیجہ مقصودہ جسکو میں بعد ذکر اسباب کے ذکر کرنا چاہتا تھا اور جسپر میں مزید زور دینا چاہتا ہوں اور کسی کو یہ وہم نہو کہ خود کیوں اس مشورہ کے خلاف کیا بات یہ ہے کہ خلاف کرنے ہی سے تو یہ مشورہ سمجھ میں آیا ہے ع من نکردم شما حذر بکنید + میں نے طبقہ اناث سے وعدہ کیا تھا کہ میرے فعل کو تم سبب سمجھتی ہو مردوں کی جرأت کا تعدد ازواج پر میں اپنے فعل کے نتائج بتلا کر اس فعل کو سبب بناؤنگا مردوں کے رک جانیکا تعدد ازواج سے کیونکہ اس فعل سے مجھکو تجربہ ہو گیا اور تجربہ کار کا قول زیادہ ماننے کے قابل ہے پس میں تجربہ کی رو سے اپنے احباب اور بھائیوں کو اس تعدد سے مشورۃً منع کرتا ہوں اگر میں اس تعدد کو اختیار نہ کرتا تو میرے اس منع کی زیادہ وقعت اس وقت خواہ آپ لوگ نہ کرتے تو بعید نہ تھا لیکن اب اس ممانعت کی خاص وقعت اور اس ممانعت پر عمل کرنا چاہئے مگر ساتھ ہی احکام شرعیہ میں تحریف نہ کیجاوے جیسا بعض نے آیت فان خفتم ان لا تعدلوا اور آیت ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء کو جمع کرکے تفسیر میں معنوی تحریف کی ہے جسکی تحقیق

9

تفسیر بیان القرآن میں کر دی گئی ہے بہرحال حکم شرعی تو یہی ہے کہ تعدد ازواج میں نکاح تو تحقق ہر حال میں ہو جاتا ہے خواہ عدل ہو یا نہ ہو لیکن عدم عدل کے وقت گناہ ہوگا البتہ چونکہ اسوقت عدم عدل غالب ہے اسلئے اسلم یہی ہے کہ تعدد اختیار نہ کیا جاوے ایک ہی پر قناعت کیجاوے اگرچہ ناپسند ہو فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً وحالۃ الاضطرار استثنیتہ من قبل آگے لکھتے ہیں کہ بنار کار کی بابت معلوم ہوا کہ مشیت پر مبنی تھا اور چند مصلحتیں شرعی تھیں ورنہ ضرورت کا سوال نہ تھا۔

عزیز من یہ دونوں بالکل صحیح ہیں لیکن عنوان ان کا بہت مجمل ہے تفصیل نہ ہونے سے محبین ومعتقدین کے بڑھا لینے کا احتمال ہے کیونکہ اسکے معنی یہ سمجھے جاویں گے کہ کوئی الہامی حکم ہوا ہوگا اس وجہ سے اسکو اختیار کیا گیا چونکہ غلو فی نفسہ بھی ناپسندیدہ ہے پھر تلبیس اسمیں اور بھی زیادہ مذموم ہے اسلئے میں اصلی حالت کو منکشف کرتا ہوں سب سے اول اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ میرا یہ فعل کسی مصلحت کی نیت سے یا کسی اشارہ غیبیہ پر عمل کرنے کے قصد سے نہیں ہوا سبب قریب اسکا محض طبیعت کا تقاضہ تھا گو اس تقاضہ میں کسی امر غیبی کو دخل ہو اور گو پھر اسپر بہت سی مصلحتیں بھی مرتب ہو گئی ہوں بلا تشبیہ ایسی مثال ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور پر تشریف لیجانا بہ قصد عطار نبوت نہ تھا محض آگ کی ضرورت سے طبعی تقاضا تھا مگر وہاں جانے پر خاص عطار مرتب ہو گئی قصہ اسکا یہ ہے کہ میں نے مدت ہوئی ایک خواب دیکھا تھا کہ مجھسے اس نکاح کیلئے کہا جا رہا ہے میں بطور تردد کے کہہ رہا ہوں کہ میرے گھر میں کا کیا حال ہوگا تو اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وہ قرآن شریف پڑھا کریں گی۔ میں بیدار ہوا تو قرآن شریف پڑھنے کے معنی تو یہ سمجھا کہ یہ اشارہ شغل دینیہ میں مشغول ہو کر اس غم کو بھول جاویگی چنانچہ اسکا سامان بھی ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن خواب کو کچھ زیادہ با وقعت نہیں سمجھا بلکہ اسکے اتباع کا خیال تو کیا کرتا اسکی کوشش کی کہ ایسا واقع نہ ہو۔ چنانچہ اپنے بھانجہ سے پہلا نکاح کر دیا گیا اور طبیعت خالی ہو گئی خدا کی قدرت وہ بیوہ ہو گئی تو اسکی کوشش کی کہ اس کا کہیں نکاح کر دیا جاوے چنانچہ متعدد مواقع پر اسکی تدبیر و تحریک کیگئی لیکن کہیں سامان نہ ہوا نیز میں نے بڑی تدبیروں سے اسکو اپنے سے پردہ کرایا اپنے مکان میں تدبیر لطیف سے اسکی آمد و رفت

وبودوباش اسقدر کم کردی کہ قریب قریب منقطع کے کردی تاکہ وہ احتمال بالکلیہ مدفوع ومسدود ہوجاوے نیز میں اس امر کو خود اپنی مصلحت کے خلاف بھی سمجھتا تھا کہ میرا زمانہ ان باتونکا نہیں رہا آزادی کے بعد پابندی سخت امر ہے اور منکوحۂ اولیٰ کی مصلحت کے خلاف بھی سمجھتا تھا کہ اُن کی سخت دلشکنی ودل آزاری ہوگی اور اس منکوحۂ ثانیہ کی مصلحت کے خلاف بھی سمجھتا تھا کہ اسکی عمر کو ضائع کرنا ہے اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا اس اثنا میں ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ (احقر) کے گھر حضرت عائشہ آنیوالی ہیں انھوں نے مجھسے کہا میرا ذہن معًا اسی طرف منتقل ہوا اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے مگر میں نے اسکی طرف بھی زیادہ التفات نہیں کیا پھر میرے ایک دوست نے ایک بہت بڑے شیخ کامل کو جو اسوقت افادۂ خلائق میں مشغول ہیں خواب میں دیکھا کہ وہ میری آمدنی کی تقسیم کا ایک خاص طریقہ بتلا رہے ہیں کہ جس طرح گاہ گاہ میرے ذہن میں بطور احتمال خطور کیا کرتا تھا کہ اگر ایسا امر ہوا تو آمدنی کو اس طرح تقسیم کیا کرونگا اور میں نے اسکا کسی سے ذکر بھی نہیں کیا تھا تو خواب میں وہی طریقہ یا اس کے قریب قریب (مدت گذرنے سے اچھی طرح یاد نہیں رہا) وہ بزرگ بتلا رہے ہیں اُن دوست نے جو عالم ہیں مجھسے ذکر کیا میں اس سے بھی وہی واقعہ سمجھا مگر باوجود ان سب منامات ومکاشفات صلحاء کے میں نے اس قصہ کو اپنے دل میں زیادہ جگہ نہیں دی اور اسکے مدافعت کی کوشش کی یہانتک کہ اس رمضان ۱۳۴۴ھ کے نصف کے بعد میں نے پھر خواب دیکھا کہ خواب اول سے زیادہ مؤثر عنوان سے مجھکو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ منکوحۂ اولیٰ سے ڈر لگتا ہے اس خواب کے بعد طبیعت میں وہی تقاضا جو مٹا دیا گیا تھا یا دبا دیا گیا تھا پہلے سے بہت زیادہ قوت کے ساتھ پیدا ہوا اور وہ اپنی قوت سے ایسا غالب آیا کہ میں اسکی مخالفت نہ کرسکا اور سب مصالح وموانع مغلوب ہوگئے یہانتک کہ میں نے ایک عزیز کو اس پیام لیجانیکے واسطے تجویز کیا اور ان سے ذکر کیا انھوں نے ایک بہت بڑے شیخ کا جو کہ ظاہری وباطنی افادہ میں بفضلہ تعالیٰ مشغول ہیں نام لیا کہ انھوں نے مجھسے تصریحًا فرمایا تھا کہ ایسا ہو جانا بہتر ہے مگر

لحاظ اسکے اظہار سے مانع رہا تھا اب اُسکو ظاہر کردیا چونکہ اہل اللہ کے قلب میں بوجہ نورانی ہونیکے
اکثر امر صواب وارد ہوتا ہے اس سے کسی قدر اپنے خوابوں کا اور دوسرے صلحا کے مکاشفات
وغیرہا کا محض اضغاث احلام نہونا راجح ہونے لگا آخر اُس عزیز کا پیام لیکر روانہ کردینا طے کرلیا گیا
ہنوز وہ روانہ نہوئے تھے میں ایک بار خلوت میں بیٹھا تھا دفعۃً خیال آیا کہ یہ معاملہ بے ربط سا ہے
معلوم نہیں اسقدر قلب پر اس کا تقاضا کیوں ہے فوراً ہی قلب میں بیساختہ یہ واقع ہوا کہ بہت
سے درجات موقوف ہیں سقوط جاہ و بدنامی پر جن سے تو ابتک محروم ہے کیونکہ تیرا جاہ ہر پہلو
سے انتہا کو پہونچ گیا ہے بس اس واقعہ میں حکمت یہ ہے کہ تو بدنام ہوگا اور حق تعالیٰ وہ
درجات عطا فرما دینگے بس یہ تھی وہ مشیت خاص جسپر یہ قصہ مبنی تھا اور یہ تھیں وہ خاص
مصلحتیں جو اس قصہ پر مرتب تھیں خلاصہ یہ ہے کہ میری تحریک تو طبیعت کے تقاضہ سے تھی
باقی یہ تقاضا خواہ ان واقعات ہی سے ہوا ور پھر اسمیں یہ حکمتیں بھی ہوں غرض وہ پیام
منکوحہ کے اور اسکے والدین کے پاس گیا اسکے والد نے سنتے ہی اپنے خواب اسکے متعلق بیان
کرنے شروع کردیئے اور بعد نکاح مجھکو معلوم ہوا کہ پیام سے ایک روز قبل خود اسنے بھی خواب
دیکھا تھا اور نہ پیام باوجود مخالفت عرف کے نہایت خلوص وعالی ہمتی سے منظور کرلیا گیا
اتفاق سے منکوحہ کے باپ یہاں آئے تھے اُن سے درخواست کیگئی کہ مجھکو رمضان میں سفر
سے بچالیا جائے انھوں نے بوجہ اسکے کہ اُس عزیز پیغام رساں کی معیت میں اختیار شرعی
حاصل کرلیا تھا نکاح پڑھوا دیا یہ خبر جب گھر پہونچی تو ہوا جو کچھ ہوا جسکا اثر قلب پر اسدرجہ تھا کہ
اسوقت مجھکو موت محبوب معلوم ہوتی تھی اور گھر میں کا صدمہ نہ دیکھا جاتا تھا اُدہر کچھ علاج بھی تھا
گھر میں کے ساتھ سختی کرنا اسلئے گوارہ نہ تھا کہ ضبط سے اندیشۂ امراض صعبہ کا تھا ان اسباب سے
بیحد تنگی واقع ہوئی اسوقت دین کی قدر معلوم ہوئی کہ بجز دین کے کوئی چیز اُسوقت دل کی
سنبھالنے والی نہ تھی اور منجملہ ان مصالح کے جو اس واقع میں مضمر تھیں اور بعد میں ظاہر
ہوئیں دین کے اس اثر کا مشاہدہ تھا جو پہلے سے علم الیقین کے درجہ میں تو تھا مگر اب عین الیقین
ہوگیا والحمد للہ علی ذٰلک۔ ایک مصلحت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ اس کے قبل موت کی
محبوبیت کی دولت مجھکو نصیب نہ تھی عقلاً گو محبوب تھی مگر طبعاً محبوب نہ تھی بلکہ ایک گونہ

حیات سے دلچسپی تھی الحمد للہ کہ اس واقعہ سے یہ دولت بھی نصیب ہوئی اور گو ابتداء اسکی دل
تنگی کے سبب ہوئی مگر الحمد للہ کہ پھر باوجود رفع سبب کے بھی وہ سبب باقی ہے اللہ تعالیٰ اُسکو
باقی رکھے ایک مصلحت یہ ظاہر ہوئی کہ مجھکو ثواب آخرت سے طبعًا رغبت کم تھی امتثال اوامر
الٰہیہ کو تو جنت سے بھی افضل سمجھتا تھا مگر اس کے ثمرہ میں ثواب کا تصور کم ہوتا تھا صرف
رضائے حق وطلب نجات مرکز خیال تھا اور اب معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کی کمی اور صورت
استغنا، تھی الحمد للہ کہ اس کوتاہی کا بھی تدارک ہوگیا اور تنگی کے پیش آنیکے وقت صرف
احکام کے ضروری ہونے کے خیال نے طبیعت میں قوت بخشی - استحضار ثواب نے پورا کام
دیا والحمد للہ علی ہذہ النعم ایک مصلحة یہ ظاہر ہوئی کہ مجھکو اسوقت تک صبر اور رضا، بالقضاء
وتفویض الی اللہ کی حقیقت کا مشاہدہ نہوا تھا الحمد للہ کہ ان محبوبوں کا جمال اپنی آنکھ سے دیکھ لیا
ایک مصلحت یہ ظاہر ہوئی کہ حلم وتحمل کا مجکو ذوق دیا خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ کام بھی مجھسے
بوجہ احسن لیا گیا جس سے آئندہ بھی کام لے سکنے کی امید توکلًا علی اللہ رکھتا ہوں ایک مصلحت
یہ بھی ہوئی کہ رسم جاہلیت کا ابطال ہوگیا اسی ضمن میں خود تعدد ازواج کی بعض حکمتیں
بھی ظاہر ہوئیں مثلًا صفت عدل کا استعمال بطرز عجیب تفصیل اسکی یہ ہے کہ حالتیں دو ہیں
ایک یہ کہ آدمی کسی پر حاکم ہی نہو یا حکومت سے استعفار دیدی اسکو اس صفت کے استعمال
کی ضرورت ہی نہیں پڑتی دوسری یہ کہ حاکم ایسے لوگوں پر ہو جنکے ساتھ استعمال عدل میں
سیاست وضابطہ کا برتاؤ کر سکے یہ بھی آسان ہے اسلئے کہ اس شخص کو صرف ایک حاکمیت
کا حق ادا کرنا پڑتا ہے جسمیں کوئی امر مزاحم نہیں بخلاف صاحب ازواج متعددہ کے کہ اسکے
ماتحت ایسے دو محکوم ہیں جو اسکے محبوب بھی ہیں اور اس محبوبیت کے سبب ایک درجہ میں
معنًی وہ اسیر حاکم بھی ہیں پھر محکوم بھی کیسے جنمیں انصاف وعدل کرنا صرف اسی حالت کے
ساتھ خاص نہیں جبکہ ان دونوں میں جھگڑا واقع ہو بلکہ اگر وہ خود بھی نہ جھگڑیں تب بھی
اس حاکم پر ہر وقت کے برتاؤ میں ان میں برابری رکھنا واجب ہے پھر جب جھگڑا پڑے اسوقت
یہ کشاکشی ہوگی کہ اگر ان کی محکومیت کے حقوق ادا کرتا ہے تو محبوبیت کے حقوق فوت ہوتے
ہیں اور اگر محبوبیت پر نظر کرتا ہے تو محکومیت کے حقوق فوت ہوتے ہیں ان دونوں کا حق

۱۳

کرنا جمع بین الاضداد سے کم نہیں اور نہایت ہی عقل اور دین کی اسمیں ضرورت ہے کوئی
کرکے دیکھے تو معلوم ہو اور اگر حکومت سے سبکدوش ہونا چاہے تو وہ اسلئے مشکل ہے کہ
حقیقت اسکی زوجیت کو قطع کرنا ہے سو اول تو زوجیت کا یہ فطرۃً بھی محتاج دوسرے محبوبیت
اس استعفا سے مانع تیسرے شریعت اسکو مبغوض ٹھہرا رہی ہے پھر اس اجلاس کا کوئی وقت
نہیں ہر وقت اس کیلئے آمادہ رہنا چاہئے پھر استغاثہ کا انتظار نہیں خود دست اندازی لازم تو
جو شخص اس نازک موقع پر عدل کو استعمال میں لایا وہ اعلیٰ درجہ کا عادل ہوگا اور دوسری جگہ
اس صفت سے کام لینا اسکو بالکل پانی ہو جاویگا اور مثلاً اسکی قدر بڑھ جانا کہ جس طرف جاتا ہے
اس طمع میں کہ مجھے اسکو زیادہ التفات ہو اسکی بہت قدر کیجاتی ہے خاص طور سے خدمت
کیجاتی ہے بشرطیکہ دونوں زوجہ میں نری شیطنت نہو۔ ورنہ مجاہدہ عظیمہ ہے کہ یہ بھی ایک
مصلحت عظیمہ ہے تعدد کی اور مثلاً صحت کا اچھا ہو جانا کیونکہ ہر یوم میں ایک جدید چیز اسکو
میسر ہے اور جدت کیلئے نشاط اور نشاط کیلئے درستی صحت عادۃً لازم ہے اور ایک مصلحت
اس تعدد میں زیادت تعفیف ہے اور بھی مصالح متعددہ اس تعدد میں ظاہر ہوئے مگر یہ
مصالح ان خطرات و خلجانات مذکورہ سابقہ کے ساتھ ایسے ہیں جیسے جنت کے راستہ میں پل صراط
کہ بال سے باریک تلوار سے تیز جسکو طے کرنا سہل کام نہیں الا من یسرہ اللہ تعالیٰ اور جو
طے نہ کر سکا وہ سیدھا جہنم میں پہونچا اس لئے ایسے پل پر خود چڑھنے کا ارادہ نکرے بقول سعدیؒ ؎

بدریا در منافع بے شمار است — وگر خواہی سلامت بر کنار است

ان خطرات و مہالک سے عبور کرنے کیلئے جن اسباب کی ضرورت ہے وہ ارزاں نہیں ہیں
دین کامل عقل کامل۔ نور باطن ریاضت سے نفس کی اصلاح کر چکنا و مثل ذلک چونکہ
یہ مجموعہ شاذ ہے اسلئے تعدد ازواج میں پڑنا یا اپنی دنیا برباد و تلخ کرنا ہے اور یا آخرت اور دین
کا تباہ کرنا ہے ؎

ہرگز نگند می گوں لاتقربوا کہ زہر است — حال پدر بہ یاد از ام الکتاب دارم

خلاصہ یہ کہ کچھ مصلحتیں خاص اس نکاح میں ظاہر ہوئیں جو پہلے سے قلب میں واقع ہوئی تھیں
جن کو مختصراً میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ بہشت سے درجات موقوف ہیں مقوط جاہ پر الیٰ قولہ تو کیا

١٤

علی البشر رکھتا ہوں اور کچھ مصلحتیں مطلق تعدد ازواج میں ظاہر ہوئیں ان مصالح میں سے مصلحت
سقوط جاہ کی بہت مجمل مذکور ہوئی اب اسکی کسی قدر تفصیل کرتا ہوں کیونکہ اعظم مصالح اس واقعہ
میں یہی ہے سو بیان اسکا یہ ہے کہ واقعی بدنامی اور ملامت اس واقعہ میں اسقدر ہوئی کہ شاید
تمام عمر بھی اگر میں خدانخواستہ واقعی عیب کرتا تب بھی اسقدر نہوتی اس واقعہ کے تین مواقع تھے
ہر موقع پر میری قسمت میں یہ دولت لکھی تھی چنانچہ اول موقع نکاح کا تھا اسمیں جو کچھ ہوا اسکا
مختصر سا بیان بضمن اقوال جہلاء کے اوپر کر چکا ہوں دوسرا موقع یہ ہوا کہ جب گھر کے لوگوں پر زیادہ
صدمہ دیکھا اور اندیشہ ہوا کہیں زیادہ نوبت نہ پہونچے ادہر اپنے قلب کو تحمل سے عاجز پایا آخر تنگ آکر
ایک مختصر مجمع احباب عقلاء سے مشورہ کرکے اس جدیدہ کو قطع تعلق بواحدہ صریحہ کا مضمون اسی عزیز کے
ہاتھ جو نکاح کا پیام لے گئے تھے لکھ بھیجا اس فعل سے گھر میں مجکو رد کا بھی گر میں نے یہ سمجھا کہ بدون
اسکے اس مصیبت کا کوئی علاج نہیں ادہر میں مردوں سے مشورہ کر چکا تھا عورت کی رائے کو میں نے
ناقص سمجھکر بھی عمل نہ کیا اس تحریر اور پیغام کا جو اثر دوسری طرف ہوا اسکو سنکر دوسرا صدمہ پہونچا
مگر بجز برداشت کرنے کے اسکا کوئی علاج میرے ہاتھ میں نہ تھا اب یہ دوسرا موقع ہوا بدنامی و
ملامت کا کسی نے کہا کہ خواہ مخواہ دل شکنی کی کسی نے کہا بیوی سے اتنا دبنا نہ چاہئے کسی نے
کہا یہ جائز کہاں تھا اول موقع پر عوام نے زیادہ بدنام کیا تھا اس دوسرے موقع پر اہل فہم نے
زیادہ بدنام کیا اب تیسرا موقع سب سے زیادہ عجیب ہوا کہ جب وہ عزیز یہ پیغام پہونچا کر واپس آگئے تو
اب منکوحۂ اولی کو یہ خیال غالب ہوا کہ افسوس میرے سبب انہوں نے اپنے ایک رغبت کے معاملہ
کو قطع کیا اب انکو عمر بھر قلق و رنج رہیگا اور مجکو بہت سخت شرمندگی رہیگی اور لوگ بھی یہ سمجھیں گے
کہ اسکے سبب ایسا ہوا غرض ان خیالات نے اسقدر غلبہ کیا کہ اصل واقعہ سے زیادہ صدمہ کے آثار
ظاہر ہونے لگے اور ارادہ کیا کہ اب میں خود جاکر پھر نکاح کی تجدید میں کوشش کروں میں نے انجام
سوچکر ہر چند منع کیا اپنے ایک مخلص دوست صالح عالم سے بطور وعظ کے فہمائش بھی کرائی مگر ان کا
یہ خیال قوی ہوتا گیا حتی کہ خود وہاں جاکر سب کو راضی رضا کرکے مجکو یہاں سے بلاکر تجدید کرادی
اس تجدید میں قوی قوی رکاوٹیں پیش آئیں کہ جنمیں بعض کا مجھپر بار ڈالنے کی تجویز بھی تھی جسکو
میں برداشت کرنا پسند نہ کرتا تھا اور بدون اسکے ظاہرا تجدید دشوار تھی اسوقت بے ساختہ میرے

قلب میں یہ آیا کہ اب تک تو منامات ومکاشفات سے احباب استدلال کرتے تھے کہ یہ من الغیب ہے
مگر میرے قلب میں ان چیزوں کا زیادہ اثر نہ تھا اب میں اسکے من الغیب ہونے نہونے پر اسی سے
استدلال کرتا ہوں کہ میں کسی شرط زائد کو قبول نہ کرونگا اگر پھر بھی اس کا وقوع ہو گیا تو من الغیب
سمجھونگا ورنہ اس بارے بیچارہ ہونگا چنانچہ باوجود اسکے حق تعالیٰ نے سب کے قلوب کو دفعتاً بدل دیا
کہ سب شرطیں محذوف ہو گئیں اور تجدید ہو گئی مزاحمات کا اس طرح بلا کوشش رفع ہو جانا میرے
نزدیک تو ایک باوقعت دلیل ہے اور اس سے بڑھکر دلیل خود مزاحم کا کوشش کرنا یعنی منکوحہ اولیٰ کا طرح
سعی کرنا ہے اب اس سے ان منامات و مکاشفات کا صدق راجح ہوتا ہے یہ تیسرا موقع تھا اسمیں بھی
بیحد ملامت کیگئی کسی نے کہا کہ طلاق کے بعد بلا حلالہ تجدید کہاں جائز ہے کسی نے کہا واحدہ صریحہ
میں تجدید کی کون حاجت تھی کسی نے کہا بس مسئلے مولویوں کے قبضہ میں ہیں جس چیز کو دل
چاہا اسی کو درست کر لیا کبھی نکاح کو کبھی طلاق کو وغیر ذالک من الجہالات غرض متنوع قصص
پر مختلف عنوانات سے اطراف و نواح میں آگ لگی کا سا غل تھا کہ جسکو دیکھئے یہی قصہ یہی چرچا دلی کالو
پر بھی تذکرہ نشستگاہوں میں یہی مشغلہ کوئی میرے اخبار کو چھیڑتا ہے کوئی احباب ہونیکے دعوی کے
بعد شبہات و اعتراض کر کے اپنے دوست ہونیکا ثبوت دیتا ہے ساتھ ہی ان کے مقابل اللہ تعالیٰ نے
ایک جماعت اہل فہم کی بھی قائم کر دی تھی جو ان سب واقعات کو سنت کے موافق سمجھ رہے تھے اور انکی
محبت زیادہ بڑھتی جاتی تھی چنانچہ سب سے پہلا واقعہ خواب کا تھا اسمیں سنت کے موافق یہ ہوئی کہ
اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کی صورت ایک حریر کے ٹکڑے پر دکھلائی
گئی تھی کہ یہ آپکی زوجہ ہیں دوسرا واقعہ بھانجہ کی بیوہ سے نکاح کرنے کا تھا اسمیں سنت کے موافق
یہ تھی کہ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے جو آپکے متبنّی کی بیوی
تھیں ان کے طلاق دینے کے بعد نکاح فرمایا تیسرا واقعہ وہ تھا جو جہلا کے اقوال میں نقل کیا گیا
کہ ابھی معلوم ہوتا ہے ان میں پہلے سے ساز باز ہوگا اسی طرح نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی نسبت کہا گیا کہ توبہ توبہ حضرت زینب پر عاشق ہو گئے تھے استغفر اللہ چوتھا واقعہ تفاوت
عمر میں نکاح ہونے کا تھا اسمیں موافقت سنت کی یہ ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر میں
اور حضرت عائشہ کی عمر میں اس سے زیادہ تفاوت تھا پانچواں واقعہ منکوحہ اولیٰ کی دلجوئی

۱۶

کیلئے ثانیہ کو جواب دیدینے کا تھا اسمیں سنت کی دو موافقتیں ہوئیں ایک وہ جو اس آیۃ میں مذکور ہے یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک الآیۃ دوسری وہ جو اس آیۃ کا شان نزول ہے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء الآیۃ یعنی حضرت حفصہؓ کو آپ نے ایک طلاق دیدی تھی پھر بحکم الٰہی آپنے رجعت فرمائی کذا فی الدر المنثور عن ابی حاتم وابن المنذر چھٹا واقعہ تجدید نکاح کا تھا اسمیں سنت کے موافق ابھی مذکور ہوئی کہ حضرت حفصہ سے بعد طلاق رجعت فرمائی تھی ساتواں واقعہ مہر کے خفیف ہونیکا ہے اسمیں موافقت سنت قولاً وعملاً ظاہر ہے غرض اہل فہم کو خدا تعالیٰ نے اس طرح سمجھایا میں یہ جھوٹا دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے یہ سب کام اتباع سنت کی نیت سے کئے ہیں بلکہ یہ بھی محض خدائے تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ اضطراراً سنت کی موافق ہوجاوے جس سے زیادہ برکت کی امید ہوتی ہے چنانچہ امید برکت کی مزید تائید دو واقعوں سے اور ہوتی ہے ایک یہ کہ اس واقعہ کی خبر سنکر ایک شیخ کامل نے جنکا میں نے اوپر اس عنوان سے ذکر کیا ہے کہ اسوقت افادہ خلائق میں مشغول ہیں مجکو خط لکھا اسمیں یہ تھا کہ حق تعالیٰ اس عقد کو موجب ترقی درجات سامیہ فرماوے دوسرا یہ کہ ایک دوسرے شیخ کامل نے جنکا میں نے اوپر اس عنوان سے ذکر کیا ہے کہ ظاہری و باطنی افادہ میں بفضلہ تعالیٰ مشغول ہیں میری اس درخواست کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اسمیں برکت فرمادیں یہ فرمایا کہ ہمکو تو برکات کی توقع ہے بس یہ خلاصہ ہے مضمون مشیت اور مصلحتوں کا جسکا بنا رکار معلوم ہونا آنعزیز نے لکھا ہے اسی سے آنعزیز کے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا کہ اُس زمانہ میں جب تمام اعزا کی تمنا تھی کہ اولاد ہو اور اسکے لئے سب نے زور دیا کہ نکاح ثانی ہوجاوے تو آپ نے نہ مانا جب اسکی عمر تھی اور طبعاً اولاد کی خواہش ہوگی لیکن وہ زمانہ گذر گیا تو اب کیا وقت تھا۔ تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ اسوقت بھی میں نے اولاد کے خیال سے نہیں کیا اور نہ اقتضاء عمر سے کیا اسباب مذکورہ بالا سے طبیعت میں ایک قوی تقاضا پیدا ہوا جسمیں بلاقصد بہت سے دقیق مصالح بھی پیدا ہو گئے اور عجب نہیں کوئی اولاد بھی ہوجاوے چنانچہ میں نے اس تقاضا کے قلب میں آنے کے وقت دعاء استخارہ کے ساتھ دینی کتابوں سے تفاؤل بھی کیا گو میں تفاؤل کو موثر نہیں سمجھتا اور نہ ایسا سمجھنا جائز ہے مگر محض تقویت رجاء کیلئے تفاؤل چند بار کیا اس آیت کا مضمون ہر بار میں نکلا۔

۱۷

رب لاتذرنی فرداً وانت خیر الوارثین واللہ اعلم اتفاقی بات ہے یا اشارہ ہے عطاءِ اولاد کی طرف چنانچہ اس کے بعد کی تحریر میں آنعزیز کو بھی اسی جواب کا احساس ہو گیا چنانچہ لکھا ہے لیکن ان شرعی مصلحتوں اور حکم خداوندی کی باریکیوں کو دنیاوی امور پر ترجیح دینا بڑا کام ہے جو دنیاداروں سے خصوصاً مستورات سے ممکن نہیں چونکہ اسمیں احساس جواب کے ساتھ دنیاداروں اور مستورات کی ایک درجہ میں معذوری بھی بیان کی ہے اسکی نسبت یہ ہے کہ درجۂ حال میں ترجیح دینے کا کسی کو مکلف بھی نہیں بنایا یہ تو ایک موہبت الٰہیہ ہے جسکو عطا ہو لیکن اسقدر کا سب کو مکلف بنایا ہے کہ حدود شرعیہ سے قولاً و فعلاً تجاوز نکریں اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اس تحفظ حدود میں حق تعالیٰ نے یہ اثر دیا ہے کہ حزن و تشویش طبعی بھی اسقدر ضعیف ہو جاتا ہے کہ بالکل کالعدم ورنہ وہ کمبخت برابر تازہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے جہلا اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اور تجاوز عن الحدود کو اپنے مرض کا علاج سمجھتے ہیں جو ان اشعار کا مصداق ہوتا ہے ؎

ہر چہ کردند از علاج و از دوا
رنج افزوں گشت و حاجت ناروا

بے خبر بودند از حال دروں
استعیذ اللہ مما یفترون

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند
آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

۱۸

آگے آنعزیز نے لکھا ہے۔ تاہم جسقدر حالات (نام عزیزے) کی تحریر سے معلوم ہوئے آہیں میری رائے ناقص میں اتنی کسر رہ گئی کہ ان امور کو اگر اول بھابی صاحبہ کے سامنے پیش کر دیا جاتا تو شاید ان کو اتنا خیال نہوتا۔ اب جو ہونے والا تھا ہو گیا۔ اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان واقعات کی جو کہ بنار کار ہیں انکو خبر کر دی جاتی سو یہ تو میں چند موقعوں پر کرتا رہا جسکا اُن پر ہمیشہ گہرا اثر ہوا کیا میں نے اُن سے اپنا پہلا خواب کہدیا تھا ایک بزرگ کا مکاشفہ متعلق مصنعین حضرت عائشہ رضہ وہ بھی کہدیا تھا باوجودیکہ اُنھوں نے تعبیر میں میرے ساتھ اختلاف کیا مگر پھر بھی اُن پر کئی کئی ماہ تک اثر رہا جسکو دیکھ کر میں نے سچی بات دل کی کہدی کہ میرا اسوقت تو بالکل آئندہ کیلئے بھی کبھی ارادہ نہیں یہانتک کہ میں نے کہا کہ لاؤ میں عمر بھر کے لئے ایسی قسم کھا لوں کہ نکاح ہی نہو سکے لیکن مجھکو تقدیر کی خبر نہیں نہ یہ میرے قبضہ میں ہے کہ حق تعالیٰ اگر دل کو بدلنا چاہے تو بدلنے نہ دوں اُنھوں نے ایسی قسم کھانے سے اسی بنا پر ہمیشہ منع کیا

کہ خدا جانے تقدیر میں کیا لکھا ہو بہرحال انکو یہ احتمال ہمیشہ ستاتا رہا۔ اور میں اپنے ارادہ کے موافق اطمینان دلاتا رہا اور واقعی میرا ارادہ کوسوں بھی نہ تھا اور اگر یہ مطلب ہے کہ ارادہ ہونے کے بعد اُن کو ارادہ کی اطلاع نہ کی اور بہت سے اہل الرائے یہ بھی کہتے ہیں سو اس میں میرا یہ خیال ہوا، اب خواہ وہ غلط ہو یا صحیح کہ یہ قیامت تک موافقت نکریگی اور صریح مخالفت کے بعد پھر مجکو مناسب نہوگا کہ اسمیں زیادہ دل شکنی ہے اور اگر بلا اطلاع کر لیا اور احتمال انکو ہے ہی تو آخر مجبور ہو کر ساکت و ساکن ہوجاوینگی بس اس خیال سے میں نے اپنے ارادہ کی اطلاع نہیں کی اور بعد کے واقعہ تجدید سے تو یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ اطلاع تو کیا معنی اگر مشورہ و اجازت بھی حاصل کر لیتا تب بھی کچھ نفع نہوتا چنانچہ خود سعی کرنا تو مجکو اجازت دینے سے بڑھکر اس رضا و سکون میں موثر ہے مگر کوئی اثر اسکا ظاہر نہیں ہوا اب تو آنعزیز کا یہی جملہ تسلی بخش ہوسکتا ہے کہ جو ہونے والا تھا ہوگیا اسکے ساتھ اتنے اضافہ کی اور ضرورت ہے کہ دعا و التجا اخیر علاج ہے اور اکسیر علاج ہے آگے آنعزیز نے اپنی محبت سے لکھا ہے لیکن مجکو اسکا صدمہ ہوتا ہے جب مجھکو یہ معلوم ہوا کہ آپ کے عیش و آرام میں فرق پڑگیا یہ آنعزیز کی محبت کا مقتضا ہے اور ہونا بھی چاہئے اور حقیقی بھائی کے ساتھ تو کیوں نہ ہوتا ہر نوعی بھائی کے ساتھ ہونا چاہئے ؎

چو از محنت دیگراں بے غمی — نشاید کہ نامت نہند آدمی

مگر میں آنعزیز کو بے فکر اور مطمئن کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے اُس عیش سے زیادہ مجھکو عیش عطا فرمادیا یعنی وہ عیش دنیا کا تھا اور واقع میں مجھکو اُس سے ایک گونہ دلچسپی ہوگئی تھی اور کبھی سوچ سوچ کر ڈرتا تھا کہ خدا نہ کرے اس آیت کا مضمون تو مجھ پر صادق نہیں آنے لگا رضوا بالحیوۃ الدنیا واطمأنوا بہا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان واقعات نے اس حدیث کے معنی سمجھا دیئے اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ۔ اول اول ذرا جی گھبرایا مگر حق تعالیٰ نے دکھلا دیا ؎

دل فدائے او شد و جاں نیز ہم	درد از یارست و درماں نیز ہم

اور اس آیت کے معنی دکھلا دیئے ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ۔ بس یہد قلبہ کے بعد کہاں پریشانی کہاں رنج و غم باقی طبعی اثر

19

خفیف سا کسی وقت اگر ہو سو وہ پریشان کن نہیں دوسرا مرض سے کوئی خالی نہیں میرے وہ خود علاج ہے بہت سے امراض کا جنمیں نفوس عامۃ مبتلا ہیں اس حیثیت سے وہ سب رحمت ہیں اس لئے میں الحمد للہ پہلے سے زیادہ عیش میں ہوں اور بفضلہ تعالیٰ اب تو ظاہراً بھی سکوت و سکون بڑھتے رہنے سے پہلے رنگ کا عیش بھی مع شے زائد عود کرتا آتا ہے آگے آنعزیز کے خط کے خاتمہ کا جملہ ہے۔ اس لئے اپنے اطمینان خاطر کے لئے میں التجا کرتا ہوں کہ اپنے قلم سے اسکے مفصل حالات تحریر فرماویں زیادہ نیاز۔ فقط میری بدنی حالت اسوقت بوجہ نقاہت کے اتنی تفصیل کی متحمل نہ تھی نیز واقعات کے ساتھ علوم کا منضم کرنا شاید بجائے تفصیل کے تطویل معلوم ہو مگر آنعزیز کی تعلق طبیعت واثر محبت نے قلب میں ایک جوش پیدا کر دیا جس سے جو بیساختہ قلم میں آتا گیا لکھتا گیا پھر اس مجموعی مضمون کی نافعیت پر نظر کر کے مناسب معلوم ہوا کہ اسکو ایک رسالہ قرار دیکر اسکا ایک بادلالت نام بھی رکھدوں چنانچہ یہ نام خیال میں آیا **الخطوب المذیبہ + للقلوب المنیبہ**۔ یعنی وہ واقعات جو خدا کی طرف رجوع ہونے والے قلوب کو گداختہ اور نرم کر دیں اب میں اپنے اس خط کو مناسب مقام و مفید دستور العمل پر ختم کرتا ہوں جسکے تین ۳ جزو ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ تو میں اصل خط میں مشورہ دے چکا ہوں کہ تعدد ازدواج ایک پرخطر مسلک ہے جس طرح قضاء یعنی حکومت کے قبول کرنے سے حدیث میں نہایت تہدید ہے یہ بھی اس سے کم نہیں بلکہ میں نے جو اوپر مصلحت حصول صفت عدل کے متعلق تقریر کی ہے اس سے تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ بعض وجوہ سے یہ قضاء سے بھی اشد ہے جب اس سے تحذیر وارد ہے تو اسکی جرأت کب زیبا ہے اور مکرر کہتا ہوں کہ میرے اختیار کرنے سے دھوکہ نہ کھایا جاوے اس اختیار کرنے سے تو پورا پتہ لگا کہ

ع من نکردم شما حذر بکنید + لیکن جو شخص اس مشورہ سے قبل اس زنجیر میں بندھ چکا ہو اسکے لئے ضرورت ہے کہ اس کے پورے حقوق ادا کرے اسی طرح ان متعدد بیبیوں پر بھی واجب ہے کہ نفس کا اتباع چھوڑ کر شریعت کو اپنا رہبر بناویں احکام شرعیہ کی تفصیل تو علماء کی مراجعت سے معلوم کرنا چاہئے اس مقام پر میں مشورہ کے درجہ میں ایک دستور العمل جو بعد تفصیل کے تین دستور العمل ہیں تینوں شخصوں کیلئے لکھتا ہوں۔

پہلا دستور العمل شوہر کیلئے

نمبر ۱۔ ایک بی بی کا راز دوسری سے نہ کہے۔ نمبر ۲ دونوں کا کھانا اور دونوں کا رہنا بالکل الگ رکھے ان کا اجتماع آگ اور باروت کے اجتماع سے کم نہیں نمبر ۳۔ ایک دوسری کی شکایت ہرگز نہ سُنے نمبر ۴ ایک کی تعریف دوسری سے نہ کرے۔ نمبر ۵۔ غرض ایک کا تذکرہ نہ دوسری سے کرے نہ دوسری سے سُنے اگر ایک شروع بھی کرے فوراً روک دے کہ اور کچھ بات کرو نمبر ۶۔ اگر ایک دوسری کی کوئی بات پوچھے ہرگز نہ بتلاوے مگر خشونت نکرے لطف سے منع کر دے نمبر ۷۔ دینے لینے میں یہ شبہ نہونے دے کہ ایک کو زیادہ دیدیا ہو اسکو صاف صاف ظاہر کر دے۔ نمبر ۸۔ باہر سے آنے والی عورتوں کو سختی سے روکے کہ وہ دوسری جگہ کی حکایات و شکایات بیان نہ کریں نمبر ۹۔ ایک کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار دوسری کے سامنے نکرے نمبر ۱۰۔ اور نہ خوشامد میں ایک کے ساتھ کم محبتی کا دعویٰ دوسری کے سامنے کرے۔ نمبر ۱۱۔ اگر موقع ہو ایک سے ایسی روایت کرے کہ دوسری تمہاری تعریف کرتی تھی نمبر ۱۲۔ لطف سے اگر اسکی تدبیر ہو سکے تو مفید ہے کہ ایک دوسری کے پاس ہدیہ وغیرہ بھیجا کرے۔

دوسرا دستور العمل منکوحہ قدیمہ کیلئے

نمبر ۱۔ جدیدہ پر حسد نکرے۔ نمبر ۲۔ اُسپر طعن و تشنیع نکرے۔ نمبر ۳۔ بتکلف جدیدہ کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے تاکہ اگر اسکے دل میں محبت بھی نہو تو عداوت بھی نہو۔ نمبر ۴۔ شوہر سے کوئی ایسی بے تکلف گفتگو نہ کرے کہ شوہر کو اُس جدیدہ کے سامنے اُسکا ہونا اسلئے ناگوار ہو کہ اُسکو یہ احتمال ہو کہ یہ جدیدہ بھی ایسی بے تمیزی نہ سیکھ لے۔ نمبر ۵۔ شوہر سے جدیدہ کا کوئی عیب وغیرہ بیان نکرے کہ کوئی شخص اپنے محبوب کی عیب گوئی خصوص رقیب کی زبان سے پسند نہیں کرتا۔ نمبر ۶۔ جدیدہ سے ایسا برتاؤ رکھے کہ اُسکی زبان اس قدیمہ کے سامنے ہمیشہ بند رہے۔ نمبر ۷۔ شوہر کی اطاعت و خدمت و ادب میں

اور بیشی کردے تاکہ اس سے دل نہ اتر جاوے۔ نمبر ۸ اگر شوہر سے ادائے حقوق میں کچھ کمی بھی ہو جاوے تو جو کمی حد تکلیف تک نہ پہونچے اسکو زبان پر نہ لاوے اور اگر حد تکلیف تک ہو تو جس وقت مزاج خوش پاوے ادب سے عرض کردے۔ نمبر ۹ جدیدہ کے اعزا سے خوش اخلاقی و مدارات کا برتاؤ رکھے کہ جدیدہ کے دل میں گھر ہو۔ نمبر ۱۰ گاہ گاہ اپنا دن جدیدہ کو دیدیا کرے۔ کہ شوہر کے دل میں قدر بڑھے۔

تیسرا دستور العمل منکوحہ جدیدہ کیلئے

نمبر ۱ قدیمہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسے اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ نمبر ۲ شوہر پر زیادہ ناز نہ کرے اس گمان سے کہ میں زیادہ محبوب ہوں خوب سمجھ لے کہ قدیمہ سے جو تعلقات رفاقت ہیں جو کہ دل میں جاگزیں ہو چکے ہیں یہ نفسانی نیا جوش اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نمبر ۳ شوہر سے خود جدا رہنے کی درخواست نہ کرے۔ نمبر ۴ اگر شوہر جدا رکھنے لگے تب بھی گاہ گاہ قدیمہ سے ملنے جایا کرے قدیمہ کو دعوت وغیرہ کیلئے بلالیا کرے۔ نمبر ۵ شوہر کو سمجھاتی رہے کہ قدیمہ سے بے پروائی نہ کرے۔ نمبر ۶ اگر قدیمہ کچھ سختی یا طعن وغیرہ کرے تو اسکو ایک درجہ میں معذور سمجھکر معاف کردے اور شوہر سے تو ہرگز شکایت نہ کرے۔ نمبر ۷ قدیمہ کے عزیزوں کی خوب خدمت کرے۔ نمبر ۸ قدیمہ کی اولاد سے بالخصوص ایسا معاملہ رکھے کہ قدیمہ کے دل میں اسکی محبت و قدر ہو جاوے۔ نمبر ۹ ضروری امور میں قدیمہ سے مشورہ کرتی رہے کہ اس کے دل میں قدر بھی ہو اور اسکو تجربہ بھی زیادہ ہے۔ نمبر ۱۰ اگر اپنے میکہ میں جاوے قدیمہ سے خط و کتابت بھی رکھے۔

اشعار

ما نصیحت بجائے خود کردیم	روزگارے دریں بسر بردیم
گر نیاید بگوش رغبت کس	بر رسولاں بلاغ باشد و بس

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ والدعا من وقی الہویٰ۔

وانا الفقیر (نام مجیب) ۲۶ و ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

دوسرا ضمیمہ ختم ہوا

۲۲

ضمیمہ فہرست تحلیل بعض محرمات

اس سے پہلے کے دو ضمیمے فہرست تحریم بعض محللات کے تھے یہ تیسرا ضمیمہ اسکے مقابل کی فہرست یعنی تحلیل بعض محرمات کا ہے (جوکہ القاسم ذی الحجہ ۳۳ھ۱۳۳۳ھ میں شروع ہوکر صفر ۳۴ھ کے پرچہ کے آغاز میں ختم ہو گئی ہے) منجملہ ان کے ایک یہ صورت ہے کہ بعض لوگ رضاعی بھائی بہن خاص ان ہی کو سمجھتے ہیں جو ایک زمانہ میں ایک عورت کا دودھ پئیں اور مختلف زمانہ میں دودھ پینے والے بچوں کو ایک دوسرے کے لئے حلال سمجھتے ہیں سو یہ اعتقاد بالکل باطل ہے اس حرمت کیلئے زمانہ کا اتحاد و اختلاف سب برابر ہے منجملہ ان کے ایک یہ صورت ہے کہ اکثر لوگ لاوارث لڑکیوں کو جنکا کوئی ولی شرعی نہیں ہے پرورش کرکے اُن کے بلوغ کے قبل اپنی ولایت سے اُن کا نکاح کر دیتے ہیں سو یہ نکاح اصلا منعقد نہیں ہوتا۔

تیسرا ضمیمہ ختم ہوا

۲۲۳

بعض جزئیات انقلاب مع اصلاح

(اصلاح معاملہ متعلق ولایت نکاح)

اس ولایت نکاح میں بھی مختلف کوتاہیوں کا وقوع شائع ہے اس لئے مختصراً اُن پر بھی متنبہ کرنا ضروری ہے وھی ھذہ ایک کوتاہی تو وہی ہے جو ابھی قریب اوپر ضمیمہ ثالثہ میں لاوارث نابالغ لڑکی کے نکاح کر دینے کے مضمون میں مذکور ہوئی ہے ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض جگہ باتباع رسم و عرف کے سبب ولی اقرب کو ولی ابعد کے سامنے بیکار سمجھتے ہیں مثلاً ایک نابالغ لڑکی کا ایک بالغ بھائی ہے اور ایک چچا تو چچا اپنے کو بڑا سمجھکر اس بھائی کا کچھ دخل نہیں سمجھتا اور اپنے کو مختار مستقل سمجھکر اپنی ولایت سے اُسکا نکاح کر دیتا ہے اور اس سے اجازت حاصل نہیں کرتا بلکہ بعض جگہ اُسکی ناراضی کی حالت میں بھی جبراً نکاح کر دیتا ہے

حالانکہ شرعاً اس صورت میں بدون بھائی کی صریح اجازت کے نکاح درست نہیں ہوتا۔

اس رسم کا اثر لڑکی کے نکاح کے بارہ میں ماں پر خاص طور پر ہوتا ہے کہ خود ماں بھی اپنے سامنے کسی کو مختار نہیں سمجھتی خصوص عصبات کو (جو کہ اس کے حق میں ماں پر شرعاً مقدم ہیں) یہ جاہل ماں اپنے سے مقدم تو کیا مؤخر بھی نہیں سمجھتی یعنی اُن کا بالکل حق ہی نہیں سمجھتی تو سمجھ لینا چاہئے کہ ماں کا حق ولایت اُس وقت ہے جب عصبات میں سے کوئی نہو ایک کوتاہی جسمیں بعضے نیم ملاں بھی گرفتار ہیں یہ ہے کہ باپ کی ولایت کو اس کے ساتھ مشروط سمجھتے ہیں کہ وہ اس نابالغہ کی خدمت اور پرورش بھی کرتا ہو ورنہ اگر وہ کسی عذر سے بی بی کے ساتھ ناچاقی کی وجہ سے اُسکی پرورش میں کوتاہی کرے تو اُسکی ولایت کو ساقط سمجھتے ہیں گو بلا عذر اولاد کا حق ضائع کرنا معصیت ہے لیکن معصیت سے ولایت نکاح تو سلب نہیں ہوتی اور سوء اختیار کی صورت جو فقہا نے لکھی ہے وہ اور بات ہے کوتاہی اُس سوء اختیار میں داخل نہیں ہمارے وطن میں ایک زاعم علم نے عجیب مضمون لکھا تھا اور لطف یہ ہے کہ ایک مجمع میں اس کا اعلان بھی کیا مگر نظر دوسے سُنا گیا وہ یہ لکھا تھا جب معصیت سے ولی اللہ کی ولایت زائل ہوجاتی ہے تو ولی النکاح کی ولایت کیونکر زائل نہو جاوے گی یہ تو ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ دیکھو نماز ایک تعلق ہے عبد اور رب کے درمیان میں اور وہ نقض وضو سے باطل ہوجاتی ہے تو نکاح جو کہ ایک تعلق ہے عبد اور عبد میں تو وہ نقض وضو سے کیونکر باطل نہ ہوجاوے گا یاد رکھنا چاہئے کہ دین کے لئے محض رائے کافی نہیں حجت شرعیہ کی حاجت ہے اور اس تقریر کا حجت شرعیہ نہونا ظاہر ہے۔

ایک کوتاہی اس سے بھی بڑھکر ہے کہ جس شخص کو کبھی اور کسی درجہ میں بھی حق ولایت نہیں وہ اپنے کو ولی نکاح کہتا ہے چنانچہ اکثر جگہ سوتیلے باپ کو (یعنی جسکے ساتھ کسی لڑکی کی ماں نے نکاح ثانی کرلیا ہو اُسکو) ولایت نکاح کا دعویٰ کرتے ہوئے بلکہ اسی ولایت مزعومہ کی بنا پر نابالغہ کا نکاح کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے حالانکہ یہ شخص ولی البعد بھی نہیں البتہ اگر کسی صورت میں ماں کو حق ولایت ہو یعنی جبکہ عصبات میں سے کوئی نہو اور ماں اپنی طرف سے اس اپنے شوہر کو وکیل نکاح کردینے کا بنا دے تو وکالت کی بنا پر البتہ اسکو اس نکاح کا اختیار حاصل ہوجاویگا اور بدون اسکے یہ کوئی چیز نہیں۔

(باقی آئندہ)

۲۴

ضمیمہ تتمہ رابعہ امداد الفتاوی متضمنہ بعض فتاوی مرقومہ مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

چونکہ مولانا موصوف کو صاحب الفتاوی سے تعلق استفادہ بھی ہے اور نیز صاحب الفتاوی نے ان جوابوں کو پسند بھی کیا ہے ان دونوں حیثیتوں سے ان جوابوں کو صاحب فتاوی کے امداد الفتاوی کا ضمیمہ بنایا جاتا ہے جیسا اسکے قبل بھی مولوی صاحب کی ایک ایسی ہی تحریر تتمہ ثالثہ کا ضمیمہ اسی پرچہ الامداد میں بنائی جا چکی ہے　(نائب مدیر)

سوالات

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں کہ رویت ہلال صیام رمضان میں اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں اور تاج تبریزی نے جو چوبیس فرسخ کا اعتبار کیا ہے صحیح ہے یا نہیں اور ام الفضل کی حدیث میں حضرت ابن عباسؓ نے ملک شام کی رویت ہلال کا مدینہ میں کیوں اعتبار نہیں کیا۔

(۲) امام زفر کا قول مقیم وتندرست کو بلا نیت روزہ جائز ہونا مفتی بہ ہے یا نہیں۔

(۳) فتح القدیر میں ہے کہ تراویح مع وتر کے گیارہ رکعت سنت ہے باقی مستحب۔ صحیح ہے یا نہیں اور حضرت عائشہؓ کے گیارہ رکعت والی روایت کا کیا جواب ہے۔

(۴) وتر کا پہلا قعدہ واجب ہے یا نہیں فتاوی سراجیہ میں ہے کہ وتر کے قعدۂ اولی کے ترک سے نماز فاسد ہوگی یہ صحیح ہے یا نہیں اور اسکے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں جلوس نہیں فرمایا صحیح ہے یا نہیں اور وتر کا قعدہ اولی کسی صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

(۵) تراویح کے بعد سورہ تبارک پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں۔

۸۷

(۶) صدقہ فطر میں جوار اور چاول ایک صاع دینا درست ہے یا نہیں۔

(۷) اسّی روپیہ کے حساب سے صدقہ فطر میں گیہوں کتنے سیر دیئے جاویں مجمع البحار میں ہے کہ صاع چار مد کا ہے اور مد ایک رطل اور ثلث رطل عراقی کا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں بلا رطل عراقی کتنے تولہ کا ہوتا ہے۔

(۸) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ صلوٰۃ عیدین میں اہل مکہ و مدینہ کے نزدیک زائد تکبیر بارہ ہے اور اہل کوفہ کے نزدیک نو ہے اور زائد تکبیر کی روایت پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور برہان حلبی میں ہے کہ عید الفطر میں بارہ تکبیر اور عید الاضحی میں نو تکبیر پر عمل کرنا افضل ہے یہ صحیح ہے یا نہیں۔

(۹) عید کے بعد دو خطبہ احادیث سے ثابت ہیں یا نہیں۔

(۱۰) عیدین کے خطبہ میں تعداد تکبیر کی ہے یا نہیں۔

(۱۱) عید الفطر میں آمد و رفت کے وقت تکبیر جہر سے کہے یا آہستہ کے مفتی بہ قول کیا ہے۔

(۱۲) عورتوں کو عید گاہ میں لیجانا درست ہے یا نہیں فقہاء منع کرتے ہیں تو ام عطیہ کی حدیث کا کیا جواب ہے۔

۸۸

(۱۳) قربانی ایک بکری کی کل اہلبیت کی طرف سے درست ہے یا نہیں فقہاء منع کرتے ہیں تو احادیث سے صحابہ کے عملدرآمد کی کیا وجہ ہے یہ سوالات ایک غیر مقلد کے احناف پر ہیں امید کہ مبین و مدلل جوابات تحریر فرمایئے۔

السائل مولوی محمد یوسف مدرس مدرسہ اسلامیہ للجپور علاقہ اسچین ضلع سورت

الاجوبۃ

(۱) ہمارے نزدیک اختلاف مطالع کا بالکل اعتبار نہیں ہے اسلئے کہ اختلاف مطالع کے اعتبار میں سخت حرج ہے کما ھو ظاہر و ھو مدفوع بقولہ تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج و بقولہ علیہ السلام انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الخ رواہ البخاری ص ۲۵۶ بلکہ ہمارے پاس دار و مدار ثبوت رویت پر ہے لقولہ علیہ السلام اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا رواہ البخاری ص ۲۵۵ شارع نے صوم اور افطار کو رویت ہلال پر

معلق فرمایا ہے اور یہ تو ہے نہیں کہ سب دیکھیں اور جو نہ دیکھے اسپر عمل واجب نہو ورنہ شہادت اور اخبار سے چاند کا ثبوت نہونا اس سے ظاہر ہے کہ مراد تحقق رویت ہے اور رویت کا تحقق شہادت اور اخبار معتبرہ سے ہوسکتا ہے اور شارع علیہ السلام کا ثبوت ہلال میں شہادت کا اعتبار کرنا اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کما لا یخفی اب دیکھنا یہ ہے کہ مخاطبین بقولہ اذا رایتم الہلال کیلئے رویت یا عدم رویت میں کسی قطر یا بلد کی تحدید شارع سے ثابت ہے یا نہیں جہانتک دیکھا جاتا ہے کہیں تحدید ثابت نہیں بلکہ حدیث اذا امتا امیة تثبت عندہ ہے اور جس سے جو کچھ تحدید ثابت ہے وہ تخمین اور راے سے ہے اور ان سب نے نص مطلق کے تقیید اپنے ظن سے کی ہے انکو چاہیے تھا نص رویت کے تقیید کسی نص صریح صحیح سے کرتے نہ کہ ظن اور تخمین سے اختلاف مطالع کے ثبوت میں ان حضرات کا امور محتملہ سے استدلال جای استعجاب ہی ہمارے پاس تو نص مطلق صریح غیر خفی کافی موجود ہے وکفی بہ سندا اس کے مقابلہ میں ان کو بھی دلیل صریح لانا چاہیے اور ابن عباس کا رویت اہل شام کو اعتبار نکرنا ممکن ہی اسوجہ سے ہو کہ غیم نہو اس لیے واحد کی شہادت کو حجت نہ سمجھا ہو واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور تاج تبریزی کا قول بھی تخمین ہی تخمین ہے اگرچہ بعض فرع کو بعد اختلاف مطالع معتبر ہے۔

(۲) امام زفر کا قول مفتی بہ نہیں ہے ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی نیة ولو صحیحا مقیما تمییزا للعبادة عن العادة وقال زفر ومالک تکفی نیة واحدة کالصلوٰة قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوٰة درمختار جلد دوم ص ۱۳

(۳) صاحب فتح القدیر کی یہی رای ہے اور وہ مجتہد فی المذہب تھے ممکن ہے ان کا قول صحیح ہو لیکن مشہور عند المشائخ بیس رکعت سنت موکدہ ہے اور حدیث عائشہ صدیقہ رضؓ ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرة رکعة یہ ان کی اور ایک روایت کا مخالف ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرة رکعة ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین رواہ البخاری ص ۱۵۶ ونیز حدیث مشہور ابن عباس کی جو بارہ رکعت والی ہی اسکی بھی مخالف ہی پس اگر تطبیق دیجیے کہ کبھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور کبھی تیرہ رکعت اور غالب گیارہ رکعت تو گنجایش ہے مگر اس سے زیادت کی نفی لازم نہیں آتی ہے ونیز قیام اللیل جو تمام سال کی نماز ہے اسمین گیارہ سے زائد ہونا قیام رمضان کا بیس رکعت

ہونیکے منافی نہیں ہی ممکن ہے کہ رمضان میں بیس رکعت پڑھی ہوں گو دو تین دن ہی سہی بلکہ غور کیجئے تو ظاہر ہوگا کہ بیس رکعت بھی مرفوعاً ثابت ہیں فی نخبۃ الفکر للعلامۃ ابن حجر ومثال المرفوع حکماً لا تصریحاً ما یقول الصحابی الذی لم یاخذ من الاسرائیلیات مالا مجال للاجتہاد فیہ الخ ومثال المرفوع فعلاً ان یفعل الصحابی مالا مجال للاجتہاد فیہ فینزل علی ان ذلک عندہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما قال الشافعی فی صلوٰۃ علی رحمہ اللہ وجہہ فی الکسوف فی کل رکعۃ اکثر من رکعتین اھ مقادیر رکعات کا مالا مجال للاجتہاد فیہ ہونا تو ظاہر ہے اور عمر بن الخطاب رضی جیسے خلیفہ راشد اور متشدد فی الروایۃ کا اسپر جمع کرنا اور صحابہ کرام کا اُسکو تلقی بالقبول کرنا یقیناً مرفوع حکمی ہے پس بیس رکعت تراویح بھی مرفوع ہے اور مواظبت تقدیری کی وجہ سے سنت موکدہ ہے اسلئے بیسوں رکعت کا سنت موکدہ ہونا ظاہر ہوا ھذا ما خطر ببالی فان صح فمن اللہ سبحانہ والا فمن الشیطان ومن نفسی[۱]

(۴) امام صاحب کے نزدیک وتر واجب ہیں پس اُسکا حکم مثل صلوٰۃ مغرب کے ہے جسمیں پہلا قعدہ واجب ہے واجبات کی تعداد میں درمختار مصری ص۳۱۴ ج اول میں ہے والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور ترک واجب سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ عمداً ترک کرنے سے اعادہ واجب ہے اور سہواً ترک کرنے سے سجدۂ سہو واجب اور سجدہ سہو نکرنے سے اعادہ واجب ہے فی الدر المختار ص۳۰۶ ولہا واجبات لا تفسد ترکہا وتعاد وجوباً فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ وان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اھ پس صاحب سراجیہ کا کہنا لو ترک القعدۃ الاولی لا تفسد اھ ص۲۰ کلکتہ صحیح ہے اور مذہب امام پر مبنی ہے اور صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہے اس لئے بصورت قعدہ اولی جب تک رکعت ثالثہ کو مقید بالسجدہ نکیا ہو لوٹنا واجب ہے فی الدر المختار ص۴۹۹ سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیاً اما النفل فیعود مالم یقید بالسجدۃ ثم تذکر عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح لم یستقم قائما فی الشامیۃ ص۴۹۹ کالوتر فلا یعود فیہ اذا استقم قائما علی قولہما یعود لانہ من النفل اور عائشہ رض سے غیر کتب ستہ میں اگر رکعتیں وتر میں نہ بیٹھنا ثابت ہی ہو لیکن صحاح ستہ میں تو رکعتیں پر بیٹھنا ثابت ہے تو ضیح

[۱] ماشاءاللہ یہ جواب لاجواب ہے بارک اللہ فی فہمکم ۱۲ مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ۔

۹۰

اسکی یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ سے وتر کے متعلق روایات مختلفہ وارد ہیں کہیں تیرہ کہیں گیارہ کہیں
تو کہیں سات یہاں پر تہجد کو وتر کہا ہے تسمیۃ للشی باسم تمامہ کما صرح بہ الترمذی عن
اسحاق بن ابراہیم اور ایک وہ وتر ہے جو عشا کے بعد پڑھتے ہیں جسکو امام صاحب واجب کہتے
ہیں اور لوگ سنت اسمیں عائشہ صدیقہ سے تین رکعت وتر ثابت ہے یصلی اربعا فلا تسئل عن
حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلثا رواہ البخاری
ص۱۵۴ ابن عمر سے اس وتر میں دو رکعت پر بیٹھنا اور سلام پھیرنا ثابت ہے ان عبد اللہ بن عمر
کان یسلم بین الرکعۃ والرکعتین فی الوتر حتی یأمر ببعض حاجتہ رواہ البخاری ص۱۳۵
اسی کے مطابق عائشہ رض سے بھی ایک روایت ہے قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی
بین ان یفرغ من صلوۃ العشاء الی الفجر احدی عشرۃ رکعۃ یسلم فی کل اثنین ویوتر
بواحدۃ ابن ماجہ ص۹۷ اور ایک روایت ہے نسائی میں ص۲۴۸ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر اھ لا یجلس نہیں کہا بلکہ نفی سلام کی اس سے صاف
ظاہر ہے کہ بیٹھتے تھے لیکن سلام نہیں پھیرتے تھے۔ یہ حدیث مرفوع متصل السند ہے اور بھی ارجح ہے
جسکی تائید دوسری ایک روایت نسائی سے جو سعد بن ہشام سے مروی ہے ہوتی ہے قالت
کان الی قولہ لا یجلس الا فی الثامنۃ والتاسعۃ ولا یسلم الا فی التاسعۃ رواہ النسائی
اسمیں صرف جلوس وتر کا بیان ہے اسلئے کہ سعد بن ہشام نے صرف حقیقۃ وتر سے سوال کیا تھا
حیث قال حدثنی عن وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ظاہر ہے کہ ساتویں رکعت
میں نہیں بیٹھتے تھے اسلئے کہ اول وتر ہے اور آٹھویں میں بیٹھتے تھے اسلئے کہ وتر کی دوسری رکعت ہے
اور نویں میں بیٹھتے اور سلام پھیرتے تھے اسلئے کہ وتر کی تیسری رکعت ہے فی العینی ص۴۰۹
جلد۳ فان قلت قد صرحت فی الصورۃ الاولی لقولہا لا یجلس الا فی الثامنۃ ولا
یسلم الا فی التاسعۃ وصرحت فی الصورۃ الثانیۃ لقولہا لم یجلس الا فی السادسۃ
والسابعۃ ولم یسلم الا فی السابعۃ قلت ھذا اقتصار منہا علی بیان جلوس الوتر
وسلامہ لان السائل انما سأل عن حقیقۃ الوتر ولم یسأل عن غیرہ فاجابت مبینۃ
لما فی الوتر من الجلوس علی الثانیۃ بدون سلام والجلوس ایضا علی الثالثۃ بسلام ھذا

۹۱

علی مذہب ابی حنیفۃ وسکتت عن جلوس الرکعات التی قبلہما لما ان السوال لم یقع عنہا فجوابہا قد طابق سوال السائل غیر انہا اطلقت علی الجمیع وترا فی الصورتین لکون الوتر فیہا اھ۔

(۵) تراویح کے بعد تبارک الذی پڑھنا میری نظر سے نہیں گذرا۔

(۶) اصل حکم یہ ہے کہ غیر منصوص سے اگر فطرہ ادا کیا جائے تو منصوص علیہ کی قیمت کے حساب سے ادا کرنا چاہئے فی الدر المختار ص۴۲ ومالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اھ مثلا نصف صاع گیہوں کی قیمت سے جسقدر جوار یا چاول ملے وہ دیجئے۔ باقی آپکو اختیار ہے کہ اللہ کی راہ میں جسقدر ہو سکے دیجئے فمن تطوع خیرا فہو خیر لہ اھ

(۷) حساب لگانے سے صاع عراقی اسی روپیہ سیر کے حساب سے تین سیر ساڑھے آٹھ چھٹانک ہوتا ہے پس نصف صاع تقریباً پونے دو سیر ہوگا اور مجمع البحار میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے صاع عراقی صاع حجازی سے بڑا ہے جیسا مشہور ہے مگر حسب تصریح علامہ شامی کچھ فرق نہیں فی الشامیۃ ص۷۷ اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدراھم مائتان وستون درھما وبالاستار اربعون والاستار بکسر الہمزۃ بالدراھم ستۃ ونصف وبالمثاقیل اربعۃ ونصف کذا فی شرح درر البحار فالمد والمن سواء کل منہما ربع صاع رطلان بالعراقی والرطل مایۃ وثلثون درھما وفی الزیلعی والفتح اختلف فی الصاع فقال الطرفان ثمانیۃ ارطال بالعراقی وقال الثانی خمسۃ ارطال وثلث قیل لاخلاف لان الثانی قدرہ برطل المدینۃ لانہ ثلثون استارا والعراقی عشرون فاذا قابلت ثمانیۃ بالعراقی بخمسۃ وثلث بالمدنی وجدتہما سواء وھذا ھو الاشبہ الخ اور درہم چار آنہ چار پائی تقریباً ہے اب حساب لگا لیجئے کہ رطل عراقی کے تولہ ہوتا ہے واللہ اعلم

(۸) تکبیرات زوائد کے متعلق حدیثیں دونوں طرح وارد ہیں سات اور پانچ کی روایت بھی کئی صحابہ سے ہے اور تین تین کی روایت عبداللہ بن مسعود اور ابوموسی اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد ص۱۶۳ میں مروی ہے ان سعید بن العاص سال اباموسی الاشعری وحذیفۃ بن الیمان کیف کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکبر فی الاضحی والفطر فقال ابوموسی کان یکبر اربعا

تکبیرۃ علی الجنائز فقال حذیفۃ صدق فقال ابو موسیٰ کذالک کنت اکبر فی البصرۃ حیث کنت علیہم اھ وفی فتح القدیر ص ۲۴۲ ج ۱ کان ابن مسعود جالسا وعندہ حذیفۃ وابو موسیٰ الاشعری فسالہم سعید بن العاص عن التکبیر فی صلوٰۃ العید فقال حذیفۃ سل الاشعری فقال الاشعری سل ابن مسعود فانہ اقدمنا واعلمنا فسالہ فقال ابن مسعود یکبر اربعا ثم یقرء ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانیۃ فیقرأ ثم یکبر اربعا بعد القراءۃ اھ اور ترمذی میں بھی عبداللہ بن مسعود کی روایت کو نقل کیا ہے پس صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے پاس اگر کسی وجہ سے زوائد تکبیر بارہ راجح ہوئی ہوں ہو سکتا ہے ہمارا مذہب بھی مرجوح نہیں اسلئے کہ ایک ہی مجمع میں تین صحابی فقیہ نے تکبیرات ستہ زائدہ کو تسلیم کیا ہے اور عیدین کا حکم یکساں ہے یعنی دونوں میں چھ چھ تکبیرات زوائد ہیں۔

(۹) دو خطبہ عیدین کا ثبوت سنن ابن ماجہ ص۹۲ میں ہے الحدیث عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فطر او اضحی فخطب قائما ثم قعد قعدۃ ثم قام اھ اور بخاری سے بھی ص۱۳۳ میں دو خطبہ کا استنباط ہوتا ہے عن عبدالرحمٰن بن عابس قال خرجت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فطر او اضحی ثم خطب ثم اتی النساء فوعظہن وذکرہن وامرہن بالصدقۃ الخ بلکہ امام بخاری نے باب الخطبہ بعد العید میں صرف ثم اتی النساء ومعہ بلال پر اکتفا کیا ہے اور اس تذکیر کو بھی خطبہ میں شمار کیا ہے پس دو خطبے ثابت ہوئے ترمذی کی عادت ہے حدیث ضعیف کو نقل کر کے والعمل علی ہذا عند اہل العلم فرماتے ہیں جس سے حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے دو خطبہ عیدین میں عمل مستفیض تو اس طور پر ہے کہ کسی اہل مذہب نے خلاف نہیں کیا پس یہی کافی ہے بالخصوص جب موید بالحدیث الصحیح بھی ہے۔

(۱۰) عیدین کے خطبہ میں تکبیرات کی کوئی تحدید نہیں ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکبر بین اضعاف الخطبۃ یکثر التکبیر فی خطبۃ العیدین ابن ماجہ ص۹۲ وفی الشامیہ ص۵۶۱ لیس التکبیر عدد فی ظاہر الروایۃ اھ اول خطبہ میں نو تکبیر اور دوسری میں سات کو درمختار میں سنت کہا ہے یہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر نہیں ہوتا ہے۔

(۱۱) مفتی بہ عید الفطر میں یہ ہے کہ تکبیر آہستہ کہے کما صرح بہ صاحب فتح القدیر۔

(۱۲) احادیث سے عورتوں کا مساجد اور مصلی میں جانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے ام عطیہ کی

۹۳

حدیث صاف ہے اور بخاری ص۱۱۹ میں یہ بھی ایک روایت ہے اذا استاذنکم نساؤکم بالليل فاذنوا هن اھ اس سے ظاہر ہے کہ پیشتر جسقدر باطلاق اور وسعت تھی اسمیں کمی ہو رہی ہے کہ رات کو اجازت مانگیں تو آنے دو اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ زینت کر کے عورتیں باہر نہ نکلیں مجھے یاد پڑتا ہے کہ بعض روایتوں میں زینت کر کے نکلنے والی عورتوں کو زانیہ فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عید دن کو ہوتی ہے اور ہے یوم الزینۃ پس ضرور عورتیں بناؤ سنگار سے نکلینگی اور صحابہ کے زمانہ ہی میں فتنہ فاش ہو گیا تھا فی البخاری ص۱۲۰ لو ادرك النبي صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل فقلت لعمرة او منعن قالت نعم اھ پس اگر ایک جانب احیاء سنت غیر موکدہ ہے تو دوسری جانب اماتت غیر اور تعریض للفتنہ ہے اور اقامت سنت میں جب احتمال فتنہ غالب ہو تو دفع فتنہ ضروری ہے حضرت کا تعمیر کعبہ از سر نو سے رک جانا صرف اسلئے کہ عوام میں فتنہ پھیلے گا سند کافی ہے اسلئے حقیقی متبعین سنت نے عورتوں کا مجامع میں جانا بالکل بند کر دیا ہے ایام محرم میں جو فتنے برپا ہوتے ہیں وہ عیاں ہے اگر کسی کو شبہ ہو تجربہ کر کے دیکھ لے۔

(۱۳) بخاری ص۳۳۱ میں ہے فعدل عشرة من الغنم بجزور ایک اونٹ اور دس بکری برابر ہے اوائل میں ایک اونٹ میں دس آدمی قربانی کر سکتے تھے پھر سات میں تحدید ہو گئی حدیث کے حدیث مشاہدہ ہو پس اونٹ کہ بکری سے دہ چند ہے اسمیں تو تحدید ہو اور بکری میں پچاسوں شریک ہو جائیں یہ عجب نہیں تو کیا ہے اصل بات یہ ہے کہ اوائل زمانہ نبوی عسرت کا تھا گھر کا مالک ہی متمول ہوتا تھا اور لوگ اسکے عیال اور دست نگر۔ مالک نے کیا تو سب اس سے متمتع ہوئے تو گویا تمام اہلبیت کی طرف سے کفایت ہوئی پھر جب اللہ نے وسعت دی تو ہر مستطیع پر واجب یا سنت ہوا کہ قربانی کرے ابن ماجہ میں ہے من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا اور صحابہ کا عمل مختلف ہے بعض جائز سمجھتے تھے اور بعض ناجائز پس احسن الاقوال کا اختیار کرنا مناسب بلکہ ضروری ہے قال اللہ تعالیٰ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ بخاری ص۵۳۳ میں ہے کہ مختلف اقوال میں احوط کا اخذ کرنا انسب ہے حتی یخرج من اختلافهم واللہ اعلم

كتب هذه الاجوبة

محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

اجاد فی الجواب

محمد ناظر حسن مدرس مدرسہ عالیہ

نعم الجواب

اشرف علی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

(حال) بحمد اللہ جو پیشتر اکثر خیال محویت وغیرہ کا ہوتا تھا اس کا اب مطلق خیال نہیں ہے اور یہ رباعی میر درد صاحب کی باعث تسکین قلب ہے ۵ رباعی

ہر چند نشد دل ز حقیقت آگاہ پائے طلبش ہست ہماں بر سرِ راہ
یارب تو ز خود نشاں دہی بلند ہی ماایم ہمیں نام تو اللہ اللہ

خدا کا بے انتہا اس بندہ پر فضل ہے کہ اب کسی امر کی خواہش بجز رضائے مولیٰ دل میں پیدا نہیں ہوتی۔

(تحقیق) یہ علامت ہے حقیقت شناسی کی مبارک ہزار بار مبارک۔

(حال) اور نہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ معمولات کچھ قابل قدر ہیں۔

(تحقیق) بالکل صحیح ہے مگر یہ بیقدری صرف اس حیثیت سے ہے کہ ہمارا عمل ہے اور دوسری حیثیت سے بہت زیادہ قابل قدر اور نعمت عظمیٰ ہے یعنی اس حیثیت سے کہ خدا تعالیٰ کا عطیہ اور اُن کی توفیق ہے۔ ربیع الثانی ۳۴ھ

۷۹

(حال) بفضلہ تعالیٰ معمول بقید اوقات جاری ہیں مگر موت کا اسقدر خوف رہتا ہے کہ حواس گم ہو جاتے ہیں ہر چند کہ ارحم الراحمین کی رحمت پر بھروسہ کیا جاتا ہے تاہم حالت خوف کی غالب رہتی ہے لہٰذا گذارش ہے کہ اس بارہ میں جو ارشاد ہو وہ کیا جاوے۔

(تحقیق) یہ حالت فی نفسہ مذموم نہیں یہ اثر ہے خشیت حق تعالیٰ کا جو کہ سراسر محمود ہے البتہ اسکے ساتھ کسی قدر ضعف قلب کی بھی آمیزش ہے اس کا طبی علاج کرنا چاہیے میرا رسالہ شوق وطن بار بار دیکھنا بھی مفید ہوگا۔

(حال) اور اُسوقت اپنی زندگی بہت عزیز معلوم ہوتی ہے۔

(تحقیق) یہ اُسی کی فرع ہے کوئی مستقل حالت نہیں۔ ربیع الثانی ۳۴ھ

اطلاع } بقیہ حصہ رابعہ تربیۃ السالک کا انشاء اللہ تعالیٰ مستقلاً شائع ہوگا اب سنہ بدلنے سے حصہ خامسہ بابت مضامین ۳۵ھ شروع ہوتا ہے +

تربیۃ السالک حصہ پنجم از ۱۳۳۵ھ

(ملاحظہ ہو تمہید حصہ دوم)

(حال) جس وقت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور امام قرأت شروع کرتا ہے اُسوقت میرے قلب سے درود شریف خود بخود جاری ہوتی ہے کچھ حرج تو نہیں ہے جب میں اکیلے پڑھتا ہوں اسوقت یہ امر پیش نہیں آتا۔

(تحقیق) کچھ حرج نہیں مگر زبان سے نہ پڑھیں۔ ۳ محرم ۳۵ھ

(حال) ماوانا وملجانا حضرت مولانا صاحب دامت برکاتکم وفیوضکم علینا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خادم خداوند تعالیٰ شانہ کے فضل سے اور حضرت کی برکت سے بقدر استطاعت اتیان ماموارت واجتناب عن المنہیات پر مستقیم ہے اور اپنے معمولات بھی بفضلہ تعالیٰ استقامۃ سے پورے کئے جاتا ہوں الحمد للہ علی ذالک۔

(تحقیق) اللہ تعالیٰ توفیق رفیق رکھے۔

(حال) اور حضرت کی تقریر تحریر سے کشف وکرامت کا غیر مفید بلکہ خطرناک ہونا معلوم کرکے اُسکی خواہش بالکل دل سے نکل گئی نہ یہ چیزیں مجھ میں ہیں نہ ان کی مجھے ہوس ہے مگر ایک روز کا واقعہ جسکا عرض کرنا اپنی سمجھ کے موافق مفید سمجھتا ہوں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ جس زمانہ میں حضرت کی طبیعت کچھ ناساز رہا کرتی تھی اور بخار آیا کرتا تھا ایک روز بعد نماز عصر حضرت کے چہرۂ مبارک پر اضمحلال دیکھکر خادم کی طبیعت بہت ہی مضمحل ہوئی اور نماز سے فارغ ہوکر میدان میں چلا گیا اور سجدہ میں گر کر جہاں تک عاجزی اور زاری اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں کرسکا کی اور دعا مانگی کہ اللہ میرے ماویٰ اور میرے ملجا کو جلد صحت فرما دعا سے فارغ ہوکر مسجد کی طرف چلا عیدگاہ کے پورب طرف جب آیا دل سے یہ صدا جاری ہوگئی اور پے درپے یہ آواز آنے لگی کہ حضرت اچھے ہوگئے اب انشاء اللہ دورہ نہ آئیگا چنانچہ اُسکے بعد حضرت کو دورہ نہ آیا اور روز بروز چہرہ مبارک سے بشاشت ظاہر ہوتی رہی۔ الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

۸۰

(تحقیق) یہ ایک نعمت تھی جسپر شکر واجب ہے اور بطر ناجائز جسمیں اکثر خامکاران طریقت مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(حال) راستہ وغیرہ میں کہیں نگاہ بد کا موقع ملتا ہے تو اپنے دل سے یوں کہتا ہوں کہ اگر تو اپنے کو نگاہ بد سے بچالے تو تیری بہت بڑی کرامت یہی ہے۔ بلکہ لاکھ کرامتیں اسپر قربان کردی جائیں تو سزاوار ہے اور عوارف کا یہ قول یاد آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت طلب کرتے ہیں اور ہم کرامت کے پیچھے پڑے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ بہت سہولت سے بچالیتا ہوں ان خیالات کی تصحیح فرماویں۔

(تحقیق) بالکل صحیح ہے اللہ تعالیٰ علم وفہم میں زیادہ برکت فرماوے۔

(حال) اور شیخ کی وہ عادتیں جو طبعی ہیں اس میں اگر مرید اتباع کرے تو باعث اجر ہو یا نہیں

(تحقیق) اجر کی کوئی وجہ نہیں۔

(حال) اور مفید ہے یا نہیں۔

(تحقیق) بلاواسطہ تو مفید نہیں اور بواسطہ مفید کہ موثر ہے محبت میں یا اثر ہے محبت کا اور محبت کا مفید ہونا ظاہر ہے۔

(حال) اور شرعاً کچھ مخالفت تو نہیں۔

(تحقیق) مخالفت کی بھی کوئی وجہ نہیں البتہ اسمیں ایسا انہماک کہ دوسری ضروریات میں مخل ہو مضر ہے۔

(حال) اور اس سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ برابری کرنے کا شبہ تو نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلعم کے حرکات و سکنات میں اتباع کرنے میں اجر ہے اور صحابہ بوجہ محبت عادات طبعیہ میں بھی کرتے تھے۔

(تحقیق) اوپر اجر کی نفی لکھی گئی ہے اب شبہ نہیں رہا۔

(حال) خلاصہ یہ ہے کہ میری طبیعت بھی چاہتی ہے کہ جیسے آپ چلتے ہیں ویسے چلوں اور جیسے آپ گردن مبارک کو بائیں طرف کبھی کبھی سینہ کی طرف جھکادیتے ہیں اسی طرح جھکاؤں اور جیسے آپ ڈاڑھی آدھی بھاڑ کر رومال سے پوچھتے ہیں پوچھوں اور نماز سے

۸۱

فارغ ہو کر جب حضرت منھ پھیر کر بیٹھتے ہیں تو ہاتھ سے کرتہ بعض دفعہ ہٹایا کرتے ہیں ہٹایا کروں یہ سب ادائیں مجھے بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اگر کچھ حرج نہو تو اجازت فرمادیں اور اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ اپنے فضل سے مجھ میں اخلاق اور عادات اور طرز اور انداز حضرت کا پیدا کردے حضرت بھی دعا فرمادیں۔ حضرت کی روش کی محبوبیۃ یہانتک بڑھی ہوئی ہے کہ جو وظائف میں سے نے حضرت سے اپنی طرف سے اجازت لیکر پڑھنا شروع کئے تھے اب یوں جی چاہتا ہے کہ سب چھوڑدوں اور جو حضرت پنجگانہ نماز کے بعد پڑھا کرتے ہیں وہی میں بھی پڑھا کروں اور بڑے بڑے معمولات بحالہا باقی رکھوں اسمیں حضرت کیا فرماتے ہیں اور دعای حزب البحر ہر نماز کے بعد پڑھتا تھا اسے بھی ایک ہی دفعہ پڑھنا چاہتا ہوں اس سے اس وجہ سے دل رکھ گیا کہ حضرت نے فرمایا میں نہیں پڑھتا اسوجہ سے کہ اُنکے پڑھنے والوں کو لوگ بزرگ جانتے ہیں اور جس سے بزرگی ٹپکے اور وہ شرعاً ضروری نہو تو میں اُسے پسند نہیں کرتا اُسکے متعلق بھی میرے مناسب جو ہو ارشاد فرمائیں اور اگر حضرت کے معمولات جو پنجگانہ نماز کے بعد پڑھتے ہیں میرے لئے مناسب ہوں تو ایک پرچہ پر لکھ دیں یا جہاں یہ آپ کے معمولات مذکورہ لکھے ہوں اس سے مطلع فرمادیں کیا کروں حضرت کو تکلیف نہ دیتا مگر طبیعت میں بہت دنوں سے یہ تقاضا ہو رہا ہے اس وجہ سے یہ تکلیف دی معاف فرمائیگا۔

(تحقیق) میرے نزدیک یہ انہماک ہے۔

(حال) اب کچھ خواب عرض کرتا ہوں تعبیر سے سرفراز فرمائیں۔ (۱) قیلولہ کے وقت بعد ذکر اسم ذات سویا دیکھتا ہوں کہ میں اپنی سسرال جارہا ہوں ایک جگہ پہنچا تو دیکھا کہ ایک بیل ایک بیل کو دوڑائے ہوئے مارنے کے لئے جارہا ہے۔ اور یوں معلوم ہوا کہ میری سسرال کے بیل ہیں آخر دونوں تالاب میں گر گئے۔ اور جو آگے بھاگا جاتا تھا وہ گرتے ہی لاپتہ ہوگیا۔ اور جو مارنے کے لئے جاتا تھا وہ ڈوبنے لگا دو شخص اسکے نکالنے کے لئے کودے مگر مردہ ہو کر نکلا۔ دوڑانیوالا بیل کچھ کالا اور کچھ سفید تھا اور بھاگنے والا بالکل سفید تھا۔

(تحقیق) یہ خواب سمجھ میں نہیں آیا۔

(باقی آئندہ)

الاحکام الوقتیہ

بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۵ھ

اس ماہ کے متعلق احکام وقتیہ الامداد بابت صفر ۱۳۲۲ھ ہجری نمبر ۸ جلد اول میں بذیل سرخی (باعتبار خصوص ماہ) ملاحظہ ہوں +

اضافہ بر مضمون سابق متعلق صفر

بعض کتب تصوف میں ایک حدیث لکھدی ہے کہ من بشرنی بخروج صفر بشرتہ بالجنۃ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجکو ماہ صفر کے گذرنیکی بشارت دیگا میں اسکو جنت کی بشارت دونگا آہ اس سے بعض نے اس ماہ کی نحوست پر استدلال کیا ہے مگر یہ دلیل ثبوتاً و دلالۃً دونوں طرح مخدوش ہے یعنی نہ تو یہ حدیث ثابت ہے اور نہ یہ اس مضمون پر دال ہے اسکا مدلول بر تقدیر قطع نظر از عدم ثبوت یہ ہے کہ آپکی وفات ماہ ربیع الاول میں ہونیوالی تھی اور آپ لقاء اللہ مسبوق بالموت کے مشتاق تھے اور اس وجہ سے ربیع الاول کی ابتداء اور صفر کے انقضاء کی خبر کا آپکو انتظار تھا پس اس خبر کے لانے پر آپ نے بشارت کو مرتب فرمایا چنانچہ کتب تصوف میں اسی مقصود کے اثبات و تائید کیلئے اسکو وارد کیا ہے، بہرحال نہ یہ دلیل ثابت اور نہ اسکی دلالت ثابت پس دعوی نحوست منعدم و منہدم ہوگیا۔

امر بر قمہ اشرف علی

اطلاع } سلسلہ حسن الموعظت کے مواعظ حسب ذیل طیار ہیں شائقین جلد سے جلد فرمائشیں ارسال فرماویں ورنہ پھر کف افسوس ملنا پڑیگا۔

الخضوع مع ضمیمہ تتمات اربعہ تنبیہات وصیت قیمت اصلی ۴؍ رعایتی ۲؍

عمل اللہ ۸؍ قیمت اصلی ۳؍ رعایتی ۲؍

المحبوب قیمت اصلی ۳؍ رعایتی ۲؍

سلسلہ تسہیل المواعظ بھی انشاءاللہ قریب ہی شائع ہوگا۔

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمّتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالی شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلو ہو گا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۴ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

عہ دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۲ھ جلد رابع صفحہ ۱۸و۹۱ [illegible]

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیة کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قدرے از فصل در ارشاد صحیفۂ شہریۂ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدة و تربیة السالک
فی الاحوال الخاصة من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة منہ و ملفوظات خبرت
فی الفوائد المختلفة النقلیة والعقلیة کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب ظلہ است
باز جزے از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ بلقب صحیفہ
شہریہ بہ تبرک بنام نامیش مزین و خامساً الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ و دیگر اہل فضل است

عدد ۹ بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۵ ہجری جلد ۲

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

	این صحیفہ کامدنشل امدادنام		یافت زامدادالمطابع انتظام	

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو ۔ (نائب مدیر)

سلسلے کیلئے رسالہ الامداد بابت ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ ملاحظہ ہو

۱۳۵

قرآن شریف نے ہمکو مرض نافرمانی کا کیا علاج بتلایا ہے

قرآن شریف نے ہمکو اس کا علاج بتلایا ہے اور اسکے مقدار پر اطلاع دی ہے تو قرآن مطب روحانی ہے اسمیں صرف یہی دو چیزیں ہیں ایک علم اور دوسرا عمل یزکیہم میں عمل کی طرف اشارہ ہے اور یعلمہم میں علم کی طرف حاصل یہ ہوا کہ سننے والو اہتمام کے قابل دو چیزیں ہیں علم اور عمل ان ہی کا اہتمام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا پھر علم میں دو مرتبہ ہیں ایک الفاظ اور ایک معانی کیونکہ کسی چیز کے جاننے کی شان یہ ہوتی ہے کہ اسمیں کچھ الفاظ ہوتے ہیں اور کچھ ان الفاظ کے معانی خواہ اردو میں ہو یا عربی میں خواہ زبانی علم ہو یا کتاب سے تو گویا ترتیب کسی فن کے جاننے کی یہ ہوتی ہے کہ اول الفاظ کا تحقق ہوتا ہے اور پھر دلالت علی المعانی اور پھر ان کی حقیقت کا انکشاف اور پھر عمل مثلاً اگر کسی طبیب سے کوئی نسخہ دریافت کیا تو اول اسکے الفاظ معلوم ہوئے پھر ان الفاظ سے معانی پر دلالت ہوئی پھر ان کی حقیقت کا انکشاف ہوا ان سب مراتب کے بعد اس نسخے پر عمل کیا گیا یہی ترتیب عقلی دین میں بھی ہے۔

خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ دین کو آسان صورت میں بھیجا ہے

خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے دین کی کوئی عجیب شکل نہیں بنائی بلکہ جو ترتیب ہمارے روز مرہ کے امور میں ہے وہی ترتیب اسمیں بھی رکھی کہ سہولت ہو حالانکہ دین وہ چیز ہے کہ اگر اسکا ڈھنگ بالکل نرالا اور سخت بھی ہوتا تب بھی اسکو بکوشش حاصل کرنا چاہیئے تھا۔

تحصیل دین میں ہمارا ہی نفع ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کا

کیونکہ دین کے حاصل کرنے میں ہمارا ہی نفع ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کا اور نہ حاصل کرنے میں ہمارا ہی نقصان ہے جیسے کوئی طبیب کڑوا نسخہ لکھدے تو اسکے پینے سے جو کچھ نفع ہوگا مریض کو ہوگا اور نہ پینے سے بھی جو کچھ ضرر ہوگا مریض کو ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ نے اس مضمون کو دو ٹوک کہکے فرما دیا ہے کہ من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر اور قرآن میں بہت سی جگہ یہ مضمون آیا ہے کہ

ہمارا نہ کوئی نفع تمہارے ایمان سے ہے اور نہ کوئی ضرر تمہاری کفر سے ۔ اور یہ فرمانا ایسا ہے جیسے کوئی طبیب کہنے لگے کہ اگر تم دوا پیو تو ہمارا کیا نفع اور نہ پیو تو ہمارا کیا ضرر بلکہ حکیم کو تو ایک گونہ نفع بھی ہے خدا تعالیٰ کو تو کچھ بھی نفع نہیں اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کیلئے استکمال بالغیر محال ہے ہر چیز ان کے افادۂ وجود کی محتاج ہے مگر وہ کسی امر میں کسی کے محتاج نہیں ہیں آفتاب عالمتاب عطر خانہ اور گھورہ سب پر روشن ہے لیکن نہ اسکو عطر خانہ سے خوشبو پہونچتی ہے نہ گھورے سے بدبو اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ		وز گرانجانی و چالاکی ہمہ	

کہ ہم تو ایسے مقدس ہیں کہ پاکی سے بھی پاک ہیں ۔ پاکی سے پاک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جیسی پاکی تم سمجھتے ہو ہم اس پاکی سے پاک ہیں کیونکہ انسان کتنی بھی تقدیس کرے لیکن احصاء غیر ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک واقعی بڑی سے بڑی تعریف اور تقدیس بھی اسکے واقعی تقدس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں اسکی مثال مولانا نے بیان فرمائی ہے کہ ؎

شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست		این نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست	

یعنی اگر کوئی شخص بادشاہ کی یہ تعریف کرے کہ آپ اتنے بڑے آدمی ہیں کہ جولاہہ نہیں ہیں تو کیا اسکو کوئی مدح کہے گا ہرگز نہیں اسی طرح ہماری فہم کے موافق ہماری نفع کیلئے تسبیح کو مشروع قرار دیا گیا ہے اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں ؎

من نگردم پاک از تسبیح شاں		پاک ہم ایشاں شوند و دُر فشاں	

یعنی لوگوں کی تسبیح و تقدیس سے ہم پاک نہیں ہو گئے غرض خدا تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہاں نہ نفع پہونچے نہ ضرر حدیث میں ہے کہ اگر ساری دنیا مطیع ہو جائے تو خدا کی سلطنت میں اتنا بھی اضافہ نہیں ہوتا جتنا مچھر کا پر برخلاف یہاں کے سلاطین کے کہ جسقدر رعایا اطاعت کرنے سلطنت زوردار ہے اور اگر رعایا اطاعت نہ کرے تو سلطنت کمزور ہے وجہ یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہ رعایا کے بنائے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ خود بالذات کامل ہیں لہذا رعایا کو خود اپنے نفع کی فکر کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ کو ان کی عبادت سے کچھ بھی نفع نہیں ہے غرض طبیب

١٣٦

جنمیں بوسائط بعیدہ نفع کا احتمال ہے جب اُس کو حق ہے کہ وہ جیسا نسخہ چاہے تجویز کرے تو خدا تعالیٰ
کو اس سے زیادہ حق ہے کہ جیسا قانون چاہے مقرر کرے کیونکہ وہ حاکم علی الاطلاق بھی ہیں اور اسمیں
ہمارا ہی نفع بھی ہے مگر یہ انکی رحمت ہے کہ اس نے نہایت آسانی اور سہولت رکھی ہے

موجودہ آسانی سے زیادہ دین میں آسانی کی درخواست یا تجویز کرنیوالونکی غلطی

مگر افسوس ہے کہ لوگ اسپر عمل کرنے سے بھی جان چراتے ہیں علماء سے درخواست کیجاتی ہے کہ احکام میں کچھ
آسانی کردو گویا یہ سمجھتے ہیں کہ احکام شریعت کی تبدیل وتغیر بالکل علماء کے ہاتھ میں ہے۔

حکایت مجھے ایک بڑھیا کا واقعہ یاد آتا ہے کہ وہ جب حج کو گئی اور صفا مروہ کے درمیان
سعی کرنے لگی تو دو تین پھیرے کر کے مطوف سے کہنے لگی کہ اب تو مجھ سے نہیں ہو سکتے خدا کے لئے
اب تو مجھے معاف کردو تو جیسے وہ بڑھیا سمجھتی تھی کہ مطوف کے معاف کردینے سے معاف
ہوجائیں گے اسی طرح یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں۔

حکایت۔ ایک رئیس والی ملک ایک بڑے حاکم سے ملنے کے لئے گئے یہ رئیس بہت دبلے
ہو رہے تھے اس حاکم نے پوچھا کہ آپ اسقدر دبلے کیوں ہو رہے ہیں انھوں نے کہا کہ آج کل
رمضان کا مہینہ ہے روزہ رکھنے کی وجہ سے دُبلا ہو رہا ہوں کہنے لگا کہ آپ اپنے پادریوں سے
کمیٹی کرا کے ان کو فروری کے مہینے میں کیوں نہیں کرلیتے انھوں نے کہا کہ جناب اس قسم کے
اختیارات آپ ہی کی کمیٹی کو ہیں ہمارے علماء کی کمیٹی کو ایسے اختیارات نہیں ہیں غرض پہلے
تو غیر قومیں اس قسم کی درخواستیں پیش کرتی تھیں مگر افسوس ہے کہ اب مسلمان ہی اس قسم کی
درخواستیں پیش کرنے لگے ہیں بلکہ یہاں تک ستم ہونے لگا ہے کہ لوگ درخواست سے گذر کر
رائے دینے لگے ہیں کہ ضرور ایسا کرنا چاہئے۔

حکایت۔ میں ایک مرتبہ لاہور گیا تو بہت سے خیرخواہان قوم نے یہ تجویز کیا کہ اسوقت سود کے
مسئلہ پر گفتگو کرنی چاہئے چنانچہ ان کی خواہش پر گفتگو کیگئی لیکن جلسہ گفتگو کا خاص تھا
یعنی صرف علماء تھے سب لوگ نہایت مشتاق تھے کہ دیکھئے کیا تجویز ہوتا ہے حالانکہ وہاں
اسکے سوا کیا تجویز ہو سکتا تھا جو کہ تیرہ سو برس سے چلا آرہا ہے اسواسطے کہ اہل علم میں کسکی

وہ ہمت ہو سکتی تھی جو کہ آج کل کے نوجوان ہمت کرتے ہیں چنانچہ ایک صاحب نے ایک رسالہ میں آیۃ حرم الربٰوا میں یہ تحریف کی ہے کہ ربوا کو بضم را لکھا ہے اور اسکے معنی اچکنے کے لیئے میں کہتا ہوں کہ اس سے سیدھی بات تو یہ تھی کہ زنا ہی کہدیتے کیونکہ زنا عربی کا لفظ تو ہے ربا تو عربی کا لغت بھی نہیں بلکہ ربودن سے فارسی کا لغت ہے رہا رسم خط کا اشکال سو ربا بضم الرا بھی واؤ سے نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے۔

حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کو کچھ نہ دیتا تھا اسنے جا کر ایک عالم سے شکایت کی انھوں نے لڑکے کو بلا کر سبب پوچھا کہنے لگا اگر قرآن شریف میں ماں کا حق کہیں نکل آئے تو میں ضرور دونگا چونکہ یہ بالکل جاہل تھا اسلئے ان کو فکر ہوئی کہ کوئی ایسی سبیل ہو کہ اسکی سمجھ میں آجائے آخر کہنے لگے کہ تو نے کچھ قرآن بھی پڑھا ہے اسنے کہا کہ دو چار سورتیں پڑھی ہیں کہنے لگے کہ تبت یدا ابی لہب پڑھی ہے اس نے کہا کہ ہاں جب اس نے تبت پڑھی اور اسمیں ماکسب پڑھا تو کہنے لگے کہ دیکھ اسمیں تو لکھا ہے کہ ماں کا سب یعنی سب کچھ ماں ہی کا ہے تیرا کچھ بھی نہیں لڑکے نے کہا مولوی صاحب اب دیا کرونگا تو انھوں نے تو ایک ثابت شدہ مسئلہ کو اس جاہل کے ذہن نشین کرنے کیلیئے محض ظرافت کے طور پر ایک اُردو کے جملہ کو قرآن کا جزو کہا تھا لیکن اس ظالم نے قرآن میں صریح تحریف کی کہ ربوا کو حلال کرنے کیلیئے اسکی حرمت کو قرآن سے اڑانا چاہا غرض ہر شخص قرآن اور احکام شریعت کے متعلق ایک نئی رائے اور تجویز رکھتا ہے گویا قرآن ایک بچہ کا کھیل ہے کہ ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت آج کل کی اصلاح ایسی ہے جیسے کہ۔

حکایت۔ ایک بڑھیا نے بادشاہی باز کی کہ وہ اتفاقاً اسکے ہاتھ آگیا تھا اصلاح کی تھی یعنی جب اس نے دیکھا کہ اسکے ناخن بہت بڑھ رہے ہیں اور چونچ بھی ٹیڑھی ہے تو بہت کڑھی اور کہنے لگی تو کس بے رحم کے ہاتھ گرفتار ہو گیا تھا جس نے نہ تیرے ناخن کی خبر لی نہ تیری چونچ کو درست کیا تو کس طرح کھاتا ہوگا کس طرح چلتا ہوگا اور یہ کہکر اسکے ناخن اور چونچ سب قینچی سے کاٹ دیئے تو جیسے اسنے باز شاہی کی اصلاح کی تھی ایسے ہی یہ لوگ بھی قرآن میں اصلاح کرتے ہیں آخر جب وہ مجلس ختم ہوئی اور وہ مضمون شائع ہوا تو ان لوگوں نے بہت افسوس کیا اور کہنے لگے افسوس ابتک بھی علماء کو ہوش نہیں آیا کہ اتنی ضرورت ہے اور یہ لوگ ابھی تک اسکو ناجائز ہی کہتے ہیں

۱۴۸

میں نے ایک بیان میں کہا کہ ظالمو اگر تمکو اپنی عاقبت ہی خراب کرنا ہے تو حلال کر کر ابدالآباد کیلئے تو برباد نہو تمہاری مخترعہ ضرورتیں تو اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہیں کہ حرام سمجھو اور مبتلا رہو اور خدا تعالیٰ سے معافی چاہتے رہو اپنی حرکت پر نادم رہو۔

دین میں اپنی رائے سے تسہیل کرنے والوں کی غلطی

دین میں تسہیل کی غرض سے اپنی رائے سے کام نہ لیجئے دین مکمل ہے اور سہل بھی ہے چنانچہ اس مقام[ل] پر اصلاح کی ترتیب کسقدر سہل ہماری فطرت کے موافق رکھی ہے کہ اول علم کی طرف اشارہ کیا پھر عمل کی طرف سو اس آیت میں ان ہی دو چیزوں یعنی علم و عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور چونکہ علم کے دو شعبے ہیں جیساکہ میں نے پہلے بیان کیا اسلئے گویا اس آیت کی مدلول تین چیزیں ہوئیں الفاظ اور معانی اور عمل اور ہمکو ان تینوں کا حاصل کرنا ضروری ہوا اب دیکھئے کہ ہمنے ان تینوں جزوں کے ساتھ کیا معاملہ کر رکھا ہے سو عمل تو بالکل ہی مفقود ہے اور علم کا جو طریقہ ہے وہ مفقود ہے اور اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ علم بھی مفقود ہے لیکن خیر تھوڑا بہت شغلہ ہے گو دنیا ہی کیلئے ہو اور جن لوگوں کو تحقیق حقیقت ہے وہ کچھ تھوڑا بہت عمل پر بھی متوجہ ہیں۔

۱۳۹

اسلام سے بُعد کا پہلا زینہ دنیا کو اختیار کرنا ہے

دین اسلام سے بعد کا پہلا زینہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اور دین کو چھوڑ کر صرف دنیا کے حاصل کرنے پر متوجہ ہو رہے ہیں اور تحصیل دین کو مخل دنیا سمجھ رہے ہیں اور واقعی حقیقت یہ ہے کہ دنیائے حلال دین کے ساتھ سایہ کی طرح ہے اگر کوئی سایہ کو پکڑنا چاہے تو اسکی صورت یہی ہے کہ اصل چیز کو حاصل کرے تو دنیا بھی جبھی حاصل ہو سکتی ہے کہ جب دین کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کیا ہو آج افسوس ہے کہ فلسفہ و حقیقت شناسی کی اتنی بڑی ترقی ہے لیکن لوگ دنیا کی حقیقت میں ذرا غور نہیں کرتے محض مال اور جاہ کی طلب کو اصل مقصود سمجھتے ہیں حالانکہ یہ امر دیکھنے کے قابل ہے کہ مال کیوں مقصود ہے اور جاہ کیوں مطلوب ہے۔

[ل] یعنی آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ میں ۱۲ منہ۔

دُنیا سے اصل مقصد کیا ہے اور اسکی کتنی ضرورت ہے

سو مال تو جلب منفعت کیلئے مطلوب ہے اور جاہ دفع مضرت کیلئے یعنی ہمکو بڑائی کی اتنی ضرورت ہے کہ ظالموں کی دست برد سے محفوظ رہیں دیکھئے سقے چمار وغیرہ بیگار میں پکڑے جاتے ہیں لیکن جو معزز لوگ ہیں وہ نہیں پکڑے جاتے کیونکہ وہ ذی جاہ ہیں اور جاہ ایک قدرتی قلعہ ہے تو یہ دونوں چیزیں جلب منفعت اور دفع مضرت کیلئے ہیں پس مال اسقدر کافی ہے کہ جس سے ہم منافع حاصل کر سکیں اب لوگوں نے نفس مال کو معبود مطلق بنا رکھا ہے تو یہ کتنی بڑی فلسفی غلطی ہے

اہل اللہ کو پریشانی مطلق نہیں ہے

صاحبو! اصل مقصود محض دین ہے جب وہ حاصل ہو جاتا ہے تو دوسرے مقاصد خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں چنانچہ دیکھ لیجئے کہ جو لوگ خدا کے کام میں لگے ہیں ان میں کوئی بھی پریشانی میں مبتلا نہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اہل اللہ اسقدر آسایش میں ہیں کہ اہل دنیا کو بھی اتنی آسایش نصیب نہیں ہے اور امتحان اسکا یہ ہے کہ اول ایک بڑے سے بڑے دنیا دار کے پاس ایک مہینہ رہیے اسکے بعد اہل اللہ میں سے کسی کے پاس ایک مہینہ بھر رہکر دیکھئے پھر دونوں کی حالت میں موازنہ کیجئے آپکو صاف معلوم ہوگا وہ دنیا دار طرح طرح کے افکار میں مبتلا رہے اور یہ دین دار پریشانی سے محفوظ و مامون ہے یہ تو مال کی غایت تھی۔

اہل اللہ دنیا داروں سے جاہ کے اعتبار سے بھی زیادہ ہیں

رہی جاہ اسمیں بھی اہل اللہ اہل دنیا سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ عزت جس چیز کا نام ہے وہ انہی حضرات کو نصیب ہے کیونکہ عزت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو عزت زبان سے اور ایک دل سے اہل دنیا کی جو کچھ عزت ہوتی ہے وہ محض زبان اور ہاتھ پیر سے ہوتی ہے یعنی لوگ ظاہر میں اُن کی عزت کرتے ہیں دل میں کسی قسم کی وقعت اُن کی نہیں ہوتی اور اہل اللہ کی عزت دل سے ہوتی ہے۔ دوسرے اہل دنیا اور اہل اللہ میں اس سے بھی زیادہ ایک فرق ہے اور

۱۴۰

وہ ایک تمدنی مسئلہ ہے یعنی معزز وہ شخص کہلائیگا جو اپنی قوم میں معزز ہو ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مجموعِ مرکب میں قوم وہ جماعت ہی جسکے آحاد زیادہ ہوں جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ گیہوں کا ڈھیر وہ کہلائیگا جسمیں گیہوں زیادہ ہوں اسپر قیاس کر کے اب میں پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں میں زیادہ افراد کن لوگوں کے ہیں؟ غرباء کے یا امراء کے؟ ظاہر ہے کہ غرباء مسلمانوں میں زیادہ ہیں تو مسلمانوں کی قوم غرباء کی جماعت کا نام ہوگا اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ غرباء میں زیادہ عزت کسکی ہے اہل اللہ کی یا اہل دنیا کی ہر شخص جانتا ہے کہ اہل اللہ کی غرباء میں عزت زیادہ ہے تو قوم کے نزدیک معزز اہل اللہ ہوئے تو اس تمدنی مسئلہ سے ثابت ہو گیا کہ مال اور جاہ سے جو امر مقصود ہے وہ اہل اللہ ہی کو حاصل ہے۔

دنیا اور دین کے جامع ہونے کی حقیقت

بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ دنیا کو تمام مقصود نہیں کہتے لیکن دین اور دنیا دونوں کا جامع بننا چاہتے ہیں اور اسکو بہت بڑی خوبی اور کمال سمجھتے ہیں مگر یہ جمع ایسا ہوتا ہے جیسے کہ ایک شخص سارے زنانے کپڑے پہن کر اُن کے ساتھ ایک ٹوپی بھی پہن لے ظاہر ہے کہ جو شخص اسکو دیکھیگا ایک مسخری عورت کہیگا۔ جو لوگ جامع بن رہے ہیں اُن کو دیکھ لیجئے کہ غالب اُن کے اوپر دنیا ہی ہے مسلمان کے جامع ہونے کے معنی تو یہ ہونے چاہئیں کہ اسپر دین غالب ہو اور حسب ضرورت دنیا بھی لیتا ہو۔

دینی خدمت کیلئے چند افراد کے خاص ہونیکی ضرورت

غرض مسلمانوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ ان میں سب کے سب دیندار ہوں اور چونکہ معاش کی بھی ضرورت ہے اسلئے کچھ افراد اسمیں بھی لگیں۔ اور کچھ افراد ایسے بھی ہونے چاہئیں کہ وہ محض خادم قوم ہوں کیونکہ اگر سب کے سب تحصیل معاش ہی میں پڑ جائیں تو دین کا سلسلہ آگے کو نہیں چل سکتا مثلاً سر رشتہ تعلیم ہی کو لیا جائے کہ اگر اسمیں کوئی نہ جائے تو ساری نوکریاں بند ہو جائیں گی اسی طرح دین کے کام میں بھی اگر کوئی نہ لگے تو یہ کام بند ہو جائیگا لہذا ضروری ہے

کہ ایک جماعت محض خادمان دین کی ہو یہ لوگ اسکے سوا اور کوئی کام نہ کریں اور میں اسکی ایک نظیر کہتا ہوں کہ قانونی حکم ہے کہ جو شخص ملازم سرکار ہو وہ دوسرا کام نہیں کر سکتا چنانچہ اگر کسی نے کیا تو اسکو یا ملازمت چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور یا اس دوسرے کام کے ترک کرنے پر مجبور کیا گیا۔ علیٰ ہذا سید صاحب کو دیکھئے کہ ان کو دنیا کی دہن تھی تو اسمیں کیا حالت تھی کہ اپنی زندگی اور آسایش سب اسمیں صرف کر دی ہیں کوئی چیز نہیں ہوں۔ لیکن یہ حالت ہے کہ جب کبھی کوئی رسالہ لکھتا ہوں تو راتوں کو نیند نہیں آتی پنسل کاغذ ساتھ لیکر سوتا ہوں اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر جو کچھ یاد آتا ہے اسکو لکھتا ہوں تو اگر ایسے شخص کو کوئی دوسرا کام دیدیا جاوے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی خراب ہوگا اور وہ بھی ایک شاعر کی حکایت مشہور ہے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک مصرعہ سوجھا فوراً نماز توڑ دی اور اس مصرعے کو لکھا۔ اگرچہ اسکی یہ حرکت پسندیدہ نہ تھی لیکن اس سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب کسی کام کی دہن ہوتی ہے تو کیا حالت ہو جاتی ہے تو اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایک جماعت کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ وہ دین کے کام کے سوا اور کوئی کام نہ کرے اور اس جماعت پر یہ الزام بھی بالکل خلاف انصاف ہے کہ قوم کے محتاج ہیں۔ البتہ اگر وہ تمسے مانگیں تو ان کو جو چاہو سو کہو سو بحمد اللہ ان کا تو یہ مذاق ہے۔

۱۴۲

حکایت۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو کہنے لگے کہ ہم خدا کے مہمان ہیں اور مہمانی تین دن کی ہوا کرتی ہے اور ان یوماً عند ربک کالف سنة مما تعدون حضرات واللہ اسوقت بھی ایسے خدا کے بندے موجود ہیں کہ لوگ ان کو دیتے ہیں اور وہ نظر بھی نہیں کرتے اور ان کی وہ حالت ہے ؎

دل آرامے کہ داری دل درو بند	دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

وہ ایک ہی ذات میں ایسے منہمک ہیں کہ کسی دوسرے کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا۔

حکایت۔ شاہ نیمروز نے ایک بزرگ کو لکھا (دیکھئے اس حکایت سے معلوم ہوگا کہ دینے والے درخواست کرتے ہیں اور لینے والے صاف انکار کر دیتے ہیں) کہ میں چاہتا ہوں اپنا آدھا ملک نیمروز آپ کے حوالے کر دوں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد	در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب	من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

(باقی آئندہ)

حال۔ ایک شب کو دیکھا کہ میں چند لوگوں میں بیٹھا ہوں حضرت میرے پیچھے سے تشریف لائے اور ایک عمامہ میرے سر پر اپنے ہاتھوں سے باندھا میں بھی اور حاضرین بھی اور حضرت خود بھی بہت خوش ہو رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو باوجودیکہ بندش پیچ بوجہ غیر کے باندھنے کے ٹھیک نہیں ہوئی مگر سبحان اللہ کیا اچھا معلوم ہو رہا ہے۔

تحقیق۔ اشارہ ہے متبوعیۃ کی طرف۔

حال۔ ایک دفعہ دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے اور میں خطبہ سنا رہا ہوں۔

تحقیق۔ مثل سابق۔

حال۔ گذشتہ شب کو دیکھا کہ مجمع ہے اور آپ بھی حضرت بھی شریک ہیں میں وعظ کہہ رہا ہوں اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں پڑھیں۔ مگر دو آیتیں یاد ہیں اور سب بھول گئیں (۱) قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ (۲) لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ خواب میں یہ بیان کیا تھا کہ محض قراۃ قرآن نہ چاہیئے بلکہ اس کے احکام پر عمل بھی کرنا چاہیئے اس مضمون پر آیت اول سے استشہاد کیا تھا اور یہ بیان کیا تھا کہ محض ایمان باللہ پر کفایت نہ کرنا چاہیئے بلکہ اور اعمال شرعیہ بجا لانا چاہیئے اور اسپر آیت ثانیہ سے استشہاد کیا تھا اس خواب کے مطلب سے حضرت مطلع فرماویں۔

تحقیق۔ مثل سابق کہ خلق کو دینی نفع ہوگا۔

حال۔ دیکھا کہ حضرت نے سبکو جمع کیا اور ایک تقریر بیان فرمائی جسکا مضمون یہ تھا کہ خواجہ صاحب ضرور آئے تھے میں نے تفاول کیا تھا تو ان کا آنا بہتر تھا اور آج ان کا جانا بھی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ چونکہ کامیاب ہو کر گئے اس لئے جانا گراں نہیں معلوم ہوتا۔

حال۔ اور میں روتا تھا کہ خدا جانے میرا آنا جانا کیسا ہے۔

تحقیق۔ بین الخوف والرجاء ہونا حالت محمودہ ہے۔

حال۔ مجھکو اس بات کا سخت تعجب ہے کہ حالت بیداری میں جب حضور کا تصور ہوتا ہے

تو دل میں جوش معلوم ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور کی دست بوسی ملاقات ہونے پر یوں کرونگا اور یوں کرونگا مگر جب حضور کبھی خواب میں نظر آتے ہیں تو نہ وہ جوش کا خیال ہوتا ہے اور نہ دست بوسی کا دھیان رہتا ہے بلکہ سب باتیں بھول جاتی ہیں۔

تحقیق۔ خواب کے جذبات بیداری کے مغائر ہیں اس لئے یہ امر محل تعجب نہیں۔

حال۔ ایک روز ذکر کے وقت یہ معلوم ہونے لگا کہ سارے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا اور ہاتھ اسقدر کانپنے لگا کہ قابو نہ تھا اور دماغ سے قریب تھا احساس ظاہری کی قوت جاتی رہے اور آواز چڑھنے لگی میں گھبرایا کہ اب تمام پڑوس کے لوگ معلوم کریں گے پھر اس کے بعد مشکل سے ہوش بجا ہوا مگر ہاتھ میں لرزہ دیر تک تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ سارے مسامات سے پسینہ نکلنا ہی چاہتا ہے مگر پھر بند ہو گیا۔

تحقیق۔ اگر دماغ و قلب ضعیف نہیں تو یہ حالت سلطان الاذکار کے آثار سے ہے اور مبارک ہے۔

حال۔ کئی روز سے حضور کی توجہ سے ذکر کے وقت اسکا غلبہ محسوس ہونے لگتا ہے اور آج تو جب تصور ذات کا خیال ہوا تو کوئی بات سوا اسکے تصور کے لئے نہیں خیال میں آئی کہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم		وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

پھر یہ خیال ہوا کہ اللہ اسم للمستجمع الصفات الکمالیہ اور وہ یہاں پر موجود ہے قطع نظر سی اور صفت کے مسمیٰ کا خیال رکھنا چاہئے سو ویسے ہی کیا اور آج سے پہلے اس امر کا خیال ذکر کے وقت نہیں ہوتا تھا اور اس خیال سے قلب کو ایک قسم کی راحت معلوم ہوئی۔

تحقیق۔ اسکو تجلی ذاتی کہتے ہیں۔ حالت رفیعہ ہے۔

حال۔ یہ محض حضور گرامی کے التفات سے مزید انعام ملا یہ تصور حضور کی توجہ سے اپنے آپ پیدا ہو گیا۔

تحقیق۔ الحمد للہ۔

حال۔ حضرت قبلہ مولانا دام اقبالہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ طبیعت کی عجب حالت ہے، اسوقت تک درست نہیں ہوئی کمزوری بہت زیادہ ہے بخار برابر آئے جاتا ہے۔ اوراد کا سلسلہ

بالکل مفقود ہو گیا ہر چند کوشش کرتا ہوں مگر دماغ کام نہیں دیتا۔ خدا کا شکر ہے۔ میرے کرنے سے کیا ہو سکتا ہے اور اوقات بفضلہ تعالیٰ سب ہوتے ہیں۔ البتہ بعض اوقات نماز بیٹھ کر پڑھلیتا ہوں اور تیمم کر لیتا ہوں کلام مجید بالکل چھوٹ گیا محض نماز کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اب کیا صورت کیجاوے۔ اوراد کے نہ ہونے سے طبیعت میں ایک انتشار پیدا ہوا ہے۔ تاوقتیکہ پوری طاقت نہ آجاوے کام سے مجبور ہوں ذرا پڑھنے بیٹھا اور دماغ بے چین ہو گیا سر میں درد پیدا ہو گیا ایک روز جبر کر کے اوراد پورے کئے۔ مگر تمام سینہ میں درد پیدا ہو گیا کچھ پہلے سے تھا اور کچھ بڑھ گیا جو صورت بحالات میرے لئے مناسب حضور تجویز کریں اس سے مطلع فرماویں۔

تحقیق۔ السلام علیکم۔ حالت موجودہ میں بخار و ضعف کے سبب جو بیکاری ہے یہ نفع میں اس کام سے کم نہیں جو آپ پہلے کئے کر رہے تھے ہرگز پریشان نہ ہوں جب کامل صحت ہو جائیگی اور قوت پھر شروع کر دیجئے۔ والسلام۔

حال۔ اس نیاز مند کی حالت یہ ہے زیادہ وقت دن کا عالم حیرت میں گذر جاتا ہے جس ہیئت بیٹھ جاتا ہوں سرنگوں ایک حالت میں گھنٹے گذر جاتے ہیں بعد خواب کے شب کو سکون ہوتا ہے تو اپنے وظائف پورے کر لیتا ہوں نہ کسی کام میں دل کو چین ہے اگر کوئی کام کرتا ہوں تو نہایت اضطراب اور بیقراری سے اور تحیر میں راحت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ یہ غیبت ہے جو کہ سلوک کے متوسط حالات سے ہے اور محمود ہے گو مقصود نہیں اللہ تعالیٰ اس سے ترقی بخشے۔

حال۔ اس عرصہ میں فدوی نے تین خواب دیکھے جو بہ تفصیل گذارش کرتا ہوں چونکہ خواب عجیب اور نیز ایک شعر عربی کا جسکے بھول جانے سے دل نہایت مضطرب ہے **خواب اول** بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ مبارک بروز منگل بوقت ۲ بجے شب کے عالم رویا میں حضور نے کتاب بہشتی زیور نیاز مند کو عطا فرمائی اور زبان مبارک سے فرمایا کہ اس میں سے کوئی عبارت پڑھ فدوی نے کتاب لیکر ایک عبارت جسکا مضمون یاد نہیں خوب رواں بلا لکنت پڑھدی ازاں بعد حضور نے فدوی سے وہ کتاب لیکر اسی مضمون کے لکھنے کا حکم دیا۔ اور خود زبان مبارک سے لفظ بہ لفظ فرماتے رہے۔ اور فدوی لکھتا رہا جب پانچ یا سات سطر لکھ چکا تو حضور نے فدوی سے لیکر ملاحظہ فرما کر حکم دیا

کہ آج کے دن سے ہمارے یہاں جو کام چاہے لکھنے پڑھنے کا کیا کرو ہم تجھ سے خوش ہیں۔ فدوی اُس خوشی میں پھولا نہ سماتا تھا اور بہت جلدی جلدی اپنا کام انجام دے رہا تھا اور نہایت شاداں اور فرحاں تھا۔

تحقیق۔ فیض دینی پہنچنے کی بشارت ہے مبارک ہو۔

حال۔ خواب دوئم۔ بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ مبارک بروز بدھ ۲ بجے شب کے عالم رویا میں دیکھتا ہوں کہ حضور کے ہمراہ بہت سے مرید ہیں جو بائیں جانب حضور کے برابر برابر چلے جارہے ہیں اور فدوی داہنی جانب دائیں ہاتھ کے قریب پشت مبارک سے نہایت متصل (اتنا قریب ہوں کہ حضور کے داہنے کھوے کے اوپر سے روبرو کی تمام اشیا مجھکو دکھلائی دیتی ہیں) جارہا ہوں یہانتک کہ ایک میدان میں یا احاطہ میں جسکے نقشہ کی طرف توجہ نہیں کی بہرصورت وہاں آسمان دکھلائی دیتا تھا۔ پہونچ گئے حضور وہاں کھڑے ہوگئے۔ تمام ہمراہی جس ہیئت سے جارہے تھے کھڑے ہوگئے۔ فدوی بھی جس طرح جارہا تھا اُسی طرح کھڑا ہو گیا اُسوقت حضور نے فرمایا کہ حضور سرور عالم کا دربار ہے خوب غور سے دیکھو فدوی خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا تو حضور سرور عالم اور اصحاب کبار ایک بڑے تخت پر رونق افروز ہیں اور وہاں ایک مجمع کثیر حلقہ باندھے کھڑا ہے۔ لیکن فدوی کو یہ تمام مجمع اور تخت مبارک اور حضور سرور عالم اور اصحاب کبار دھندلی نظر سے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کہ چاندنی میں کوئی شے دکھلائی دیا کرتی ہے فدوی نے جناب اقدس سے نہایت گریہ زاری سے عرض کیا کہ مجھکو حضور سرور عالم کا چہرہ مبارک صاف اچھی طرح نہیں دکھلائی دیتا جناب اقدس نے فرمایا کہ ذکر کی کثرت کیا کر انشاءاللہ صاف دکھلائی دینے لگے فدوی کی اُسی رقت زاری میں آنکھ کھل گئی۔

تحقیق۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب روحانی کی بشارت ہے کمال اتباع سنت پر موقوف ہے اس کا خاص اہتمام ہونا چاہیے۔

حال۔ خواب سوئم بتاریخ ۲۴ ذی الحجہ مبارک بروز پیر دوپہر کو قیلولہ کے لئے لیٹ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ متبرک صورت سفید ریش درازمندوی سے فرماتے ہیں کہ تو کس سے رابطہ رکھتا ہے فدوی نے حضور کا نام مبارک بتلایا۔

ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو ولایت تو حاصل ہے مگر ولایت جبریہ نہیں ہے صرف یہ ولایت کہ اسکے استیذان پر منکوحہ کا سکوت اذن سمجھا جاتا ہے یعنی لڑکی بالغہ ہے مگر یہ شخص جبرًا اسکا نکاح کردیتا ہے یعنی وہ تصریحًا انکار اور رد کرتی جاتی ہے مگر اسکی پرواہ نہیں کیجاتی زبردستی اسکو غیر مرد کے حوالہ کردیا جاتا ہے اور وہ ظلم اور زور کرکے اسکو بیوی بناتا ہے اور عمر بھر حرام کاری ہوتی ہے اور افسوس کہ عام لوگ بنا بر جہل ان ظالموں کا ساتھ دیتے ہیں اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں لوگوں کے خیال میں نکل سکے چند الفاظ ایسے موثر ہیں کہ ان کی تاثیر کی کوئی شرط بھی نہیں۔

ایک کوتاہی جو کہ بہت ہی عام ہے خاص ولی جائز سے صادر ہوتی ہے وہ یہ کہ مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ باکرہ لڑکی جب بالغہ ہو تو اس سے استیذان یعنی اذن لینا صحت نکاح کے لئے ضروری ہے اتنا فرق ہے کہ اگر ولی جائز یا اسکا وکیل یا اسکا رسول یعنی جسکو اس نے بھیجا ہو یہ لوگ اس بالغہ سے اذن چاہیں تب تو اسکا سکوت اذن ہے اور اگر کوئی اور شخص اذن چاہے تو جب تک وہ زبان سے اجازت نہ دے محض اسکا سکوت اذن نہوگا البتہ اگر قبل اذن ولی نے نکاح کردیا اور بعد نکاح اس منکوحہ بالغہ کو خبر پہونچی تو اگر یہ خبر پہونچانے والا ولی کا فرستادہ ہو یا اگر فرستادہ نہیں تو وہ خبر پہونچانے والا اگر ایک ہے تو عادل اور دیندار ہو یا کم از کم دو شخص ہوں اگرچہ ثابت العدالت نہوں مگر مستور الحال ہوں تو اس صورت میں بھی اسکا سکوت اذن ہوگا اور ایک شخص غیر عادل ہو تو اسوقت کا سکوت کافی نہوگا۔ کذا فی الدر المختار ورد المحتار ج ۲ صفحہ ۲۹۹ و ۲۹۰ اور جن صورتوں میں سکوت اذن نہیں اُن صورتوں میں صحت نکاح اُسوقت ہوگی جبکہ وہ زبان سے اجازت دے یا اُس سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جو اسکی رضا پر دلالت کرے مثلًا وہ اپنا مہر یا نفقہ مانگنے لگے یا ہم بستری کے وقت انکار نہ کرے اور جب تک یہ امور نہ پائے جاویں اسوقت تک نکاح موقوف رہے گا اور نکاح موقوف کے احکام میں سے یہ امور ہیں۔

(۱) اگر قبل نفاذ نکاح کے احد الزوجین مرجاوے نکاح باطل ہوجاویگا اور نہ مہر واجب ہوگا اور نہ ایک کی میراث دوسرے کو پہونچے گی۔

۲۵

(۲) قبل نفاذ نکاح کے اُس عورت سے بوس وکنار یا صحبت کرنا حرام ہے کیونکہ نفاذ خود ان افعال سے متعلق ہو تو یہ افعال نفاذ پر مقدم ہوئے اور ظاہر ہے کہ بدون نکاح کے یہ افعال حرام ہیں اگرچہ پھر ان ہی افعال سے نفاذ ہو جاوے کذا فی رد المحتار عن البحر ج ۲ ص ۲۱۱ سطر ۹ قوله وکتقبیلها الخ یہ تو مسئلہ کی تفصیل ہوئی اب اس کوتاہی کا ذکر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اسوقت عموماً عادت ہو کہ قبل نکاح بالغہ منکوحہ سے اذن نہیں لیا جاتا اور بعض اوقات خبر بھی بطریق مذکور اسکو نہیں پہونچتی اور وہ اسی حالت سے رخصت کر دی جاتی ہو تو یہ رخصت ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ اس کا نکاح نافذ نہیں ہوتا بلکہ موقوف رہتا ہے پھر جب شوہر کے ساتھ اسکی خلوت ہوتی ہے اور وہ اظہار ناراضی کا نہیں کرتی تب نکاح نافذ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں یہ بوس وکنار یا ہمبستری سب حرام ہوتا ہے گو اسکے بعد نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور پھر یہ سب افعال حلال ہو جاتے ہیں مگر اول بار کا بوس وکنار وغیرہ سب حرام ہوا جسمیں زوجین تو مبتلا ہوئے ہی خود وہ ولی صاحب بھی جو سبب اس ارتکاب محرم کے ہوئے اس ذیل میں شریک ہوئے اور اسکا نہت آسانی سے انتظام ہو سکتا ہے کہ قبل نکاح اذن حاصل کر لیں یا نکاح کرکے فوراً خود جاکر اطلاع کر دیں نیز اگر اتفاق سے زوجین میں سے کوئی مر گیا تو مہر اور میراث کے احکام میں بوجہ جہل کے اختلال واختلاف ہوگا گو ایسا واقعہ کم پیش آتا ہے مگر پیش آتا بھی ہے اور ہمبستری کی حرمت کی خرابی تو سب ہی جگہوں پر پیش آتی ہے اور اگر ایسی صورت میں کہ نکاح نافذ نہو ہمبستری کے وقت بھی ناراضی ونفرت کا اظہار کرے جیسا کہ زفاف کے وقت بعض عورتیں ایسا کرتی ہیں تو وہ نکاح نافذ بھی نہیں ہوتا پس تمام عمر حرام ہوتا رہتا ہے ان ہی وجوہ سے بہت ضروری ہو کہ کم از کم نکاح خواں قاضی۔ عالم ہونا چاہئے تاکہ ان امور کا انتظام پورے طور سے کرے ایک کوتاہی مسئلہ ولایت کے متعلق یہ ہوتی ہے کہ عموماً لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ بارہ برس کی عمر میں لڑکا اور لڑکی بالغ ہو جاتے ہیں پس بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ لڑکی بارہ برس کی ہو اور واقع میں وہ نابالغ ہے اور ولی قریب موجود ہے مگر باوجود اسکے ولی بعید یا اجنبی غیر ولی اُس لڑکی کو بالغ سمجھکر اسکے منہ سے اجازت لیکر اور اسکو کافی سمجھکر کہیں اسکا نکاح کر دیتا ہے حالانکہ بوجہ نابالغ ہونے کے اسکی اجازت اصلاً معتبر

۲٦

نہیں جو سمجھ لینا چاہیئے کہ بارہ برس میں بالغ ہونا ضروری نہیں بلکہ اسکا بالغ ہونا حیض کے آنے سے ہے البتہ اگر پندرہ برس پورے ہو کر بھی حیض نہ آوے تو پھر اسکے بلوغ کا حکم کر دیا جاویگا ایک غلطی ولایت کے متعلق ایک اور مسئلہ میں ہوتی ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر بجز باپ اور دادا کے کوئی دوسرا ولی جائز نابالغ لڑکی کا نکاح کفو سے مہر مثل پر کردے تو نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے لیکن اس لڑکی کو بالغ ہونیکے وقت جبکہ اسکو پہلے سے خبر نکاح کی ہو یا بعد بالغ ہونے کے جب اول بار اس کو نکاح کی خبر ہوا اختیار ہے اس نکاح کے فسخ کر دینے کا اور یہ خیار فسخ دخول کے بعد بھی باقی رہتا ہے لیکن اسمیں اتنی تفصیل ہے کہ اگر یہ لڑکی اسوقت تک باکرہ ہے تب تو اس فسخ کی شرط ہے کہ بالغ ہونیکے ساتھ ہی یا خبر پہونچنے کے ساتھ ہی زبان سے کہے کہ میں اپنا نکاح فسخ کرتی ہوں اگر فوراً نہ کہا تو یہ اختیار باطل ہو گیا اور اگر یہ ثیبہ ہے خواہ تو اس نکاح سے پہلے ہی ثیبہ تھی مثلاً یہ نکاح ثانی تھا یا اس نکاح کے بعد اسکے ساتھ دخول ہوا ہو تو یہ اختیار اُسوقت تک باقی رہے گا کہ صراحۃً زبان سے رضا ظاہر کرے یا دلالۃً رضا پائی جائے مثلاً لمس و قبلہ وغیرہ پر انکار نہ کرے اور ایک شرط اس خیار فسخ کے مؤثر ہوتے میں اور بھی ہے کہ قضاء قاضی اسکے ساتھ متصل ہو یعنی یہ عورت قاضی یعنی حاکم مسلم کے یہاں دعویٰ فسخ کا کرے اور وہ حاکم تفریق کا حکم کردے تب نکاح فسخ ہوگا ورنہ نہیں یہ تو مسئلہ کا بیان تھا اب کوتاہی اس میں یہ ہوتی ہے کہ ناتمام مسئلہ سُنکر صرف عورت کے اس کہدینے کو کہ میں نے نکاح فسخ کر دیا ہر حال میں کافی سمجھتے ہیں خواہ وہ مجلس بلوغ و مجلس وصول خبر کے بعد ہی کہے اور اگرچہ اسکے ساتھ قضاء قاضی نہ ہو تو یہ سخت غلطی ہے اور اسکے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جنمیں قضاء قاضی شرط ہے سو جنکو اسکا علم نہیں ان کو تو یہ دینی ضرر ہوتا ہے کہ وہ بدون قضاء قاضی کے اُن احکام کو نافذ سمجھ لیتے ہیں اور جنکو اسکا علم ہے اُن کو ان بلاد میں یہ دنیوی ضرر ہوتا ہے کہ قاضی مسلم نہ ہونے کے سبب اُن کو ان کلفتوں سے نجات پانے کا بجز ذریعہ نہیں اسی لئے احقر کی رای مدت سے یہ ہے اگر عامہ اہل اسلام گورنمنٹ سے یہ درخواست کریں کہ ہر ضلع میں ایک عالم بانتخاب اہل اسلام ایسے مقدمات کی سماعت و فیصل کرنے کیلئے مقرر کر دیئے جاویں اور ان کی تنخواہ کے انتظام کے لئے مالگذاری کے ساتھ فی سیکڑہ کچھ مختصر سی رقم مسلمان زمینداران سے وصول کر لی جاوے کیونکہ جمہور اہل اسلام ہی کو اسکا نفع پہونچیگا تو

۲۷

جن مسائل میں قضاء قاضی شرط ہے اُن میں مسلمانوں کو آسانی ہو جاوے ایک کوتاہی ولایت
کے باب میں یہ ہے کہ بعض اوقات ولی اقرب اپنے اختیارات کے زعم پر لڑکی کو بہت دق کرتا ہے
کبھی سالہا سال بے نشان ہو جاتا ہے کبھی اس انتظار میں اس کا نکاح نہیں کرتا کہ بہت سا روپیہ
ہو جس سے سامان تفاخر کا کیا جاوے تب نکاح کروں کبھی اچھی اچھی جگہوں سے پیغاموں کو رد کرکے
ترفع کی طلب میں غلو کرتا ہے اور ان افعال کا نتیجہ یہ ہو کرتا ہے کہ لڑکی یوں ہی بیٹھی رہتی ہے بعض
بعض جگہ ننگ و ناموس برباد ہو ہو گیا ہے بعض جگہ غایت صبر و ضبط سے لڑکی کو امراض صعبہ
لاحق ہو گئے ہیں یہ ولی صاحب سمجھ رہے ہیں کہ میرے سامنے کوئی با اختیار نہیں ہیں جس طرح چاہونگا
کرونگا اسکا ظلم عظیم ہونا تو معلوم ہی ہے لیکن اس شخص کے اس خیال کا غلط ہونا بھی معلوم ہونا
چاہئے کہ اسی پر دار و مدار ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ ان دونوں مذکورہ صورتوں میں یعنی جبکہ وہ
بے نشان ہو جاوے اور بہت دور دراز چلا جانا اور مدتوں تک نہ آنا اور نہ کسی بات کا جواب دینا
یہ بھی بے نشان ہونے کے حکم میں ہے اسکو غیبت منقطعہ کہتے ہیں پس جب وہ بغیبت منقطعہ غائب ہو جاوے
یا باوجود اچھا موقع ملنے کے محض جاہلانہ خیالات کی وجہ سے ٹالتا ہو تو ان دونوں صورتوں میں
اس ولی اقرب سے ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل ہو جاتی ہے اور اس ولی ابعد کو اس لڑکی کی نکاح
کر دینے کا مثل ولی اقرب کے اختیار حاصل ہوتا ہے پھر وہ ولی اقرب کچھ نہیں کر سکتا اور اگر وہ لڑکی
بالغ ہو تو پھر خود وہ لڑکی اختیار رکھتی ہے کہ مناسب موقع پر اپنی زبان سے اجازت دیکر نکاح کرلے البتہ غیر کفو میں کرے کہ
اسمیں ایک قول میں اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے بشرط القضاء اور ایک قول میں نکاح ہی صحیح نہیں ہوتا
اسلئے غیر کفو میں کرنے سے ممانعت کیجاتی ہے یہ مختصر بیان ہے ولایت کے متعلق کوتاہیوں کا۔

اصلاح معاملہ متعلقہ بکفاءت

شرع نے کفاءت میں چند اوصاف کا اعتبار کیا ہے جنمیں ایک نسب بھی ہے اسکے متعلق خاص
ہندوستان میں چند کوتاہیاں ہوتی ہیں ایک کوتاہی یہ ہے کہ نسب میں ماں کا بھی اعتبار کرتے
ہیں یعنی اگر ماں کسی کی نجیب نہ ہو تو اسکو نجیب نہیں سمجھتے اور اسلئے اسکو اپنا ہمسر نہیں جانتے حالانکہ
شریعت نے کفاءت نسب کے باب میں ماں کا کچھ اعتبار نہیں کیا اسی طرح دوسرے احکام نسبیہ میں بھی ماں کا اعتبار نہیں کیا

(باقی آئندہ)

حصہ چہارم ترجیح الراجح

ملاحظہ ہو تمہید حصہ دوم

اس کے مضامین مثل دیگر حصص بعنوان تفصیل ہیں۔

فصل اول در تفصیل بعض صور ضروریہ اعتبار قیمت در ادائے زکوٰۃ از خلاف جنس +
احقر ابتک طلائی زیور کی زکوٰۃ کا جبکہ روپیہ سے ادا کی جاوے یہ طریق بتلایا کرتا تھا (اور عجب نہیں کہ میرے کسی لکھے ہوئے فتوے میں بھی یہ مضمون ہو) کہ اس زیور کا وزن کرکے اتنے سونے کی قیمت کا چالیسواں حصہ دیدیا جاوے مگر محبی مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی نے مجکو ایک روایت دکھلائی جو کہ ذیل میں منقول ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف سونے کی قیمت لگانا کافی نہیں بلکہ اس زیور کی بنوائی یعنی گھڑائی کی اجرت بھی لگا کر مجموعہ کو اس زیور کی قیمت قرار دیکر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں واجب ہوگا یہ تو اصل مسئلہ ہے البتہ اگر کہیں یہ عرف ہو کہ بیع وشرائے زیور کے وقت بنوائی نہ لگاتے ہوں وہاں اسکو نہ لگاوینگے صرف سونے کی قیمت جس حیثیت کا اس زیور کا سونا ہو لگاوینگے ہمارے دیار میں یہ عرف ہے کہ اگر سونار یا صراف سے زیور خریدو تو وہ بنوائی لگاتا ہے اور اگر اسکے ہاتھ بیچو تو نہیں لگاتا پس اس بنا پر مقتضائے قاعدہ یہ ہے کہ ایسے دیار میں مالک زیورات کا اگر تاجر زیورات کا ہے تب تو وہ زکوٰۃ میں بنوائی بھی لگاوے اور اگر تاجر نہیں ہے محض استعمال میں لانیوالا ہے تو وہ نہ لگاوے اگر کہیں عرف اسکے خلاف ہو تو وہاں ویسا ہی حکم ہوگا اور اسکی ایک فرع یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اسی روپیہ کی زکوٰۃ قیمت سے دینا ہو اور پیسوں سے دینا چاہے تو دو روپیہ بھر چاندی جتنے پیسوں کی ملتی ہو اور وہ پیسے بوجہ ارزانی چاندی کے دو روپیہ سے کم کے ہوں اُن کا ادا کرنا کافی نہوگا بلکہ پورے دو روپیہ کے پیسے دینا ہوں گے کیونکہ سکہ سے قیمت روپیہ کی بڑھ گئی اور وہ روایت یہ ہے ولو کان لہ ابریق فضۃ وزنہ مائتان وقیمتہ لصیاغتہ ثلثمائۃ ان ادی من العین یودی ربع عشرہا وھو خمسۃ قیمتہا سبع ونصف وان ادی خمسۃ قیمتہا خمسۃ جاز ولو ادی

من خلاف جنسه تعتبر القیمة بالاجماع کذا فی التبیین (عالمگیریہ جلد اول صفحہ ۱۱۵)

رسالہ تنشیط الطبع و وجوہ المثانی کے متعلق ایک طالب علم کی یہ تحریر آئی

تنشیط الطبع اور وجوہ المثانی میں مجھے کچھ شبہ ہے وہ یہ کہ تنشیط الطبع صہ یائے مقدم اور لین مؤخر کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ یائے میں فتح ہو تو لین میں طول ہوگا حالانکہ غیث النفع صہ ۱۵ پر وعسیٰ ان تکرھوا شیئا کے تحت میں یوں لکھا ہے (یأتی علی الفتح فی عسی التوسط والطویل فی شیء ویأتیا ایضا علی التقلیل) اور وجوہ المثانی صہ ۱۲۸ باب الھمزتین من کلمة میں یہ لکھا ہے کہ ہمزہ اول مفتوح ہو اور ثانی مکسور ہو تو قالون اور بصری کے لئے ادخال الف ہوگا حالانکہ شاطبی نے ہشام کیلئے بھی خلف کے ساتھ لکھا ہے جیسے کہ وھدلث قبل الفتح والکسر حجة * بھا الذ وقبل الکسر خلف له ولا * فرمایا ہے شرح ابن القاصح صہ ۱۱۶ فقط

جواب یہ دیا گیا

کتاب مقدم ہے یا دیا سرسری مطالعہ پر دونوں مقام کی اصلاح مسلم ہے اگر کوئی صاحب ان رسالوں کو پھر چھاپیں وہاں حاشیہ پر تنبیہ کر دیں اور مطلب غیث النفع کا تو ظاہر ہے اور شاطبیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمزہ ثانیہ مفتوحہ یا مکسورہ ہو تو بصری و قالون و ہشام جن کے ناموں کی طرف حا، وبا، ولام سے اشارہ کیا گیا ہے انکے اور ہمزہ اولی کے درمیان میں بقدر ایک الف کے مد کرتے ہیں مگر ہشام سے خاص ہمزہ ثانیہ مکسورہ کی صورت میں ترک مد بھی مروی ہے۔ ۲ رجب یوم جمعہ ۱۳۳۲ ہجری۔

فصل سوم متعلق بعض مضامین تفسیر بیان القرآن

جلد دوم صفحہ ۲ سطر ۲۲ - قولہ برص (جذام) اس پر ایک سوال آیا تھا جو مع جواب منقول ہے

(سوال) فلفظ جذام اما تفسیر للفظ برص فهذا غیر معروف فی کتب اللغة

واما مزید فای الروایة ماخذہ۔

(**جواب**) مقصود تفسیر ہی ہے اور ماخذ اسکا اسوقت خدا جانے ذہن میں کیا ہوگا اس وقت یاد نہیں اور اسوقت جو کتب جمع تھیں وہ اب نہیں ہیں باقی اس وقت یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا شاہ **عبد القادر** صاحب و مولانا شاہ **رفیع الدین** صاحب نے یہی ترجمہ کیا شاید اسپر اعتماد کیا ہو نیز کریم اللغات میں بھی یہ معنی نکلے ہیں البتہ ظاہراً یہ مجاز معلوم ہوتا ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب لکون بعض اقسام البرص مقدمة للجذام احیاناً کما فی شرح الاسباب الجلد الثانی ص ۲۲۶ وهو (ای البرص الاسود) من مقدمات الجذام اذا اشتد وکثر۔ من رقعة الحکیم محمد هاشم۔ چونکہ اسمیں اعجاز زیادہ ظاہر تھا اسلئے اسکو اختیار کیا ہوگا۔

(**ضمیمہ مضمون بالا**) کریم اللغات کی عبارت یہ ہے ابرص کوڑھی چتلا چتکبرا۔ اس عبارت سے شبہ معنی مذکور کے حقیقی ہونیکا بھی ہوتا ہے جس سے لفظ برص مشترک ہو جاویگا اور مرجح ابلغ فی الاعجاز ہونا ہوگا لیکن منتخب النفائس میں یہ عبارت نظر پڑی۔ کوڑھی مجذوم و ابرص جس سے مجذوم و ابرص کا تو متقابل ہونا اور لفظ کوڑھی کا اردو میں مجذوم و ابرص کیلئے عام ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض اہل بلاد پورب سے معلوم بھی ہوا کہ کوڑھی کا اطلاق ابرص پر بھی آتا ہے اس سے شاہین دہلویین کے ترجمہ سے استدلال میں شبہ ہو گیا ممکن ہے انھوں نے کوڑھی بمعنی ابرص لیا ہو نہ بمعنی مجذوم اور اس بناء پر عبارت کریم اللغات میں بھی یہ احتمال ہو گیا کہ شاید مراد ان کی یہ ہو کہ ابرص کا ترجمہ ان سب لفظوں سے ہو سکتا ہے اور ابرص کے وہی معنی مشہور ہوں اور یہ تینوں ترجمے مترادف ہوں اور وجہ ترجیح میں کتب طبیہ میں اس مضمون کے دیکھنے سے شبہ پڑ گیا کہ اس مرض یعنی برص ابیض کا علاج دشوار ہے خصوص جبکہ مزمن ہو جاوے اور بڑھتا جاوے پس اسکے بعد رجحان قلب زیادہ اسی طرف ہوتا ہے کہ برص کو بمعنی جذام لینا بے دلیل ہے اور اس لئے احقر اس ترجمہ سے رجوع کر کے لفظ برص کو ظاہری معنی پر محمول کرتا ہے طبع ثانی میں تصحیح کر دی جاوے۔

فصل چہارم در تحقیق بعض مسائل مندرجہ تتمہ اولیٰ و ثانیہ امداد الفتاویٰ

بعض مسائل کے متعلق خط ذیل آیا ناظرین ان مسائل کو دوسرے علماء سے بھی تحقیق فرمالیں۔

خطیہ ہے۔ (۱) تتمہ جلد ۱ صفحہ ۳ بجز خنزیر کے سب جانوروں کا دودھ پاک ہے الخ اگرچہ مسئلہ مختلف فیہ است مگر ترجیح صریح بقول ناپاک است۔ ولبن المیتۃ وانفحتہا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وقالا نجسۃ وہو الاظہر الخ ۱۲ نفع المفتی از مواہب الرحمٰن + جزئیات مذہب بر ناپاکی صریح اند لبن الاتان نجس فی ظاہر الروایۃ ۱۲ نفع بیض ما لا یوکل لحمہ اذا انکسر علی ثوب انسان فقیل نجس اعتبارا باللحم ما لا یوکل لبنہ ۱۲ نفع + ترجیح صاحب الدر المختار ما خوذ از تقدم ملتقی غیر صریح است + وقول شامی انہ لا خلاف فی اللبن الخ غیر مسلم است قال فی تحریر المختار حاشیہ شامی قولہ وانہ لا خلاف فی اللبن الخ نص علی الخلاف فی البحر فی اللبن کالانفحۃ ۱۲ خصوصاً در پاکی وناپاکی احتیاط در حکم ناپاکی ست۔

(۲) تتمہ جلد ا صفحہ ۳ عنوان مسئلہ مردار حرام جانور کے تیل میں جلانے سے ناپاک نہیں ہوتا ۱۲ الصواب ہوتا ہے چنانچہ در صفحہ مصرح ست۔

(۳) تتمہ جلد ا صفحہ جند بید ستر پاک نہیں ۱۲ بلکہ پاک است اگرچہ حرام است حیوان البحر طاہر وان لم یوکل حتی خنزیر البحر کذا فی القنیہ ۱۲ نفع ومائی المولد ولو کلب الماء وخنزیرہ در المختار وحکم مائی المولد کلہم واحد وان کان یعیش بدون الماء کما فی الشامی جند بید ستر خصیہ حیوان مائی المولد است کہ مثل کلب الماء است مخزن ۱۲

(۴) تتمہ جلد ا صفحہ ۱۰۵ چونکہ اجر وعمل معلوم نہیں لہذا جائز ہے۔ ہر وقت معلوم نشد ند جواز از کجا آمد بلکہ اجارہ فاسد شد چنانچہ در متون وشروح مصرح است الصواب چونکہ اجر وعمل معلوم ہیں لہذا جائز ہے۔

(۵) تتمہ جلد ۲ صفحہ ۔ بچہ والدین سے نگرانی پر قادر ہو الخ غرض سوال از ولایت مال است نہ از حضانت صبی ولایت مال عم را نمی رسد (الولی فی النکاح لا المال) قولہ لا المال فان الولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ فقط ۱۲ شامی بدون الاخ والعم ۱۲ شامی + قال الزیلعی واما ما عدا الاصول من العصبۃ کالعم والاخ لا یصح اذنہم لہ لانہم لیس لہم ان یتصرفوا

فی مالہ تجارۃ ۱۲ شامی۔

(۶) تتمہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۱۔ کراہت تکرار قل در تراویح۔ چونکہ تمام عرب وعجم باین فعل مرتکب انداز قیاس مجیب قدس سرہ عمل بریں جزئی صحیح کتب اولیٰ واحسن است مولوی عبدالحی صاحب در جلد ۳ فتاوٰی خود جواب ازیں سوال میگویند، جواب مستحسن است در شرح منیہ می آرد قراءۃ قل ثلاث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنہا بعض المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا شیئ استحسنہ اھل القرآن وائمۃ الامصار فلا باس بہ الا ان یکون الختم فی المکتوبۃ ۱۲۔

(۷) تتمہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ حتی کہ ہبہ بالعوض میں بھی وہ شرائط ضروری ہیں ۱۲ ایں علی الاطلاق مسلم نیست نعم اذا کان بکلمۃ علی۔ ھذا اذا قال وھبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وھبتک کذا فھو بیع ابتداءً وانتہاءً ۱۲ درمختار۔

فصل پنجم در تحقیق انفراد صوم عاشوراء

بندہ ابتک یہ فتوی دیتا تھا کہ دسویں محرم کا ایک روزہ رکھنا بلا کراہت درست ہے مگر درمختار وغیرہ میں اسکے خلاف جزئیہ نکلا لہذا میں اس سے رجوع کر کے اب موافق اس جزئیہ کے فتویٰ دیتا ہوں کہ دسویں تاریخ محرم کو اکیلا روزہ رکھنا مکروہ ہے اُسکے ساتھ نویں کا بھی رکھنے سے کراہت دور ہو گی اسی طرح اگر دسویں کے ساتھ گیارھویں کا بھی رکھ لے تب بھی کراہت نہ رہیگی مگر اول صورت اولیٰ ہے یعنی نویں دسویں کا وہ جزئیہ ہے۔ والمکروہ تحریمًا کالعیدین وتنزیہًا کعاشوراء وحدہ فی رد المحتار قولہ وعاشوراء وحدہ ای مفردًا عن التاسع او عن الحادی عشر امداد لانہ تشبہ بالیہود محیط ص ۱۲۲ ج ۲۔

فصل ششم در تحقیق دعا بعد نماز یا خطبہ

(سوال) بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبے کے دعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں اور اگر ان حضرات نے

کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کیجاتی لہذا بغرض اتباع دعا نہ مانگنا دعا مانگنے سے بہتر ہے۔ انتہی هکذا فی بہشتی گوہر اور الرشید جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ صفحہ ۲۱ تحت فتاوی دار العلوم میں لکھا ہے۔ اور دعا مانگنا بعد نماز عیدین کے مثل تمام نمازوں کے مستحب ہے بعموم الادلۃ انتہی۔ ما التوفیق فیما بینہما۔

(**الجواب**) اول میں نفی نقل جزئی کی ہے ثانی میں اثبات کلی سے ہے فلا تعارض لیکن راجح میرے خیال میں ثانی معلوم ہوتا ہے وھو المعمول لی وان کنت نقلت الاول من علم الفقہ والامر واسع ولعل موافقۃ الجمہور اولیٰ۔

(**سوال**) گذارش فدوی کی یہ ہے کہ کتاب تعلیم الدین ایک میرے معزز کرم فرمانے بندہ سے عاریۃً بغرض مطالعہ لی تھی بروقت مطالعہ باب ششم اصلاح اغلاط کے آخری فصل صفحہ ۱۲۴ کی یہ عبارت (ایک غلطی یہ کہ شیخ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت جسد عنصری خدا سمجھنا) سے یہ شبہ ہوا کہ جو گروہ ظلیت ارواح کے قائل ہیں ارواح کو قدیم مانتے ہیں ان کو اس قید و حیثیت سے مدد مل سکتی ہے خاص کر ایسی قید کا حضور کی تصنیفات میں ہونا موجب قوۃ استدلال ہو سکتا ہے نیز اُن کرم فرمانے یہ بھی فرمایا کہ اس کا جواب میں حضرت ہی کے الفاظ مبارک سے سننا چاہتا ہوں لہذا امتثالاً لامرہم اس مستفیدانہ تحریر کی جرأت ہوئی امید کہ جواب باصواب سے مشرف فرما کر طالبوں کی تشفی فرمائی جاوے عین رہبری و غایت طلبہ پروری متصور واجرکم علی اللہ والمنۃ علینا؟۔

(**سوالات**) (۱) قید (بحیثیت جسد عنصری) کا نفع۔

(۲) اس قید سے جو شبہ مذکور ہوا اُس کا رفع۔

(۳) اس قید کے نہ ہونے سے مقام مقصود میں کیا خلل ہوتا ہے۔

(**الجواب**) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ شبہ صحیح ہے مگر میرے قصد میں یہ قید احترازی نہیں واقعی ہے جس زمانہ میں بندہ یہ کتاب لکھتا تھا ایک صوفی نے اپنے سلسلہ والوں کی کچھ غلطیاں لکھ کر مجھکو دی تھیں چنانچہ وہ لوگ ایک ایسی غلطی میں مبتلا تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی صورت جسدیہ سے خدا مانتے تھے اس لئے انھوں نے اُس غلطی کی نقل میں یہ قید بھی لکھدی۔

(باقی آیندہ)

سلسلے کیلئے پرچہ الامداد بابت شوال ۱۳۳۷ھ ملاحظہ ہو

ذرا ان اشیاء کو پھر نظر فکر سے دیکھو جو کہ قوت حاسہ اور اشیاء محسوسہ کے درمیان میں واسطہ بنائی گئی ہیں۔ کہ ان کے بدون ہرگز احساس ممکن نہ تھا۔ جنہیں سے روشنی اور ہوا بھی ہیں اگر روشنی نہوتی تو مبصرات (یعنی اجسام والوان) کا احساس نہو سکتا اور اگر ہوا کان تک پہونچنے والی نہوتی تو مسموعات (یعنی آوازوں) کا سننا محال ہو جاتا۔ (اور یہ اعضاء بالکل بیکار ہو جاتے اب) ذرا اُس شخص کی حالت میں غور کرو جسکے آنکھ کان نہوں کہ اُسکو کیسی مصیبت پیش آتی ہے جس کی آنکھیں نہوں وہ یہ نہیں جانتا کہ میرا پیر کہاں پڑتا ہے اور نہیں جانتا کہ میرے سامنے کیا ہے نہ وہ الوان میں تفریق کرسکتا ہے کہ یہ سیاہ ہے یا سپید نہ کسی دشمن کے یا اور کسی موذی کے حملہ کی اُسکو خبر ہوسکتی ہے اور اکثر پیشوں اور صنعتوں کے سیکھنے کیلئے تو ایسے شخص کے واسطے کوئی بھی طریقہ نہیں اور جسکے کان نہوں وہ تو بات چیت کی لذت سے بالکل محروم ہے اور عمدہ آوازوں اور مست کر دینے والے راگوں کے مزے سے بالکل ناآشنا ہے (یہ شبہ نہو کہ الحان مطربہ کا سننا تو شرعاً حرام ہے تو جسکے کان ہوں شرعاً وہ بھی اُن سے محروم ہے بات یہ ہے کہ الحان مطربہ کا سننا اُسوقت حرام ہے جبکہ مزامیر یعنی باجے وغیرہ کے ساتھ ہو یا اشعار کا مضمون خبیث ہو یا پڑھنے والا امرد و عورت نامحرم ہو اگر ان موانع کو مرتفع کر دیا جائے تو پھر الحان مطربہ کا سننا حرام نہیں۔ عمدہ مضامین والے اشعار بدون مزامیر کے کسی غیر مشتہی مرد یا اپنی مملوک باندی یا اپنی زوجہ سے سنے جائیں یا قرآن شریف عمدہ لہجہ میں سُنا جائے تو حرام نہیں بلکہ قرآن کا عمدہ آواز والے سے سننا تو چونکہ موجب حب کلام الٰہی ہے اسلئے وہ تو باعث ثواب ہوگا ۱۲ مترجم عفی عنہ) اور جو کوئی بہرے سے بات کرے اُسکو بڑی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے جب تک کہ اُس سے بات چیت ختم نہو۔ اور وہ لوگوں کی خبروں اور باتوں اور افسانوں کو بالکل نہیں سُن سکتا یہانتک کہ وہ باوجود (مجلس میں) حاضر ہونے کے غائب ہی ہوتا ہے اور باوجود زندہ ہونے کے مُردہ معلوم ہوتا ہے۔

اور جسکے عقل ہی نہو وہ تو چوپاؤں سے بھی بدتر ہے پس دیکھئے یہ اعضاء اور یہ صفات جنپر کہ انسان کی صلاح اور درستی موقوف ہوتی ہے کسطرح اُسکے تمام مقاصد اور جملہ حوائج کیلئے متمم ہیں کہ اگر ان میں سے ایک چیز بھی مفقود ہو جائے تو اُس کا کام خراب ہو جائے اور مصیبت بڑھ جائے (عام طور پر اکثر انسان و حیوانات میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ اعضاء اور قوی پیدا فرمائے ہیں کہ

مقتضائے رحمت یہی ہے) اور جن لوگوں کو ان میں سے کوئی عضو یا کوئی قوت نہیں دی تو وہ بغرض تادیب و نصیحت ہے اور اُس مبتلی کو نیز تمام لوگوں کو اُس نعمت کی قدر بتلانیکے واسطے ہے (کہ اندھے کو دیکھکر ہی بینائی کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ لنگڑے کو دیکھکر سلامتی اعضاء کی قدر ہوتی ہے۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس) نیز اسواسطے بھی حق تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض اعضاء و قوی سے محروم کر دیتے ہیں تاکہ وہ شخص اُسپر صبر کر کے آخرت میں اجر عظیم پائے تو دیکھو حق تعالیٰ شانہ کی رحمت دونوں حالتوں میں شامل حال رہتی ہے دینے میں بھی نہ دینے میں بھی ذرا اُن اعضاء میں پھر غور کرو جو ایک یا جوڑ جوڑ پیدا کئے گئے ہیں کہ اُن میں کسقدر حکمت ہے دیکھو سر اُن اعضاء میں سے ہے جو ایک ایک بنائے گئے ہیں اور ایک ہی سر میں بہت سے قوی حاسہ پیدا کئے گئے ہیں اگر اسپر زیادتی کیجاتی ہے (یعنی سر دو بنائے جاتے) تو خواہ مخواہ بلا ضرورت بوجھ ہی بڑھتا اس صورت میں اگر انسان ایک سر سے بات کیا کرتا تو دوسرا بالکل معطل رہتا جسکی کوئی ضرورت نہیں تھی اور اگر دونوں سے ایک ساتھ یک ہی سی بات کیا کرتا تو ایک فضول اور محض زائد سمجھا جاتا۔ اور اگر ایک سے کچھ کہتا دوسرے سے اور کچھ کہتا تو سننے والوں کو متکلم کی مراد کا علم نہ ہو سکتا کہ ان دونوں باتوں میں سے اُسکی مراد کونسی ہے۔ سننے والا اسی بات کو لے سکتا ہے جو کہ واضح ہو۔ اور ہاتھ جوڑا بنا کر پیدا کئے گئے ہیں اور واقعی انسان کیلئے اسمیں راحت نہیں تھی کہ وہ ایک ہاتھ سے کام کرتا کیونکہ اس صورت میں اُسکے سارے کام مختل اور خراب ہو جاتے اس لئے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جس آدمی کا ایک ہاتھ شل ہو جاتا ہے اسمیں کسقدر نقصان آجاتا ہے اور اگر اسے کسی کام کی تکلیف دیجائے تو وہ اُسکو مضبوطی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا۔ اور اُس درجہ کو نہیں پہونچ سکتا جسکو دو ہاتھوں والا پہونچ سکتا ہے۔ اور دو پیروں کی حکمت تو ظاہر ہے (اُسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہر موٹی عقل والا جانتا ہے کہ ایک پیر ہونے سے سخت مصیبت پیش آتی) ذرا غور کرو کہ حق تعالیٰ نے آواز پیدا ہونیکے لئے کتنے آلات مہیا فرمائے ہیں۔

گلا آواز نکلنے کے واسطے بمنزلہ نلکی کے ہے اور زبان اور لب اور دانت منہ میں الفاظ ڈھالنے کیواسطے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جسکے دانت جھڑ گئے ہوں یا اکثر گر پڑے ہوں تو اُسکی بات میں کیسا خلل واقع ہو جاتا ہے

باقی آئندہ

سلسلے کیلئے پرچہ الامداد بابت ماہ ذی الحجہ ۳۴ھ ملاحظہ ہو۔

اور بزبان حال کہتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش	تا دم آخر دمے آخر بود	تا دم آخر دمے فارغ مباش	کہ عنایت با تو صاحب سر بود

لے میرے اللہ ساری مخلوق کو اپنے دروازہ کی رہبری فرما۔ میری درخواست تو ہر وقت یہی ہے اور اختیار تیرے ہاتھ ہے کہ قبول فرمایا نہ فرما۔ دروازہ سے فقیر کو بھیک ملے یا نہ ملے مگر جو صدا اس نے اپنے لئے تجویز کی ہے وہ لگائے بغیر نہیں رہتا۔ اور چونکہ ادہر تو مخلوق کے ساتھ شفقت کا اقتضا یہ ہے کہ ہر کہ ومہ کے کامیاب و صاحب فلاح بننے کی ہوس ہو اور ادہر محب کا عین منشا یہی ہوتا ہے کہ اسکے محبوب کی ہر شخص اطاعت کرے اسلئے مخلوق کی اخروی بہبودی کے متعلق جو دعا میری زبان سے نکلا کرتی ہے امید ہے کہ نفع سے خالی نہ ہوگی اور مجھے تو اسپر ثواب ملے ہی گا باقی اختیار حق تعالیٰ شانہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہی متصرف و مالک ہے اسے اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے تصرف فرمائے کہ جسے چاہے اپنے دروازہ تک بلائے اور جسے چاہے دروازہ سے دھکے دیکر دور رکھے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو		دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست	

بندگان حق کی اس حالت پر تعجب نہ کرنا کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا اسی رنگ پر فرمایا ہے کہ کوئی کافر ہے اور کوئی مسلمان۔ کوئی آستانہ حق تک پہونچے اور کوئی اس سے دور رہے۔ کوئی مطیع و محب ہے اور کوئی فاسق و نافرمان تو پھر ایسی دعا کیوں مانگی جاتی ہے جسکی قبولیت دشوار ہے؟ بات یہ ہے کہ جب قلب کی بیماریاں زائل ہوجاتی ہیں اور اسکو روحانی صحت کاملہ حاصل ہوجاتی ہے تو وہ مخلوق پر شفقت و رحمت کے مضمون سے لبریز ہوجاتا ہے اور اپنے خالق کی بنائی ہوئی چیزوں سے اسکو اتنا تعلق ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کا برباد و ضائع ہونا بھی اسکو گراں گذرا کرتا ہے پس آرزو کے درجہ میں وہ دعا کیا کرتا ہے کہ یا اللہ سارے ہی مخلوق کو جنتی بنا دے اور اپنا آستانہ دکھا دے اور باوجود اسکے وہ جانتا ہے کہ ہوگا وہی جو خدا کو منظور ہے جس طرح ہدایت و ارشاد کے درجہ میں ساری ہی مخلوق کو نصیحت کیجاتی ہے اور طمع و توقع بھی رکھی جاتی ہے کہ کاش سبکو ہدایت ہوجائے اسی طرح دعا کا حال ہے کہ وعظا اگر ہدایت و فلاح

۶۳

آخرت کا سبب ظاہری ہے تو دعا ہدایت و فلاح آخرت کا سبب باطنی۔ اور یہ اقتضا شفقت ہے جو عقیدہ تصرفات خداوندی کے منافی نہیں ہے ۵

یابم اورا یا نیابم جستجوے میکنم	حاصل آید یا نہ آید آرزوے میکنم

ایک بزرگ سے منقول ہے حق تعالیٰ انپر رحمت نازل فرماوے وہ فرماتے ہیں کہ مومن وہ ہے جو نیک کام بکثرت کرے کہ گناہوں کی تعداد سے نیکیاں اسکی بڑہی رہیں کیونکہ سارے گناہوں کو تو بجز خدا کے کوئی نہیں چھوڑ سکتا۔ پس اگر مومن کیلئے یہ شرط ہو کہ کوئی صغیرہ گناہ بھی اس سے صادر نہونے پائے تو پھر صدیقیت جو اوپر کا درجہ ہے ممتاز نہ رہیگا۔ لہذا صوفیہ کی اصطلاح میں قرب خداوندی کے جو درجات قائم کئے گئے ہیں اور ہر ایک کا نام جدا رکھا گیا ہے اسکی رو سے مومن وہ ہے جسکی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو اور گناہ کم ہوں اور صدیق وہ ہے جو اول صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ کو چھوڑے اور پھر اپنے تقوی کو دقیق بنادے کہ ان چیزوں کو بھی ترک کرے جو دقیق النظر اور باریک بین بندگان حق حرام سمجھتے ہیں اور عام نظروں میں کھلے ہوئے محرمات میں داخل نہیں معلوم ہوتیں اور وہ یہ ہے کہ خواہشات و لذات کو ترک کرے کہ اگر کسی حلال چیز پر نفس راغب ہو تو اس سے بھی علیحدگی اختیار کرے اور یوں سمجھے کہ ان النفس لامارۃ بالسوء۔ نفس کا کام تو بری ہی بات کی طرف جھکنا ہے پس جب کھانے یا پینے کی چیز کی خواہش کر رہا ہے اگرچہ وہ شرعاً حلال معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ نفس اس طرف جھکا ہے اسلئے ضرور ہے کہ اسمیں کوئی اندرونی ظلمت ایسی ہوگی جو نورانیت قلب کو کمزور کرے گی۔ کیونکہ مقتضای الجنس یمیل الی الجنس اگر اس شے میں برائی نہوتی تو نفس کا میلان اس طرف کبھی نہوتا۔ یہ دقیق تقوی ہے جسکو صدیق اختیار کرتا ہے اور اس کے بعد ترقی کرتا اور وہ مباح چیزیں بھی چھوڑ دیتا ہے جو اسمیں اور عام مسلمانوں میں مشترک ہیں کہ جس طرح شریعت نے ان چیزوں کو عام مسلمانوں کیلئے مباح بنایا ہے اسی طرح انکا استعمال اسکے لئے بھی مباح بنایا، مگر چونکہ انکا اختیار کرنا گویا عام مسلمانوں میں شریک ہونا ہے کہ ما بہ الامتیاز کچھ بھی نہیں حالانکہ صدیق کا درجہ بالا اور عام مسلمانوں سے مافوق ہے لہذا وہ مباح سے بھی تقوی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب تک کسی شے کے استعمال کرنے سے اجر و ثواب نہ ملے اور قرب حق میں ترقی نہو اسوقت تک اس کا استعمال بے نفع ہے اور مباح کے استعمال کی یہی حقیقت ہے کہ اس کے

۶۴

استعمال میں کچھ مضرت نہیں مگر ظاہر ہے کہ منفعت بھی تو نہیں اور صدیق کے نزدیک منفعت کا نہونا بھی ایک قسم کی مضرت میں داخل ہے کہ وقت ضائع ہوا اور بے نفع شے استعمال میں آئی پس مباح عام کو چھوڑ کر حلال خالص طلب کرتا ہے جو بلا سبب فتوحات کے درجہ میں بلا اشراف نفس محض حق تعالیٰ کی طرف سے پہونچے کہ چونکہ وہ آقا کی طرف سے اس طرح عطا ہوئی ہے کہ نہ اسمیں نفس کی خواہش ولذت کو دخل ہے اور نہ اباحت عامہ کی حد پر رکا ہوا ہے لہذا اسکا استعمال کرنا سرکاری تحفہ قبول کرنے کی صورت لیکر سرکار کی رضامندی کا سبب بنتا اور طاعت حق میں داخل ہو جاتا ہے۔ غرض صدیق ہمیشہ اپنی رات اور دن کے بڑے حصہ میں اپنے پروردگار عز اسمہ کی عبادت ہی کے اندر مشغول رہتا ہے کہ کھانا اور پینا اور سونا اور چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا حتیٰ کہ اسکا بول و براز و حاجات بشریہ کا پورا کرنا بھی خدا کے ساتھ ہر وقت دل کے لگاؤ اور تعمیل امر شریعت کے دھیان اور توجہ کی وجہ سے عبادت اور طاعت ہی بنتا ہے۔

صاحبو۔ ہر شخص کے ساتھ حق تعالیٰ کا معاملہ جدا ہے جیسا کوئی اسکے ساتھ معاملہ کرتا ہے ویسا ہی اسکے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ حدیث قدسی ہے انا عند ظن عبدی بی کہ میرے بندہ کا جیسا بھی میرے ساتھ گمان ہوگا میں ویسا اسکے ساتھ برتاؤ کرونگا۔ پس عام مخلوق چونکہ اسکی عادی و خوگر ہے کہ افکار معاش میں اپنے آپکو مبتلا کرے اور روزی حاصل کرنے کیلئے طرح طرح کے اسباب مثلاً ملازمت و تجارت و حرفت وغیرہ وغیرہ اختیار کرے اور کوتاہ نظری کی وجہ سے اسباب پر اسقدر وثوق و اعتماد ہے کہ یہ مضمون گویا دلوں میں بیٹھ گیا ہے کہ اگر سبب اختیار نکرینگے تو مسبب حاصل ہی نہو سکے گا اور دن بھر محنت کرکے نہ کمائیں گے تو رات کو نوالہ بھی نصیب نہو سکے گا لہذا ان کے ساتھ حق تعالیٰ کی عادت بھی اسی طرح قائم ہوئی کہ جب سبب اختیار کرتے ہیں تو مسبب حاصل ہوتا ہے اور جب کاہل بنکر کسب معیشت چھوڑتے ہیں تو پیسہ بھی نہیں ملتا۔ مگر اللہ کا محبوب اللہ کا محب اللہ کا طالب اور اللہ کا ولی مخلوق میں داخل ہونے کے باوجود اپنے بنی نوع کی عادت کے خلاف کرتا اور اسباب کو بالائے طاق رکھکر اس سچے گمان پر اعتماد کرتا ہے کہ روزی پہونچانے کا ذمہ خدا نے لے لیا اور اسکے پیدا کرنے سے ہزارہا سال قبل لوح محفوظ میں لکھدیا ہے کہ فلاں وقت اسکی روزی اس مقدار میں پہونچے گی اور ظاہر ہے کہ خدا کی لکھت کے خلاف ہونا محال ہے لہذا فکر معا

میں وقت ضائع کرنا فضول ہے۔ مخلوق اپنے خالق کی عبادت کیلئے پیدا ہوئی ہے لہذا اسکو
اپنا کام کرنا چاہئے جس قدرت والے خدا نے اسپر عبادت لازم کی ہے وہ عبادت کے لوازم
اور حیات کے باقی رکھنے والے اسباب خورونوش خود مہیا فرمائے اور اسکی محنت وکسب کے بغیر
اسکی روزی اسکو پہونچائیگا۔ تعجب ہے کہ انسان جب اپنی سواری کیلئے گھوڑا خریدتا ہے تو اسکے
گھاس دانہ کا خود فکر کرتا ہے۔ گھوڑے کو اس فکر میں نہیں ڈالتا کہ مالک کو سوار کرنے کی اپنی
اصلی خدمت چھوڑکر اپنے گھاس دانہ کی خود فکر کرے یا چرنے کیلئے جنگل جائے پھر بھلا حق تعالیٰ
کی طرف یہ گمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ سراپا ہم اسکے کام میں اپنے آپ کو ہر وقت مشغول رکھیں
تو بھوکے مرجائیں گے اور ہمارے آب ودانہ کا کوئی انتظام نہو سکیگا۔ پس چونکہ للہ والا عام مخلوق
کی عادتوں کا خارق بنتا ہے لہذا حق تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کیلئے عادت کا خرق ہوتا ہے
کہ اسنے کسب معاش وفکر معیشت کے متعلق مخلوق کی عادتیں چھوڑیں تو حق تعالیٰ نے اسباب کے بغیر
مسبب مرتب نہ کرنیکی اپنی عادت کو اسکے لئے چھوڑ دیا کہ اسکے گمان کے موافق اسکے ساتھ برتاؤ
فرمانا اور بلا سبب اختیار کئے اسکو ایسی جگہ سے روزی پہونچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں
جاتا۔ پھر یہی نہیں کہ گھاس دانہ سامنے ڈالدیا اور الگ ہو گئے نہیں بلکہ خزانہ غیب سے اسکو دیا جاتا
اور پھر کھانیکا حکم بھی کیا جاتا ہے تاکہ اسکی خورونوش لذت نفس اور بقاء حیات کیلئے نہ رہے بلکہ ارشاد
حق کی تعمیل بنجائے اور یہی دلیل وعلامت ہے اسکی کہ انھوں نے کسب معاش اسلئے نہیں چھوڑا
تھا کہ محنت سے کمانا چھوڑیں گے تو بلا محنت ملیگا کیونکہ اس نیت سے کسب کا چھوڑنا تو عین دنیا
طلبی اور گویا دنیا کمانیکے اسباب میں سے ایک سبب بلکہ بڑے سبب کا اختیار کرنا اور خالق کا
امتحان لینا ہوا جو سرتاسر معصیت وحرام ہے ہاں لذات دنیا سے زاہد و روگرداں بنکر چھوڑا تھا
کہ یہ دنی چیزیں اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ان کے حاصل کرنے میں عمر عزیز کا وہ بیش قیمت حصہ ضائع
کیا جائے جو سرکاری خدمت میں مشغول رکھنے کیلئے محض فضل کی بدولت بلا استحقاق عطا ہوا
ہے لہذا ضرور ہوا کہ عطا کئے جانے پر بھی اسکی طرف نگاہ نہ اٹھادیں اور جب تک ان کے کھانے
استعمال کرنیکا سرکاری حکم نہو اسوقت تک نوالہ نہ توڑیں تاکہ یہ کھانے کا وقت بھی سرکاری خدمت
وطاعت میں مشغولیت کے اندر درج ہو اور وہ منتہائے مقصود حاصل ہو کہ عمر کا ایک لحظہ اور ایک سکنڈ

۶۶

بھی غیر اللہ کے ساتھ مشغولیت میں صرف نہ ہونا چاہئے کسی نے خوب کہا ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ظاہر ہے کہ ایسی حالت ہو جانے پر اس شخص کیلئے تمام چیزیں خالص اور صاف بنجائیں گی کہ نہ ان میں کدورت ہوگی نہ ظلمت جس طرح حصول سے قبل نہ محنت جسمانی اٹھانی پڑے نہ فکر روحانی اسی طرح استعمال کے بعد نہ کسل وغفلت پیدا ہوگی نہ ظلمت وگرانی۔ اور ہونا بھی یہی چاہئے کہ یہ شاہی مہمان سب سے اچھی غذائیں کھائے اور بے غل وغش بلاکسب وفکر راحت وآرام کے ساتھ کھائے اسلئے کہ شاہی مہمان بننا سہل نہیں ہے آخر جنگل وبیاباں قطع کرنے کی مصیبتیں بھی تو اسی نے اٹھائی تھیں۔ گھر بار بھی تو سرکاری آستانہ کے شوق میں اسی نے ترک کیا تھا بی بی بچوں اور عزیز واقارب کو شاہی نظارہ کے طلب میں خیرباد اسی نے کہا تھا۔ جب وطن وآسائش وطن کے علاوہ دنیا بھر کی ضرورتوں دنیا بھر کی راحتوں اور دنیا بھر کے شوق اور خواہشوں کو صرف ایک محبوب کا عاشق ومحب وطالب بنکر اسی نے سلام کیا اور سب سے منہ پھیر کر محبت کا دیوانہ اور کوچہ لیلی کا مجنوں بنکر بدنامی ونیکنامی کے قصوں کو بالائے طاق رکھکر شراب عشق کا جام پیکر اور ستانہ وار

۶۷

قدم اٹھا کر یہ کہتا ہوا چلدیا تھا کہ ؎

ساقیا برخیز ودر دہ جام را　　خاک بر سر کن غم ایام را
گرچہ بدنامی است نزد عاقلاں　　مانمی خواہیم ننگ ونام را

اور جب کسی نے مزاحمت کی یا روکا یا سمجھایا یا راستہ کے خطرناک واقعات سے ڈرایا اور شاہی دربار کی باریابی کا دشوار ومتعذر وناقابل حصول ہونیکا مایوسانہ سماں دکھایا تو بزبان حال جواب دیا کہ ؎

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را　　در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش　　ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

آہ۔ ان بندگان خدا کی فتوحات دیکھکر اسیر تو لوگوں کو رشک ہوا کہ کیسی بے فکری سے روزی مل رہی ہے مگر ان مصیبتوں پر غور نہ کیا کہ جو گذرے ہوئے زمانہ میں ان کو برداشت کرنی پڑیں کہ مدتوں اسکو کچھ بھی نہیں ملا اور اسکی خواہشات کو نہیں بلکہ ضروریات وحاجات بشریہ کو ام سکے

سینہ میں توڑ کر شیشہ کی طرح چورا کیا گیا کہ یہ فاقہ سے پڑا ہوا کروٹیں بدلتا تھا اور پروا بھی نہ کیجاتی تھی
اسکے ننھے ننھے بچے بھوک سے تڑپتے اور زمین پر ایڑیاں رگڑتے تھے مگر توجہ بھی نکیجاتی تھی۔ فطری
محبت اولاد کے سبب اسکا دل کڑھتا اور اسکو ضرورت تھی کہ اگر اس کا پیٹ نہ بھرے تو اس کے
بلکنے والے معصوم بچوں کو تو ایک آدھ نوالہ ملجائے مگر جب دیکھتا تھا کہ آقا کی یہی مرضی ہے تو زبان سے
اف بھی نہیں نکالتا تھا اور اس ضرورت پر بھی اپنے کام یعنی سرکاری خدمت کی مشغولیت کو چھوڑ کر
کسب معاش کیلئے قدم نہ اٹھاتا تھا۔ روحانی تکالیف و مصائب اور بی بی بچوں کی عسرت و فاقہ
کشی کو بنگاہ رضا دیکھکر ضبط کرتا اور اپنی اغراض کی شکستگی پر صبر کرکے آستانہ خالق پر جا بیٹھا رہا
جس حال میں اور جس قسم کی بھی درخواست کرتا تھا وہ رد کردیجاتی تھی۔ دعائیں مانگتا تھا اور قبول
نہوتی تھیں۔ بھیک مانگتا تھا اور دی نہ جاتی تھی۔ بیمار ہوتا تو حالانکہ آقا ہی سے شکایت کرتا تھا
مگر بجائے اسکے کہ جس تکلیف کی شکایت کر رہا تھا اسکو رفع کیا جاتا اور وہ تکلیف بڑھا دی جاتی تھی
فرحت کا طالب ہوتا تھا مگر پایا نہ تھا۔ رنج و غم سے بچنا چاہتا اور اپنے آپ کو چھپائے پھرتا تھا مگر
کوئی سبیل نظر نہیں آتی اور جس سے ڈرتا تھا وہی سامنے آیا کرتا تھا کہ کسی نے اپاہج کہا کسی نے
قل اعوذ یا پکارا کسی نے مسجد کا مینڈھا نام رکھا کسی نے مفت خورا قرار دیا کسی نے بی بی بچوں کا
چور تجویز کیا اور ہر چند اس کا جی چاہا کہ یہ طعن اور دلخراش کلمے نہ سنوں مگر سب سننے مقدر تھے اور دل کو
اس کی چوٹیں کھلا کھلا کر پارس بنانا منظور تھا اسلئے سب سنے بغیر چارہ نہوا اور برچھیاں کھا کھا کر
شہادت پر شہادت حاصل کی۔ کوئی کیا جانے کہ ان مسکینوں بیچاروں پر کیا کیا مصیبتیں گذری
ہیں اور کن کن آفتوں کے جھیلنے کے بعد قبلہ مخلوقات اور شاہی مہمان بننے کی نوبت آئی ہے۔
صرف یہی نہیں کہ دنیا کی ضروریات و تکالیف میں مبتلا رکھکر صبر و رضا اور استقلال و استقامت
کے امتحان پر اکتفا کر لیا گیا ہو نہیں نہیں بلکہ روحانی لذتوں اور عبادات و طاعات کے ثمرات
دینیہ کے متعلق بھی جانچ ہوئی کہ قلبی لذت مقصود ہے یا ذات حق اور جنت کے باغات و نہریں
مطلوب ہیں یا رضاء خالق لہذا مدتوں یہ حالت رہی کہ باوجودیکہ تمام اعمال توحید و اخلاص کے
ساتھ کرتا تھا کہ نہ ذرہ برابر دکھاوے کا خیال تھا نہ کسی کی تعریف کرنے اور بزرگ سمجھنے کا مگر نہ واردات
و حالات پیدا ہوتے تھے نہ آثار ذکر و مواجید نظر آتے تھے۔

(باقی آئندہ)

سلسلے کیلئے پرچہ
ماہ امداد بابت ماہ
ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ
ملاحظہ ہو۔

ہاں مساوات حقیقی کے نفی کرنے کیلئے آگے فرمادیا وللرجال علیھن درجۃ یعنی مردوں کو اُن پر کچھ فضیلت ضرور ہے مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کے حقوق برابر نہ سہی مگر قریب اتنے ہی ہیں جتنے مردوں کے ہیں۔ جبکہ امر خانہ داری کے رکن دو ہیں تو دونوں کو برابر ہونا چاہیے لیکن انتظاماً ایک کو کسی درجہ میں اعلیٰ کردیا گیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عورت جانوروں کی طرح بالکل مرد کی مملوک ہو جاوے بلکہ جانور کے بھی حقوق ہوتے ہیں آج کل بعض مردوں کا برتاؤ اس قسم کا ہے کہ عورتیں اُن کے نزدیک ڈھیلے اور پتھر کی برابر ہیں۔

حکایت۔ ایک شخص نے نئی شادی کی تھی اور اسکے ماں بہن وغیرہ کوئی نہ تھی اس وجہ سے دلہن گھر میں اکیلی رہتی تھی جب وہ باہر جاتا تو اندر سے کواڑ بند کرا جاتا اور جب آتا آواز دیکر کھلوا لیتا ایک روز آواز دی لیکن کواڑ کھلنے میں ذرا دیر لگی تو وہ دیوار پر سے کود کر مکان کے اندر گیا اور نہ کچھ پوچھا نہ گچھا اور لاٹھی لیکر بیساختہ مارنا شروع کیا ہر چند بیچاری چیخی چلائی مگر ایک نہ سنی جب خوب غصہ بجھا لیا اور وہ زخمی ہوگئی تب پوچھا اسکی وجہ بتا کہ تو کیوں سو رہی تھی جو ہمکو کئی دفعہ پکارنا پڑا اُس نے کہا میں سوئی نہ تھی بلکہ بیت الخلا میں تھی تب یہ شرمندہ ہوئے۔ صاحبو کیا حکومت یہی ہے۔ اس حکومت کا انجام یہ ہے کہ اسوقت تو وہ نئی بیاہی ہونے کی وجہ سے یا تنہا ہونے کی وجہ سے دبی ہوئی ہے مگر کوئی موقعہ ایسا بھی ہوگا کہ اُسکی بے بسی جاتی رہے گی بلکہ عجب نہیں کہ مرد اُسکے قابو میں پڑجاوے مثلاً بیمار ہوجاوے تو اُسوقت اُس سے کیا بھلائی کی امید ہوسکتی ہے ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ ایسے موقعوں پر دل آزردہ عورتوں نے زہر دیدیا ہے۔ ایسی حکومت سے خانہ آبادی نہیں ہوتی بلکہ خانہ جنگیاں ہوکر بربادی ہوتی ہے۔ اگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو بڑا بننا چھوٹے بننے سے زیادہ مشکل ہے کسی نے سچ کہا ہے خرباش بزرگ مباش۔ بڑا بننے کی تعریف یہ ہے کہ حکومت بھی قائم رکھے اور دل آزاری بھی نہ کرے یعنی چھوٹے کے دل میں عزت و محبت سے جگہ کرے نہ کہ ظلم اور خوف سے یوں بھیڑیئے کا رعب تمام آدمیوں کے دلوں میں ہوتا ہے جس مجمع میں گھس آوے سارا مجمع کھڑا ہو جاوے لیکن یہ ایسا رعب ہے کہ ہر شخص اس فکر میں رہتا ہے کہ موقعہ پڑے تو اس کو مار ڈالے اگر یہ تعلق زوجین میں ہے تو انسانی تعلق نہیں ہے درندوں کا سا تعلق ہے۔

۴۵

شریعت کا انتظام دیکھئے کہ مرد کو حاکم قرار دینے کے ساتھ ہی ساتھ حکومت کی تحدید کو بھی بیان
فرمادیا تاکہ مطلق العنانی نہ پیدا ہو اور مذکورالصدر جیسے جور وظلم کی نوبت نہ آوے اور آیت الرجال قوامون
کے متصل ہی آیت والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان
اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا یعنی جب عورتوں سے نافرمانی
کا اندیشہ ہو تو قوت قہریہ سے کام لو مگر نہ اس طرح کہ بیقابو ہو جاؤ بلکہ اتنا ہوش رکھو کہ نوعیت جرم
کو پہچانو اور اُسکی موافق پاداش کرو اول نصیحت کرو اگر اسپر نمانے تو بستر اپنا علیحدہ کرو اسکی شرح
حدیث میں آئی ہے کہ گھر کے اندر علیحدہ ہو جاؤ اور گھر چھوڑ کر نہ بھاگ جاؤ۔ اگر اس سے کام نہ چلے تو
مارو اسکی بھی شرح حدیث میں اس طرح آئی ہے ضربا غیر مبرح یعنی ضرب شدید نہو اور منہ پر
نہ مارو جب عورت اپنی حرکات سے باز آجاوے تو اُس سے کچھ بھی تعرض نکرو اور اس مضمون کو جملہ
تعلیلیہ ان اللہ کان علیا کبیرا سے موکد فرمایا جسکا مطلب یہ ہے کہ یاد رکھو جیسے تم عورت کے
حاکم ہو تمھارے اوپر بھی کوئی حاکم اور ہے جو تمھیں ہر وقت جرم دیکھتا اور درگذر کرتا ہے۔ دوسری
جگہ آیت میں اس سے بھی زیادہ مردوں کی قوت قہریہ کو دبایا گیا ہے فرماتے ہیں وعاشروھن
بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ یعنی
عورتوں کے ساتھ اچھا برتاو رکھو اگر وہ تمھیں بری بھی معلوم ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا سمجھو
اور اللہ تعالی نے اُسمیں بہت بھلائی رکھی ہو۔ اسی لئے تو جب صلحا نے کبھی عورت کی صورت
شکل تمیز و سلیقہ پر نظر نہیں کی جس سے پالا پڑ گیا اُسی سے نباہ دیا اور اب بھی بندگان خدا ایسے
موجود ہیں۔ ایک غریب آدمی کی لڑکی ظاہرۃً کم سوجھ تھی اُسکو برادری میں کوئی قبول نہ کرتا تھا اُسکا
چچا اپنے لڑکے سے عقد کرنا چاہتا تھا لیکن ڈرتا تھا کہ لڑکے کو پسند نہوئی تو ہمیشہ کی خرابی ہے ڈرتے
ڈرتے بیٹے پر اسکا اظہار کرایا لڑکا ماشاءاللہ ایسا سعید تھا اُس نے کہا بے شک مجھے وہ پسند نہیں تھی مگر
اب پسند ہے کیونکہ آپکا ایما ہے کہا گیا گھر کا کام کیسے چلے گا کہا میں ذمہ دار ہوں جو کام اُس سے نہو سکیگا
میں کروں گا اور آپ کو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ کبھی نہ اُسکو دق کرونگا نہ آپکے خلاف طبع کوئی
بات ہونے دونگا چنانچہ عقد ہو گیا اور اُس نے ایک مدت تک اپنا قول و قرار پورا کر کے دکھادیا قدرت
خدا کہ اُسکے بچہ ہوا اور آنکھیں درست ہو گئیں۔ یہ اُسی وعدہ کا ظہور ہے عسی ان تکرھوا شیئا و

۴۷

یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ شرعی تعلیمات میں غور کرنے سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے کہ شریعت
نے مرد کو عورت پر مختار مطلق نہیں کیا حاکم قرار دیا ہے مالک نہیں قرار دیا یہ جہالت ہے کہ بعض مرد
اپنے آپ کو عورت کا مالک بلکہ اس سے کچھ زیادہ متصرف سمجھتے ہیں شریعت نے جس صورت میں
مرد کو دوسرے آدمی کا مالک بھی بنایا ہے اُس صورت میں بھی اس قسم کی زیادتیوں کی اجازت
نہیں دی جیسی کہ آج کل کے مرد منکوحہ عورتوں پر کرتے ہیں یعنی زرخرید لونڈیوں کو بھی مارنے اور
تکلیف دینے کی سخت ممانعت فرمائی ہے قرآن پاک میں آیت مذکورہ یعنی واللاتی تخافون نشوزھن
الآیہ کے بعد ہی یہ آیت ہے واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا
وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب
وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا الآیہ ترجمہ اور عبادت
کرو اللہ کی اور شرک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کرو اور قرابت دار کے ساتھ اور یتیموں
کے ساتھ اور مسکینوں کے اور اُس پڑوسی کے ساتھ جو قرابت بھی رکھتا ہو اور اُس پڑوسی کے ساتھ
جو بالکل اجنبی ہو اور اُس شخص کے ساتھ جس سے ذرا دیر کا ساتھ ہو جاوی اور مسافر کے ساتھ اور
غلاموں کے ساتھ کیونکہ حق تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہے اُس شخص کو جو مغرور اور اترانے والا ہے جبکہ
زرخرید غلام اور لونڈیوں کے ساتھ اور پڑوسی اور ہمراہی کے ساتھ احسان اور نیک برتاؤ کا حکم
ہے اور اُس کے خلاف پر وعید ہے کہ حق تعالیٰ کو احسان نہ کرنے والا پسند نہیں اور ایسا شخص
متکبر ہے بلکہ آگے یہ لفظ بھی ہے کہ ایسا شخص بخیل بھی ہے اور ریاکار بھی ہے اور ہم نے کفار کیلئے
ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے تو اُس سے عورت کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا حکم بطریق اولیٰ
نکل آیا کیونکہ پڑوسی اور ہمراہی سے اور لونڈی غلام سے بہر حال اُس کا حق زیادہ ہے غایت
وضوح کی وجہ سے حق تعالیٰ نے عورت کو یہاں ذکر بھی نہیں فرمایا نیز اوپر سے معاملہ بالاہل ہی
کا تذکرہ چلا آرہا ہے الخ۔ اما نہایت تاکید حسن معاشرت بالاہل کی نکل آئی پھر مردوں کا منکوحہ
عورتوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا جو اوپر بطور نمونہ بیان کیا گیا کس درجہ شریعت کے خلاف ہے اور
کس درجہ جہالت ہے کہ صرف اس حکم شرعی کو مطمح نظر کر لیا جاوی کہ مرد کو عورت پر شرف دیا ہے اور
اسکو اسطرح غلطی کے ساتھ استعمال کیا جاوی کہ شرع وعقل زرخرید غلام اور لونڈیوں کے ساتھ بھی اُس

۴۷

استعمال کو جائز رکھے۔ یہ برتاؤ ہی ہے جو آج کل بعض سطحی نظر والوں کو نعوذ باللہ شریعت مطہرہ پر
وقعت کے ساتھ نظر ڈالنے سے مانع ہوتا ہے اور بعض بے تمیز کہ اُٹھتے ہیں کہ اسلام نے عورت
کو کچھ نہیں سمجھا۔ اور یہ برتاؤ اور شرعی حفظ مراتب کا نہ رہنا ہی ہے جو اصل ہے خانہ جنگی اور گھر کی
بربادی کی زن و مرد اس شرعی تعلیم سے واقف اور اسکے پابند ہوں خواہ غریب ہوں یا امیر
عربی تعلیم یافتہ ہوں یا نہوں کبھی اُن میں مخالفت نہیں پیش آسکتی۔ مردوں کو چاہیے کہ جیسے
مسائل روزہ نماز کے پوچھتے ہیں ویسے ہی حقوق زوجین کو بھی علماء سے سیکھیں اور اسکو معمولی بات
نہ سمجھیں یہ حق العبد ہے جو بلا صاحب حق کے معاف کیے معاف نہوگا۔ ایک دوسری غلطی مردوں
کی یہ ہے کہ جیسے آج کل اُنھوں نے شریعت سے اپنا حاکم ہونا اور عورت کا محکوم ہونا سیکھ لیا
ہے ایسے ہی یہ بھی سیکھا ہے کہ چار تک نکاح جائز ہیں جسکا ثبوت اس آیت میں ہے فانکحوا
ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث ورباع۔ ترجمہ پس نکاح کرو جتنی عورتیں تمکو پسند ہوں
دو دو اور تین تین اور چار چار تعدد ازدواج کا مسئلہ اس آیت سے صاف ثابت ہے اور شریعت
اسلامی کا مجمع علیہ اور مسلم مسئلہ ہے مگر اسمیں وہی خبط کیا گیا ہے کہ صرف اپنے مطلب کا جزو لے لیا
اور جو اپنے خلاف تھا اُسکو نظر انداز کر دیا گیا جس سے اس مسئلہ کی ایسی گت بنگئی کہ بہت سے دیگر اقوام
کے اشخاص جاہل مسلمانوں کو اسمیں گرا لیتے ہیں اور جب اُن کو جواب نہیں آتا تو دل میں گونہ
تردد ضرور پیدا ہو جاتا ہے کہ اسلام میں اگر یہ مسئلہ نہوتا (نعوذ باللہ) تو کیا حرج تھا اور جب اُس
مضمون میں غور کرتے ہیں جو اسوقت ہمارا موضوع بحث ہے یعنی خانہ جنگی تب تو اور اس خیال کی
تائید پاتے ہیں خصوصاً جبکہ ایسے گھروں کی حالت بھی بچشم خود دیکھ لیتے ہیں جنمیں کئی کئی
بیبیاں ہیں کہ انہیں ہر وقت سوا ئے تو تو میں میں اور لڑائی دنگہ کے کچھ شغل ہی نہیں ہوتا تب تو شرح
صدر اور علم الیقین کے مرتبہ میں اُس خیال باطل کی تصدیق ہو جاتی ہے حتیٰ کہ بعض مدعیان
عقل اور ریفارمروں نے ان باتوں کو دیکھکر ضرورت سمجھی کہ اس مسئلہ کو قرآن پاک ہی میں سے
اڑا دیا جاوے تاکہ شریعت مطہرہ سے یہ دھبہ مٹ جائے اور اگرچہ یہ فعل اُنکا ع دوستی بے خرد چوں
دشمنی است، کا مصداق یا فر من المطر وقر تحت المیزاب کا مصداق رہا اور اصلیت اسکی تقلید
بیجا کے سوا کچھ بھی نہ تھی مگر اپنا دل اور اپنے حوارین اور ہم خیالوں کا دل تو خوش کر ہی لیا لیکن

۴۸

کیا ایسی تحریفوں سے قرآن پاک پر کوئی اثر پڑسکتا ہے حاشا وکلا۔ ایسے جاہلان مرکب کو علمی جواب دینا تو فضول ہے اور نہ یہاں اُس کا موقعہ ہے اسپر علماء اسلام نے مبسوط کتابیں لکھی ہیں یہاں صرف واقعات سے اُن کا جواب دینا کافی ہے وہ یہ کہ مردم شماری کے کاغذات سے بخوبی ثابت ہی کہ عورتوں کی پیدائش فی زمانہ مردوں سے بہت زیادہ ہے تو اگر تعدد ازدواج کا مسئلہ قابل اعتراض ہی تو عورتوں کی کمبخت کی کیا صورت ہے اور موجودہ زمانہ نے تو اس مسئلہ کو رای العین صاف کر کے دکھا دیا ہے کہ عورتیں مردوں سے کہیں زیادہ موجود ہیں تو اب ان عورتوں کی کمبخت کی کیا صورت ہے ...... اگر مسئلہ تعدد ازدواج کو تسلیم نہ کیا جاوے راقم بالیقین کہتا ہے کہ موجودہ حالت زمانہ بتا رہی ہے کہ اگر اسلام میں مسئلہ تعدد ازدواج نہوتا تو آج وہی مدعیان عقل زبان کی چھریاں نکال نکالکر شریعت کی بوٹیاں کاٹنے کو کھڑے ہو جاتے اور اسکا کچھ بھی جواب نہو سکتا۔ اصل یہ ہی کہ تقلید بیجا نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا ہے یا اس مسئلہ پر عمل کرنے والوں کی بیڈھنگی کارروائی نے یہ دھوکہ دیا ہے جس قرآن میں تعدد ازواج کی اجازت ہے اُسی میں اسکی کچھ شرائط بھی ہیں اور متعدد بیبیوں سے نباہ کی صورتوں کی بھی تعلیم ہے اُن سے قطع نظر کر کے اس مسئلہ پر عمل کرنا ایسا ہوگا جیسے کسی شخص کو گوشت کھانیکے فوائد بتلائے جاویں کہ گوشت مولد خوں ہے اور جزو بدن بننے میں دوسری تمام غذاؤں پر فوقیت رکھتا ہی اور وہ اسکو سنکر کچا گوشت کو کھانے لگے جس سے اُسکو بدہضمی ہو جاوے اور اسکو دیکھکر کوئی یہ سمجھے کہ بتانے والے نے غلطی کی اور گوشت ہرگز کھانیکی چیز نہیں حالانکہ یہ غلطی عمل کرنے والے کی ہے کہ گوشت کے طریقہ استعمال اور کھانے کے شرائط کو نہیں کام میں لایا اگر طریقہ کے ساتھ استعمال کرتا تو ضرور گوشت کے وہی فوائد ثابت ہوتے جو بتائے گئے تھے شریعت میں تعدد ازواج کی اجازت کے ساتھ یہ بھی ہی فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ ترجمہ اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ عورتوں کو برابر نہ رکھ سکوگے تو بس ایک ہی کرو۔ اور یہ بھی وارد ہے کہ جو شخص دو عورتوں کو برابر نہ رکھے گا وہ قیامت کے دن اس حالت میں اٹھیگا کہ آدھا دھڑ اس کا فالج زدہ ہوگا اور یہ بھی ہے ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ ترجمہ۔ جو لوگ نکاح کی مقدرت (مالی استطاعت) نہیں رکھتے اُنکو چاہئے کہ جب تک استطاعت حاصل ہو صبر کریں نفس کو بجبر روکیں۔ اور یہ بھی ہے ومن لم

یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنٰت المؤمنٰت فمما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات
ترجمہ جو کوئی آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی مقدرت نہ رکھتا ہو اسکو چاہیئے کہ لونڈیوں سے (اُن کے مالکوں سے اجازت لیکر) نکاح کرے۔ یہ دونوں آیتیں تعدد ازواج سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں ایک نکاح کرنے کے متعلق بھی یہ قید بتاتی ہیں کہ نان نفقہ کی مقدرت ہونا ضرور ہے جب ایک نکاح کے لئے بھی یہ شرط ہے تو دو اور زیادہ کیلئے ظاہر ہے۔ ان دو آیتوں سے مالی مقدرت کا شرط ہونا ثابت ہوا اور پہلی آیت یعنی قولہ تعالیٰ فان خفتم الآیہ سے قوت جسمانی کا شرط ہونا ثابت ہوا (کیونکہ بلا قوت جسمانی کے چند عورتوں کو برابر کیسے رکھا جا سکتا ہے) نیز قوت قلبی کا شرط ہونا بھی ثابت ہوا جس سے دونوں پر یکساں نظر رکھ سکے۔ پھر جو شخص مالی مقدرت بھی کافی رکھتا ہو اور قوی الجثہ اور قوی القلب بھی ہو کوئی ثابت کرے کہ ایسے شخص کو چند بیبیاں کرنے میں کیا خرابی ہے۔ بڑی خرابی یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ رشتہ لڑائی دنگے کی جڑ ہے لیکن نظر انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ سوکنوں میں لڑائی دنگا ہونے کی وجہ کیا ہے سو جو کوئی غور کریگا اس کے سوا کچھ نہ کہے گا کہ وجہ اسکی ایک کی حق تلفی ہے اور جب مرد دونوں کو برابر رکھ سکتا ہے تو لڑائی دنگا ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اس صورت میں بھی لڑائی دنگا ہو تو اسکے واسطے حق تعالیٰ نے قوت قہریہ مرد میں رکھی ہے جس سے وہ بجبر اسکو روک سکتا ہے اور از روی انصاف اسکو حق ہے کہ بیجا لڑائی کو روکے اور اگر کوئی اس شبہ غیر ناشی عن دلیل کی وجہ سے اب بھی کہے کہ تعدد ازواج بہتر نہیں تو اسکو یہ بھی کہنا چاہیئے کہ دنیا میں سلطنت اور حکومت بھی کسی کو کرنا نہ چاہیئے کیونکہ اسمیں بھی مختلف اشخاص اور مختلف اقوام اور متضاد امزجہ کو ایک قانون میں منسلک کرنا پڑتا ہے لہذا چاہیئے کہ ہر شخص آزاد رہے کوئی اس جھگڑے میں نہ پڑے کہ حکومت قائم کرے کیونکہ نہ کوئی حاکم بنیگا نہ اُس کے سامنے طرح طرح کے دنگے فساد آویں گے لیکن اسکو کسی عقلمند نے بھی پسند نہیں کیا بلکہ اس کا مزا اُن لوگوں نے چکھا ہے جنھوں نے ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کا بلوہ دیکھا ہے صرف حکومت اور سلطنت باقی نہ رہنے اور آزادی ہو جانے کے یہ سب نتائج تھے تو جیسا کہ حکومت اور سلطنت کو اس بکھیڑے کی وجہ سے بیجا نہیں کہا جاتا بلکہ ضروری کہا جاتا ہے اور یہ بات تسلیم کیجاتی ہے کہ حکومت کا دنیا میں رہنا ضروری ہے ہاں حاکم کا بہت ہی معتدل اور غیر جانبدار ہونا لازم ہے اور اسکے بعد جو فساد ہوں وہ غیر قابل التفات ہیں بلکہ اُن کا واقع ہونا دنیا میں یقینی ہے اور انکو بقوت قہریہ روک سکتا ہے اور یہ روکنا بالکل بجا اور صحیح

(باقی آئندہ)

۵۰

الحکم کے اقتباس

بابت ماہ ربیع الاول ۳۵ھ

کہ الامداد بابت ربیع الاول ۳۴ھ نمبر ۹ جلد اول ملاحظہ ہو۔ نیز ان چار رسالوں کا بھی مطالعہ فرمالیا جاوے۔ التنورعہ۔ الظہور۔ السرور۔ الحبور جو اس الربیعین کا ایک جزو ہے ان چاروں کے مجموعہ کو فصول اربعہ سے ملقب کرنا مناسب ہے۔

احقر

اشرف علی عفی عنہ

عہ یہ سب رسائل پتہ ذیل پر مل سکتے ہیں قیمت مندرجہ ذیل ہے۔ التنور (۱/۲) الظہور (۲/) السرور (۳) الحبور (۳/۰)

اطلاع

سلسلہ حسن الموعظت کے مواعظ حسب ذیل طیار ہیں شائقین جلد سے جلد فرمائشیں ارسال فرماویں ورنہ پھر کف افسوس ملنا پڑیگا۔

الخضوع۔ مع ضمیمہ تمات اربعہ تنبیہات وصیت قیمت اصلی ۴ ر رعایتی ۱/۲ ر

عمل الذرہ۔ قیمت اصلی ۳/۰ ر رعایتی ۱/۲ ر

الحبور۔ قیمت اصلی ۳/۰ ر رعایتی ۱/۲ ر

سلسلہ تسہیل المواعظ بھی انشاءاللہ قریب ہی شائع ہوگا۔

ملنے کا پتہ :۔ دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہو گا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑھائی جزو سے کم نہو گا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۴ہجری سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

امتثالاً للآیۃ کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت قصے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسلوک الجدید و تربیۃ السالک
فی احوال الخاصۃ من السلوک للرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ من ملفوظات مجلسیہ
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است
باز جلی آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب است کہ لقب صحیفہ
شہریہ است بہ تبرک بنام نامی شیخ جزو خامسہا الکشفات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر از فصل است

عدد ۱۰ | بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۵ ہجری | جلد ۲

بادارۃ الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ ظہور گرفت

یافت ز امداد المطابع انتظام	این صحیفہ کامدش امداد نام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

جو

به برکت دہمار حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں
تو نشر راقم موجب مزید لطف کا ہو۔ (نائب مدیر)

غور کیجئے کہ ادہر سے اصرار ہے اور ادہر سے سوکھا جواب۔ کہ ہمکو کوئی ضرورت نہیں اور اسمیں تصنع نہیں تھا ورنہ اثر کیوں ہوتا۔

اہل اللہ طفیل خوار نہیں ہیں

اور اس حالت سے کوئی اہل اللہ کو طفیل خوار نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ سرکاری لوگ ہیں دیکھئے گورنر جنرل کو کثیر التعداد رقم ہر مہینہ ملتی ہے حالانکہ بظاہر ان کو کوئی ایسا بڑا کام نہیں کرنا پڑتا لیکن محض اسلئے کہ اُن کا کام دماغی کام ہے۔ تو حضرات اہل اللہ پر جو گذرتی ہے اور جو دماغ سوزی اُن کو کرنی پڑتی ہے اگر آپ پر وہ گذرے تو چند روز میں جنون ہو جائے اور یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اہل اللہ پر اپاہج ہونیکا الزام بھی بالکل غلط ہے وہ ہرگز اپاہج نہیں ہوتے ہاں وہ بدن کے اعتبار سے اپاہج ہیں سو یہ فخر ہے ان کی یہ شان ارشاد خداوندی میں مذکور ہے احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض تو یہ عدم استطاعت مایۂ فخر ہے نیز یہ خود کہتے ہیں کہ

ما اگر قلاشں وگر دیوانہ ایم		مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم	

یہ اگر طفیلی ہیں تو اسی کے طفیلی ہیں اور ان کا جسم گو معطل ہے لیکن ان کی روح ایک بہت بڑے کام میں ہے ان کی روح نے اس بارگراں کو اٹھایا ہے جسکے اٹھانیکی پہاڑ بھی تاب نہیں لاسکتا اور زمین آسمان سے بھی نہیں اُٹھ سکا چنانچہ ارشاد ہے۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان تو جسکی روح اتنا بڑا بارگراں اُٹھائے ہوئے ہے وہ اپاہج کیسے کہا جا سکتا ہے کسی نے خوب کہا ہے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست		حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند	

آپ کو کیا خبر اُن پر کیا گذرتا ہے صاحبو! وہ اُس شفقت میں ہیں جسکا ایک نمونہ یہ ہے فلعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین غور کیجئے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گذرتی ہوگی جو یہ لفظ فرمایا گیا۔

دین کی حفاظت علی العموم سب کے ذمہ ہے

دیکھئے اگر جائداد کئی آدمیوں میں مشترک ہو کہ ایک کے اسمیں آٹھ آنہ ہوں دوسرے کے چار آنہ تیسرے کے دو آنہ چوتھے کا ایک آنہ اور کوئی ظالم اس جائداد پر دست برد کرے تو کیا ایک آنہ کا شریک خاموش ہو کر بیٹھے گا ہرگز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مشترک چیز کی حفاظت تمام شرکاء کو چاہئے اسی طرح قرآن شریف مسلمانوں کی مشترک جائداد ہے اس کی حفاظت بھی سب کو کرنی چاہئے اور اگر کہئے کہ مشترک نہیں تو مہربانی کر کے یہ لکھکر دیدیجئے کہ ہم اسکو شائع کر دیں پھر ان لوگوں سے ہم ہرگز اس کی حفاظت کا خطاب نہ کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بھی نہ کریگا اور جب یہ گوارہ نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کے ذمہ بھی ضروری ہے۔

ہر مقصود میں دو جزو ہونا ایک علمی ایک عملی۔ اور سلوک میں شیخ کی ضرورت

ہر مقصود خواہ وہ ادنیٰ درجہ کا ہو یا اعلیٰ درجہ کا دو جزو ہوتے ہیں ایک جزو علمی اور ایک جزو عملی مثلاً اگر ہم کوئی دنیاوی کام کرنا چاہیں تو اول ہمیں اس کا علم ہوگا پھر اس کے بعد ہم اس پر عمل کریں گے یا جیسے میں نے پہلے بیان میں عرض کیا تھا کہ طبیب اسکو کہیں گے جسکو علم ادویات بھی ہو اور ان کا استعمال بھی جانتا ہو اسی طرح ہر مقصود کے اندر بھی دو جزو ہیں تو دین بھی چونکہ مقاصد علیہ سے ہے اس لئے اس میں بھی یہ دو جزو معتبر ہوں گے اور میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ علوم میں ایک مرتبہ دال کا ہوا کرتا ہے اور ایک مرتبہ مدلول کا۔ سو جس طرح تقسیم الی الجزئین ہر مقصود میں ہوتی ہے کچھ دین کی تخصیص نہیں اسی طرح دال مدلول کا مرتبہ بھی ہر مقصود علمی میں ثابت ہوگا اسمیں دین کی تخصیص نہ ہوگی مثلاً طب کے الفاظ کہ وہ دال ہیں معنی مقصود پر ان کے بغیر ان معانی کا سمجھنا مشکل ہے۔ پس الفاظ دال ہوئے معانی مدلول ہوئے یہاں سے الفاظ کے دال علی المعانی اور کافی فی الدلالۃ ہونیکے متعلق ایک عجیب کام کی بات یاد آئی وہ اہل باطن کیلئے بہت مناسب ہے بعض اہل باطن یہ سمجھتے ہیں کہ سلوک طے کرنے کیلئے کسی شیخ کی ضرورت نہیں اور اس خیال کی وجہ سے اگر کسی کو تجویز کرتے بھی ہیں تو پھر اس کو چھوڑ دیتے ہیں بالخصوص اگر

قلب میں کچھ حرکت و حرارت عبادت میں کسی قسم کی لذت آنے لگے تو سمجھتے ہیں کہ اب ہم کامل ہو گئے
حالانکہ تکمیل اسکو کہتے ہیں جیسے اہل فن کہدیں بچہ ایک دو کتاب پڑھ کر سمجھتا ہے کہ میں عالم ہو گیا
حالانکہ ابھی علم سے اسکو مناسبت بھی نہیں ہوتی ہاں جب اہل علم یہ تجویز کردیں کہ اب یہ عالم
ہو گیا ہے اس وقت کہا جائیگا کہ اس کو کمال فی العلم ہو گیا۔ ان لوگوں کی بعینہ وہ حالت ہے
جیسے کہ مشہور ہے کہ ایک بندر کے ہاتھ ایک ہلدی کی گرہ آگئی تھی کہنے لگا کہ میں بھی پنساری ہوں
تو جیسے وہ بندر ایک ہلدی کی گرہ سے پنساری بنا تھا ایسے ہی یہ لوگ بھی اپنے خیال میں ذرا سی
قلب کی حرارت وغیرہ کو دیکھکر اپنے کو کامل سمجھ بیٹھے۔ بہرحال تکمیل سے مراد وہ ہے کہ جسکو اہل
فن تکمیل سمجھیں۔ تو اگر قبل تکمیل شیخ کی وفات ہو جائے تو دوسرے سے رجوع نہیں کرتے بالخصوص
اگر کشف قبور بھی ہو کہ اس صورت میں تو اپنے کمال میں شبہ بھی نہیں رہتا کیونکہ کشف قبور
کیلئے صاحب نسبت ہونا ضروری ہے تو جب صاحب نسبت بھی ہو گئے پھر کیا کسر رہی حالانکہ کشف
قبور کوئی کمال نہیں ہر مطلق نسبت کا حصول دلیل کمال ہے کشف قبور کے نسبت فنا پر ہونے
ہونے پر مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ۔

حکایت ۔ ایک بزرگ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں فرمایا کہ
فیض لینے والا کون ہے اس شخص نے کہا مثلاً میں ہوں فرمایا کہ نہیں ہوتا اللہ اکبر کتنا بڑا مسئلہ
اور کس طرح دو جملوں میں حل کر دیا۔ یہ بات اہل علم کے یاد رکھنے کی ہے کہ ان کو جواب سائل
کے تابع ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ وہ جس طرز سے جواب چاہیں اسکو ضروری سمجھا جائے بلکہ ان کی
مصلحت پر نظر کرنی چاہئے اور جو طرز جواب کا ان کیلئے مصلحت ہو اسکو اختیار کرنا چاہئے گو
وہ اُن کی رائے کے خلاف ہو یہ ضروری نہیں کہ جس راہ سائل لے چلے اسی راہ چلیں جس طرح
اس حکایت میں سائل نے تو یہ چاہا کہ پوری تحقیق مسئلے کی بیان کی جاوے اور محقق مجیب نے اسکو
بیمار سمجھکر اُن کی حالت کے مناسب جواب دیدیا کہ تم پورے مسئلے کو کیا کروگے اپنا تعلق جسقدر
مسئلے سے ہے اسکو سمجھ لو کہ تمکو قبور سے نفع نہیں ہو سکتا سائلین تو یہ چاہتے ہیں کہ جس راہ ہم
چلیں اس راہ اگر چلیں تو ہم جانیں گے کہ ہمارے سوال کا جواب ہوا ورنہ سمجھیں گے کہ جواب نہیں ہوا
مجیبوں نے جب دیکھا کہ ان کی یہ حالت ہے تو جس چال اُنھوں نے چلایا اسی چال انھوں نے

چلنا اختیار کیا اس میں بڑی خرابی یہ ہوئی کہ سائلین کے امراض میں ترقی ہوتی گئی اور شبہات ترقی پذیر ہوتے گئے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے طبیب کے پاس کوئی مریض جائے کہ اس کو مرض دق بھی ہو اور زکام بھی ہو اور جاکر حکیم سے فرمایش کرے کہ اول زکام کا علاج کر دیجئے تو اگر طبیب زکام کے علاج میں ایک مدت مدید صرف کرے تو وہ خائن ہے اسکو چاہئے کہ مریض کو رائے دے کہ ہرگز ایسا نکرو اول دق کی خبر لو اگر مریض اس تجویز پر یہ کہے کہ حکیم صاحب کچھ نہیں جانتے تو طبیب اسوقت کیا کریگا ظاہر ہے کہ اسکے جہل پر رحم کریگا اور پھر بھی اپنی ہی تجویز اور اسکی مصلحت پر عمل کریگا اور اگر اس نے مریض کا اتباع کیا تو وہ خود غرض ہوا اسی طرح محقق پر واجب ہے کہ جواب مصلحت کے موافق دے نہ کہ سائل کی مرضی کے موافق سوال میں جتنا ناشایستہ جز ہو اُس کو نکالدے اگر سارا ہی ناشایستہ ہو تو جواب ہی نہ دے اور اگر جواب دے تو یہ ضروری نہیں کہ سب کا جواب دے بلکہ جتنا مناسب ہو اُتنا جواب دے مجھے یاد آیا کہ۔

حکایت۔ مجھسے ایک شخص نے پوچھا کہ کافر سے سود لینا کیوں ناجائز ہے تو اُن کی مرضی کیموافق تو یہ تھا کہ میں دو ورق میں مدلل جواب دیتا مگر میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنا اُن کی مصلحت کے خلاف تھا بلکہ میں نے یہ لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں ناجائز ہے یہ اس سوال کا جواب تحقیقی ہی تھا لیکن اسوقت کم علمی اسقدر چھاگئی ہے کہ وہ اسکو سمجھے ہی نہیں حاصل اس جواب کا یہ تھا کہ جو حرام قطعی ہے وہ کسی محل میں بھی جائز نہیں یہ تھا جواب اسکو سمجھکر وہ جتنے شبہے کرتے وہ صحیح ہوتے اتفاق سے وہ شخص ایک مرتبہ مجھسے ملے وہ تو مجھے پہچانتے تھے لیکن میں نہ پہچانتا تھا کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھے نہ پہچانا ہوگا میں نے کہا بیشک میں نے نہیں پہچانا کہنے لگے میں وہی شخص ہوں جسکے پاس سے اس قسم کا سوال جناب کے پاس آیا تھا اور اب میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے اس قسم کا جواب کیوں دیا تھا جب میں نے دیکھا کہ یہ جواب کو ابھی تک نہیں سمجھے تو میں نے اُن کی سمجھ کے موافق اس استفسار کا دوسرا جواب دیا میں نے کہا کہ آپ ایک عہدہ دار ہیں آپ کو ہر قسم کے آدمیوں سے سابقہ پڑتا ہے کیا آپ سب کے ساتھ ایکسا برتاؤ کرتے ہیں یا احباب کے ساتھ دوسری قسم کا برتاؤ ہے اور اجانب کے ساتھ دوسری قسم کا کہنے لگے کہ ہر قسم کے آدمیوں سے علحدہ برتاؤ ہوتا ہے میں نے کہا کہ جب یہ ہے تو افتاء کا بھی ایک محکمہ ہے اس میں بھی اسی طرح کسی کو ضابطہ

کا جواب دیا جاتا ہے کسی کو دوسری قسم کا چونکہ آپ کی حالت سے واقف نہ تھا اس لئے میں نے آپکو ضابطہ کا جواب دیا اور اب چونکہ آپ سے ملاقات ہو گئی اب انشاء اللہ اس قسم کا جواب نہ آئیگا لیکن ملاقات کا جیسا اثر مجھپر ہوگا آپ پر بھی ہوگا آپ کے پاس سے اس قسم کا نحو سوال کبھی نہ آئے گا غرض اسوقت یہ ایسی آفت ہے کہ مجیب سائل کے تابع ہو جاتے ہیں مگر ان محقق کا جواب نہایت ہی نفیس تھا کہ اگر فیض لینے والا تو ہے تو نہیں ہوتا مقصود یہ ہے کہ قبور سے جو فیض ہوتا ہے تو صاحب نسبت فنا کو ہوتا ہے۔

قبور سے فیض حاصل کر سکنے پر بھی شیخ سے استغنا نہیں ہوتا

طالب اگر صاحب کشف بھی ہو جاوے تب بھی اسکو شیخ سے استغنا جائز نہیں کیونکہ اس میں کفایت نہیں ہوتی وجہ یہ ہے کہ فیض کی دو قسمیں ہیں ایک یہ دلالت لفظیہ یعنی تعلیم و تلقین ایک غیر لفظیہ یعنی تقویت نسبت افادہ اور استفادہ میں لفظیہ بہت مفید اور مدد ہے پس صرف قبور سے استفادہ پر بس کرنا غلطی ہے۔ کیونکہ قبور سے اتنا فیض ہوتا ہے کہ حالت موجودہ میں ترقی ہوتی ہے وبس بخلاف زندہ کے کہ اگر کوئی شبہ ہو پیش آوے حل کر سکتا ہے خوب شیخ طور سے تو اسکی برابر ہرگز فیض قبور نہیں ہو سکتا۔

علوم دینیہ سے بے اتفاقی اور عمل میں کوتاہی کی شکایت اور مضرت

یہ تو معلوم ہے کہ اس وقت کتنی بے اتفاقی علوم دینیہ سے ہو رہی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ مضر ہے یا نہیں تو یوں سمجھئے کہ جس حکومت کے ماتحت کوئی شخص رہتا ہے اسکو اس حکومت کے قوانین جاننے کی ضرورت ہے اور قوانین ہوتے ہیں دو قسم کے ایک تو وہ کہ جن میں محض ہار جیت ہو جیسے مال کے قوانین۔ سو اول تو ان کا جاننا بھی ضروری ہے لیکن اگر ان کو نہ بھی سیکھا جاوے تو زیادہ ضرر نہیں اس لئے کہ ہار جانا خسارہ ہے جرم نہیں ہے۔ دوسرے وہ قوانین ہیں کہ انکی خلاف ورزی جرم اور بغاوت ہے ان کا سیکھنا واجب ہوتا ہے خواہ پڑھکر یا پوچھکر تو اب میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ہم لوگ خدا تعالیٰ کی عملداری میں ہیں یا نہیں۔ اور دوسرا سوال یہ کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے کچھ قوانین ہیں یا نہیں۔ اگر ہم انکی

عملداری سے باہر ہوتے یا وہ صاحب قوانین نہ ہوتا تب تو چنداں فکر نہ تھی اور جب کہ یہ دونوں باتیں ہیں تو اب بدون قوانین سیکھے چارہ نہیں۔ اب یہ بات رہ گئی کہ وہ قوانین کس قسم کے ہیں آیا اُن میں صرف اپنا نقصان ہے یا اُن کی مخالفت جرم اور بغاوت بھی ہے سو قرآن شریف کو اُٹھا کر دیکھئے کہ تمام قرآن اس سے بھرا پڑا ہے کہیں احل اللہ البیع وحرم الربوا ہے کہیں لا تقربوا الزنا ہے غرض تمام قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہماری معاشرت اور معاملات دونوں کے متعلق کافی انتظام فرمایا ہے اور عدم اطاعت پر وعید بھی فرمائی ہے پھر کیا شبہ رہ گیا اب تو صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ قوانین شریعت کا سیکھنا اشد ضروری ہے۔

قوانین خداوندی کو لوگ صرف نماز روزہ میں منحصر سمجھتے ہیں بلکہ بعضے تو نماز روزے کی بھی حاجت نہیں سمجھتے

آج کل لوگ قوانین خداوندی صرف نماز و روزہ کو سمجھتے ہیں باقی دوسرے امور میں اپنے کو آزاد محض سمجھتے ہیں۔ سو اول تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ نے نماز روزہ ہی میں کونسا اہتمام کیا ہے افسوس ہے کہ معاملات سے یہ آزادی شروع ہوئی تھی مگر چونکہ زمانہ ترقی کا ہے ہر چیز کو ترقی ہوتی ہے اس کو بھی یہانتک ترقی ہوئی کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اب نماز ہی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ تہذیب اخلاق کیلئے مقرر ہوئی تھی اور تہذیب اخلاق دوسرے طرق سے ہو جاتی ہے لہذا نماز کی ضرورت نہ رہی۔ تو اول تو اس زمانہ کی تہذیب کے تہذیب ہونے ہی میں کلام ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے تو اُس کی پائداری میں کلام ہوگا اور یقیناً وہ بالکل ناکافی ہے۔ تو اگر تہذیب نفس ہی نماز روزہ کی علت ہوتی تب بھی ہمکو نہ چھوڑنا چاہئے تھا کیونکہ ہمکو تو تہذیب بھی حاصل نہیں اور بالخصوص جبکہ نماز روزہ سے غرض بھی دوسری ہو کہ یہ ثابت ہو کہ یہ کسی کا غلام ہے کہ اُس کے حکم پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ اور اگر کہو کہ بعض نصوص کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے میں شہوت کا انکسار ہے تو سمجھ لیجئے کہ یہ حکمت ہے علت نہیں ہے۔ وجوب تو محض خدا کے حکم سے ہوا۔ اب اُس پر یہ حکمتیں مرتب ہو گئیں۔

ہمارا منصب احکام کی علت سے سوال کرنیکا نہیں ہے،

اور اگر کوئی علت ہو بھی تو جب موجب نے خود اُس کو متعین نہیں فرمایا تو ہماری کیا مجال ہے کہ ہم اسے متعین کرنے لگیں۔

حکایت۔ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ معراج میں خدا تعالیٰ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا باتیں ہوئی تھیں انھوں نے جواب میں فرمایا کہ ؎

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد	اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں

حقیقت میں ہمارا کیا منصب ہے کہ ہم احکام کی علل دریافت کریں۔ ہمارا تو یہ مذہب ہونا چاہیئے کہ ؎

نے سنگیختن علت از کار تو	زباں تازہ کردن باقرار تو

حق تعالیٰ سے علاوہ اُن کے حاکم ہونیکے ہمکو اُن سے محبت کا بھی علاقہ ہے

دیکھیئے خدا تعالیٰ کے دو بہت سے حقوق ہیں حاکم ہونیکا بھی محبوب ہونے کا بھی تو فرض کیجئے اگر کسی بازاری عورت سے پوری محبت ہو جاوے اور وہ بے ڈھنگے ہی حکم کرے تو اُن کو نہایت خوشی سے پورا کروگے یا نہیں تو اگر خدا تعالیٰ کی طلب ہی نہیں تب تو ایسے لوگوں سے گفتگو ہی نہیں اور اگر طلب ہے تو یہ حالت ہونی چاہیئے کہ ؎

دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو	زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو

آج کل لوگوں کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے کچھ بھی علاقہ نہیں اگر محبت ہوتی تو کیا اتنا بھی نہ کیا جاتا جتنا ایک بازاری عورت کے ساتھ کیا جاتا ہے مولانا رومی رح فرماتے ہیں کہ ؎

کوئی گشتن بہر او اولے بود	عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود

بہر حال محبت کی رو سے دیکھیئے یا حکومت کی رو سے ہر طرح سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے۔ اور محبت تو ایسی چیز ہے کہ اس میں لوگوں نے اپنی جانیں دیدی ہیں۔

حکایت۔ ایک وکیل صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ ایک بزرگ صاحب حال جن کو لوگ مسخرا سمجھا کرتے تھے حج کرنے کے لئے گئے جب خانہ کعبہ کے سامنے پہونچے تو مطوف کی زبان سے نکلا کہ یہ کعبہ ہے اُس وقت اُن پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوئی اور یہ شعر اُن کی زبان سے نکلا ؎

چو رسی بکوے دلبر بسپار جان مضطر	کہ مبادا بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

یہ کہتے ہی ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہو گئے۔

حکایت۔ حضرت نجم الدین کبری رح کے سامنے کسی نے یہ پڑھ دیا کہ۔ جاں بدہ و جاں بدہ و جان بدہ آپ نے فرمایا کہ محبوب جان طلب کر رہا ہے مگر افسوس کوئی جان دینے والا نہیں اور پھر فرمایا کہ۔ جاں دادم و جاں دادم۔ اور یہ کہتے ہی جان نکل گئی۔

دین کے تیسرے جزو یعنی عمل کا بیان

بس اب تیسری چیز دین کی میں عمل ہے اگر وہ نہو تو علم کچھ بھی نہیں۔

تو عمل کی تقسیم یہ ہے کہ ایک تو اعمال ظاہری ہیں اور ایک اعمال باطنی۔ اسوقت جو لوگ عمل کرتے بھی ہیں وہ صرف اعمال ظاہری پر متوجہ ہیں ورنہ باطن کی یہ حالت ہے کہ ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل	واندروں قہر خداے عزوجل
از بروں طعنہ زنی بر بایزید	وز درونت ننگ می دارد یزید

کیا معنی کہ باطن اکثر لوگوں کا درست نہیں باطن کی درستی ایک تصحیح عقائد ہے جسکو کم و بیش حاصل بھی کیا جاتا ہے دوسرے تہذیب اخلاق جسکو تصوف کہتے ہیں اور وہ بالکل متروک ہے جسکی دو وجہ ہیں۔ ایک تو بے التفاتی اہل دنیا کی۔ دوسرے بے عنوانی منتسبین الی التصوف کی یعنی آج کل رسوم کا نام تصوف رکھ چھوڑا ہے حقیقت تصوف کی ہے تعمیر الظاہر والباطن۔ ظاہر کا درست کرنا یہ ہے کہ اقوال و افعال سب شریعت کے موافق ہوں اور باطن کی درستی یہ ہے کہ قلب کی حالت درست ہو یعنی ایک تو اخلاق باطنی درست ہوں۔ توکل ہو شکر ہو۔ رذائل کو دور کیا ہو۔ جیسے حب دنیا وغیرہ۔

(باقی آئندہ)

اُن بزرگ نے بجائے کسی جواب کے ایک شعر عربی مکرر سکرر پڑھا۔ جسکو فدوی نے یاد کرلیا اُن بزرگ کے تشریف لیجانے کے بعد نیاز مند اُس شعر کو نہایت بلند آواز سے پڑھتا رہا اُسکے پڑھتے پڑھتے حالت وجد طاری ہوگئی۔ جب آنکھ کھلی تو مصرعہ اولیٰ بالکل فراموش ہوگیا مصرعہ ثانیہ کے لکھنے کا ارادہ کیا وہ بھی ذہن سے نکل گیا لیکن مضمون شعر بخوبی یاد ہے۔ مصرعہ اولیٰ وہ مسافر یا وہ راہ رو کب گمراہ ہوسکتا ہے۔ مصرعہ ثانی۔ جسکی ہر منزل کے نصف پر مشعل روشن ہو۔ عربی میں کوئی ایسا لفظ تھا جسکے معنی ہیں مسافر یا راہ رو ہم معنی ہوں گے۔

(تحقیق) عالم قدس سے آپکو تسلی دیگئی ہے آپ کا راہبر نور حق پر ہے اندیشہ ضلالت نہیں مبارک ہو۔

(حال) حسب ارشاد حضور سہ ہزار بار اسم ذات معمول است بعد چندیں مدت بحمداللہ ازیں ذکر اُنسے پیدا شدہ کہ ہر گاہ تنہا مے مانم از زبان اللہ اللہ جاری میدارم بالاختیار

(تحقیق) الحمدللہ۔

(حال) ایں از برکت حضور ست وسہ ہزار بار خواہ نوم غالب شود بانفاس جاری میدارم و بصورت ادا نہ شدن بشب بروز کدامی وقت تلافی میکنم بعد چندیں عرصہ بعد ایں امر حاصل شدہ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

(تحقیق) انشاء اللہ تعالیٰ برکت روز افزوں روی نماید۔

(حال) اگرچہ ازیں قدر کم مقدار از ذکر تمنی رویت انوار کردن یا امید وار آں بودن خلاف ست

(تحقیق) از زیادہ مقدار ہم ایں تمنی مضر ست و نیز لازم نیست و نیز غیر مقصود۔

(حال) و نیز حسب تحریر اقدس مقصود نیز نیست لیکن آں انوار چگونہ است کہ دیگراں را مشاہدہ میشود و ایں احقر را نمی شود موجب چیست۔

(تحقیق) اختلاف استعداد و دیگر غزارت قوۂ عقلیہ ہم مانع ست زیرا کہ اکثر مدارش یکسوئی ست و چندان کہ عقل بیشتر باشد یکسوئی کم میسر باشد و آں انوار مختلف مے باشند در الوان ہم و در مکث و زوال ہم و در اغلب احوال اینہا از اشتعال اخلاط مے باشد و در نادر الاحوال از کشف ملکوت نیز و منفعتش محض قطع وساوس و حصول جمعیت کہ سبب

سہولت طاعت مے باشد و بعضے راسے مے افتد کہ براں ملتفت شدہ ہلاک میشود پس تقدحال طالب ایں مے باید شد ع کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔

(حال) اگرچہ کوتاہی بسیار ست لیکن اگر موجب آں معلوم مے شود شاید برائے دفع آں کوشش نمایم۔

(تحقیق) بعد تحقیق مذکور انشاء اللہ تعالیٰ خود دفع میشود۔

(حال) یا ہرچہ حکم شود غالبًا بوجہ یک منزل قرآن مجید دسہ ورق درس بخاری شریف حسب حکم ازیں سہ ہزار زائد شدن قدرے مشکل ست۔

(تحقیق) انشاء اللہ تعالیٰ کافی ست۔

(حال) کل شب جمعہ کو بعد نماز تہجد مراقب لیٹا ہوا تھا کہ کچھ غنودگی طاری ہوئی اسی حالت بین النوم والیقظہ میں مولانا ..... صاحب کی زیارت نصیب ہوئی مولانا سفید لباس پہنے ہوئے خوش خرم معلوم ہوتے تھے میں نے دریافت کیا کہ حضرت کس طرح گذری اور آپ کس حال میں ہیں۔ (اس وقت میں خوب سمجھتا تھا کہ مولانا کا وصال ہو چکا ہے۔ اور یہ جسم دوسرا ہے) فرمایا کہ .... تو خوب جانتا ہے کہ محبوب کا ذرا سا عتاب بھی بہت ہوتا ہے اور میرے اوپر تو ذرا سی بات کا بھی بہت اثر ہوتا ہے۔ اور تو سب طرح خیریت ہے مگر لڑکوں کی بابت سوال ہو رہا ہے (اس کے بعد مجھے ایک باعظمت صورت سے یہ الفاظ مسموع ہوئے) لڑکوں سے محبت کیوں کی تھی (میں غنودگی میں اس کو کلام الٰہی سمجھ رہا تھا اور عجیب کیفیت تھی پھر یہ الفاظ سنے) خیر اس کا بدلہ ہم دنیا ہی میں دے چکے تھے کہ آنکھیں جاتی رہی تھیں اس کے بعد میں نے مولانا سے عرض کیا کہ اب تو راحت ہو گئی فرمایا ہاں اب راحت ہو گئی اور کھانے پینے کی چیزیں تو یہاں عجیب عجیب آتی ہیں یہاں بہت راحت ہے پھر بطور نصیحت کے مجھ سے یہ الفاظ فرمائے کہ صوفی ہی بنکر نہ بیٹھ جانا کتابوں کی تقریر کیا کرو۔ درس تدریس خالی ذکر سے حق تعالیٰ کے یہاں افضل ہے جو اذکار احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ ان کا ورد رکھو اور قلب کا خیال رکھو کہ غفلت نہو انتہی۔ مولانا مرحوم نے جو اذکار احادیث کے ورد کو فرمایا ہے تو مولانا حصن حصین کے

تو بہت پابند تھے۔ شاید یہ اسی طرف اشارہ ہو اگر اجازت ہو تو میں بھی اس کا ورد کروں
(تحقیق) رؤیا سراپا ہدایت ہے بعض بعض کی تاکید ظاہر ہے اور اشاعۃ شرائع کا مہتم بالشان ہونا بھی مگر بشرط عدم غفلت حصن حصین کا شغل بہت بہتر ہے۔ اگر التزام ہو سکے دریغ نکریں

(حال) آج شب اتوار کو ایک طویل خواب دیکھا جو عرض خدمت کرنا چاہتا ہوں میں نے دیکھا کہ حضرت والا نماز پڑھا رہے ہیں اور جماعت میں یہ احقر بھی شریک ہے اور بھائی صاحب مرحوم بھی شریک ہیں جماعت میں احقر نے ایک ذاکر کو دیکھا کہ کانپتے ہوئے بہت پیچھے ہٹ گئے بعد نماز کے احقر نے جناب بھائی صاحب مرحوم سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ جہالت کا برا کرے بعض ذاکر نماز میں بہت مقداد کچھ بھی نماز کو درست سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ یہی لوگ ایک وقت میں ہدایت پھیلائیں گے اور دنیا کو نور سے بھر دیں گے میں نے عرض کیا تو شاید یہ کوئی حالت وکیفیت ہو گی فرمایا شاید۔

(تحقیق) اسمیں اشارہ ہے ترک تعجیل فی الانکار کی طرف لاحتمال العذر۔

(حال) پھر میں نے دیکھا کہ حضرت کی خدمت میں ہم لوگ مثنوی پڑھ رہے ہیں برادرم مولوی شبیر علی صاحب کلید مثنوی سامنے رکھے ہوئے بیٹھے ہیں ایک شعر کے مطلب کی تقریر مولوی شبیر علی صاحب نے کی مگر حضرت نے قبول نہ فرمائی دوسرے لوگوں نے بھی شاید تقریر کی حضرت نے پسند نہ فرمائی حضرت والا نے مجھے ارشاد فرمایا تو میں نے اُس شعر کی یہ تقریر کی کہ اے سالک تو جو سلوک کا لطف اسوقت حاصل کر رہا ہے یہ بھی اُسی حالت جذب ودیوانگی کی برکت ہے اگر وہ حالت پریشانی کی نہو چکتی تو یہ سکون کا لطف کیونکر حاصل ہوتا شعر یاد نہیں رہا حضرت والا نے اس تقریر پر تبسم فرمایا کہ ہاں تم سمجھ گئے ہو۔

(تحقیق) بشارت ہے حصول علم لدنیہ کی۔

(حال) اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت والا مسجد میں تشریف لائے اور خدام سے فرمایا کہ آؤ بیعت ہو جاؤ سب خدام مجتمع ہو گئے میں بھی اُن میں تھا اور ہم سب نے اپنے ہاتھ اکٹھے حضرت والا کے دست مبارک میں دیدیئے مولانا محمد عبداللہ صاحب بھی اُس وقت تشریف لے آئے اور انھوں نے بھی اپنا ہاتھ اور سب کے ہاتھوں کے ساتھ شامل کر دیا۔

(تحقیق) اشارہ ہے اتحاد سلاسل کی طرف۔

(حال) اور حضرت سیدی مولائی مولانا...... ......صاحب دام مجدہم کی علالت طبع کی خبر سنائی اور یہ معلوم کرکے کہ بندہ سہارنپور جا رہا ہے۔ کوئی دوا مجھے شیشی میں دی جب میں نے چلنے کا ارادہ کیا تو حضرت والا نے فرمایا کہ میرا ارادہ بھی سہارنپور چلنے کا ہے۔ اور حضرت کچھ تیاری کے لئے مکان تک تشریف لیچلے چلتے وقت ایسا معلوم ہوا کہ حضرت کو روئی کی ضرورت ہے کیونکہ کان میں درد ہے اور میرے بھی کان میں درد تھا اور میں نے روئی رکھ رکھی تھی تو مولوی شبیر علی صاحب نے فرمایا کہ کچھ روئی حضرت کو دیدو۔ تو میں نے یا اور اپنے پاس سے کچھ روئی میں نے حضرت کے سامنے پیش کی تو حضرت نے فرمایا کہ یہ روئی علیگڈھ کی میں نہ لونگا کیونکہ مجھے منشی شرافت اللہ صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ اس مرتبہ روئی کے بارہ میں کاشتکاروں پر علیگڈھ میں ظلم ہوا ہے میں نے عرض کیا حضرت یہ شبہ نہیں میں خود خرید کر لایا تھا انتہی۔ تعبیر سے مطلع فرما کر مشرف فرمادیں۔

(تحقیق) غالباً اشارہ ہے علیگڈھ کے اس تعلق کے خیر ہونے کی طرف کیونکہ کسب کا غیر مشتبہ ہونا موقوف ہے۔ اس عمل کی عدم قبح پر۔

(حال) بحضور فیض گنجور حضرت مولانا و مرشدنا ادام اللہ ظلکم العالی بعد سلام مسنون و آداب آنکہ بفضلہ تعالیٰ بندہ اینجا بہمہ وجوہ بخیریت ست بالفعل از نگاشتن عریضہ مقصود این ست کہ از عرصۂ طویلہ در مرضے مبتلا ہستم و در فہم خود بعد تتبع و تلاش کبر قرار دادہ است چونکہ ایں مرض دیرینہ است و اصل بیست جملہ معاصی صغیرہ و کبیرہ ازیں جہت از حال خود اطلاع دادم برائے ایں ناکارہ نسخہ تجویز کردہ شود تا ازالہ مرض مہلک باشد چوں بخلوت نشستہ بغور تتبع کردم سبب ہمہ مرضہا آنکہ دریں ناکارہ اند کبر یافتم و ایں داعیہ راسخ شد کہ ہمہ مرضہا ازیں متفرع میشوند اکنوں امید دارم بغور ملاحظہ عریضہ ہذا از تجویز نسخہ اطلاع فرمایند۔

(تحقیق) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کدامی وقت انشاء اللہ تعالیٰ از زبانی گفتگو طے خواہد شد فی الحال ایں خلق را مذموم دانند و بر مقتضایش عمل نہ کنند و اگر زلت واقع شود فوراً استغفار نمایند سر دست ہمیں قدر کافی ست و دعا ہم میکنم۔

(باقی آئندہ)

مثلاً ایک شخص کی صرف ماں بنی ہاشم میں ہو اسکو زکوٰۃ حلال ہے پس صرف نجیب الاب ہمسر ہے نجیب الطرفین کا البتہ اس کلیہ سے صرف ایک جزئیہ مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت نسبیہ حضرت فاطمہ کے لئے بھی ثابت ہو کر جو لوگ آپ کی اولاد میں ہیں وہ بھی سید ہیں اور افضل ہیں دوسرے بنی ہاشم سے حتیٰ کہ جو لوگ حضرت علیؓ کی اولاد میں بھی ہوں مگر حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہوں وہ سید نہوں گے بلکہ علوی ہوں گے اور یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نسب ناموں میں جو علویوں کے ناموں کے ساتھ لفظ سید ملا ہوا ہے یہ صحیح نہیں اور علویوں کا دعویٰ سیادت محض غلط ہے البتہ بنی ہاشم میں سے ہیں اور بنی ہاشم کے جو فضائل ہیں وہ ضرور ان کیلئے حاصل ہیں ایک کوتاہی یہ ہے کہ نسب پر فخر بہت کرتے ہیں اور دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ نسب کوئی فخر کی بات نہیں البتہ حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس پر شکر کرنا چاہئے نہ کہ کبر و تحقیر جو کہ پوری ناشکری ہے بخصوص جبکہ خود اسی پر کوئی دلیل کافی نہیں کہ یہ مفتخرین جس جد کی طرف انتساب کا دعویٰ کرتے ہیں وہ دعویٰ صحیح بھی ہے بلکہ بعض قرائن سے اس کے خلاف کا شبہ ہوتا ہے چنانچہ ایک شبہ احقر نے بعض بڑے بڑے مجامع میں جہاں ایسے حضرات کا اجتماع تھا۔ بیان کیا وہ یہ کہ اکثر جگہ لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ چند صحابہ کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہیں مثلاً حضرات خلفائے اربعہ حضرت عباسؓ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اب خلجان اسمیں یہ ہے کہ کیا ہندوستان میں فتوحات و غزوات کے لئے خاص ان ہی حضرات کی اولاد منتخب ہو کر آئی یا اوروں کی نسل منقطع ہو گئی اور یہ دونوں امر عادۃً مستبعد ہیں اس سے صاف یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید دوسروں نے بھی اپنے کو ان ہی حضرات کی طرف افتخار کے لئے منسوب کر دیا ہے تو ایسے شبہ کے ہوتے ہوئے اسقدر فخر کرنا نادانی نہیں تو کیا ہے ایک کوتاہی اس کے مقابلہ میں بعض لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ عرفیؔ شریف نہیں ہیں مگر زبردستی اپنے کو اصطلاحی شریفوں میں داخل کرتے ہیں اور اپنے لئے نسب غیر معروف و غیر ثابت بالدلیل کا محض مجازفت سے دعویٰ کرتے ہیں حدیث میں ایسے مدعی پر لعنت آئی ہے ان عرفی غیر شریفوں میں سے بعض نے اپنے اوپر سے ایک اور طریق سے یہ دھبہ دھونا چاہا ہے وہ یہ کہ شرافت نسبیہ ہی کی سرے سے نفی کرنے لگے کہ سب بنی آدم

۲۹

برابر ہیں کسی کو کسی پر بینا شرف نہیں سو اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ایسا شرف نہیں جسپر دنیوی فخر کیا جاوے یا اسکو اخروی نجات میں کچھ دخل ہو تو ٹھیک ہے اور نصوص وغیرہ میں جو اس قسم کے مضامین آئے ہیں ان سے یہی انتفاء فخر مقصود ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ شرف نسب میں تفاوت کا بالکلیہ بھی کسی حکم میں اعتبار نہیں تو محض غلط ہے خود شریعت نے نکاح میں اس کفارت کا اعتبار کیا ہے امامت کبری میں قرشیت کو شرط ٹھرایا ہے امامت صغری میں اشرفیہ نسبیہ کو مرجحات میں سے کہا ہے ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض قصباتی دیہاتی لوگ تمام پردیسیوں کو رذیل اور ذلیل سمجھتے ہیں گویا ان کے نزدیک شرافت محصور ہے چند قریٰ میں جسپر کوئی دلیل نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی شخص جا بہر سے کوئی نکاح کر کے لے آوے برادری کی عورتیں ہرگز اس کو اپنی برابر نہیں سمجھتیں پھر اس کی اولاد کی شادی برادری میں مصیبت ہو جاتی ہے۔

دو کوتاہیاں اس باب کفارت نسبیہ میں اور وقوع میں آتی ہیں ایک افراطی ایک تفریطی افراطی تو یہ کہ بعضے لوگ خصوصا پرانے زمانہ کے اس کو اسقدر مہتم بالشان سمجھتے ہیں کہ اس کے ہوتے ہوئے وہ ناکح کے کسی وصف کو نہیں دیکھتے نہ لیاقت کو نہ دین کو نہ صحت کو نہ عمر کو نہ وسعت مالیہ کو اور اپنے اس خیال پر اس عنوان سے افتخار کرتے ہیں کہ میاں ہڈی بوٹی اچھی ہونا چاہئے کسی ظریف نے اس عنوان کا جواب نہایت لطیف دیا ہے کہ ہم تو کتے نہیں جو فقط ہڈی بوٹی کو دیکھیں اور واقعی اس خیال کا لغو ہونا ظاہر ہے نکاح سے جو اصل مقصود ہے یعنی مصالح خاصہ اس کے لئے سب ہی امور پر نظر کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ صرف ایسے وصف اضافی پر جو کہ خود ناکح کے کسی وصف حقیقی کی طرف بھی راجع نہیں محض آباء و اجداد کے طرف انتساب اس کا منشا ہے اس پر مفاسد یہ مرتب ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ناکح محض نالائق بددین یا مریض بیکار یا بہت بوڑھا یا بالکل بچہ یا فاقہ زدہ ہوتا ہے اور منکوحہ کے لئے عمر بھر کا جیلخانہ ہو جاتا ہے اور تفریطی یہ کہ بعضے لوگ خصوص نئے زمانہ کے دوسرے اوصاف کے ہوتے ہوئے نسب کا ذرا لحاظ نہیں کرتے کہیں حب دین کے غلبہ کے سبب اور کہیں حب دنیا کے غلبہ کے سبب امر ثانی تو کثیر الوقوع ہے امر اول کا بھی ایک مادہ تحقق ہمنے دیکھا ہے کہ دو نوجوانوں میں دوستی تھی جو کہ دونوں نیک بخت دیندار تھے جنمیں ایک عالی نسب سید زادہ اور دوسرے برہمن زادہ نومسلم تھے اور وہ سید زادہ اپنی

۳۰

یتیم ہمشیرہ کا عقد اس اپنے دوست سے کرنے کی فکر میں تھے اور وہ دوست اپنے لئے اس امر میں بجد کوشاں تھے مجھکو اطلاع ہوئی چونکہ دونوں شخصوں کو مجھسے دینی خصوصیت تھی میں نے دونوں کو خصوص خاطب کو بہت سختی کے ساتھ روکا اور کہدیا کہ اگر وہ لڑکی بالغ ہے تب تو گو بھائی کے بعد استیذان کرنے سے نکاح منعقد ہو جاویگا لیکن حمیت و مصلحت کے خلاف ہے کہ شریفہ کو فراش بنایا جاتا ہے دنی کا نیز اکثر ایسے موقع پر عورت کی نظر میں زوج کی وقعت بھی نہیں ہوتی جس سے تمام مصالح نکاح فوت ہو جاتے ہیں اور اگر وہ نابالغ ہے تو چونکہ نکاح کرنے والا باپ اور دادا نہیں اس لئے یہ نکاح منعقد ہی نہوگا کما فی الدر المختار ورد المحتار ج ۲ صت۵ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایک مدت کے بعد دونوں اس خیال سے باز آگئے البتہ اگر نکاح کرنے والا باپ یا دادا ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے چنانچہ ابھی تازہ ایک واقعہ ہوا ہے کہ ایک غریب شیخ زادہ نے اپنی نابالغ دختر کا نکاح ایک ذی وسعت عجمی النسل مگر دیندار شخص کے فرزند سے کیا ہے اور گو بعض نے عجمی عالم کو عربیہ کا کفو کہا ہے مگر درمختار میں تصریح ہے کہ العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وھو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ ج ۲ صت۵۲۹ اور بعض نے اس افراط و تفریط کے درمیان بزعم خود ایک معتدل فیصلہ اختراع کیا ہے وہ یہ کہ کم ذات کو خواہ لڑکی دیدے مگر کم ذات کی لڑکی لے نہیں اور اپنے ذہن میں اس کا مبنی ایک نکتہ نکالا ہے وہ یہ کہ اگر کم ذات کی لڑکی آئی اور اس سے اولاد ہوئی تو اپنے خاندان کی نسل بگڑتی ہے اور اگر کم ذات کے گھر لڑکی چلی گئی تو اس کی نسل سنورتی ہے اس شخص نے خود حکم میں بھی اور اس کی بناء میں بھی شریعت کے ساتھ مزاحمت کی حکم میں تو یہ کہ مسئلہ فقہیہ ہے الکفاءۃ معتبرۃ من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان یکون فراشا للدنی ولا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیضہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح الخ البتہ بعض نے نابالغ صغیر میں اس کا اعتبار کیا ہے کما فی رد المحتار تحت القول المذکور ج ۲ صت۵۲۰ سو اس فیصل کنندہ نے خلاف شریعت منکوحہ کا وضیع ہونا تو جائز نہ رکھا اور ناکح کے وضیع ہونیکو جائز رکھا اور اس حکم کی بناء میں شریعت کے ساتھ یہ مزاحمت کی کہ اس شخص نے نسب میں

ماں کا اعتبار کیا حالانکہ شرع نے صرف باپ کا اعتبار کیا ہے دوسری مزاحمت یہ کہ اصل حکمت اس اعتبار کفارت کی وہ ہے جو در مختار کی عبارت بالا میں مذکور ہے لان الشریفۃ تابی الخ اور اس شخص نے اس شخص کے مقابلہ میں خود ایک غلط بنا گھڑی پس اس شخص کا یہ فیصلہ ہر طرح بناء الفاسد علی الفاسد ہے یہ تو قانون شرعی کی تفصیل تھی جسمیں لوگوں کی کوتاہیاں مذکور ہوئیں باقی اقرب الی المصلحۃ یہ ہے کہ منکوحہ بھی اپنی ہی کفو کی لاوے کیونکہ غیر کفو کے اخلاق و عادات اکثر اپنے موافق نہیں ہوتے تو ہمیشہ باہم ناچاقی رہتی ہے نیز وہ منکوحہ مرد کے خاندان میں بے قدر رہتی ہے تو ایک مسلمان عورت کو بے وجہ مدت العمر کیلئے بیقدر کرانا کیا ضرور نیز عرفاً اس کی اولاد کی شادی میں دشواریاں پیش آتی ہیں تو بلا ضرورت ان کلفتوں میں کیوں پڑے یہاں تک تو اوصاف معتبرہ عند الشرع میں کفارت نسبیہ کا بیان تھا اور منجملہ ان اوصاف کے جنکا شرع نے کفارت میں اعتبار فرمایا ہے ایک دین بھی ہے اور اسمیں بھی مثل کفارت فی النسب کے عورت کا مرد سے کم ہونا مضر نہیں مرد کا عورت سے کم ہونا مضر ہے سو اسمیں بھی چند کوتاہیاں ہو رہی ہیں جو ایک تحقیق کے ضمن میں مذکور ہوئی ہیں اور وہ یہ ہے کہ مرد کی بددینی تین طرح کی ہے ایک اعتقادی اصولی دوسری اعتقادی فروعی تیسری عملی۔ **قسم اول** جیسے عورت مسلمان ہو اور مرد غیر مسلمان ہو خواہ کتابی ہو مثل یہودی و نصرانی کے خواہ غیر کتابی ہو مثل مجوسی و بت پرست و دہری کے اس کا حکم تو ظاہر ہے کہ نکاح بالکل صحیح نہ ہوگا البتہ مرد اگر مسلم اور عورت کتابیہ ہو تو نکاح درست ہو جاتا ہے گو مناسب نہیں وجہ مناسب نہ ہونیکی یہ ہے کہ اختلاط کافرہ کا لازم آتا ہے اور یہ درست ہونا بھی جب ہے کہ عورت باعتبار عقائد کے یہودی یا عیسائی ہو اور اگر صرف قوم کے اعتبار سے ہو جیسے آج کل بہت سے نام کے عیسائی ہیں اور عقیدہ میں دہری اس کا حکم کتابی کا سا نہیں ایسی عورت سے نکاح اصلاً درست نہیں اور اگر عورت غیر کتابیہ ہو تو بھی نکاح درست نہیں۔

قسم ثانی۔ جیسے عورت سنیہ ہو اور مرد مبتدع جیسے شیعی وغیرہ سو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر انکی بدعت حد کفر تک پہونچ جاوے مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانا یا وحی لانے میں جبرئیل علیہ السلام کو غلطی کی طرف منسوب کرنا و نحو ہما یا اس زمانہ میں مرزا کی نبوت کا قائل ہونا تو اس شخص کا حکم بھی مثل قسم بالا کے ہے یعنی ایسے شخص سے سنیہ کا نکاح جائز نہیں۔

۳۲

(باقی آئندہ)

تتمۂ خامسہ امداد الفتاوی

از سنہ ۱۳۳۵ ہجری

(ملاحظہ ہو تمہید تتمۂ ثانیہ)

سوال - ایک بات یہاں پیش آئی کہ کچھ گلگلے اور ایک کچے آٹے کا چراغ اس میں گھی ڈالکر روشن کرکے مسجد کے طاق میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو طاق بھرنا کہتے ہیں آیا ان گلگلوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب - اس طرح سے گلگلے لانا جسمیں بہت سی تقییدات وتخصیصات اعتقادیہ وعملیہ ہیں اور بعض جگہ عورتوں کا لانا مزید براں ہے عمل منکر اور بدعت ہے مگر اس سے خود ان گلگلوں میں کوئی خبث یا حرمت نہیں آئی ما اھل لغیر اللہ بہ میں بھی داخل نہیں کیونکہ مسجد میں لانا قرینہ اس کا ہے کہ اللہ ہی کے لئے ہے لہذا ان کا کھانا حلال ہے البتہ اگر اس لئے نہ کھاوے کہ فاعلین کو عبرت ہو تو زیادہ بہتر ہے ۵ صفر سنہ ۱۳۳۵ھ

سوال - فی العالمگیریۃ لایجوز التضحیۃ بالشاۃ الخنثیٰ لان لحمہا لا ینطبخ آہ وفی الدر المختار ولا بالخنثیٰ لان لحمہا لا ینضج آہ۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے اتفاقاً خنثیٰ بکرے کی قربانی کرلی اور وہ علت عدم جواز کی نہ پائی گئی یعنی گوشت اچھی طرح سے پک گیا تو قربانی جائز ہوگئی یا نہیں؟ خنثیٰ سے مطلق خنثیٰ مراد ہے یا خنثیٰ مشکل؟ یہاں کے علماء اس باب میں دو فریق ہوگئے حضرت کے جواب کے لئے سب منتظر ہیں۔

الجواب - درمختار کے قول مذکور کے تحت میں صاحب ردالمحتار نے کہا ہے وبھذا التعلیل اندفع ما اوردہ ابن وھبان من انہا لا تخلو اما ان تکون ذکرا او انثیٰ وعلیٰ کل تجوز آہ ج ۵ ص۲۱۲ اس تقریر سے دو امر مستفاد ہوئے ایک یہ کہ لان لحمہا الخ علت ہے حکمت نہیں اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہو جاتا ہے پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی کو صحیح کہا جاویگا دوسرا امر یہ مستفاد ہوا کہ خنثیٰ سے مراد خنثیٰ مشکل ہے مطلق خنثیٰ

نہیں کما یدل علیہ قولہ لاتخلوا اما ان تکون ذکرا او انثی ورنہ ظاہر ہے کہ غیر مشکل کا ذکر یا انثی ہونا متعین ہے اور اس تقریر سے سوال کے دونوں جزو کا جواب ہوگیا۔ ۱۵ صفر ۱۳۳۵ھ

سوال - **نمبر ۱** - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ بونا واڑہ میں ہنود بکثرت رہتے ہیں یہ لوگ بماہ ساون آٹھ روز تہوار مناتے ہیں اس تہوار کو اپنی اصطلاح میں پچوسن کہتے ہیں ان دنوں میں آٹھ روزے بھی اپنے مذہب کے موافق رکھتے ہیں اور جاندار شے کو مارنا اور تکلیف دینا بہت برا سمجھتے ہیں چنانچہ مسلمان تیلیوں کو اسی بناء پر گھانی چلانے سے روکتے ہیں اس لئے کہ تلوں میں کچھ کیڑے جو ہوتے ہیں وہ بھی پل جاتے ہیں اُس آٹھ روز مسلمانوں کو گھانی نہ چلانے کی عوض میں روپیہ بھی دینا چاہتے ہیں پس مسلمان تیلیوں کو اُس آٹھ روز گھانی نہ چلانا اور اُن سے روپیہ لیکر اس امر میں اُن کا اتباع کرنا کیسا ہے۔

نمبر ۲ - جو مسلمان کہ ہنود کے تہوار میں اُن کی موافقت کرے اور اُس کو منائے اُس کے لئے کیا وعید ہے۔

نمبر ۳ - کسی قصبہ کا رئیس مسلمانوں کو کہے کہ تم ہنود کے تہوار میں اُن کی اتباع کرو ورنہ سخت تمکو اذیت پہنچاؤں گا پس مسلمانوں کو اس امر میں رئیس کا اتباع درست ہے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب وتوجروا فی یوم الحساب

الجواب - چونکہ مبنی اس درخواست کا ہنود کے مذہب کا احترام اور رعایت ہے مسلمانوں کو اُس کا قبول کرنا یا اعانت وتائید کرنا حرام قریب بہ کفر ہے اور جو شخص اس کے خلاف پر قادر ہو اسکو ایسے امر میں اتباع کرنا بھی حرام اور قریب بہ کفر ہے۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔

سوال - وقتیکہ شمایان در جلسہ مدرسہ عبد الرب صاحب مرحوم تشریف آوردہ بودید پس درآنجا ذو الصاحب یکدوست بندہ تفتیش کردہ بود کہ بیع مضطر بغبن فاحش یا شرائے شے بغبن فاحش جائز است یا نہ جناب درجواب فرمودہ کہ بیع وشراء مضطر غیر مکروہ جائز وصحیح است دریں بارہ عرض کردہ می شود کہ درمختار در آخر بیع الفاسد فرمودہ وفی النتف بیع المضطر وشرائہ فاسد وصاحب ردالمحتار زیر ایں قول تحقیق کردہ وبعد ازاں تحقیق بیع وشراء مضطر بغبن فاحش فاسد گردانیدہ چونکہ عبارت وے طویل بود ازیں وجہ نقل نہ کردہ شدہ۔

(باقی آئندہ)

حصۂ خامسہ حوادث الفتاویٰ

از سنہ ۱۳۳۵ ہجری

(ملاحظہ ہو تمہید حصۂ ثانیہ)

سوال۔ بائسکل گاڑی پر سوار ہونا کیسا ہے ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تھا تو انھوں نے جائز فرمایا اب مجھکو مناسب غیر مناسب ہونے کا خیال ہے البتہ اس سواری میں دو باتیں ہیں ایک عمدہ اور ایک بُری۔ عمدہ یہ کہ راستہ جلد ختم ہو جاتا ہے۔ برائی یہ ہے کہ اسپر سوار ہونے سے وہ انکساری نہیں ہوتی جو پیادہ چلنے میں پائی جاتی ہے۔

الجواب۔ اس سواری میں گو ظاہراً تشبہ کا بھی شبہ ہو سکتا تھا مگر عندالناس اس کا عام ہو جانا اس شبہ کا مزیل ہے اب صرف یہ عارض اس میں محتمل رہا کہ اس سے عجب پیدا ہوتا ہے سو اس کا مقتضا یہ ہے کہ جسکو عجب نہ ہو اُس کیلئے کچھ حرج نہیں البتہ بعض مباحات صلحاؔ و ثقات کے مناسب حال نہیں ہوتے سو بحالت موجودہ یہ سواری ایسی ضرور معلوم ہوتی ہے لہذا تحرز اولیٰ ہے جبکہ صرف مصلحت کا درجہ ہو ضرورت کا نہو اور اگر ضرورت ہو کہ مسافت زیادہ ہے اور وقت کم یا دوسری سواری میں صرف زیادہ ہوگا تو اس صورت میں خلاف اولیٰ بھی نہیں۔

۴ صفر ۱۳۳۵ ہجری

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ناصران شرع متین اس مسئلہ میں کہ علوم روحانی مثلاً علم مسمریزم۔ علم تصور۔ علم مقناطیسی وغیرہ کی بابت شرع شریف میں کیا حکم ہے۔ جائز ہیں یا کہ ناجائز۔ اگر جائز ہیں تو جزوی یا کلی۔ دلائل حوالہ حدیث شریف یا آیت مع خلاصہ تفسیر و تشریح کے تحریر فرمادیں۔

الجواب۔ یہ عمل روحانی نہیں ہیں۔ نہ عملاً نہ اثراً۔ بلکہ دونوں طرح سے اعمال نفسانی ہیں۔ اور چونکہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ فعل مباح بھی اگر متضمن مفاسد کو ہو وہ غیر مباح ہو جاتا ہے اور یہ اعمال متضمن مفاسد کثیرہ اعتقادیہ و عملیہ کو ہیں جیسا تجربہ کار پر مخفی نہیں اس لئے بنا بر قاعدۂ مذکورہ

۳۵

اُن سے ممانعت کی جاویگی۔ اگر مفاسد کی تفصیل پر مطلع ہونا ہو تو زبانی سوال پر ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔

سوال۔ یہاں فی الحال ایک واقعہ پیش آیا ہے ایک شخص مذہب حنفی جو کہ ریلوے لائن پر سے جا رہا تھا پیچھے سے گاڑی نے آکر ٹھوکر ماری جس سے اُس کے ہر دو پا یا زانو ناکام ہوگئے لے اٹھا کر قریب کی مسجد کے سامنے لے گئے وہاں کے پیش امام صاحب (حنفی) کی تحریک سے مجروح نے پانچوں کلمے بخوبی ادا کئے اور اپنے کئے سنے کی معافی کا خواستگار رہا اس کے بعد اسے ہسپتال لیگئے وہاں کچھ مرہم پٹی وغیرہ کیگئی قصہ مختصر قریباً ۹ بجے کے گھائل ہوا تھا اور ساڑھے گیارہ کو جاں بحق تسلیم ہوا جب اُس کے غسل کفن کی تیاری کرنے لگے تو پیش امام صاحب مذکور نے یہ فتوی دیدیا کہ چونکہ مرحوم دو لوہوں کے درمیان دبکر راہی عدم ہوا ہے اسلئے وہ شہید کا درجہ رکھتا ہے اور غسل و کفن کی ضرورت نہیں چنانچہ اسی طرح میت پر جنازہ کی نماز پڑھ کر بے غسل و کفن دفن کی گئی اب سوال یہ ہے کہ آیا شرع محمدی (مطابق مذہب حنفی) کا یہی حکم ہے جو کہ اوپر بیان ہوا یا عکس اسکے غرض جو حکم ہو اس کا فتوی درکار ہے حوالہ کتاب بھی ضرور لکھو تاکہ حجت کی گنجائش نہ رہے ازراہ عنایت اسی سوال نامہ کی پشت پر تحریر فرما کر ارسال فرماویں خدا آپ کو اجر عظیم دیگا۔ جواب کے لئے ٹکٹ چسپاں ہیں۔ والسلام۔

الجواب۔ شہید کی یہ تعریف کسی نے نہیں کی کہ جو لوہے سے ہلاک ہو جاوے بلکہ تعریف اسکی کتب فقہ میں یہ ہے ھو کل مکلف مسلم طاهر قتل ظلما بجارحة ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل مال الی قوله وکذا لو قتله باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسببا او بغیر آلة جارحة او وجد جریحا فی معرکتهم کذا فی الدر المختار۔ اور یہ تعریف اس مجروح پر صادق نہیں آئی پس امام صاحب نے اس فتوے میں سخت غلطی کی واللہ اعلم۔

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(باقی آیندہ)

اور میں نے اُن ہی کی عبارت بعینہ نقل کر دی فی الواقع اس قید کو حذف کر دینا واجب ہے اطلاق الفاظ خاص مادہ تحقق غلطی کو بھی شامل ہے پس اس قید کی کوئی ضرورت نہیں - ۱۸ ذیقعدہ ۳۴ھ

ایک خط مع جواب متعلق بعض مقامات ترجمہ عوارف

(خط) مجدد الملۃ والدین فاضت انہار فیوضہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - القاسم بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۴ھ صفحہ ۱۰ - ترجمہ عوارف المعارف مسمّٰی بہ معارف العوارف میں ایک روایت جو عبداللہ بن حسن سے بتخریج ثعلبی بدیں مضمون مروی ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی وتعیہا أذنٌ واعیۃٌ اھ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان کو محفوظ رکھنے والا بنادے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کچھ نہ بھولا اور نہ ہو سکتا تھا کہ بھولوں اھ - میری نظر سے گذری تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اس قابل نہیں ہے کہ علمائے محققین اسکو اپنی کتابوں میں درج کریں لہذا بذریعہ عریضہ ہذا تفصیلی حالت عرض کر کے امیدوار ہوں کہ اس پر توجہ فرمائی جاوے گی - جب اس روایت کو علامہ حلی شیعی نے ان ہی ثعلبی کے حوالہ سے اپنی کتاب منہج الکرامۃ میں ثبوت امامت علیؓ کیلئے پیش کیا تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں اس کا ان الفاظ سے جواب دیا - ان ھذا موضوع باتفاق اھل العلم والثعلبی وابو نعیم یرویان مالا یحتج بہ بالاجماع - شیخ الاسلام نے اس کے موضوع ہونیکا دعویٰ کیا ہے پس میں چاہتا ہوں کہ اس کو مدلل کروں تاکہ اس کے موضوع ہونے میں کسی کو کلام نہو اور شیعوں کو بھی جرأت نہو کہ وہ اسے سنیوں کی روایت کہکر جاہل سنیوں کو بہکائیں اس کے راوی جو اسکو عبداللہ بن حسن سے روایت کرتے ہیں ابو حمزہ ثمالی ثابت بن ابی صفیہ ہیں اہل سنت نے جو ان پر جرح کی ہیں حسب ذیل ہیں - قال احمد ضعیف لیس بشیٔ وقال ابن معین لیس بشیٔ وقال ابو زرعہ لین وقال ابو حاتم لین الحدیث یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال الجوزجانی واھی الحدیث وقال النسائی لیس بثقۃ وقال عمرو بن حفص بن غیاث ترک ابی حدیث ابی حمزۃ الثمالی وقال ابن عدی

وضعفه بين على رواياته وهو الى الضعف اقرب وقال ابن سعد كان ضعيفا وقال يزيد بن هارون كان يؤمن بالرجعة وقال ابوداؤد جائه ابن المبارك فدفع اليه صحيفة فيها احاديث سوء فى عثمان فردا صحيفة على الجارية وقال قولى لعنك الله وقبح صحيفتك وقال عبيدالله بن موسى كنا عند ابى حمزة الثمالى فحضر ابن المبارك فذكر ابوحمزة حديثا فى عثمان فقام ابن المبارك فمزق ماكتب ومضى وقال يعقوب بن سفيان ضعيف وقال البرقانى عن الدارقطنى متروك وقال فى موضع آخر ضعيف وقال ابن عبدالبر ليس بالمتين عندهم فى حديثه لين وقال ابن حبان كان كثير الوهم فى الاخبار حتى خرج عن حد الاحتجاج به اذا انفرد مع غلوه فى تشيعه وروى ابن على عن الفلاس ليس بثقة وعده السليمانى فى قوم من الرافضة وذكره العقيلى والدولابى وابن الجارود وغيرهم فى الضعفاء هكذا فى تهذيب التهذيب۔ شیعوں کے یہاں جو ان کا مرتبہ اور جو حالت ہے وہ حسب ذیل ہے۔ رجال نجاشی میں ہے۔ كان من خيار اصحابنا وثقاتهم ومعتمديهم فى الرواية والحديث وروى عن ابى عبد الله عليه السلام انه قال ابوحمزة فى زمانه مثل سلمان فى زمانه کشی نے امام رضا سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا ابوحمزة فى زمانه كلقمان فى زمانه صاحب منتہی المقال نے ایک جگہ لکھا ہے الرجل فى اعلى درجات العدالة ۔ دوسری جگہ لکھا ہے۔ الذى ينبغى ان يقال لا اختلاف بين الطائفة فى عدالته ۔ شیخ طوسی بلکہ خود علامہ حلی نے بھی خلاصۃ الاقوال میں اسکے رافضی ثقہ تسلیم کیا ہے غرض کہ کسی شیعی عالم کو اس کے رافضی ہونے میں کلام نہیں ہاں بعض روایتیں ایسی موجود ہیں جن سے اس کی عدالت میں خلل پڑتا ہے وہ یہ کہ نبیذ مسکر پیتے تھے سو اس کو بھی شیعی علماء نے لیپ پوت کر کے خلاصہ یہ نکالا۔ الرجل فى اعلى درجات العدالة ۔ اور الذى ينبغى ان يقال لا اختلاف بين الطائفة فى عدالته ان قول سے معلوم ہوا کہ یہ معمولی درجہ کا شیعی نہ تھا بلکہ مذہب شیعہ کا رکن رکین تھا اور جن علماء نے صرف تضعیف و تلیین پر اکتفا کیا ہے ان کو اس کے تقیہ کے سبب اس کے عقیدہ کا حال نہ معلوم تھا یا وہ سمجھتے تھے کہ رفض کے ساتھ صدق جمع ہو سکتا ہے اور وجہ اس کی یہ تھی

کہ شیعوں کے مسائل اصولیہ وفروعیہ صندوق تقیہ میں بند تھے اس لئے ان کو ان کے پورے خیالات کا علم نہ ہوا اس کے علاوہ انھوں نے حسن ظن سے بھی کام لیا اور سمجھے کہ کوئی شخص جھوٹ کو جائز نہیں سمجھ سکتا۔ بالخصوص افترا علی الرسول کو پس شیعی اگر اپنے مذہب کا بھی پابند ہوگا تو لا محالہ جھوٹ سے پرہیز کریگا کیونکہ جھوٹ کسی مذہب میں جائز نہیں ہو سکتا وہ کیا جانتے تھے کہ رافضی کا سچا ہونا یوں ہی ناممکن ہے جیسے رات کا دن ہونا اس لئے کہ اُن کا مذہب اُنہیں تقیہ کی اس درجہ ہدایت کرتا ہے کہ بجز طالب ہدایت کے کسی سے بدون تقیہ کے بات ہی نہ کیجاوے چنانچہ صاحب من لا یحضر فرماتے ہیں جیساکہ مولوی عبد الشکور صاحب نے منتزہ اور اظہار حق حصہ چہارم میں صفحہ پر نقل کیا ہے۔ لا یکلم الا بالتقیۃ کائنا من کان الا ان یکون مسترشدا فیرشد و یبین۔ پس ثبوت رفض کے بعد ثبوت کذب کی ضرورت نہیں رہی اور ثبوت کذب کے بعد اس کے موضوع ہونے میں کلام نہ رہا بالخصوص جبکہ فضائل اہل بیت اور تائید مذہب رفض میں ہو یہ بھی دلیل اس کے کذب کی ہے کہ انکی احادیث کو محدثین ٹھیک نہ مانتے تھے گو وہ اس کی تاویل کثرت وہم وغیرہ سے کرتے تھے جو کہ حسن ظن پر مبنی تھی نہ کہ واقعیت پر پس یہ حدیث موضوع ہے اور شیخ صاحب عوارف رحمۃ اللہ علیہ نے جو اسے نقل کیا ہے اُسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے یہ دیکھا کہ محدثین اسکی تضعیف وتلیین پر اکتفا کرتے ہیں لہذا یہ حدیث ضعیف ہوگی اور فضائل میں حدیث ضعیف کا نقل کرنا جائز ہے اسلئے نقل کردیا گو یہ اصل فی نفسہ صحیح ہے مگر جبکہ مخالفین ایسی حدیثوں سے اہل حق کے مقابلہ میں احتجاج کرتے اور اُن کو جاہلوں کے گمراہ کرنے کا آلہ بناتے ہیں جو اس دقیقہ کو نہیں سمجھتے کہ فضائل میں ضعف کا تحمل کرلیا جاتا ہے کیونکہ اس سے کسی حکم شرعی پر اثر نہیں پڑتا اس لئے ضرور ہے کہ علماء اپنی تصانیف میں اس مفسدہ کو نظر انداز نہ کریں والسلام۔

الجواب مشفقم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ واقعی ترجمہ کے وقت مجکو اس طرف التفات نہ ہوا تھا میں آپ کے متنبہ کرنے سے شکر گذار ہوا اور حرفاً حرفاً آپ کے مضمون سے متفق ہوکر آپ کی تحریر کو شائع کرنیکا اہتمام کئے دیتا ہوں والسلام۔ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ

سوال) بعالیجناب کرامت مآب برگزیدہ اذکیا پسندیدہ اصفیا جناب مولانا صاحب

دام ظلہم۔ بعد از آرزوئے قدمبوسی واشتیاق دستبوسی معروض خدمت حاشیہ بوسان آستان قدسی نشان می گرداند کہ آں صاحبان در تصنیف خود یعنی بہشتی گوہر درباب عیدین چنیں فرمودہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وتبع تابعین بعد از صلوٰۃ عید دعا نخواستہ اند اگر خواستہ شدہ بودے ضرور نقل کردہ بودے از خواستن عدم خواستن افضل است وحوالہ آنصاحب بہ کتاب بحر الرائق نمودہ است عرض این ست کہ مایان ایں مسئلہ را در بحر الرائق درباب عید نیافتیم ودر مطلب فی دعا در کتاب شامی نوشتہ است من صلی صلوٰۃ ولم یدع فیہا فہی خداج ودیگر قول باری تعالیٰ فاذا فرغت فانصب۔ از آیہ وحدیث ایں سخن معلوم می شود کہ دعا در پس ہر نماز می باید کرد ہنوز ایں چنیں عرض است کہ آنصاحب توفیق کلام خود وحدیث وآیہ شریف می باید کرد کہ شک مایان رفع شود عنایت باشد از جواب سرفراز فرمایند گستاخی معاف فرمایند چراکہ درباب دین ایں امر اولیٰ است۔

(الجواب) السلام علیکم بہشتی زیور تصنیف مستقل نیست بلکہ تلخیص است از علم الفقہ پس ناقل از علم الفقہ کہ مولفش زندہ ہستند گو علم الفقہ ناقل از دیگر جا باشد پس بذمہ ناقل تصحیح نقل می بود تصحیح نقل از علم الفقہ است وبذمہ علم الفقہ تصحیح نقل از بحر الرائق ست ما ذمہ دار نیستیم ایں کلام بود متعلق نقل وتصحیح آں اما نفس مسئلہ پس اقرب الی کلیات الشرع ہماں است کہ شما نوشتہ اید وعمل من واکابر من موافق ہمیں ست یعنی بعد نماز عیدین دعا معمول ست بہرحال ہر قدر کہ مضمون بہشتی گوہر معارض قواعد ست از آں رجوع میکنم والسلام۔

[illegible] ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ہجری

فصل دہم در تحقیق صوم ۲۷ رجب

بہشتی زیور حصہ ششم میں اس کے متعلق یہ لکھا گیا ہے " اس کو عام لوگ مریم روزہ کا چاند کہتے ہیں اور اس کی ستائیس تاریخ میں روزہ رکھنے کو سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں اگر نفل روزہ رکھنے کو دل

ترجیح الراجح فصل دہم

چاہیے اختیار ہے خدائے تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیدیں اپنی طرف سے ہزار یا لاکھ مقرر نہ سمجھے اھ" اس عبارت سے شبہ پڑتا ہے کہ اس کی نہ قوی اصل ہے اور نہ ضعیف سو چونکہ ضعیف اصل اسکی پائی گئی ہے اس لئے **الامداد بابت ماہ رجب سنہ ۱۳۳۴ھ** میں اسکی مزید تحقیق کردی گئی جو بعینہ ذیل میں منقول ہے "

اس ماہ کی ۲۷ میں یہ اعمال مروج ہیں۔

نمبر ۱۔ روزہ جسکی روایات پر شیخ دہلوی رح نے ماثبت بالسنہ میں سخت جرح کی ہے صرف ایک روایت کو جو کہ ابوہریرہ رض سے موقوفاً وارد ہے جس میں اس روزہ کو برابر ساٹھ ماہ کے روزوں کے کہا گیا ہے شیخ نے سب سے امثل اور غنیمت کہا ہے لیکن پھر بھی ختم روایت پر یہ فرمادیا **فہذہ احادیث ذکرت فیما حضر عندنا من الکتب ولم یصح منہا علی ما قالوا شئی وغایتہا الضعف وجلہا موضوع**۔ مگر شیخ ہی نے ایک حدیث بروایت ابن ابی شیبہ وطبرانی حضرت عمر رض سے نقل کی کہ حضرت عمر رض صوم رجب پر لوگوں کے ہاتوں پر مارتے تھے اور جبراً کھانے میں ڈلواتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ماہ جاہلیت میں معظم تھا اسلام میں متروک ہوگیا۔ خیر اگر کوئی روزہ ہی رکھے تو ایک تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہ سمجھے ابوہریرہ رض کا سمجھے دوسرے اس کو ہزاری یعنی ہزار روزہ کے برابر ثواب میں نہ سمجھے کہ اس میں منقول کی تغییر ہے تیسرے اسکو حدیث صحیح کے برابر نہ سمجھے غایت سے غایت ضعیف سمجھ لے اور اس کو بھی کسی فقیہ سے تحقیق کرکے کہ حضرت ابوہریرہ رض کے بیان فضیلت اور حضرت عمر رض کی ممانعت میں عملاً کس کو ترجیح ہوگی اھ۔

پس اصل تو ظاہر ہوگئی باقی روزہ رکھنا نہ رکھنا اس میں بوجہ تعارض فتویٰ حضرت عمر رض وحضرت ابوہریرہ رض کسی محقق عالم سے تحقیق کرکے عمل کرے قواعد سے اتنی گنجائش ہے کہ جاہلیت کی تشبہ کی بناء پر صوم کو منع کیا جاوے اور اب چونکہ یہ تشبہ نہیں رہا اسلئے اجازت دیجاوے بہرحال اس روزہ کو عملاً منع نہ کیا جاوے مگر عقیدہ کی اصلاح کردی جاوے فقط ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۴ھ

تمام شد حصہ چہارم ترجیح الراجح

حصہ پنجم ترجیح الراجح

از سنہ ۱۳۳۵ ہجری

(ملاحظہ ہو تمہید حصہ دوم)

رفع سبابہ کو سلام کے وقت تک رکھنے کی کیا دلیل ہے میں نے بہت تلاش کی مگر نہ ملی مگر یہ مولانا عبدالحی صاحب نے تعلیق الممجد میں ملا علی قاری کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے والصحیح المختار عند جمہور اصحابنا ان یضع کفیہ علی فخذیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالمسبحۃ رافعا لہا عند النفی واضعا عند الاثبات ثم یستمر علی ذالک لانہ ثبت العقد عند ذالک بلا خلاف ولم یوجد امر بتغییرہ فالاصل بقاء الشی علی ماھو علیہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع سبابہ صرف نفی کے وقت ہونا چاہئے بعدہ اس کا وضع چاہئے اور اسی طرح حلق مع وضع سبابہ اخیر صلوٰۃ تک چاہئے اور جو حدیث ترمذی کے ابواب الدعوات میں ہے اس سے رفع سبابہ الی آخر الصلوٰۃ ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبض اصابع وبسط سبابہ اخیر صلوٰۃ تک چاہئے بہرکیف رفع سبابہ الی آخر الصلوٰۃ کی کوئی روایت باوجود سعی کے نظر سے نہ گذری۔

الجواب

واقعی بقاء اشارہ میں روایت ترمذی کی صریح نہیں گو محتمل ہے اور ملا علی قاری رح کی عبارت کا مدلول بھی واقعی قبض اصابع وبسط سبابہ ہی کا بقاء ہے نہ کہ اشارہ کا پس میں بہشتی زیور کے مضمون سے رجوع کرتا ہوں اور اس کو اس طرح بدلتا ہوں تشہد میں لا الٰہ کے وقت انگلی اٹھاوے اور الا اللہ پر جھکا وے مگر عقد اور حلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے۔ وجزاکم اللہ علی ھذا التنبیہ۔

یکم صفر ۱۳۳۵ھ

(باقی آئندہ)

فصل اول در تحقیق بقاء اشارہ یا عقد اصابع در تشہد تا آخر صلوٰۃ ۱۲

ذکر وشغل اور محنت ومجاہدہ جو کچھ بھی راتوں اور دنوں کرتا تھا خالص خدا کے لئے کرتا تھا مگر جس خدا کے لئے کرتا تھا اُس کا قرب جبہ برابر بھی نظر نہ آتا تھا۔ یہ نہیں کہ اسکو قرب حاصل نہوتا تھا کہ محنت کسی کی ضائع نہیں جاتی مگر چونکہ اس کے صبر واستقلال کی پوری جانچ منظور تھی اس لئے اسکو قرب کی جھلک بھی نظر نہ آتی تھی اور ایسا بنا ہوا تھا کہ گویا نہ مومن ہے نہ موحد۔ ایسی کس مپرسی کے عالم میں ممکن تھا کہ عبادت ومجاہدہ کو بے سود سمجھکر چھوڑ بیٹھتا مگر با ایں ہمہ وہ اپنے کام سے باز نہ آیا اور جمے ہوئے پاؤں کو لغزش بھی نہوئی حصول کی جگہ امید حصول ہی کو اُس نے مطمح نظر بنایا اور دیکھتا ہوا اپنے کام میں لگا رہا کہ ؎

اگرچہ دور افتادم بایں امید خورسندم		کہ شاید دست من بار دگر جانان من گیرد	

اسلئے کہ جو کچھ بھی کر رہا تھا خالص ذات حق کیلئے کر رہا تھا اور عاشقانہ ومحبانہ کر رہا تھا نہ قرب وانوار ومشاہدات کیلئے اور عاشق ذات تھا نہ عاشق قرب وانوار۔ طالب رضا تھا کہ جو بھی مرضی ہو وہی عین رضا ہے لہذا قبض کے حالات میں جو حال بھی پیش آیا اسپر صابر بنا رہا بلکہ اسکو فرستادہ سرکاری اور رضاء حق کا مصداق سمجھکر اسکی مدارات میں لگا رہا۔ اسکا مشرب یہ تھا

؎ فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب ٭ کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

اسی طرح طرح کی مصیبتوں پر صبر کرنا ان کی عالی حوصلگی ظرف واستقلال کی علامت تھی کیونکہ انھوں نے جان لیا تھا کہ مشقتہائے گوناگوں پر صبر کرنا ان کے قلب کی دوا ہے کہ بغیر تلخی وناگوارندگی کے برداشت کئے بیماریاں دور نہیں ہوا کرتیں اور حزن ودل شکستگی کی بوقلموں تکلیفوں کا جھیلنا قلب کو غبار سے صاف اور محبوب حقیقی کے قریب کرنے کا سبب ہے کہ سونا اور چاندی جب تک آگ میں خوب تپایا اور آہنی چوٹ سے بار بار پیٹا اور کوٹا اور تار بنا کر جنتری کے باریک سوراخوں میں کھینچ کھینچ کر سیدھا نکیا جاوے اسوقت تک اس قابل نہیں ہوتا کہ بالیا بنکر محبوب کے کانوں میں لٹکے یا ہار بنکر سینہ سے آلپٹے۔ کیمیاگر چونکہ جانتا ہے کہ مال ومتاع غارت کئے اور چین وآرام کو خیرباد کہے بغیر اکسیر ہاتھ نہیں لگا کرتی لہذا وہ نقصان اور تکلیف سے برگشتہ بھی نہیں اکتاتا پھر کیسے ممکن ہے کہ طالب حق اپنے مقصود کی طلب میں ان تکلیفوں سے گھبرا جائے جو منزل میں اس کو پیش آتی ہیں مگر حصول مقصود کا وسیلہ وپیش خیمہ بنتی ہیں ؎

طلب گار باید صبور و حمول | کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

نیز یہ حضرات جانتے ہیں کہ خوبی و بھلائی امتحان کے بعد ہی نصیب ہوگی تو جس پھول کو حاصل کرنا کانٹوں کے زخم کھائے بغیر ممکن نہ ہو اس کے کانٹے تو پھول ہی کی طلب و شوق کی طرح مطلوب و محبوب ہونے چاہئیں ۵

بر نداز برائے دلے بارہا | خورند از برائے گلے خارہا

اگر نشہ شراب کا کسی کو محبوب ہوگا تو ظاہر ہے کہ تلخی شراب و عارضی دوران سر سے منہ نہ پھیرے گا ۵

دمادم شراب الم در کشند | اگر تلخ بینند دم در کشند

غنیمت ہے کہ انوار و تجلیات نظر نہ آنے پر عبادت میں لگے رہنے کا امتحان کافی سمجھ لیا گیا ورنہ اگر یہ حالت ہوتی کہ جتنی عبادت کرتے اسی قدر بُعد بڑھتا اور جتنا قرب چاہتے اسی قدر دوری ہوتی اور پھر جانچ کیجاتی کہ جمنے والا ہے یا ڈگنے والا اور سچا طالب ہے یا جھوٹا تو بڑی مصیبت تھی اور کٹھن معاملہ تھا۔ تاہم ایسا ہوتا تب بھی پہاڑ کی طرح اٹل رہنے والے سچے طالبوں کی یہی شان تھی کہ طلب سے باز نہ آتے اور محبوب کی اس چھیڑ چھاڑ کو ناز و دلال سمجھکر اپنے کام سے باز نہ آتے۔ طلب میں فتور آئے بغیر یوں کہتے ہوئے آگے قدم بڑھاتے کہ ۵

ارید وصالہ و یرید ھجری | فاترک ما ارید لما یرید

کہ میں وصال چاہتا ہوں اور محبوب ہجر چاہتا ہے مگر میں چونکہ اس کی رضا کا طالب ہوں اس لئے اسکی خواہش کے سامنے اپنی خواہش چھوڑ دیتا ہوں کہ کسی طرح آپ راضی رہیں باقی پھر تو جو کچھ گذرے گی اسکو جھیل ہی لیں گے کہ پیدا ہی اسلئے ہوئے ہیں۔ ایک بزرگ کا حال لکھا ہے کہ راتوں مجاہدہ کرتے اور دنوں روزہ رکھتے تھے مگر روزانہ آواز آیا کرتی کہ اے شخص تو کافر ہو کر مریگا۔ مرحبا اسکی استقامت پر کہ پھر بھی اپنے کام سے باز نہ آیا اور شب بیداری میں ایک لحظہ کی بھی کمی نہ آنے دی آخر جب ایک مدت اسی حال پر گذری تو شیخ سے ذکر کیا اور اندرونی صدمہ کا اظہار معالج پر کرنا ضروری سمجھا۔ شیخ تو ان گھاٹیوں کو قطع کر چکا تھا لہذا مسکرا کر فرمایا کہ میاں یہ دشنام محبت ہے اسکو سنکر بددل نہ ہونا کہ پختگی کے خلاف ہے۔

(باقی آئندہ)

نصح الاخوان فی صروف الزمان

یعنی

الاحکام الوقتیہ

(باعتبار بعض حالات عارضہ)

بابت جمادیین ۱۳۳۵ھ

عمود اس مضمون کا ایک آیت اور ایک حدیث ہے آیت یہ ہے ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون ۰ ترجمہ ظاہر ہو گئی خرابی خشکی میں اور دریا میں بسبب لوگوں کے اعمال (بد) کے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو انکے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجاویں۔

اور حدیث یہ ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (ترجمہ) انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایسی چیز کو ترک کردے جس میں کچھ فائدہ نہو۔

آجکل عامہ مصائب کے غلبہ سے مثل قحط و وبا و طاعون و امراض و ناداری و تنازع و تقاطع جو کچھ لوگوں کو پریشانی ہے اور خصوص متعدد دولتوں کی باہمی آویزش کی آثار کے تعدیہ سے تمام معاملات متعلقہ آفاقیہ و انفسیہ پر جو اثر ہے وہ مشاہد ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے بھائیوں نے اسکی اصل علم پر کہ اوپر کی آیت میں مذکور ہے نظر نکرکے جسکا نتیجہ توبہ و استغفار و اصلاح اعمال و شغل آخرت ہوتا بقول مولانا العارف الرومی رحمہ اللہ ۵

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند	آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
بے خبر بودند از حال درون	استعیذ اللہ مما یفترون
دید از زاریش کو زار دل ست	تن خوش ست اما گرفتار دل ست
علتش پیدا ست از زاری دل	نیست بیماری چو بیماری دل

اسکی اصل تدبیر سے جو کہ اوپر مذکور ہے یعنی توبہ استغفار و اصلاح اعمال و شغل آخرت اغفلت کی

۵ چونکہ یہ مضمون بوجہ نفع ہونیکے قابل تعجیل تھا اسلئے ان دونوں ماہ کے میں پہلے درج کرکے پھر ان دونوں مہینوں کے پرچہ میں ان کا حوالہ دیدیا جاوے گا اور اتفاقات حسنہ سے سنہ گذشتہ کے جمادیین کے احکام وقتیہ میں بھی اسی قبیل کا مضمون یعنی قحط و وبا کے متعلق رسالہ خامیں لکھا گیا تھا ۱۲ منہ

اور لا یعنی قصوں میں مشغول ہو کے جس سے اوپر کی حدیث میں ممانعت آئی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا

کہ ؎ مرجہ کردند از علاج واز دوا ۔ رنج افزوں گشت و حاجت ناروا

یعنی ع مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی۔ مختصر فہرست اُن لا یعنی امور کی یہ ہے جن میں ناواقف مشغول ہیں اور بزعم خود ان کو اُن پریشانیوں کا علاج سمجھتے ہیں۔

نمبر ۱ (بعضے شب و روز اخباروں کا تذکرہ اور مشغلہ رکھتے ہیں، اور خود ہی کچھ رائیں قدیم کر کر کے اپنے ذہن میں جس کو چاہیں غالب جسکو چاہیں مغلوب بنا لیتے ہیں گویا تمام سلطنتوں نے فیصلہ کیلئے ان کو حج مقرر کر دیا ہے سو یہ کتنا بڑا خبط اور خلل دماغ ہے ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ ۔ بر نتابد کوہ را یک برگ کاہ

مشہور مقولہ ہے ایاز قدر خود بشناس آج کل کے اکثر اخباروں میں جو کچھ دینی خرابیاں ہیں وہ بقدر کفایت رسالہ **اخبار بینی** میں مذکور ہوئی ہیں جسپر بعض اڈیٹروں نے بے حد غل مچایا تھا مگر واقعات نے مشاہدہ کرا دیا کہ درحقیقت اخباروں میں انہماک رکھنے والے حدود شرعیہ سے ضرور متجاوز ہو جاتے ہیں چنانچہ اُس کا ایک نمبر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے "کسی کے معاملہ میں خواہ مخواہ دخل اور مشورہ دینا خواہ کوئی پوچھے یا نہ پوچھے حتی کہ سلطنتوں کے معاملات میں فضول اوراق سیاہ کیے جاتے ہیں جس کا کوئی مقصد بجز اشتغال اور جولانِ فکر کے نہیں اس کا ضرر بھی کسی درجہ میں حدیث رابع میں مذکور ہوا ہے" یہ وہی حدیث ہے جو مضمون ہذا کی تمہید میں مذکور ہے یعنی من حسن اسلام المرء یہ تو اُس وقت ہے جب محض فضول ہی کی حد تک ہو اور کبھی فضول سے گذر کر مضر تک نوبت پہونچ جاتی ہے مثلاً کوئی خبر غلط شائع کر دی یا صحیح خبر کچھ تغیر کی ساتھ نقل کر دی یا باوجود عدم تغیر اُس سے کوئی خطرناک نتیجہ اپنی رائے سے نکالکر ناظرین یا سامعین کے خیالات کی تشویش کا سبب اُس کو بنا دیا جس کے مذموم ہونیکو حق تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے اور گویا یہ آیت ایسے اخبار کے نتائج کا پورا فوٹو ہے وہ یہ ہے۔ واذا جاء ھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم الآیۃ ترجمہ (اور جب ان لوگوں کو کسی امر موجب امن یا خوف کی خبر پہونچتی ہے تو انکو

مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اُس کو رسول کے اور جو اُن میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں اُن کے اوپر حوالہ رکھتے تو اُس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو اُن میں اُس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔ محققین کا مسلک اس باب میں یہ ہے ؎

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش		رموز مصلحت ملک خسرواں دانند	

(نمبر ۲) بعضے لوگ کوئی رائے قایم نہیں کرتے مگر ایسے امور کا جا بیجا چرچا کر کے اہل حکومت کو بھی پریشان کرتے ہیں اور اپنے کو یا دوسرے اپنے بھائیوں کو بدگمانی کا شکار بناتے ہیں بقول سعدی رح ؎

نمی بینی کہ گاوے در علف زار		بیالاید ہمہ گاوان دہ را	

اور یہ دونوں امر شرعاً ناپسندیدہ ہیں۔ بخاری کی حدیث میں ہے۔ عن جبیر بن مطعم ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال فی اساری بدر لو کان المطعم بن عدی حیا ثم کلمنی فی ھؤلاء النتنی لترکتھم لہ۔ مشکوٰۃ الفصل الاول من باب حکم الاسراء۔ (ترجمہ) جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کے بارہ میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر مجھ سے ان گندوں کے باب میں (سفارشی) کلام کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو رہا کر دیتا۔

یہ مطعم بن عدی غیر مسلم ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایک احسان کو یاد کر کے کہ انھوں نے واقعہ طائف میں آپ سے مشرکین کی مدافعت کی تھی یہ ارشاد فرمایا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اپنا محسن اگر غیر مسلم بھی ہو تب بھی اُس کا احسان ماننا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے جس کا اتباع اہل اسلام پر لازم ہے پس جس حالت میں اہل حکومت کی طرف سے متعدد انواع کی راحت و آسایش و امن کا انتظام ہمارے لئے کیا جاتا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہمکو مذہبی آزادی دیجاتی ہے تو اُن کو بلا وجہ بر ہم کرنا یا فکر میں ڈالنا بالیقین شریعت کے خلاف ہے اسی طرح حکم شرعی ہے اتقوا مواضع التھم کما فی کنوز الحقائق عن تاریخ البخاری علی ما اخبرنی بعض احبابی الثقات یعنی شبہات کے مواقع سے بچا کرو تو جب نیت بھی صاف ہے پھر بھی اپنے کو بدگمانی کا مورد بنانا اس حکم

شرعی کی مخالفت ہے اسی طرح حکم شرعی ہے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی اسلام میں نہ خود ضرر میں واقع ہونا روا ہے نہ دوسرے کو ضرر میں واقع کرنا روا ہے پس اپنے کسی فعل سے دوسرے بھائیوں کو یہ ضرر پہونچانا کہ بے احتیاطی ایک کرے اور حکومت کو گمان ہو کہ اور مسلمان بھی ایسے ہی ہوں گے اس حکم شرعی کے خلاف کرنا ہے۔

(**نمبر ۳**) بعضے علانیہ حکومت پر خردہ گیری اور خفیہ اس کے خلاف کی تدبیریں اور سازش کے خیالات سوچکر اپنے دل کو ٹھنڈا کرتے ہیں اس خردہ گیری کے جو نتائج ہیں ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو ہر طرح حکومت کے دائرہ میں مقید ہو کسی طرح ان نتائج کا متحمل نہیں ہو سکتا تو پھر اس پر اقدام کرنا صریح مخالفت کرنا ہے حدیث ذیل کی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قیل یا رسول اللہ وکیف یذل نفسہ قال یتحمل من البلاء لما لا یطیقہ رواہ الترمذی (ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو زیبا نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے پوچھا گیا یا رسول اللہ اپنے کو کس طرح ذلیل کرے فرمایا کہ ایسی بلاء کو اپنے سر لے جسکی برداشت کی اس کو طاقت نہو۔

پس ایسی حرکت کرنا سراسر بلاء میں پھنسنا اور ذلت و خواری اٹھانا ہے جو کہ بروئے حدیث بالا غیر مشروع ہے اور سازش کی حرکت ایسی حالت میں کہ حکومت کے ساتھ معاہدہ قایم ہے سراسر غدر اور بدعہدی ہے جس کا حرام ہونا شریعت محمدیہ میں صریح ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں بھی ہے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الغادر ینصب لہ لواء یوم القیمۃ فیقال ھذہ غدرۃ فلان بن فلان متفق علیہ مشکوۃ باب ما علی الولاۃ۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غدر کرنے والے کیلئے قیامت کے روز ایک جھنڈا کھڑا کیا جاویگا اور کہا جاوے گا کہ یہ علامت ہے فلاں شخص کے غدر کرنے کی (یعنی اس کی خوب رسوائی ہوگی)۔

ف مناسبت مقام اس بارہ میں اپنی سابق دو تحریریں ایک ترکی کی شرکت کے قبل کی اور ایک اُس شرکت کے بعد کی نقل کرتا ہوں تاکہ ناواقفوں کو واقفیت ہو۔

تحریر اول (سوال) اس وقت برطانیہ اور جرمن میں جو جنگ برپا ہے اُس سلسلہ میں واقعات سے برطانیہ اور ترکی میں بھی جنگ کی صورت واقع ہونے والی معلوم ہوتی ہے لیکن اسمیں دو امر یقینی ہیں ایک تو یہ کہ یہ جنگ مذہبی نہیں ہے محض ملکی ہے چنانچہ واقعات کی حقیقت جاننے والوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں دوسرے یہ کہ برطانیہ نے یہ پورا اطمینان دلایا ہے کہ جو مقامات متبرکہ اہل اسلام کے ہیں اُن پر دست اندازی ہرگز نہ کی جاویگی اُن کا پورا ادب اور احترام ہر حال میں قایم رکھا جاوے گا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں اہل ہند میں سے کسی مسلمان کو برطانیہ سے بغاوت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

جواب۔ قال اللہ تعالیٰ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق الآیہ یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہے خدا تعالیٰ کا کہ اگر اہل ایمان تم سے دین کے معاملہ میں مدد چاہیں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے مگر ایسی قوم کے مقابلہ میں اُن کو مدد دینا جائز نہیں کہ تمھارے اور اُس قوم کے درمیان معاہدہ ہو اور مسلمانان ہند و سلطنت برطانیہ میں باہم امن وامان کا معاہدہ چلا آرہا ہے اس لئے مسلمانان ہند کو برطانیہ سے بغاوت کرنا حرام اور گناہ ہے مسلمان ہرگز اس کا ارتکاب نہ کریں بلکہ اپنے وفاے عہد پر قایم رہیں خدا تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا یعنی عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی نسبت (قیامت میں) باز پرس ہوگی (کہ تم نے غدر تو نہیں کیا)۔

تحریر ثانی (بہ تصحیح ایک ایسے ہی مضمون کے) واقعی مسلمانوں پر وفاے عہد فرض ہے اور غدر حرام ہے قرآن وحدیث کی نصوص بکثرت اس مضمون کی موجود ہیں موجودہ حالت میں مسلمانوں کو امن وسکون کے ساتھ گورنمنٹ کا مطیع ومنقاد بنکر رہنا چاہئیے۔ فقط

وہ دونوں تحریریں ختم ہوئیں اور یہاں دو شبہوں کا رفع کرنا ضروری ہے ایک یہ کہ حکم مذکور یعنی غدر کا حرام ہونا ترکی و برطانیہ کی باہم مزاحمت یا ترکی و شریف کی باہم مخالفت سے بدل نہیں گیا گو تعلق اسلامی کے سبب یہ واقعات موجب رنج ہوں مگر احکام شرعیہ جس طرح نشاط کی حالت میں واجب العمل ہیں اسی طرح رنج کی حالت میں بھی پس حالات مذکورہ میں بھی غدر حرام ہے یہ تو ایک عامیانہ شبہ کا رفع تھا۔ دوسرا ایک خاصیانہ شبہ کا رفع ہے وہ یہ کہ معاہدہ جس طرح قالاً ہوتا ہے اسی طرح حالاً بھی پس مدت دراز سے جو معاملہ مسلمانان ہند اور گورنمنٹ کا ہے وہ بالیقین معاہدہ کی دلیل ہے اگر یہ معاہدہ نہیں ہے تو کیا وجہ ہے گورنمنٹ سے اپنے بعض استغاثات اور بعض حقوق کی درخواست کو اسی معاہدہ پر مبنی کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہمسے آزادی مذہبی کا وعدہ ہے تو ہمکو فلاں امر میں آزادی عطا ہونا چاہیئے تو یہ کیا بات ہے کہ گورنمنٹ سے حقوق طلب کرنے میں تو اُس کو معاہدہ قرار دیا جاوے اور گورنمنٹ کے حقوق ادا کرنے میں اس کو معاہدہ نہ کہا جاوے تحقیق یہی ہے کہ دونوں شقوں میں وہ معاہدہ ہے جس میں وفاداری واجب ہے اور یہاں تو اس معاہدہ میں حکومت کی جانب سے بھی انتظام راحت ہو رہا ہے تو محکومین پر وفاے عہد کیوں نہ واجب ہوگا اسلامی تعلیم تو یہاں تک ہے کہ اگر حکومت کی جانب سے کوئی تکلیف بھی پہونچے تب بھی حکام کے لئے زبان سے بددعا میں مشغول ہونے تک کی اجازت نہیں مقابلہ تو در کنار چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ کی یہ آخری حدیث ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول انا اللہ لا الٰہ الا انا مالک الملوک وملک الملوک قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمۃ والرافۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخط والنقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تمام بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں اور بے شک بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں میں اُن کے بادشاہوں کے دلوں کو مہربانی اور شفقت کے ساتھ اُن پر پھیر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں میں اُن بادشاہوں کے دلوں کو ناخوشی اور انتقام کے ساتھ پھیر دیتا ہوں پس وہ اُن کو سخت تکلیف پہونچاتے ہیں سو تم اپنے کو بادشاہوں کے لئے بددعا کرنے میں مت لگاؤ لیکن اپنے کو ذکر اللہ اور نیازمندی میں لگاؤ تاکہ میں تمہارے لئے کافی ہو جاؤں۔ روایت کیا اس کو ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں۔

تذکیر مضمون ہذا کے شروع میں جو آیت منقول ہے اُس کے آخری جملہ لعلہم یرجعون سے جس طرح اس رجوع و توبہ کا ان مصائب کے لئے غایت و حکمت ہونا ثابت ہوتا ہے اس مضمون کے ختم پر جو حدیث ابھی منقول ہوئی ہے اُس سے اس توبہ و رجوع کا علاج و تدبیر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ اُس کے ترجمہ سے جو کہ اُس کے ساتھ لکھا گیا ہے ظاہر ہے پس خلاصہ تعلیم اسلامی کا ایسی حالت کے متعلق یہ ہوا کہ منشا ان کلفتوں اور مصیبتوں کا اپنے اعمال سیئہ کو سمجھ کر دعا واستغفار و ذکر اللہ و اصلاح اعمال و اشتغال طاعات میں مشغول ہوں اور کوئی امر قوم یا ملک یا ملوک کے ساتھ خلاف شرع نہ کریں اور اعمال سیئہ کا سبب مصائب ہونا اور اعمال صالحہ و دعا و ذکر و استغفار کا اُن کے لئے علاج ہونا اگر مفصلاً معلوم کرنا ہو تو بندہ کے رسائل ذیل کا مطالعہ فرمایا جاوے۔

علاج القحط والوباء + جزاء الاعمال + الاستبصار + اخبار الزلزلہ اور اکثر مواعظ احقر کے وہو المذکور فی ہذہ الابیات ہ

ابر ناید از پے منع زکات	وز زنا افتد وبا اندر جہات
ہر چہ بر تو آید از ظلمات و غم	آں ز بیباکی و گستاخی ست ہم
غم چو بینی زود استغفار کن	غم بامر خالق آمد کار کن

وھذا آخر الکلام فی ھذا المرام

أمر برقمہ

اشرف علی عفی عنہ

فی ربیع الاول للجمادین من سنۃ ۱۳۳۵ ہجری

ارشاد حضرت حافظ رح

در حاصل رسالہ

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منے
فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

بگوشہ بنشیں سرخوش و تماشا کن
ز حادثات زمانے رخ شکر دہنے

بروز واقعہ غم با شراب باید گفت
کہ اعتماد بکس نیست در چنیں زمنے

الاحکام الوقتیہ

بابت ربیع الثانی ۳۵ھ

الامداد جلد اول نمبر ۱ ملاحظہ ہو نیز اساس الاربعین کا صفحہ ۲۲ و ۲۳ مطالعہ کیا جاوے۔

اضافہ متعلقہ مضمون ربیع الاول ۳۵ھ

ان چار رسالوں کی ساتھ ایک پانچواں نوتصنیف رسالہ بھی مطالعہ فرمایا جاوے۔ شبنم دور اور ان پانچوں کے مجموعہ کی تلقیب حواس خمسہ سے مناسب ہے۔ ۱۵ ربیع الاول

اشرف علی عفی عنہ

المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ

یعنی

شرعی احکام کی عقلی مصلحتیں

احکام شرعیہ میں جسقدر حکمتیں و مصلحتیں ہیں ان کا لحاظ تو ظاہر ہے کہ طاقت بشریہ سے خارج ہے لیکن چونکہ احکام کی کچھ مصلحتیں ہوجانے سے ان کے امتثال میں آسانی ہوجاتی ہے اسلئے حکیم الامت حضرت قبلہ و کعبہ مولانا مولوی اشرف علی صاحب دام ظلہم نے ایک کتاب جسمیں بہت سے احکام شرعیہ مثل وضو نماز روزہ اور نماز کے پانچ وقت مقرر ہونے اور وضو میں ہر عضو کو کئی کئی بار دہونے اور کتے اور تصویر کے ہونے کی وجہ سے فرشتوں کا نہ آنا حج زکوۃ وغیرہ کی مصلحتیں قواعد شرعیہ کے [illegible] زمانہ میں اپنے طرز کی ایک ہی کتاب ہے کہ مصالح و اسرار کے بیان کے ساتھ قواعد شرعیہ [illegible] ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا آجکل اکثر طبائع کیلئے بجا آوری احکام میں انشاء اللہ سہولت پیدا کردیگا۔ ایک حصہ بحمد اللہ چھپکر تیار ہوگیا ہے قیمت حصہ اول اصلی ۹ر رعایتی ۸ر شائقین جلد سے جلد فرمائش ارسال فرماویں ورنہ بعد ختم ہوجانے کے کف افسوس ملنا پڑیگا۔

الحمد للہ کہ سلسلہ تسہیل المواعظ۔ کا بھی حصہ اول تیار ہے جسمیں تین وعظوں کی تسہیل ہے۔ اوس کی پوری حالت الامداد محرم ۳۵ھ کے ٹائیٹل پر بیان کردی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائی جاوے قیمت حصہ اول اصلی ۱۲ر رعایتی ۱۰ر سب کل ہکتابت ملنے کا پتہ دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

اصول ومقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائیٹل پیج ۲ جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی زیادہ جائیگا۔ رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ ۱عہ ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے ۱۴ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۴ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ [illegible] ذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب بطور [illegible] رسالہ [illegible] لکھے تو بقایا قیمت واپس کر دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادر زادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتے ہیں۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہیے جو صاحب خریداران رسالہ میں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالۃ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا والحدیثان

امتثالاً للآیة کہ دال است بر مطلوبیت زیادت در علوم وامداداً للحدیث
کہ دال است بر مندوبیت تجمیعے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ و دائرہ
یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی و فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و تربیة السالک
فی الاحوال الخاصة من سلوک ولا رفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامة منہ و ملفوظات خبرت
فی الفوائد المختلفة النقلیة والعقلیة کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم است
باز جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ بلقب صمیمہ
مشہور است بہ تبرک بنام نامیش و نیز خاصہ الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل است

عدد ۱ | بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ ہجری | جلد ۲

بادارۂ الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدش امداد نام	یافت از امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۵

جو

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔

(نائب مدیر)

رہے تصوف تو اس وقت لکھے پڑھے بھی صرف ظاہر کو لئے ہیں۔ اور جنھوں نے باطن کو لیا انھوں نے ظاہر کو چھوڑ دیا تو گویا تقسیم کر لیا ہے کہ جو ظاہر کو لیں وہ باطن کو چھوڑ دیں اور جو باطن کو لیں وہ ظاہر کو چھوڑ دیں اور بعض نے دونوں کو چھوڑ دیا وہ نہ نماز روزہ کریں۔ نہ تصفیۂ باطن بلکہ حب دنیا و حب جاہ میں غرق ہیں اور یہ تینوں قسم کے لوگ تصوف سے بمراحل دور ہیں غرض تصوف اصلاح ظاہر و باطن کا نام ہے نہ کہ رسوم کا۔ بلکہ احوال متعارفہ کا نام بھی نہیں یہ احوال اگر نہ بھی ہوں تو نسبت مع اللہ پیدا ہو سکتی ہے جسکا اثر یہ ہے کہ طاعت میں سہولت ہو اور دوام ذکر پر توفیق ہو۔

رہے رسوم کہ قبر پر کپڑے چڑھانا عرس کرنا کپڑے رنگین پہننا سماع سننا سو اس کو کوئی تعلق تصوف سے نہیں ہے اور احوال اگرچہ کبھی مقامات پر مترتب ہو جاتے ہیں لیکن وہ تصوف کے اجزاء یا اس کے لوازم سے نہیں۔ اب لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر ذکر میں کبھی ان کو وجد وغیرہ ہونے لگے۔ تو سمجھتے ہیں کہ اصل مقصود حاصل ہو گیا اور اگر نہ ہو تو سمجھتے ہیں کہ کچھ فائدہ ہی نہیں ہوا حالانکہ ذکر سے مقصود یہ نہیں بلکہ حقیقی مقصود یہ ہے کہ حکم ہے کہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ جسکا ظہور آخرت میں ہوگا اور عاجل مقصود یہ ہے کہ کثرت ذکر سے نسبت مع اللہ ہو جاوے اور اس سے سہولت فی الطاعۃ ہو تو یہ ایک غلطی تو متصوفین کو ہوئی دوسری غلطی منکرین کو ہوئی کہ انھوں نے صوفیہ کو خشک دماغ بتایا حالانکہ وجد وغیرہ کا سبب یہ نہیں ہے اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کہ کبھی اس میں تھوڑا دخل احوال طبعیہ کو بھی ہوتا ہے لیکن ہمیشہ اور ہر حالت کو ایسا سمجھنا سخت غلطی ہے۔ غرض ان کو عین تصوف سمجھنا بھی غلطی ہے اور بالکل مباین خارج سمجھنا بھی غلطی ہے۔ فیصلہ یہ ہے کہ داخل تو نہیں مگر متعلق ہے۔ اور ایک درستی قلب کی یہ ہے کہ عقائد درست ہوں جسکا ضروری ہونا ظاہر ہے اور عمل ظاہری کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہے۔

قرب الٰہی سے مراد

قال اللہ تعالیٰ وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من اٰمن وعمل صالحا فاولئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات اٰمنون۔ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے اس میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک بڑی دولت کا پتہ اور اس کے

151

حصول کا طریقہ بتایا ہے اور غلطیں ان سے واقع ہوگئی ہیں ان پر تنبیہ فرمائی ہے اس آیت کے ترجمہ سے اس دولت کا پتہ چل جائیگا مگر اول مجملاً اسکا پتہ بتلاتا ہوں کیونکہ بہت کم لوگ اسکو دولت سمجھتے ہیں اور اہل دنیا تو کیا بجائے اکثر اہل دین بھی اسپر نظر بہت کم کرتے ہیں اور وہ دولت قرب خداوندی ہے اور وہی اس آیت میں مذکور ہے اور اس قرب کی حقیقت عنقریب معلوم ہوگی اسلئے کہ وہاں قرب جسمانی تو ہے نہیں کہ فاصلہ کم ہوجائے کیونکہ یہ خواص جسم سے ہے باقی جو چیزیں مادی نہیں ہیں اگرچہ حادث اور ممکن ہوں ان میں قرب متصور نہیں ہے تو جو ذات پاک امکان اور حدوث سے بھی منزہ ہے اسمیں یہ قرب کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

جہلاء صوفیہ کی قرب کے معنی سمجھنے میں غلطی

اور یہاں سے ان عوام الناس کی غلطی معلوم ہوگی جو خواص کی صورت میں ہیں اور خواص سے علماء و امراء مراد نہیں کیونکہ یہ لوگ تو ایسی غلطیوں سے محفوظ ہیں بلکہ مشائخ اور صوفیہ مراد ہیں تو جو لوگ ان حضرات کی صورت بنائے ہیں اور حقیقت میں وہ عامی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ قرب خداوندی بھی قرب جسمانی ہے اور اس کا پتہ ان کی مثالوں سے چلتا ہے اور اگر محققین سے اس قسم کی کوئی مثال منقول بھی ہو تو ہم اسمیں تاویل کریں گے لیکن یہ عوام اس قسم کے اقوال میں تاویل بھی نہیں کرتے بلکہ انکے ظاہری متبادر معنی مراد لیتے ہیں اور اس قسم کے اقوال بولنے والے بعض تو وہ ہیں کہ خدا کو دریا اور اپنے کو موج کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور بعض لوگ قطرہ اور دریا کی تشبیہ دیتے ہیں تو اگر تشبیہات کسی معتبر کلام میں پائی جائیں گی تو ہم اس کی تاویل کریں گے۔

علی الاطلاق تشبیہ کا انکار کرنا غلو مذموم ہے

کیونکہ محض تشبیہ پر انکار کرنا تو غلو ہے قرآن شریف میں خود تشبیہ موجود ہے اللّٰہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب اس میں تصریح ہے کہ نور خداوندی کی صفت ایسی ہے جیسے کہ ایک طاقچہ ہو کہ اس میں ایک چراغ

ہو اور وہ چراغ ایک شیشہ میں ہو اور اس چراغ کی یہ حالت ہو جیسے کہ ایک درخشاں ستارہ
الیٰ آخر القول پس جب قرآن میں خود تصریح تشبیہ کی ہے تو اگر مطلق تشبیہ مذموم ہوتی تو قرآن میں
یہ تشبیہ کیوں مذکور ہوتی اور یہ اس واسطے میں نے ذکر کر دیا کہ آج کل بعض متشددین بہت غلو کرنے
لگے ہیں کہ محض ظاہری الفاظ دیکھکر معنی میں غور نہ کرکے کفر و بدعت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں حالانکہ
ارشاد خداوندی ہے لا تغلوا فی دینکم غیر الحق۔ کہ حق سے آگے نہ بڑھو کہ یہ غلو فی الدین ہے
مثلاً جس چیز کا نظیر قرآن میں موجود ہو اسکو علی الاطلاق حرام کہدیا جاوے۔

تشبیہ کی حقیقت

ہاں وجہ شبہ متعین کرنی چاہیئے تو سمجھ لو کہ تشبیہ میں مشارکت ہوتی ہے دو چیزوں کی کسی خاص
امر میں مثلاً کسی کے چہرہ کو چاند سا کہیں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ حسن میں یہ اور چاند شریک
ہیں یہ مطلب نہیں ہوتا کہ چہرہ بھی اسی قدر بڑا جسم ہے جسقدر چاند یا چاند میں بھی آنکھ ناک کان
خد و خال موجود ہیں یا جیسے چاند کے ہاتھ پیر نہیں اس شخص کے بھی نہیں علیٰ ہذا خدا تعالیٰ نے
جو تشبیہ دی ہے کہ کمال نورانیت میں اس کے مشابہ ہے اگرچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ دونوں کمال
ایک درجہ کے نہیں جس طرح کلی مشکک کے افراد مختلف ہوتے ہیں برابر نہیں ہوتے مگر کوئی امر
مشترک آپس میں ضرور ہوتا ہے مثلاً شدت ضیا۔ اور مشبہ بہ کا اکمل ہونا بھی ضروری نہیں البتہ
اوضح یا اشہر ہونا ضروری ہے تو اسی طرح سے اگر کسی محقق کے کلام میں خدا کو دریا اور اپنے کو قطرہ
کے ساتھ تشبیہ دی ہو تو وہ کسی خاص امر میں ہوگی جیسا کہ مغربی رحؒ نے کہا ہے ؎

زبے رنگی بہ رنگِ چوں برآمد	زدریا موج گوناگوں برآمد

افسوس ہے کہ یہ حالت ہے کہ جنھوں نے ایک پارہ قرآن کا بھی نہیں پڑھا وہ ان اشعار کو پڑھتے
اور سنتے ہیں اور ان پر وجد کرتے ہیں حالانکہ خاک بھی نہیں سمجھتے اور اگر کچھ سمجھتے ہیں تو یہی کہ خدا
پھیلا ہوا ہے اور ہم اس سے نکلے ہیں اور یہ سمجھکر اپنا دین برباد کرتے ہیں ایسے اشعار کا ان کے
سامنے پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

خلاف قاعدۂ شریعت کے عبادت بھی گناہ ہے

اور اس عدم جواز کے حکم سے کوئی تعجب نہ کرے دیکھئے حکمائے امت نے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ بعض لوگوں کیلئے حج کو ناجائز کہدیا ہے مثلاً ایک ایسا شخص کہ جس کے پاس زادراہ بھی نہو بیوی بچوں کے دینے کو بھی کچھ نہو اس کے لئے سفر حج کو بالکل ناجائز کہا جاویگا اور یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں دیکھو عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنا ناجائز ہے حالانکہ نماز کتنی بڑی عبادت ہے علیٰ ہذا عید کے روز روزہ رکھنا حرام ہے بات یہ ہے کہ ہر عبادت میں کچھ قیود وجوب کے ہوتے ہیں اور کچھ شرائط جواز کے ہوتے ہیں تو حج میں استطاعت وجوب حج کی شرط ہے اور اہل وعیال کا حق ضائع نہ ہونا جواز حج کی شرط ہے اس کو حضرت مسعود بکؒ خوب فرماتے ہیں اور واقعی حضرت کا کلام بدون علم ظاہری کے سمجھنا نہایت دشوار ہے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کا ہر شخص مخاطب ہے مگر واقع میں مخاطب ایسے ہی لوگ ہیں سو فرماتے ہیں ؎

اے قوم بحج رفتہ کجا ئید کجا ئید	معشوق دریں جاست بیائید بیائید

یعنی تمھارے لئے محبوب اسی جگہ ہے کیونکہ مقصود رضائے حق ہے تو اگر بحالت مذکورہ بالا مکہ جاویگا تو خلاف رضائے حق ہوگا اس لئے خدا نہ ملے گا اسواسطے کہ محض سفر مکہ سے خدا نہیں ملتا مثلاً اگر کوئی نفل حج کر کے بیوی کا حق ضائع کردے تو خدا تعالیٰ کب راضی ہوسکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں حج کرنا بھی ناجائز ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے سامنے کعبہ کی حالت بیان کرنا جس سے وہ مغلوب الشوق ہو کر سفر میں چلا جاوے جائز نہیں دیکھو ظاہر نظر میں یہ بات سمجھ میں بھی نہیں آتی لیکن واقع میں بالکل صحیح فرمایا اسواسطے کہ حالات سنکر سفر کا شوق پیدا ہوگا اور بوجہ عدم استطاعت کے یہ سفر معصیت ہوگا تو اس کا جو سبب ہے وہ بھی معصیت ہوگا واقعی اول اول جس نے امام غزالی کا یہ قول سنا ہوگا اس نے امام کو ضرور کافر کہا ہوگا۔
حالانکہ امام بالکل ٹھیک لکھ رہے ہیں کہ جب سفر معصیت ہے اور تذکرہ اس کا سبب ہے تو تذکرہ بھی معصیت ہوگا غرض کیسی ہی عبادت ہو وہ کسی نہ کسی وقت ناجائز ہوجاتی ہے ایک اور مثال یاد آئی نیک کام میں چندہ دینا عبادت ہے لیکن بعض اوقات یہ بھی جائز نہیں چنانچہ حضور

۱۵۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا چندہ لینے سے اس لئے انکار فرمایا کہ وہ اس واقعہ سے پہلے خود سوال کر چکا تھا تو اس چندہ دینے کا مال یہ ہوتا کہ جب اپنے پاس کچھ نہ رہتا تو پھر سوال کرتا خوب سمجھ لو بس شریعت جو کچھ حکم کرے وہ کرو جہاں شریعت پڑھنے کی اجازت دے پڑھو اور جہاں روکے رُک جاؤ۔

مسلمان کی اصلی شان عبدیت ہے

بالکل مسلمان کی وہ حالت ہونی چاہئے جیسے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس سے پوچھا کہ تم کیا کھایا کرتے ہو کہنے لگا جو کچھ آپ کھلادیں گے وہی میری غذا ہے اور بزبان حال یہ کہا۔

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو		جاں شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو	

جب غلام کی شان آقا کے سامنے یہ ہے تو کیا خدا تعالیٰ کے سامنے بندہ کی یہ شان بھی نہو غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے سامنے ایسا ہو جائے جیسے مردہ بدست زندہ اور آپ کے احکام جیسے کبھی منصوص ہوتے ہیں اسی طرح کبھی غیر منصوص اور مستنبط بھی ہوتے ہیں اور یہ سب حضور ہی کے احکام ہیں اور فقہ اور حدیث میں یہی فرق ہے کہ حقیقت ایک ہے اور لباس جدا جدا ہے جیسے کسی نے کہا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش		من انداز قدرت را می شناسم	

عاشق کی یہ شان ہوتی ہے کہ محبوب جس جوڑہ میں بھی آوے وہ پہچان لیتا ہے اور اگر ایسا نہو تو وہ عاشق نہیں تو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں ان کو حدیث و فقہ سب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشادات نظر آتے ہیں۔

بہر حال شریعت کے احکام یہ ہیں اور یہ واجب العمل اور متبوع ہیں تو جب حج کو جانا بعض کو ناجائز ہے تو یہاں سے قیاس کر کے دیکھ لو کہ جب بعض اوقات عبادت ناجائز ہو جاتی ہے تو ایسے اشعار کا گو وہ صحیح ہوں ذکر کرنا ان لوگوں کے سامنے جبکہ ان میں کوئی مفسدہ ہو اگر ناجائز ہو جائے تو عجب کیا ہے اسی لئے حدیث میں ہے کلموا الناس علی قدر عقولہم۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کسی کے سامنے اسکی عقل سے بڑھ کر کلام کیا گیا وہ اس کے لئے فتنہ ہوگا

مضامین غامضہ کو دیکھنا اور سننا عوام کو ممنوع ہے

تواب جو ایسے اشعار عوام کے سامنے پڑھے جاتے ہیں کہ ان کے سمجھ میں نہیں آتے اگرچہ وہ حافظ اور مغربی ہی کے ہوں تو یہ عوام کے لئے فتنہ ہونگے یا نہیں۔ ان حضرات کے کلام کے صحیح ہونے میں کلام نہیں جو کچھ انھوں نے کہا صحیح ہے لیکن ان کے سمجھنے کیلئے فہم صحیح اور طبیعت سلیم درکار ہے مولانا ایسے ہی نازک مضامین کی نسبت فرماتے ہیں ؎

نکتہا چوں تیغ پولاد است تیز	گر نداری تو سپر واپس گریز

کہ بہت سے نکتے تلوار کی طرح تیز ہیں اور سپر سے مراد فہم ہے یعنی اگر فہم نہ ہو تو دور رہو آگے فرماتے ہیں ؎

پیش ایں الماس بے اسپر میا	کز بریدن تیغ را نبود حیا

کہ اس کے سامنے بدون سپر مت آؤ کیونکہ ایمان اگر اس کے سامنے پڑیگا یہ اسکو قطع کر دیگا اور اسی واسطے ابن العربی نے کہا ہے یحرم النظر فی کتبنا رہا یہ شبہ کہ جب کتاب کے دیکھنے کی اجازت نہیں تو پھر لکھا تھا کیوں یہ شبہ اکثر پڑھے لوگوں کو بھی ہو جاتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ وہ حالات جو ان پر طاری ہوئے دوسرے لوگوں پر بھی طاری ہو سکتے ہیں تو انھوں نے اپنے سے پچھلے لوگوں کیلئے جن پر وہ حالات طاری ہوں اپنے اقوال و احوال کو مدون کیا ہے تاکہ پچھلوں کے پاس معیار رہے ورنہ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ہماری طاعت مقبول ہے یا مردود اور جب پہلوں کے حالات مدون ہیں تو نہایت آسان ہے کہ اس پر منطبق کرکے دیکھ لو اگر مطابق ہو تو صحیح ورنہ باطل تو خلاصہ یہ ہوا کہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے جیسوں کیلئے لکھا ہے عوام الناس کیلئے اسکو دیکھنے سے منع کر دیا بلکہ وہ اخفاء کا اسقدر اہتمام کرتے ہیں کہ ان کے سامنے ان مضامین کا اگر کوئی انکار بھی کرتا ہے تب بھی ان کو جوش نہیں آتا اور وہ بیان نہیں کرتے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی	بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

رسول کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے علوم کا اعلان کرے اور ولی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے علوم کا اخفاء کرے اس لئے ان کو کبھی ہیجان بھی نہیں ہوتا البتہ اپنے خواص سے بیان کرتے ہیں تو کوئی کلام غیر اہل کے سامنے بیان مت کرو۔

۱۵۶

احوال و اسرار کا اخفاء عوام سے ضروری ہے

تصوف کے اجزا بہت سے ہیں منجملہ ان کے احوال بھی ہیں ان کو کسی سے بیان نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے خاص معاملات ہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کے ظاہر کرنے سے اپنا باطنی نقصان ہوتا ہے نیز ایک جزو اس میں سے علم مکاشفہ اور اسرار بھی ہیں ان کو بھی کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے اور بہت سی غلط فہمیاں سننے والے کو ہو جاتی ہیں جن سے اُنکا بہت نقصان ہو جاتا ہے اور عوام کے نہ سمجھنے کی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ دیکھو اگر کسی شخص نے کبھی آم نہ دیکھا ہو اور اس کے سامنے آم کی کیفیت بیان کیجاوے تو کیسی ہی جامع مانع حقیقت بیان کردیکن اسکی سمجھ میں نہیں آسکتی اسی لئے کسی نے کہا ہے

پرسید یکے کہ عاشقی چیست		گفتم کہ چو ما شوی بدانی	

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ امور وجدانیہ وجدان ہی سے سمجھ میں آتے ہیں اور وجدان محض سننے سے پیدا نہیں ہوتا اسی واسطے محققین اجانب پر کبھی نظر نہیں کرتے سب بے احتیاطی ہو گئی ہے کہ عام مجالس میں اس قسم کی غزلیں پڑھی جاتی ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا میں ایسے لوگوں سے بہت ملا ہوں کہ ان الفاظ کے معنی غلط سمجھتے ہیں۔

حکایت۔ ایک ایسا ہی شخص مجھسے ملا اور کہنے لگا کہ تصور شیخ جائز ہے یا نہیں میں جائز کہنے کو تھا بشرائط مگر میرے ذہن میں آیا کہ شاید یہ تصور شیخ کے معنی غلط سمجھ رہا ہو اسلئے میں نے اس سے پوچھا کہ تصور شیخ کے کیا معنی ہیں کہنے لگا کہ خدا کو بشکل شیخ سمجھنا انا للہ حالانکہ قرآن شریف میں تصریح ہے لیس کمثلہ شیٔ اور یہ جو بعض آیات میں ید اللہ فوق ایدیہم وغیرہ آیا ہے وہاں ید وغیرہ سے یہ مراد نہیں کہ ہم جیسے ہاتھ پیر ہیں بلکہ جو اس کے مناسب ہوں ہم اسکی حقیقت دریافت نہیں کر سکتے ہماری مثال عدم احاطہ حقیقت میں ایسی ہے جیسے ایک پانی کا کیڑا انسان کی مصنوعات ریل اور تار وغیرہ کو دیکھے اور ان کی ناتمام حقیقت دریافت کر کے اندازہ کرے کہ جس نے یہ بنایا ہو گا وہ اس قسم کا ہو گا کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں کی حقیقت کو دریافت کر سکتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بھی بالاتر ہیں

۱۵۷

لیکن تقریب فہم کیلئے اس مثال کے ضمن میں اس کو ظاہر کیا گیا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم	وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر	ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

حق تعالیٰ کی کُنہ کا ادراک طاقتِ بشریہ سے خارج ہے

غرض خدا تعالیٰ کو کیا کوئی پہچان سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلمنا باللہ تھے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے انی اعلمکم باللہ آپ بھی اس سے اپنا عجز ظاہر فرماتے ہیں کہ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یہاں تو منتہا ثنا یہ ہے کہ ؎ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست + اور یہی خاموشی حاصل ہے حدیث مذکورہ کا حضرت مرزا مظہر جان جاناں اس عجز کو عجیب عنوان سے فرماتے ہیں کہ ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست	محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس	محمد حامد حمد خدا بس

خدا کی طرف سے حضور کی تعریف اور حضور کی طرف سے خدا کی تعریف کافی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

؎ مناجاتے اگر خواہی بیان کرد	بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد از تو میخواہم خدا را	الٰہی از تو حب مصطفےٰ را

حقیقت میں بے مثل مضمون ہے باقی کوئی یہ نہ کہے کہ حضور تو فرماتے ہیں لا احصی ثناء علیک اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کا شاکر نا کافی ہے بات یہ ہے کہ یہ کفایت ہمارے اعتبار سے ہے ورنہ خدا تعالیٰ کو کما حقہ کوئی نہیں پہچان سکتا ؎

دور بینان بارگاہ الست	جز ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

یعنی اتنا معلوم ہوا کہ موجود ہے باقی یہ کہ کیا ہے اور کیسا ہے اسکے لئے بس یہ سمجھئے کہ ؎

اندریں رہ ہر چہ می آید بدست	حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

شیخ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ؎

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم	کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم

باقی آیندہ

(حال) آج کل احقر کی دینی حیثیت سے بہت خراب حالت ہو رہی ہے اگرچہ احقر اس کی اصلاح میں ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔

(تحقیق) دعائے خیر کرتا ہوں کام میں لگے رہئے اور معاصی سے بچئے اس کے بعد خواہ کچھ بھی حالت ہو بےفکر رہئے۔

(حال) احوال یہ کہ بتاریخ دس کو مجھے خواب نظر آیا کہ بہت بڑھیا باغ ہے کہ ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا اور اسمیں ایک مکان ہے اور اسمیں ایسا کوئی ہے جسکو میں نے خوب نہیں پہچانا اور اسمیں کئی آدمی ایسے ہیں کہ بہت ہی خوبصورت اور اس میں ایک پلنگ ہے کہ میں نے اُس کو دریافت کیا تو یوں کہا کہ یہ پلنگ مولانا اشرف علی کا ہے میں بہت خوش ہوا اور میری بہت طبیعت خوش ہو گئی۔

(تحقیق) بہت مبارک خواب ہے میرے لئے بھی کہ بشارت ہے اور آپ کے لئے بھی کہ اس نعمت کا اظہار ہے کہ ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں جس سے اُمید ہوتی ہے ثبات علی الصراط کی۔

۹۱

(حال) عرض یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے لکھا تھا کہ کسی دینی امور میں اگر کوئی مخل ہوتا ہے اور مجھکو اپنی حرکات سے برانگیختہ کرتا ہے تو مزاج میں بہت غصہ پیدا ہوتا ہے اور برداشت میں سخت تکلیف ہوتی ہے بعض اوقات تحمل نہیں ہو سکتا بعض لوگ خواہ مخواہ نیک کاموں میں مخل ہو جاتے ہیں حالانکہ اُن سے نرمی برتی جاتی ہے لیکن کچھ باتیں ایسی ویسی بد دینی کی کر بیٹھتے ہیں جسکی وجہ سے ایسے موقع محل پر مزاج میں حدت پیدا ہوتی ہے حالانکہ مجھکو بھی اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے ہر چند چاہتا ہوں کہ اعتدال میں رہوں لیکن ایسے موقع پر معذور ہو جاتا ہوں حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ بتکلف صبر کیا کرو حضرت من اولاً تو بتکلف صبر کرنے پر جب کبھی غصہ پیدا ہو جاتا ہے قادر نہیں رہتا اور اگر ضبط کرتا ہوں تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے بہر حال کوئی تدبیر مناسب فرما دی جائے تاکہ اسکی اصلاح ہو جاوے اس کے ساتھ یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اولاً تو جلدی غصہ آتا نہیں اور اگر آتا ہے تو اسمیں بہت حدت ہوتی ہے کہ اس غصہ سے بعد کو مجھے بھی سخت تکلیف ہوتی ہے لیکن بے محل نہیں پیدا

ہوتا بلکہ کوئی جب دینی امور میں مخل ہوتا ہے اور اصرار کرتا ہے۔

(تحقیق) اگر اس غصہ سے کوئی مفسدہ دینیہ یا دنیویہ پیدا نہو تو اس کے علاج کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ نافع ہے ورنہ پھر وہی مشورہ دونگا کہ بتکلف صبر کرنا چاہئے اگر تکلیف زیادہ ہونے لگے اُس جگہ سے فوراً علیحدہ ہوجانا چاہئے۔

(حال) ایک یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے وقت تجوید کے قاعدہ سے اللہ ایک الفی مدسے لام کو پر کرکے پڑھنا چاہئے یا جس طرح سے عام آدمی بلا مد اور بلا پر کئے اللہ اللہ پڑھتے ہیں اس طرح پڑھنا چاہیے جس طرح سے اولیٰ ہو رقم فرمادیں اور ہا کو ساکن کرکے پڑھے یا پیش کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

(تحقیق) لفظ اللہ میں تفخیم اور مد واجبات سے نہیں جسکے ترک سے معصیت ہو ایک امر مستحب ہے اور ذکر میں اس مستحب کے اہتمام و مشغولی سے جو شرط اعظم ہے نافعیت ذکر کی یعنی توجہ و یکسوئی وہ فوت ہوتی ہے پس جو امر غیر ضروری سبب ہوجاوے امر ضروری میں خلل پڑنے کا اُس کا ترک کرنا ضروری ہے ہرگز ان قصوں میں نہ پڑیں جس طرح آسان ہو کرتے رہئے اس کاوش سے ضرر ہوگا۔

(حال) آج کل چندروز سے ہجوم وساوس ہے جو امر نیا پیش آتا ہے اُس کی طرف نماز میں اور ذکر میں اور خالی اوقات میں خود بخود قلب کو توجہ ہوجاتی ہے اگرچہ باختیار خود ایسا نہیں ہوتا مگر جس درجہ میں بھی ہے اُس سے پریشانی رہتی ہے لاپروائی بھی برتتا ہوں کہ شاید اس طرح نجات ہو مگر ابھی تک مبتلا ہوں دعا و توجہ فرمائی جاوے۔

(تحقیق) کچھ حرج نہیں ہرگز التفات نکیا جاوے ضعف و نقاہت و مکارہ جسیلہ از قبیل رنج و غم اس کا سبب ہے انشاء اللہ تعالیٰ خود بخود یہ کیفیت جاتی رہے گی۔

(حال) چندروز ہوئے خواب میں کسی نے میرے سامنے ایک کاغذ پیش کیا کہ اسکو دیکھو اسمیں حضرت والا کی خلفاء کے فہرست تھی اسمیں دو درجہ مقرر کئے گئے تھے اوپر ایک درجہ تھا جسپر لکھا ہوا تھا خلفاء ذلت نیچے کے درجہ میں لکھا ہوا تھا "خلفاء دیوانگی" احقر کا نام خلفاء ذلت میں تھا تعبیر سمجھ میں نہیں آئی۔

(تحقیق) ماشاء اللہ مبارک ہو دل کو بڑی مسرت ہوئی ذلت ٹھیک ترجمہ ہے عبدیت کا یقال طریق معبد ای مذلل والتعبد التذلل والعبادۃ غایۃ التذلل وھو معروف اور ظاہر ہے کہ عبدیت خاص مذاق ہے نبوت کا وہ طریق شورش سے کہ مراد ہے دیوانگی سے افضل ہے ع فطوبیٰ لھم ثم طوبیٰ لکم۔

(حال) موصل الی اللہ و سیلتنا فی الدارین متعنا اللہ بطول بقائہ بعد بجا آوری اداب تسلیمات مستر شدانہ عرض رساہے کہ حضرت کے ضعف کی حالت معلوم ہوئی اللہ پاک ہم گنہگاروں کے سر پر سایہ حضرت کا باقی رکھے آمین ان دنوں بندہ میں ایک مرض سخت و مہلک پیدا ہو گیا ہے وہ یہ کہ مال کی طمع اور اس کی تحصیل کی فکر بہت رہا کرتی ہے کبھی ایسی تدبیریں کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اس میں گناہ ہوتا ہے کبھی ایسی تدبیریں کہ جس سے ذلت ہو امید کہ حضور علاج تجویز فرما کر بصورت عدم ارقام از دست مبارک جناب مولوی سید احمد حسن صاحب کے قلم سے ارشاد فرمادیں و نیز خیریت مزاج والا کا مستدعی ہے مطلع فرمایا جاوے۔

(تحقیق) علاج دو ہیں ایک یہ کہ اس کے قبائح کو وقتاً فوقتاً مستحضر کیا جاوے دوسرا یہ کہ اسکے مقتضا کی مخالفت کی جاوے یعنی جو اسباب معصیت ہوں یا جنمیں انہماک ہو ان کو اختیار نہ کیا جاوے۔

(تحقیق) بعد حمد و صلوٰۃ و سلام مسنون فقیر ظہور نہایت ادب سے حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ یہ حقیر حضرت مولانا امروہی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت حافظ عبدالرحمن صاحب مرادآبادی سلمہ اللہ تعالیٰ کے خدام میں سے ہے شفاء العلیل مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب کے مطالعہ سے عرصہ ہوا کہ یا معنی گیارہ سو گیارہ بار و سورہ مزمل گیارہ بار بعد نماز صبح پڑھا کروں اس خیال سے کچھ عرصہ کے بعد شروع کر دیا چونکہ ان کے خواص کسیقدر حسب حال خاکسار تھے تو طبیعت میں خیال پیدا ہوا کہ ان کو برائے حصول غنا پڑھا جائے بعد ازاں خیال ہوا کہ خدا کو خدا ہی کے واسطے یاد کرنا چاہیے چنانچہ اس ورد کو ترک کر دیا اب عرصہ دراز کے بعد کچھ عرصہ سے اس ورد پر محض لوجہ اللہ تعالیٰ طبیعت مائل تھی لیکن شروع کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ شب دوشنبہ کو فقیر نے خواب میں جناب کو دیکھا اور آپ نے فرمایا

۹۳

کہ پڑھا کرو میں تمکو اس کی اجازت دیتا ہوں یہ بھی مجھے یاد ہے کہ آپ نے صبح اور تہجد دونوں وقتوں میں سے کسی وقت کیلئے فرمایا پھر اسی خواب میں اور درمیانی باتیں تھیں جو محفوظ نہیں رہیں آخر میں آپ نے فرمایا کہ عم، روپیہ ہمکو نذر دو لہذا التماس ہے کہ خاکسار نے وہ ورد آج صبح کی نماز کے بعد سے شروع کیا جناب اسکی ظاہری اجازت مرحمت فرمادیں اور اس خواب کی تعبیر تحریر فرمادیں نذر مذکو اس وقت بوجہ تہی دستی پیش کرنے سے معذور ہوں باقی اس کو پیش ضرور کرونگا اور قبولیت پر مصر ہونگا جواب کے لئے جوابی کارڈ ارسال ہے یہ میں بھول گیا کہ خواب میں جناب نے فرمایا تھا کہ تمھارے لئے دعا کیجاویگی لہذا دعا بہبودی دارین وحصول غنا ظاہری وباطنی فرمائیے۔

(**تحقیق**) السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہ خواب نہیں تصرف دماغ کا ہے گذشتہ خیال کا عود ہوا اور نذر کا مضمون بھی تصرف دماغ ہے جسکا منشا غلبہ ہے رسم کا طبیعت پر جسکا علاج ضروری ہے والسلام۔

۹۴

(**حال**) ہادی راہ سنت حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دور افتادہ مہجور خدمت گرامی میں عرض کرتا ہے کہ عرصے مہجور الخدمۃ ہوں ہرچند کئی دفعہ ارادہ آنیکا کیا ہے پھر ارادہ فسخ ہو ہو گیا خدا جانے کیا حکمت ہے جو حاضری خدمت گرامی میں دیر ہے سبب بجز خیر مباد آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ اپنے اس ناچیز بندے احقر کو اپنی مرضیات کی توفیق بخشیں اور رضائے ابدی ورضوانٌ من اللہ اکبر نصیب فرمادیں اور اپنے غضب سے پناہ بخشیں۔

(**تحقیق**) آمین۔

(**حال**) عرض حال یہ ہے کہ آج کل علاوہ اوامر ونواہی شرعیہ کے اور سب کاموں میں خصوصًا امور معاش میں مجبیر حالت تفویض وتوکل کا غلبہ ہے جس سطابق حال ہے کہ اریدان لا ارید واختاران لا اختار وافوض امری کلہ الی اللہ اوامر کی ادائگی اور نواہی سے اجتناب کی توفیق کے بارہ میں بھی یہی مسلک اچھا لگتا ہے کیونکہ اپنی تدبیر اور تجویز سب کو منکسر مشاہدہ کرتا ہوں بس اب تدبیر یہی ہے کہ تدبیر نہو ؎ سب کام اپنا کرنا تقدیر کے حوالے ۔ نزدیک عارفوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے لیکن باوجود اس کے اسئل اللہ الجنۃ واعوذ باللہ من النار امور خیر کی دعا اور شر سے پناہ مانگتا ہوں

(**تحقیق**) عین سنت کی موافقت ہے مبارک ہو۔

(باقی آئندہ)

ملفوظات خبرت[ل] حصّہ پنجم

(تمہید حصّہ دوم ملاحظہ ہو)

(۱) ۲ر صفر ۱۳۳۵ھ - ایک صاحب بقصد اصلاح نفس حاضر خدمت اعلیٰ ہوئے اور پہلے اس سے کہ اپنے مقصود کے بارہ میں حضرت سے تفصیلی گفتگو کریں کچھ علمی قیل وقال شروع کیا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اپنا مطلوب پیش کرنے سے پہلے دوسرے کام میں خود مشغول ہونا نیز مجھے مشغول کرنا دال ہے اس امر پر کہ طلب صادق نہیں ورنہ پہلے اس کام کا اہتمام کرتے جس کے لئے آئے ہو نیز یہ علمی گفتگو اسکی بھی مظہر ہے کہ ہم اہل علم ہیں ہم سے اہل علم کا برتاؤ کیا جاوے آپکو چاہئے تھا کہ اول جس لئے آئے تھے اس سے مطمئن اور فارغ ہوکر یہ گفتگو کرتے اور وہ بھی جب کہ مجھے کچھ مناسبت اور بے تکلفی ہوجاتی اور اگر ان سے پہلے ہی اس گفتگو کا شوق تھا تو مجھے اجازت حاصل کرتے اسوقت گفتگو کرتے شاگرد اور استاد ہونیکی صورت میں تو یہ امور ناگوار نہیں ہوتے ہیں اور پیری ومریدی کے تعلق پر ایسے برتاؤ کا برا اثر ہوتا ہے اور شیخ کے قلب میں تکدر ہوجاتا ہے پھر استفادہ کسطرح ہوسکتا ہے وہ صاحب کچھ نامعقول عذر کرنے لگے جو صورۃً معارضہ ومجادلہ تھا اور کہنے لگے کہ میں نے اظہار علم کیلئے یہ گفتگو نہیں کی بلکہ اظہار جہل کیا ہے فرمایا گو قصد اسکا نہو لیکن صورت موہم تو ہے پھر وہی نامعقول عذر کیا فرمایا کہ آپ معارضہ کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آپنے یہ فعل کیا اور آپ اسکو برابر رد کئے جارہے ہیں میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ میں آپکی اصلاح کی لائق نہیں ہوں آپ خود ہادی عالم ہیں میں تو جہلا کی اصلاح کیا کرتا ہوں آپنے علم پڑھکر یہی سلیقہ حاصل کیا ہے آپ ایسی جگہ تشریف لیجائیے جہاں ان امور پر مواخذہ نہو اور میں جو کچھ عرض کرتا ہوں تخویفاً و تہدیداً نہیں کہتا بلکہ بطریق صفائی معاملہ گذارش کرتا ہوں مجھ سے آپکو نفع نہوگا اور اگر آپکو مجھ سے ہی کچھ حاصل کرنا ہے تو چھ ماہ یہاں بالکل خاموش ہوکر قیام کیجئے اور یہاں کا طرز و انداز دیکھئے اور ادب حاصل کیجئے اگر توافق طبیعتین ہوگیا تو اسوقت استفادہ ممکن ہے اور اب چونکہ میں اصلاح نفس کی خدمت سے آپ کیلئے انکار کرچکا ہوں بس اب جسقدر آپ چاہیں

[ل] مکتوبات خبرت حصہ پنجم کے عنوان پر حاشیہ کا اخیر حصہ ملاحظہ ہو - ۱۲ منہ -

علمی گفتگو فرمایئے مطلق ناگوار نہو گا کیونکہ حیثیت بدلگئی پھر فرمایا کہ بلا تشبیہ پیری مریدی کا علاقہ مثل زوجیت کے علاقہ کے ہے اگر زوجین میں تمدہ ہو تو توافق انزالین نہیں ہوتا تو علوق بھی نہیں ہو سکتا پھر بچہ کہاں سے پیدا ہوگا نتیجہ نکاح سے محرومی ہوگی اسی طرح جب شیخ و مستفید میں توافق نہو استفادہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہوا بھی تو ناقص جو منتج مطلوب نہیں ہے سوانجام محرومی ہوتی ہے پھر فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کے مزاج میں اسقدر تواضع تھی کہ جب کہیں جاتے تو یہ سعی فرماتے کہ مجھے کوئی صاحب علم نہ سمجھے معمولی گفتگو فرماتے تھے اصطلاحات علمیہ سے بھی احتراز فرماتے تھے اہل اللہ کا تو یہ طریق رہا ہے۔

(۲) ۲ر صفر - ایک صاحب جو حضرت سے بیعت تھے حاضر خدمت ہوئے اور کسی شخص کا کوئی دنیوی پیغام پیش خدمت کیا حضرت کو ناگوار ہوا اور فرمایا کہ مجھسے جو آپنے علاقہ پیدا کیا ہے تو دین کے لئے یا دنیا کیلئے آپ بھی دنیا کے جھگڑے پیش کیا کرتے ہیں کبھی اپنی وسعت معاش کیلئے کبھی دوسروں کی خیر خواہی کیلئے آپ کو تو میرے سامنے دنیا کے متعلق کچھ بھی کہنا مناسب نہیں کیا میں تقدیر بدل سکتا ہوں جتنا قسمت میں ہوگا وہ ملیگا ہاں دعا کیجئے اور صبر فرمایئے مجھسے صرف دین کی باتیں دریافت کیا کیجئے اور دنیا کا قصہ کوئی میرے سامنے پیش نہ کیا کیجئے نہ اپنا نہ دوسرے کا اور جو شخص آپکی معرفت کوئی پیغام کہلاوے اس سے صاف کہدیجئے کہ وہاں اس کی سخت ممانعت ہے اور یہ خرابی آپ کے اندر بوجہ عدم صحبت کے ہے کبھی کبھی آپ مدتوں کے بعد مجھسے تھوڑی دیر کیلئے ملجاتے ہیں اور اسوقت بھی دنیا کے قصے پیش کرتے ہیں پھر کیسے اصلاح ہو آپ کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور دین کیا چیز ہے اگر معلوم ہوتا تو آپکے ایسی بے چینی طاری ہوتی جو ان تمام قصوں سے غافل کر دیتی - آپ فقط مجھسے صرف ضابطہ کا تعلق رکھتے ہیں حقیقی تعلق اگر رکھیں تو ان حرکات کا ارتکاب نہو۔

(۳) ۴ر صفر - فرمایا کہ ایک اہل علم سخت مریض تھے جنکو اپنی حیات سے یاس ہو چکا تھا انھوں نے مجھسے بیعت کی درخواست کی مجھکو ان کے مرض کی وجہ سے رحم آیا اور بیعت کر لیا ان کو صحت ہو گئی بڑے معتقد ہوئے مجھے یہ معلوم ہوا کہ مبنیٰ اعتقاد کا یہ امر ضعیف ہے بعد بیعت ہونے کے توافق طبائع نہوا اگرچہ تھے سمجھ آدمی مدتوں کے بعد میری اس شکایت پر کہ آپنے کبھی اصلاح کا

طریقہ مجھسے حاصل نہ کیا اس سے بہتر ہے کہ تم اور کہیں بیعت ہو جاؤ کہنے لگے کہ سچ یہ ہے کہ آپ سے کبھی انس نہیں ہوا میں نے کہا تو بیعت کیوں ہوے تھے کہنے لگے بیماری کی پریشانی میں ہو گیا تھا میں نے کہا خیر اب کہیں اور بیعت ہو جاؤ کہنے لگے کہ تو پھر آپ میرے لئے بددعا نکریں میں نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ چار پانچ برس کے تعلق کے بعد بھی آپ کو میری حالت کا ابھی تک پتہ نہیں لگا جو یہ شبہ ہوا یہ کیسی نامعقول حرکت ہے کیا میں لوگوں کا بدخواہ ہوں جو بددعا کرتا میں آپ کے علم کا لحاظ کرتا ہوں ورنہ اگر بجائے آپ کے دوسرا شخص ہوتا تو اس وقت اس کی کفش کاری کیجاتی جاؤ دور ہو۔

(۴۴) ۴ صفر۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ بہت مشائخ نے طالبین کو دوسرے شیوخ کے پاس تعلیم اور استفادہ کیلئے بھیجا ہے حضرت نے فرمایا جی ہاں اب تو اہل حق تک کی یہ کیفیت ہے کہ جو پھنس گیا اسکو کبھی نہ نکالیں گے گو توافق طبائع نہو بلکہ اس سے بڑھکر یہ کیفیت ہے کہ ان حضرات کے معتقدین اپنے شیوخ کے مریدین بڑھانے کی سعی کرتے ہیں اور ترغیب دلاکر لوگوں کو ان کیطرف لاتے ہیں اور دوسرے مشائخ کے پاس نہیں جانے دیتے اور گو یہ لوگ اپنے نزدیک تو اچھا کام کرتے ہیں کہ اپنے شیوخ کو اوروں سے بڑھ کر سمجھکر اُن کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں تاکہ مستفیدین کو نفع کامل ہو لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ تحصیل نفع کامل کیلئے یہ ضرور نہیں کہ بڑے ہی شخص سے حاصل ہو کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض مشائخ بہت بڑے کامل ہوتے ہیں لیکن بعضے لوگوں کو اُن سے بوجہ عدم توافق طبائع نفع نہیں ہوتا اور جو مشائخ اس درجہ کے نہیں ہوتے ان سے نفع تام بوجہ توافق طبائع کے ہو جاتا ہے جیسے کہ متعلم علم ظاہر میزان الصرف مثلاً پڑھتا ہو تو اسکو بسا اوقات شرح جامی پڑھنے والے سے میزان پڑھنا زیادہ مفید ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی بہت بڑے عالم سے پڑھے۔ **ف** کیونکہ بڑے علماء کو طبعاً ایسے طلبہ کی طرف اکثر توجہ کم ہوتی ہے اور بڑی کتابوں سے انس ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بوجہ لطافت طبع زیادہ تفہیم نہیں کر سکتے کہ اسمیں جھک جھک زیادہ کرنی پڑتی ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ مبتدی متعلم سے بوجہ عدم درستی آداب تعلم کوئی حرکت معمولی ناشائستہ ہو جاتی ہے جو ان حضرات پر بار ہوتی ہے اور غصہ آتا ہے اور بوجہ غصہ کے مضمون بیان ہو نہیں سکتا اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ حضرات

۸۱

چونکہ خود نہایت فہیم ہوتے ہیں اس لئے سمجھتے ہیں کہ یہ مبتدی بھی جلد سمجھ جاویگا اور اس کیلئے تھوڑی تقریر کافی ہوگی اسلئے مزید بیان سے احتراز کرتے ہیں اور متعلم کا ضرر ہوتا ہے اور کبھی بوجہ ہیبت کمال علم کے متعلم استفادہ تام سے عاجز رہتا ہے بخلاف شرح جامی پڑھنے والے استاد کے کہ تقریباً ایسے تمام طلبہ میں یہ لطافت نہیں ہوتی جسکے یہ آثار مذکورہ ہوں۔ ولا یخفی ذلک علی اہل الکمال زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۵) ۵ صفر ۱۳۳۵ھ۔ ایک صاحب نے جنکا حضرت قبلہ ادب کرتے تھے ایک مولوی صاحب کی معرفت حضرت والا کو لکھا۔ کہ میرا مقصد اصلاح نفس حاضر ہونیکا خدمت والا میں قصد ہے حضرت نے ان مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ ان کو صاف لکھدیجئے کہ میں آپکی اصلاح سے قاصر ہوں اس لئے کہ میرے قلب میں آپکا ادب ہے بس بے تکلفی نہیں ہوسکتی اور میں کھلکر آپ سے گفتگو نہ کرسکونگا اور اصلاح بغیر ارتفاع تکلف عادۃً دشوار ہے مصلح کم از کم اتنا تو بے تکلف ہو کہ مستصلح سے بوقت ضرورۃ اتنا کہہ سکے کہ تمنے یہ کیا حرکت کی اگر یہ بھی نہو تو اصلاح کس طرح ہوسکتی ہے لہذا آپ اس غرض سے نہ تشریف لاویں پھر فرمایا کہ دیکھئے ابتداء تکلف کی ان ہی کی جانب سے ہوئی کہ دوسرے صاحب کی معرفت درخواست کی ان کو چاہئے تھا کہ پہلے تکلف مرتفع کریں اور جب میں ان کے ساتھ ادب و لحاظ کا برتاؤ کروں تو وہ اسکو گوارا نہ کریں اور فرماویں کہ میری غرض حاضری سے دوسری ہے اب آپ یہ برتاؤ نکریں۔ آپ آمد تم برخاست جب وہ ایسا کریں گے تو میرا تکلف رفتہ رفتہ مرتفع ہوجائیگا اُس وقت اصلاح ممکن ہے پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی قدس سرہٗ جب حضرت شیخ نظام الدین بلخی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چونکہ یہ پیر کے پوتے تھے یعنی شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے اسلئے شیخ نے ان کی بہت کچھ تعظیم و تکریم اور مدارات کی کئی روز کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ معاملہ تو ہوچکا میں اپنی اصلاح کیلئے حاضر ہوا ہوں میری اصلاح فرمایئے اور یہ خاطر اور مہمان نوازی موقوف فرمایئے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت شیخ نے فرما دیا کہ تم ہمارے سامنے اسوقت تک مت آنا جب تک ہم نہ بلاویں شاہ ابوسعید صاحب نے اسی پر عمل کیا دو روٹی اسوقت اور دو روٹی اسوقت ملا کرتی تھیں یہ طریقہ ہے ارتفاع تکلف کا۔

(باقی آئندہ)

مکتوبات خیرت حصۂ پنجم عہ از ۱۳۳۵ھ

(تمہید حصہ دوم ملاحظہ ہو)

سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک بدوی کے بالتصریح قول (اقلنی بیعتی) پر بھی توجہ فرمایا اور اقالہ بیعت سے انکار صریح فرما دیا تھا ہم سے تو وہ بدوی ہی اچھا تھا کہ باوجود اس کے انکار کے بھی رحمۃ للعالمین (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم اسکی اصلاح کے درپے ہیں۔

الجواب۔ آپکا انکار مستلزم عزم اصلاح نہیں ہے بلکہ بنا بر اعراض ہے اور وہ تو اقالہ بیعت ہی کی درخواست سے مرتد ہو گیا آپ نے اس لئے اسمیں موافقت نہیں فرمائی کہ اذن ارتداد کو مستلزم

سوال۔ گر کسے وصف او زمن پرسد	عاشقان کشتگان معشوق اند	بیدل از بے نشاں چہ گوید باز	برنیاید ز کشتگان آواز
اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز	ایں مدعیان در طلبش بے خبر انند	کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد	کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

ان دونوں قطعوں کا مفصل مطلب مرحمت ہو جس سے اصل مقصود واضح ہو جائے۔

عہ اس کا لقب (بوجہ اسکے کہ ملفوظات خیرت سے اس کو صرف ۱۳۳۳ھ سے جدا کر کے ہر سال کے ذخیرہ کو ایک ایک حصہ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ سنہ مذکورہ کے مکتوبات کی تمہید میں مذکور ہے اور اس وقت سے اس وقت تک دو سال سے زیادہ نہیں ہوا) پنجم حقیقۃً نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے سابق حصہ کے موافق "ضمیمہ ملفوظات خیرت حصہ پنجم" ہونا چاہیئے مگر چونکہ اس عنوان کی عبارت طویل ہے اس لئے اس سال سے تابع کو بحکم متبوع قرار دیکر متبوع یعنی ملفوظات خیرت حصہ پنجم کے تناسق کے لحاظ سے اس کو بھی علماً حصہ پنجم سے ملقب کر دیا گیا اب آئندہ اسی اعتبار سے اس کے عدد کا سلسلہ رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یعنی ۱۳۳۶ھ کا حصہ ششم مثلاً الی ماشاء اللہ تعالیٰ اشرف علی عفی عنہ (اضافہ فی الحاشیہ) لیکن حسب تمہید مکتوبات خیرت حصہ دوم اس توجیہ کی ضرورت نہیں رہی اب یہ حصہ حقیقۃً حصہ پنجم ہے ۱۲ منہ (اضافہ دیگر) چونکہ مکتوبات و ملفوظات کے دو سلسلے ہو گئے ایک حسن العزیز دوسرا مکتوبات خیرت و ملفوظات خیرت اس لئے ترجیح علم کے لئے دونوں میں تمایز کی ضرورت ہوئی پس وجہ تمایز یہ تجویز کی گئی ہے کہ جو عام فہم ہوں وہ حسن العزیز میں رہیں اور جو علمی حیثیت رکھتے ہوں وہ مکتوبات خیرت و ملفوظات خیرت میں رہیں لیکن مولوی احمد حسن صاحب کے ضبط ہوئے ملفوظات سب ملفوظات خیرت میں رہیں گے خواہ عام فہم ہوں یا خاص فہم ۱۲ منہ

۸۷

جواب۔ ان دونوں قطعوں میں حال فنا قبل العود الی البقاء کا مذکور ہے اس حالت میں سالک کو بیدل کہنا اسلئے مناسب ہے کہ قلب کا فعل ہے شعور وادراک اور اُس حالت میں یہ رہتا نہیں اور ہر چند کہ ذات حق جل وعلا شانہ بے نشان اس معنی کے اعتبار سے دائماً ہے کہ کوئی نشان اُس کی کنہ تک نہیں پہونچتا مگر بالخصوص حالت فنار سالک میں اس کے ساتھ اتصاف اس اعتبار سے ہے کہ اُس کی نظر میں اُسوقت کوئی نشان دال علی الوجہ بھی نہیں ہوتا لعدم التفاتہ الی الآثار وقصاد نظرہ علی الذات البحت فقط ومع الصفات ایضًا اور اسی فنار کو گمشدگی سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ قبل العود الی البقار یعنی قبل التنزل استغراق محض کی حالت ہوتی ہے اُس حالت میں نطق وبیان بالاختیار جو کہ خواص صحو سے ہے سب فنار ہو جاتا ہے اسکو آواز برنیامد سے تعبیر کیا اس سے قطع اول حل ہو گیا دوسرا قطعہ اس پر بمنزلہ تفریع کے ہے کہ اے مدعی ناطق بالتقلید والتکلف تو حال فنا سے عاری ہے تو عشق کی صفت حاصل کر جو موقوف علیہ ہے اس حال کا اور صاحب حال وعشق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بیان ونطق فنا ہو جاتا ہے اگرچہ یہ فنا ممتد نہو مگر اس کا عروض تو طریق میں ضرور ہوتا ہے اور تجھپر اسکا عروض بھی نہیں ہوا پس تیرا نطق وبیان تصلف محض ہے ایسے ہی متکلفین ونقالین کی نسبت فرماتے ہیں کہ ان کو حقیقت سے آگاہی نہیں اگر آگاہی ہوتی تو ان پر فنار شعور وادراک ضرور طاری ہوتا۔ اسی کو فرماتے ہیں خبرش باز نیامد یہ دوسرے قطعہ کا حل ہوا اور اس تقریر سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ وہ عارفین جو اہل ارشاد ہیں اور اسلئے وہ اسرار ظاہر کرتے ہیں کیا وہ بھی اسی میں داخل ہیں وجہ رفع ظاہر ہے کہ یہ عدم نطق دائم نہیں عارض ہے سو جسکو عروض کے بعد نطق کا اتفاق ہو وہ بے خبر نہیں اور جو بدون اس کے عروض ہی کے نطق کرنے لگے وہ مدعی ہے اُس کو فرماتے ہیں کہ جب تجھپر یہ حالت ہی وارد نہیں ہوئی تجھکو کیا منصب ہے نطق کا پس مطلق نطق علامت غیر عارف ہونے کی نہیں بلکہ نطق قبل عروض الفنار علامت ہے غیر عارف ہونے کی۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

۴۸

سوال۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ بوجہ گرمی یا دیگر مرض کی تکلیف کی وجہ سے سر کے بالوں میں ہم شکل بان کے گھلوا لیتے ہیں کہ جس کو زمانہ سابقہ سے آج تک شیطان کی کھنڈی کر کے مشہور کرتے ہیں آیا فی الحقیقت کھنڈی ہے

اس کی وجہ فرمادی جاوے کہ آیندہ ایسے فعل مکروہ سے باز رہیں۔

جواب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کھڈی تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ایک صورت بشکل قدمچہ پاخانہ کے ہے اور شیطان کی طرف اس لئے منسوب کرتے ہیں کہ یہ فعل خلاف شرع ہونے کے سبب پسندیدہ شیطان ہے حدیث میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

سوال۔ جمال القرآن میں جو لکھا ہے۔ زبان کی نوک۔ زبان کا کنارہ۔ زبان کا سرا۔ آیا تینوں کا مطلب ایک ہے یا اردو زبان میں تینوں میں فرق ہے اگر فرق ہے تو کیا۔

جواب۔ جس حرف کے بیان میں جو لفظ ہے اس حرف کا جو مخرج ہو اس جگہ اس لفظ سے وہی مراد ہے اور وہی فرق ان الفاظ میں ملحوظ ہے باقی ایک لفظ کو دوسرے کی جگہ بول سکتے ہیں۔

سوال۔ (یہ سوال بعض صلحاء کی اس تحریر پر کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو میں کلام فرماتے دیکھا ان ہی صاحب رویا کے نام آیا تھا) آپ عالم اور عربی دان ہیں بھر جود اس کے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے منام میں عربی زبان میں کس وجہ سے کلام نہیں فرمایا فقط۔

الجواب۔ (من صاحب المکتوبات) خواب میں جو حقائق منکشف ہوتے ہیں خواہ وہ مبصرات میں سے ہوں یا مسموعات میں سے ان کا انکشاف دو طرح ہوتا ہے کبھی صورت واقعیہ میں اور کبھی صورت امثالیہ میں اور دوسری صورت اکثر ہوتی ہے اور احیاناً پہلی صورت بھی ہوتی ہے پس تکلم باردو میں غالب الوقوع یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے افاضہ معانی کا ہوا ہے اور معانی حسب اقتضاء حالت مخاطب اردو کلمات کی صورت میں متمثل ہو کر مسموع ہوے اور احتمال یہ بھی ہے کہ بطور خرق عادت کے احیاناً آپ ہی نے غیر عربی میں تکلم فرمایا ہو جیسا بعض روایات حدیثیہ میں بھی آیا ہے کہ آپ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اشکمت درد رواہ ابن ماجہ اور وجوہ مذکورہ بالا مجموعہ صورتوں کی حکمت ہو سکتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اور ایک بار صاحب المکتوبات نے اس مضمون کو اس عنوان سے ارشاد فرمایا کہ خواب عالم تمثل ہے کچھ عجب نہیں آپ نے عربی میں فرمایا ہو مگر خصوصیات طبعیہ رائی کے سبب وہ عربی اردو میں متمثل ہو گئی ہو۔ وھذا اقرب الی قواعد فی الرؤیا۔

سوال (ایک خط درباب اشکالات مسئلہ تقدیر آیا جسکے اخیر میں یہ عبارت لکھی تھی) اگرچہ تقدیر میں خوض کرنا منع ہے لیکن اطمینان قلب اور معترض کیلئے جواب تو دندان شکن ہونا ضرور چاہیئے (اُس کا یہ جواب گیا)

جواب جس ذات مقدسہ نے اس خوض سے منع فرمایا ہے انھوں نے ان دو حالتوں کو مستثنےٰ کیوں نہیں فرمایا۔

سوال۔ ایک خاص بات جو کئی روز سے لکھنا چاہتا تھا مگر حجاب سا معلوم ہوتا تھا اب عرض کرتا ہوں کہ یہاں ایک فارغ التحصیل مولوی صاحب نے جو بحمداللہ جوان صالح اور سید ہیں قریباً ایک ہفتہ ہوا ایک خواب دیکھا ہے اور اس کو انھوں نے اول مہتمم صاحبان سے اور پھر شاہ صاحب سے بیان کیا اور مجھسے بھی کہا باوجود اپنے اذعان نابکاری کے بندہ کو بھی اور ان بزرگوں کو بھی بے حد خوشی ہوئی حق تعالیٰ شانہ کا فضل وکرم اور بندہ نوازی تو اس سے بھی ارفع واعلیٰ ہے اور یہ بھی گذارش ہے کہ اغلباً صاحب رؤیا کو میرے خاص اشغال ومعمولات کی چنداں اطلاع بھی نہیں ہے کیونکہ وہ میرے یہاں بہت ہی شاذ آتے ہیں اور میں ذکر وغیرہ زنانہ مکان کے اندر کرتا ہوں اگر یہ رؤیا من اللہ ہے تو واللہ باللہ اُسکو حضور کے تعلق شفقت اور اپنی غلامی کے آثار میں سے تصور کرتا ہوں یہ خواب انھوں نے مظفر نگر میں دیکھا جہاں وہ ایک خاص ضرورت سے گئے تھے سکندر آباد کے ایک حکیم صاحب وہاں آئے ہوئے تھے جو کچھ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ کے دیکھنے والوں میں ہیں انھوں نے شب کو ان صاحب رؤیا کے سامنے مولانا مرحوم کا بہت تذکرہ کیا پھر ان سے مدرسہ کے اور وہاں کی کل موجودہ جماعت کی جسمیں بندہ بھی محسوب تھا کیفیت دریافت کی۔ جسوقت یہ مولوی صاحب (صاحب رؤیا) یہاں سے اٹھکر اپنے بستر پر لیٹے تو غالباً صبح کے قریب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت وسیع میدان جو نہایت ہی صاف وشفاف ہے ایک بالکل اجنبی جگہ واقع ہے اُسمیں بہت بڑا جم غفیر لوگوں کا مختلف قسم کے لباس پہنے ہوئے موجود ہیں اور وسط میں ایک عورت سر سے پاؤں تک عمدہ سبز لباس پہنے ہوئے حلم ومتانت کے ساتھ چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تشریف رکھتی ہیں اور اُن کے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھا ہے جو دودھ سے بھرا ہوا ہے اور قریب ہی کوئی دوسری چیز ہے جو اُنکو معلوم نہیں ہو سکی

(باقی آئندہ)

طحطاوی حاشیه درمختار تحت قول مذکور فرموده هوان یضطر الرجل الی طعام او شراب اولباس او غیرها فلا یبیعها البائع الا باکثر من ثمنها بکثیر وکذا فی الشراء منه کذا فی المنح انتهی حلبی ۔ نیز در شرح الاوطار حاشیه درمختار بزبان اردو در استدلال بر فساد بیع وشراء مذکور حدیث شریف نقل کرده که مروی است از علی کرم الله وجهه نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن بیع المضطر وشرائه ابوداؤد اقوال مذکور الصدر دلالت میکند بر فساد پس بر تقدیر صحت دستخط کرده واپس ارسال فرمائید واگر برخلاف آں جناب را روایةً یا درایةً راجح معلوم میشود آنرا تحریر کرده عنایت فرمائید عند الله ماجور وعند الناس مشکور خواهید گردید ۔

الجواب ۔ در ذهن من همان بود که زبانی جواب داده بودم غالباً منشش اقوال شرح حدیث است کما قال الخطابی هذا یکون من وجهین احدهما ان یضطر الی العقد من طریق الاکراه علیه وهذا بیع فاسد لا ینعقد والثانی ان یضطر الی البیع لدین رکبه او مؤنته ترهقه فیبیع ما فی یده بالوکس بالضرورة وهذا سبیله فی حق الدین والمروة ان لا یباع علی هذا الوجه ولکن یعان ویقرض الی المیسرة او یشتری سلعة بقیمتها فان عقد البیع مع الضرورة علی هذا الوجه صح ولم ینفسخ مع کراهة اهل العلم له مص علی ابی داؤد وفی المرقاة عن النهایة مثله وفی اللمعات المراد به المکره ای لا ینبغی ان یشتری ویبتاع من المکره وقیل یجوز ان یراد من المضطر المحتاج الذی اضطر الی البیع لدین رکبه او مؤنته تلحقه فیبیعه رخیصا لحکم الضرورة فالمروة تقتضی ان لا یشتری منه ویعان ویقرض منه ۲ اه الحال درمختار ورد المحتار را مطالعه نمودم وازاں ترددے در دل پیدا شد لیکن بعد تامل راجح همان قول خود می نماید وعمل قول درمختار ورد المحتار صورتے خاص معلوم می شود وآں آنست که دریں عبارت مذکور هست ومثاله ما لو الزمه القاضی ببیع ماله لایفاء دینه او الزم الذمی ببیع مصحف او عبد مسلم ونحو ذلك اه یعنی صورتیکه در آں بیع مال از حاکم متعین کرده شود ومعنی نحو ذلك همین ست وقرینه بریں حمل آں قول مصنف نیست که صاحب رد المحتار بطور استدراک نقل کرده لو صادره السلطان ولم یعین بیع ماله فباع صح اه پس بنا بریں تقریر حاجت آں جواب نیست علامه شامی بصیغه تمریض نقل کرده فرموده

فتامل هذا عندی فان لم یطمئن قلبکم فراجعوا الاکابر ولست بمصر علی ذلک۔

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ۔

سوال۔ اگر کھانا کھاتے وقت کوئی شخص آجاوے تو اس کی تواضع جائز ہے یا نہیں خواہ وہ مسافر ہو یا وہاں کا باشندہ ہو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب۔ جائز ہے اگر دل میں بھی ہو کہ یہ کھالے تب تو ظاہر ہی ہے اور اگر دل میں نہ بھی ہو تو اس نیت سے جائز معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اس کا اکرام ہے اور نہ کہنے میں بعض اوقات ایک گونہ اہانت ہے اور ادب کے طرق میں اتنا اختلاف ظاہر و باطن میں محتمل کیا جاتا ہے جیسا حدیث میں ہے کہ اگر وضو ٹوٹ جاوے تو ناک پکڑ کے باہر چلا جاوے۔ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

سوال۔ درمختار میں ہے وصلاته فیہا افضل تو اس میں کیا تحقیق ہے۔

جواب۔ ردالمحتار میں ہے (قوله وصلاته فیہا) ای فی النعل والخف الطاهرین افضل مخالفة للیهود تاتارخانیة وفی الحدیث صلوا فی نعالکم ولا تشبهوا بالیهود رواه الطبرانی کما فی الجامع الصغیر رامزا الصحة واخذ منه جمع من الحنابلة أنه سنة ولو کان یمشی بها فی الشوارع لان النبی صلی الله علیه وسلم وصحبه کانوا یمشون بها فی طرق المدینة ثم یصلون بها قلت لکن اذا خشی تلویث فرش المسجد بها ینبغی عدمه وان کانت طاهرة وأما المسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصا فی زمنه صلی الله علیه وسلم بخلافه فی زماننا ولعل ذلک محمل ما فی عمدة المفتی من أن دخول المسجد متنعلا من سوء الادب تأمل ج ۱ ص ۶۶۹ اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے۔ **نمبر ۱** یہ حکم مقصود بالذات نہیں بلکہ معلل ہے مخالفت یہود کے ساتھ اور اب مخالفت عدم تنعل میں ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ لوگ کنائس میں مع نعلین جاتے ہیں **نمبر ۲** علت مذکورہ کے تحقق کے وقت بھی مقید ہے عدم تلویث فرش کے ساتھ اور یہاں اس قید کا انتفا ظاہر ہے اور مسجد نبوی ملوث نہوتی تھی فلا یصح القیاس مع الفارق **نمبر ۳** مثل لزوم تشبہ باہل الکتاب کے خوف تلویث مسجد کے سوء ادب بھی مانع مستقل ہے، در صورت سوء ادب کا محض عرف و عادت ہے، اور اس ہیئت کا سوء ادب ہونا ظاہر و مشاہد ہے بس ہمارے دیار میں اس فعل سے تین امر مانع ہیں لزوم تشبہ و تلویث مسجد و سوء ادب لہذا ہرگز اسکی اجازت نہیں ہو سکتی۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(باقی آئندہ)

سوال۔ آج کل جو یہ آہنی نل جو کنوئیں کا کام دیتے ہیں ایجاد ہوئے ہیں اگر ان کے اندر کوئی شخص پیشاب وغیرہ ڈالدے تو آیا یہ ناپاک ہوجاتے ہیں یا نہیں اور پہلی شق پر ان کے پاک کرنے کی کیا صورت ہے۔

جواب۔ فی الدر المختار ینزح کل ما فیہا الذی کان فیہا وقت الوقوع بعد اخراجہ الا اذا تعذر الی قولہ فان تعذر نزح کلہا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی ۲۱۸ تا ۲۲۰۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ نجاست کا واقع ہونا کنوئیں میں اس کو نجس کردیتا ہے سو اسمیں بھی جب نجاست گریگی ناپاک ہوجاویگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وقوع نجاست کے وقت جسقدر پانی ہو اسقدر نکالدینے سے وہ پاک ہوجاتا ہے پس اس بنا پر نل کے اندر جسقدر پانی ہے اس کے نکالدینے سے وہ پاک ہوجاویگا اور یہ شبہ نکیا جاوے کہ نل کے نیچے زمین میں سے پانی کی آمد ہوتی ہے تو کیا وہ ناپاک نہوگا بات یہ ہے کہ وہ پانی ایسا ہے جیسا متعارف کنووں میں بھی علاوہ بھرے ہوئے پانی کے ابلنے والا پانی ہوتا ہے مگر چونکہ وہ فی البیر نہیں ہے اس کا اعتبار نہیں اسی طرح جو پانی بالفعل اس آہنی کنوے کے اندر نہو گو بطور آمد کے نیچے سے بذریعہ مسامات ارض کے اس کے اندر آجاتا ہو وہ معتبر نہیں البتہ اگر تجربہ سے یہ ثابت ہوجاوے کہ اس نل کی جڑ میں پانی مجتمع رہتا ہے تو اسکو نجس کہیں گے اور تخمینہ سے جب اسقدر نکل جاوے کنواں پاک ہوجاویگا۔ اور عبارت مذکورہ سے ایک اور بات ثابت ہوئی کہ اگر اس آہنی کنوے میں ایسی نجس چیز گرجاوے جو نکل نہ سکے تو اس کا نکالنا معاف ہے پھر اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو وہ چیز ذی نجاست ہے جیسے ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑا یا عین نجاست ہو جیسے مردار کی بوٹی صورت اولی میں بلا انتظار معافی کے صرف پانی نکالنے سے پاک ہوجاویگا اور صورت ثانیہ میں اتنی مدت تک انتظار کریں کہ گمان غالب ہو کہ وہ مٹی ہوگیا ہو پھر پانی نکالدیں فی الدر المختار بعد قولہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فی رد المحتار واشار بقولہ متنجسۃ الی انہ لا بد من اخراج عین النجاسۃ کلحم میتۃ وخنزیر اھ قلت فلو تعذر ایضا ففی القہستانی عن الجواہر لو وقع عصفور فیہا فعجزوا عن اخراجہ فما دام فیہا فنجسۃ فتترک مدۃ یعلم انہ استحال وصار حماۃ وقیل مدۃ ستۃ اشہر اھ جلد ۱ صفحہ ۲۱۹۔

۳۷

سوال از انگلستان از اخبار مدینہ بجنور۔

یکم فروری سنہ ۱۹۱۷ء

خیال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ جانور کو ذبح کے وقت بہت ہی کم تکلیف پہونچے اور ذبح کا کوئی ایسا طریق اختیار کیا جائے جسمیں یہ امر حاصل ہو جائے اس غرض کیلئے ایک رائل سوسائٹی بنائی گئی ہے اور ذبح ہونے والے جانوروں کو تکلیف سے بچانیکے لئے ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے جانور کو بے ہوش کر دیا جاوے اور بے حسی کی حالت میں اس کو ذبح کیا جائے اگر کوئی مسلمان اس حالت کے بعد جانور کو اپنے طریق پر ذبیحہ کرے تو کیا ایسا جانور ذبح سمجھا جائیگا جانور کے بے حس کئے جانے سے جانور مر نہیں جاتا اس کی نبض برابر قائم رہتی ہے اگر جانور مر جاوے تو دل کی حرکت بند ہو جانے سے نبض بند ہو جائیگی اور خون کا حصہ جسم میں رہ جائیگا لیکن ایسا نہیں ہوتا لہذا اسی حالت بیہوشی میں ذبح کرنے والا شاہ رگ کو کاٹ کر خون خارج کر سکتا ہے ایسے جانور بھی ذبح ہوئے ہیں جو بذریعہ آلہ کئی منٹ تک بے ہوش پڑے رہنے کے بعد ذبح کئے گئے اور کافی خون نکلا بہر حال استفتا کی صورت یہ ہے آیا اگر کوئی جانور ذبح کرنے سے پہلے بے ہوش کر لیا جائے یعنی اسکو درد کا احساس نہ رہے اور اس کے بعد ذبح کیا جاوے ایسی صورت میں کہ اس کے دل کی حرکت بھی قائم رہے اور نبض بھی اس کی چلتی رہے اور ذبح بھی اسلامی طریق پر کیا جاوے تو کیا ایسا جانور ذبیحہ سمجھا جائیگا ممکن ہے کہ عنقریب یہاں (یعنی انگلستان) کا یہ قانون ہو جائے کہ کوئی جانور ذبح نہ ہو جب تک اس کو آلہ مذکور سے بے ہوش نہ کیا جائے اس امر کی ابھی پوری اطلاع نہیں کہ وہ آلہ کس قسم کا ہے اور اس کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے آیا اس سے جانور کے کسی حصہ پر ضرب لگائی جاتی ہے یا کسی منشی چیز سے اسے بے ہوش کیا جاتا ہے۔

الجواب۔ یہاں دو مقام پر کلام ہے ایک یہ کہ ایسی حالت میں ذبح کرنے سے جانور حلال ہوگا یا نہیں سو چونکہ یہ فعل کسی شرط حلت کے منافی نہیں اور حیات پورے طور پر باقی ہے اسلئے جواب یہ ہے کہ جانور حلال ہو جاویگا فی الدر المختار ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم

(باقی آئندہ)

فصل دوم در تحقیق سلام امام بر قوم بعد صعود ممبر

سوال۔ دیباچہ خطب ماثورہ ممبر ممبر پر چڑھکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور پھر سلام کرتے اور بیٹھ جاتے، اس کے متعلق یہ سوال ہے کہ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۳۳ مطبوعہ مرادآباد میں لکھا ہے کہ جب امام اپنی جگہ سے بغرض خطبہ اُٹھے تب سے مقتدیوں پر سکوت واجب ہو جاتا ہے پس جب خطیب سلام کریگا تو لامحالہ سامعین کو جواب دینا پڑیگا پھر سکوت کی قید جاتی رہے گی لہذا اسکی صراحت فرمادی جاوے کہ یہ فعل خاص آپ ہی کے لئے مخصوص تھا یا اب بھی عام خطبا کو اس کی پابندی کرنی چاہئے اور مقتدیوں پر جو حسب صراحت صدر سکوت کا حکم ہے اس کا کیا جواب ہے۔

جواب۔ واقعی اس تحریر میں اجمال ہے اس کے بعد احیاء السنن میں اس مسئلہ کی اسطرح تحقیق کی گئی وفی البحر فاستفید منه (ای من قول البدائع انه لا یسلم اذا صعد المنبر وروی انه یسلم کما فی السراج الوهاج ص ۱۶۸ جلد ۲ وهو المختار عندی لحدیث وان کان المشهور فی المذهب هو القول الاول کما فی الدر المختار وغیره والمتمسك فیه العمومات وعلیه یأول ما ورد من السلام من حمله علی ما قبل تحریم الکلام فی الصلوٰة وفی الخطبة قلت واذ لیس السلام واجبا واحتمل الکراهة بالنسخ فلعل الاولی العمل ترکه والاعتقاد تجویزه والله اعلم اه اس سے معلوم ہوا کہ احتیاط یہی ہے کہ امام سلام نہ کرے پس اپنی تحریر کے اجمال سے جو موہم اجازت سلام بلا اختلاف ہے رجوع کرتا ہوں گو مجوز وجوب سکوت سے اسکو مخصوص کر سکتا ہے۔ ۲۴ صفر ۱۳۳۵ھ

فصل سوم در تحقیق وتفصیل رطوبت فرج

امداد الفتاوی حصہ ۴ کے مسئلہ مرقومہ تاریخ ۱۶ شوال ۳۴ھ میں جو کہ رسالہ الامداد بابت محرم ۳۵ھ میں شائع ہوا ایک جواب طہارت رطوبۃ فرج کے متعلق لکھا گیا ہے اس پر ایک دوست صاحب علم کا خط ذیل آیا ایک دوسرا مسئلہ جسمیں جمہور کی ظاہرا مخالفت لازم آتی ہے

۱۴۳

اُس پر غور کرکے اشاعت اصلاح ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس پرچہ مذکورہ کے صفحہ (۳۴) میں جو سوال
سفیدی خارج از فرج کا ہے اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو مرض سیلان رحم میں خارج ہوتی ہے
جیساکہ مردوں کو مرض جریان میں ہوتا ہے جسے اصطلاح اطباء و فقہا میں ودی کہتے ہیں یہ بالاتفاق
نجس اور وضو شکن ہے اور درمختار کی جو عبارت آپ نے اس مسئلہ کے جواب میں نقل فرمائی ہے
(ص۳۵) پر اُس میں وہ رطوبت مراد ہے جو فرج پر ہر وقت موجود رہتی ہے جیسے کہ انسان کے
لب پر اور اسی طرح مخرج و جلد ولد پر جو رطوبت موجود رہتی ہے وہ پاک ہے فتدبروا۔

(جواب اس کا یہاں سے یہ لکھا گیا)

فی شرح الاسباب والعلامات بحث سیلان الرحم انہ قد یعرض النساء ان یسیل من
ارحامہن دائماً رطوبات وربما عرض لہن سیلان المنی کما یعرض للرجال وتلک
الرطوبات اما یکون تولدہا فی الرحم نفسہ اذا ضعفت القوۃ الغاذیۃ التی فیہا واما
فضول تصل الیہا من جمیع البدن علی جہۃ الاستفراغ والتنقیۃ وفیہ ویستدل علی
المنی بلونہ فی البیاض وقوامہ فی یسیر الغلظ وعدم العفونۃ الی قولہ فلذلک یکون
(ای المنی السائل) خالیا من العفونۃ بخلاف الرطوبات الفضلیۃ التی تصرفت فیہا
الحرارۃ الغریبۃ الی قولہ واما سیلان المنی فقد ذکر اقسامہ وفیہ قبل ذلک فی (بقیہ) تعریف
الودی وہو رطوبۃ لزجۃ تسیل فی مجری البول عند ادارتہ (ای البول) الی قولہ
وہی اذا کثرت غلظت وسالت بعد البول ایضاً وفیہ اما سیلان المنی وخروجہ
من غیر ارادۃ ای من غیر مزاولۃ جماع فیکون اما لکثرۃ المنی لقلۃ الجماع وکثرۃ تناول
مولدات المنی واما لحدۃ المنی وحرافتہ واما لاسترخاء اوعیۃ المنی وبرد مزاجہا
وضعف قوتہا الماسکۃ واما التشنج وتمدد یعرض لعضل اوعیۃ المنی واما لضعف
الکلیۃ وذہاب شحمہا فی شدۃ الشہوۃ اوکثرۃ الجماع واما الفکر فی الجماع او سماع من حدیثہ
اھ ملخصاً وفی رد المحتار علی قول الدر المختار ان رطوبۃ الفرج طاہرۃ عندہ اھ مانصہ
ای الداخل اما الخارج فرطوبۃ طاہرۃ بالاتفاق الی قولہ فرطوبتہ کرطوبۃ الفم والانف والعرق الخارج
من البدن ص۲۳۰ ج ا۔

(باقی آئندہ)

محبوبوں کی عادت ہی ہے کہ محب کو چھیڑا کرتے ہیں لہذا اسپر تو فخر کرنا چاہیئے کہ خطاب و توجہ تو ہے۔ اگر یہ بھی نہوتا تو کیا کر لیتے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی	جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

علاوہ ازیں چونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کی محبت کا دعویٰ کرنا خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ ذلیل تریں بازاری عورت کا اگر کوئی شخص طالب بنتا ہے تو جب تک طرح طرح کی خلاف طبع باتوں سے آزما نہیں لیتی اس وقت تک کوٹھے پر قدم بھی نہیں دھرنے دیتی پھر کیا پوچھنا بے نیاز شاہنشاہ عز اسمہٗ کی محبت کے دعویٰ کا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ دعویٰ اتنا آسان ہے کہ کسی قسم کے امتحان کی بھی ضرورت نہو اور جو کچھ بھی کوئی زبان سے کہدے کسوٹی پر کسے بغیر اسکو سچا سمجھ لیا جائے۔ انسان کا تو منہ ہی اس قابل نہ تھا کہ خالق برتر کی محبت کا دعویٰ کرتا کہ اسکی غیر متناہی عظمت و جلالت کے مقابلہ اس بول و براز کے پتلہ اور نطفہ منی کے پیدا کردہ حادث و فانی بشر کی ہستی و حیثیت ہی کیا ہے۔ اس حالت گندگی در گندگی پر تو اس عین کمال اور جملہ عیوب و شوائب پاک و مطہر ذات کے طالب و عاشق و محب ہونے کا دعویٰ بھی بے ادبی تھا کہ منہ پر طمانچے مار دیجاتے۔ چہ جائیکہ تم چاہتے ہو کہ دعویٰ محبت کے سچے اور جھوٹے ہونے کا امتحان بھی نہ لیا جائے سو ؎ ایں خیالست و محالست و جنوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکمرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ ابوجہل کی باندی دروازہ پر کھڑی تھی۔ آپ کو جاتے دیکھا تو اپنے مندورین کے اقتضا سے جو کچھ بھی کلام بد منہ میں آیا بے حیا بنکر زبان سے نکالا مگر اللہ رے طلب کی سچائی کہ باوجود اشرف القوم اور ملک کے شاہزادہ ہونے کے بندور کی دشنام اور سب و شتم کے جواب میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلا۔ چپ کھڑے سنتے رہے اور بزبان حال فرماتے رہے کہ ؎

خوش وقت شوریدگان غمش	اگر ریش بینند وگر مرہمش
گدایانے از بادشاہی نفور	بامیدش اندر گدائی صبور

کون کہہ سکتا ہے کہ سرور انبیاء کو دشنام کا صدمہ نہوا ہوگا۔ یہ تو شرافت کا اقتضا ہے کہ جتنا شریف ہوگا اسی قدر گالی سے متاذی ہوگا پھر کیا پوچھنا اس ذات مطہر کا جو دنیا بھر کی افضل ترین و شریف قوم کا خلاصہ شرافت ہو اور یہی روحانی ایذائیں تھیں جنکے تعلق آپ نے

فرمایا ہے کہ مااوذی نبی مااوذیت یعنی جتنی ایذائیں مجھے پہونچے ہیں کسی نبی کو بھی نہیں پہونچیں مگر جواب دینا اس وجہ سے تھا کہ آپ خوب جانتے اور سمجھتے تھے کہ ارادہ خداوندی کے بغیر ذرہ بھی نہیں ہلتا اور یہ امتحان ہے محبوب کی طرف سے کہ طلب سچی ہے یا جھوٹی۔ لہذا مجھے اپنے کام سے کام ہے کہ جس سرکاری خدمت پر تعینات ہوا ہوں اس میں مر کھپوں اور دامن محبوب کو اغیار کی گالیاں کھاکے طیش میں چھوڑ دوں پر نہ چھوڑ دوں۔ آپ کی نظر چونکہ اس نتیجہ وحسین ثمر پر تھی جو اس آشکارا بدرد دوست میں مستور تھا لہذا آپ گردن جھکائے بندوں کی دشنام سنتے رہے اور جب تک وہی تھک کر خاموش نہو گئی وہاں سے واپس نہوئے اور بزبان حال فرماتے رہے کہ ؎

بہ بینم کہ تا کردگار جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

جب سردار انبیاء و سرور طالبان و مطلوبان کی یہ حالت ہو تو کیا پوچھنا امتیان محبوب کا کہ جنکو جو کچھ بھی ملا ہے اسی سپہ سالار عشاق کی جوتیوں کے طفیل ملا ہے۔ الغرض گروہ عشاق کے نزدیک مسلم ہو چکا ہے کہ یہی روحانی وجسمانی گوناگوں مصیبتیں دعوی محبت کے پرکھنے کی کسوٹی ہیں اور یہ امتحان اس لئے ہے تاکہ مومن متمیز ہو جائے منافق سے اور معتقد توحید جدا ہو جائے معتقد شرک سے اور امتیاز ہو جائے کہ کون مخلص ہے کون ریاکار؟ کون بہادر ہے اور کون بزدل وہمت ہارا؟ کون جمنے والا ہے اور کون پھسلنے والا؟ کون صابر و مستقل مزاج ہے اور کون گھبرا جانے والا اور ہائے واویلا مچانیوالا؟ کون برسر حق ہے اور کون برسر باطل؟ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ کون دوست ہے اور کون دشمن؟ کون متبع ہے اور کون مبتدع؟ چونکہ عشاق کے ۴۲ صدمات وحزن ثمرات ہیں استغناء معشوق کے اور محبوب حقیقی کا استغناء غیر متناہی ہے لہذا ضرورت ہے کہ عشاق کا صبر واستقلال بھی بے حد وبے پایاں ہو کہ ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

جتنا حزن پیش آئے اسیقدر مسرور ہوں اور جتنا بعد نظر آئے اتنے ہی قرب کے طالب ہوں۔ تیر ہائے مژگان کو دل پر لیں اور مستانہ وار قدم آگے بڑھا کر کہیں کہ ؎

اگر ز کاوش مژگان او دلم خون شد
خوشم کہ برمن اسباب گریہ افزوں شد

ضمیمہ تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت متعلق ظلّ صفہ

از جانب مہتمم مجلس خیر متعلقہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(صفہ کہ نمونہ مصداق اکلہا (لے ثمرہا) دائم وظلہا است)

ظلّ صفہ کا مصداق تو اصل تنبیہات نیز سابقہ تتمات سے ظاہر ہے کہ اس مدرسہ وخانقاہ تو کلیہ کا نام ہے۔ اور اس کے بعضے ثمرات بھی مع بعض امور متعلقہ اُن میں مذکور ہو چکے ہیں۔ یعنی تعلیمات ضروریہ۔ اس وقت اُس کے تین ثمرات اور مذکور ہوتے ہیں جن میں ایک تو تتمہ رابعہ میں بہت ہی اجمال کے ساتھ بلا عنوان ظل صفہ بضمن مجلس خیر مذکور بھی ہو چکا ہے یہاں اسکی قدرے تفصیل ہے۔ اور دوسرا تیسرا ذکر میں بالکل جدید ہیں۔ اور ان سب کا یہ ذکر محض تفریح طبع احباب کیلئے ہے نہ کہ تحریک مالی کیلئے والحمد للہ علی ذلک۔ اور تعجیل مسرت واطلاع بعض ضروریات کیلئے اسکی اشاعت میں تتمہ خامسہ کا انتظار نہیں کیا گیا۔

ثمرہ اول ۔ وہی مجلس خیر ہے جسکا ذکر تتمہ رابعہ کے اخیر میں ان لفظوں سے ہوا ہے جو کہ اُس کی کشف حقیقت کے لئے بھی کافی ہیں **وہی ہذہ** ۔ اس تتمہ میں بعض جگہ مجلس کا لفظ آیا ہے مراد اس سے مجلس خیر ہے جو مدرسہ ہذا کے متعلق چند روز سے بدیں غرض قائم ہوئی ہے کہ احقر کے قلم سے یا رائے سے جو تصانیف ہوں اُن کا وہ انتظام کرے چنانچہ بفضلہ تعالیٰ یہ کام اُس میں جاری ہے۔ ا ھ

ان تیار شدہ کاموں کی نسبت وقت اس کے انعقاد کے یہ تجویز ہوا تھا۔ کہ جو کام تیار ہوتا جاوے کسی ذریعہ عام یا خاص سے اسکی اطلاع دوسرے منتظرین کو بھی ہو جایا کرے تاکہ جو صاحب کسی کام کا نسخہ کرنا چاہیں وہ درخواست کر سکیں۔ اس بنا پر اس وقت جو کام یہاں حقیقۃً یا حکماً تیار ہے اسکی ضروری فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

نمبر۱ کلام الملوک نمبر۲ تعلیق ترمذی جلد اول نمبر۳ تعلیق ترمذی جلد ثانی نمبر۴ امداد المسائل جلد اول نمبر۵ عشر ۹ و ۱۰ کلید مثنوی دفتر ۶ ۔ نمبر۶ تتمہ تربیت السالک وضمیمہ جلد اول نمبر۷ کلید مثنوی دفتر ثانی نمبر۸ کلید مثنوی دفتر ثالث نمبر۹ ترجمہ روض الریاحین ۔ نمبر۱۰ مجالس الحکمت نمبر۱۱ ازوال السنۃ نمبر۱۲ تربیت السالک حصہ چہارم نمبر۱۳ مکتوبات حصہ چہارم نمبر۱۴ حوادث الفتاوی حصہ چہارم نمبر۱۵ امداد الفتاوی حصہ چہارم نمبر۱۶ المصالح العقلیہ نمبر۱۷ تشنیف الاسماع نمبر۱۸ مظاہر الاحوال نمبر۱۹ الغضب نمبر۲۰ تسہیل المواعظ حصہ اول نمبر۲۱ الخضوع نمبر۲۲ المجبور نمبر۲۳ عل العقدہ نمبر۲۴ الشذور نمبر۲۵ رفع الموانع نمبر۲۶ حسن العزیز نمبر۲۷ احیاء السنن ساتھ حصے

درخواست کنندوں کو دو طریق سے کام دیا جاتا ہے۔ ایک طریق یہ ہے کہ کوئی مسودہ تیار ہو پھر مجلس ہی نے اسکو نقل کرایا۔ پھر اس نقل کو کسی نے مصارف نقل کے ادا کر کے لے لیا۔

اور اصل مسودہ مجلس ہی میں وقف رہا۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ خود اصل مسودہ سے ہی نقل کرانے کے لئے کسی نے وہ مسودہ کرایہ پر لے لیا۔ پھر صاف کرانے کے بعد وہ مسودہ مجلس میں واپس کر دیا۔ اور وہ مجلس میں وقف ہو کر رہا۔ بہرحال مسودہ کا وقف ہو کر مجلس میں رہنا یہ دونوں طریق میں مشترک ہے صرف تفاوت نقل حاصل کرنے کے دونوں طریقوں میں رہا وراس اصل مسودہ کے محفوظ رہنے میں علاوہ اسکے کہ خود اس کا محفوظ ہونا مقصود فی نفسہ بھی ہے یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر آئندہ زیادہ صحت کے اہتمام کے خیال سے کوئی صاحب اس اصل مسودہ سے نقل لینا چاہیں تو وہ مسودہ اس کام میں آسکے چنانچہ نمبر پچیس ۲۵ سے نمبر ستائیس ۲۷ تک طریق اول سے دیئے گئے ہیں اور نمبر گیارہ ۱۱ سے نمبر چوبیس ۲۴ تک طریق ثانی سے اور نمبر اول سے نمبر دس ۱۰ تک کی بجز مواعظ متفرقہ متعددہ کے بھی درخواست نہیں ہوئی۔ اگر کسی صاحب کو شوق ہو **مہتمم مجلس خیر** سے بہ نشان مندرجہ پیشانی خاص طور پر خط و کتابت کریں +

ثمرہ ثانیہ۔ یہ تجویز ہے اور بحمد اللہ اس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے کہ اپنے حضرات کی تصانیف عموماً اور حضرت حکیم الامت مولانا مولوی **محمد اشرف علی** صاحب دام ظلہم کی تالیفات کا خصوصاً مجلس خیر میں پورا ذخیرہ رہے۔ تاکہ اگر کوئی ان کے یکجائی مطالعہ سے محظوظ ہونا چاہے تو یہ اسکو سہولت سے میسر ہوسکے نام اس ذخیرہ کا **امداد الکتب** رکھا گیا ہے۔

ثمرہ ثالثہ۔ مدرسہ ہذا کے متعلق قصبہ میں ایک مکتب لڑکیوں کو کلام مجید و رسائل ضروریہ مسائل و عقائد کی تعلیم دینے کیلئے ایک شریف بی بی کے گھر میں کہ وہی اس کی معلم بھی ہیں جاری کیا گیا ہے اور نام اس کا **امداد القرآن** رکھا گیا ہے۔ اور اس کے اہتمام و امتحان و نگرانی میں کسی مرد کا ذرہ برابر دخل نہیں یہ سب کام چند دیندار معتمد بیبیوں نے اپنے ذمہ لے لیا ہے صرف ان معتمد بیبیوں کی ماہوار اطلاع پر اس مدرسہ کے ضروری مصارف مدرسہ سے ادا کر دیئے جاویں گے چنانچہ اس وقت اس سلسلہ کو پورا ایک مہینہ گذر گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے شل مسلمین کے مسلمات بھی اپنے فرض عین سے سبکدوش ہوسکیں گی۔ فقط۔ **راقم مہتمم مجلس خیر**۔

اطلاع از اشرف علی عفی عنہ } تتمہ لاجہ کے آخر میں اسوجہ سے کہ اس وقت تیار کام دینے کا ایک ہی طریقہ جاری تھا دوسرا طریقہ درج نہیں ہوا تھا مگر اب مدت سے دونوں پر عملدرآمد ہے بس اس مضمون کو اس مضمون کی تفصیل و توضیح سمجھنا چاہئے۔

اطلاع دیگر نیز از اشرف علی } چونکہ یہاں کی تصانیف پر کسی سے کچھ حق تصنیف وغیرہ نہیں لیا جاتا اس لئے ان کی رجسٹری کرانیکا کسی کو حق حاصل نہیں فقط

یکم جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ

یہ ایک مضمون دارالعلوم دیوبند سے بغرض اشاعت دفتر الامداد میں موصول ہوا ہے لہذا اسکو شائع کیا جاتا ہے۔ (نائب مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دار الحدیث دیوبند

دار الحدیث دیوبند کو مسلمان تلقی بالقبول کر چکے ہیں اُسکی مقبولیت عامہ کا اثر حدود ہندوستان سے متجاوز ہو کر ارض مقدس حجاز تک پہونچ چکا ہے جس رغبت ذوق و شوق کے ساتھ فراخ دلی سے اُسکی امداد کی گئی ہے کم از کم ہندوستان میں کسی عمارت کی نسبت ایسی نظیر پیش نہیں کرسکتا **دارالعلوم** اپنے حالیہ مکانات درس۔ دارالاقامہ وغیرہ عمارات کی تنگی و قلت کو بیان کرکے اس کی ضرورت کو تسلیم کرا چکا ہے۔ چند سال قبل مقدس بزرگان دین و صلحاء امت کے مجمع عظیم میں اس کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا ہے اور اب موانع قوی (گندہ نالہ سرکاری) کے رفع ہو جانے سے سلسلہ تعمیر جاری ہو کر زیریں حصہ (بنیاد) تیار ہو چکا ہے مسلمانوں میں وہی ولولہ وہی شوق وہی فراخ دلی امداد کی موجود ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔ مگر سخت افسوس ہوتا ہے کہ ایسے وقت جبکہ اس کی تکمیل کا زمانہ دن بدن قریب آتا جاتا ہے یہ صدا اٹھتی ہے کہ دارالعلوم کو دارالحدیث کی یا بالفاظ دیگر وسیع درسگاہوں کی ضرورت نہیں ہے اُسمیں جاذبیت و کشش باقی نہ رہا اصل سے نہ تھا۔ ہمیں اس بات پر بعض اسلامی اخبارات کے رویہ سے شکایت ہے کہ بے اصل افواہوں سے متاثر ہو کر یا غیر واقعی اور ناقابل وثوق بیانات پر اعتماد کرکے بھاری ذمہ داری اپنے اوپر اٹھاتے اور ایسے مضامین شائع کرتے ہیں جو ایک اسلامی مرکز کیخلاف ہو سکتے ہیں۔ ان بزرگوں کو لازم تھا کہ حالات واقعی کا علم حاصل کرکے قلم اٹھاتے یا ایسا نہ کر سکتے تو سکوت کرتے ان حضرات سے اگر ایسا ممکن ہو تو اب ہم با ادب ملتمس ہیں کہ اس طریقہ کے اختیار کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ اپنا ذاتی علم دارالعلوم کی نسبت حاصل کریں۔ اسکی علمی حالت کا اندازہ کریں۔ اسکے نظم و نسق و دلیس طلبہ کے اجتماع کا خود مشاہدہ کریں۔ اسکی جاذبیت و کشش کا اندازہ کریں اور خود دیکھنا چاہیں دیکھیں ایسا نہ کریں تو بے تحقیق کسی بیان پر اعتماد کرنا ظلم عظیم ہے۔

دار الحدیث کی تکمیل انشاء اللہ تعالیٰ اب دنوں کی بات رہ گئی ہے۔ رفتار امداد بتلا رہی ہے کہ سال ڈیڑھ سال یہ مقدس عمارت دارالعلوم کو جذب میں مزید قوت پیدا کر دیگی۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ ہر ذی وسعت مسلمان اسمیں حصہ لے اور سمجھ لے کہ یہ خدائی کام ہے جو ضرور پورا ہوگا **دارالعلوم دیوبند** کے ساتھ خداوند عالم کا یہی معاملہ رہا ہے کہ جب کبھی بڑے سے بڑا کام توکل پر شروع کیا ہے اُس کے فضل سے پورا ہو کر رہا۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جنکے ہاتھ سے حق تعالیٰ یہ نام پورا کرائے۔ خزانہ خداوندی میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔

دارالحدیث کے متعلق ایک اعلان معہ نقشہ عمارت اس سے قبل طبع ہو چکا ہے مگر مخلص عزیز فاضل اجل ذی علمی مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی مدرس دارالعلوم نے اپنے دلی جوش سے ایک مضمون لکھا ہے جسکو مناسب سمجھتا ہوں کہ مسلمان بھی دیکھیں اور اندازہ کریں کہ دارالحدیث کیلئے اسکی عظمت و وقعت انکے دل میں کس قدر ہونی چاہیے مجھے توقع ہے کہ یہ مضمون جو دل سے نکلا ہے دل ہی پر جا کر اثر کریگا۔ وانما المستعان وعلیہ التکلان وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ احقر خادم الاسلام والمسلمین محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

عشق و محبت کی بحث میں تم نے مجنون و لیلیٰ کے تذکرے پڑھے۔ قیس و فرہاد کی داستانیں سنیں اور یہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ رات کے وقت جب شمع روشن ہوتی ہے تو ہزاروں پروانے اپنی چھوٹی چھوٹی ہستیوں کو کس اشتیاق اور بیتابی کے ساتھ شمع کی لو پر نثار کرتے اور تن من کو جلا ڈالتے ہیں لیکن تم نے غالباً کبھی ایسے پروانوں کے دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہوگا جنہوں نے شمع کی آگ میں اپنے کو اسلئے جلایا ہو کہ وہ جلنے سے بچ جائیں اور اسلئے فنا کیا ہو کہ وہ پھر کبھی فنا نہوں۔ چمن میں خاموش پھولوں کے اردگرد سیکڑوں دفعہ بلبلوں کے چہچہے سُنے ہونگے پر ایسا ایک دفعہ بھی نہ سنا ہوگا کہ شاہد گل تو خود چہچہا رہا ہو اور شور مچانے والی بلبلیں ساکت و صامت رہکر اُس کے ایک ایک لفظ کو سُن رہی ہوں۔

پس آؤ کہ تم کو حجاز کی سرزمین میں خدا کے نور سے روشن کی ہوئی وہ شمع محمدی دکھلائیں جس پر لاکھوں پروانوں نے اپنی ہستیوں کو محض اسواسطے جلا ڈالا کہ وہ خدا کی سب سے بڑی دہکتی ہوئی آگ کی لپٹ سے محفوظ ہو جائیں اور اپنی چند روزہ حیات کو اُس کے قدموں پر اس لئے قربان کر دیا کہ اُن کو دائمی زندگی حاصل ہو۔

عرب کی خشک ریگستانوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں میں (خدا کی قدرت دیکھو کہ) ایک غنچہ میں چٹک ہوئی اور ایک ایسا پھول کھلا جسکی مست کر دینے والی مہک کے سامنے مشک و گلاب کی بھی کچھ حقیقت

نہ رہ گئی اور جب بلبلوں کے دماغوں میں اس کی مدہوش کردینے والی خوشبو پہونچی تو انھوں نے جمع ہوکر خوب شور مچانا شروع کیا۔ اس پر چمنستان نبوت کا وہ گل سرسبد گویا ہوا اور اپنے نغمہ طرب افزا سے سب کی زبانیں خاموش کردیں۔ پھر کیا تھا بلبلیں اس کی لحن داؤدی سننے کیلئے گردنیں جھکا جھکا کر اور پر سمیٹ سمیٹ کر بیٹھ گئیں اور جو لفظ بھی اس کی زبان سے نکلا اس کو اٹھا لیا اور جو کلمہ بھی سنا اس کو فوراً دل کی تختی پر لکھ لیا۔

میرے اس بیان کو تم محض شاعریت مت سمجھو بلکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پڑھو اور آپ کے ساتھ ان کے تعلق اور شغف کا اندازہ لگاؤ تو تم کو صاف معلوم ہوجائے گا کہ وہ آپ کے اصحاب بھی تھے اور شاگرد بھی۔ عاشق جاں نثار بھی تھے اور درم ناخریدہ غلام بھی۔ مؤدب بھی تھے اور بے تکلف بھی۔ آپ کو اپنا محبوب بھی سمجھتے تھے اور بادشاہ بھی۔ نبی بھی جانتے تھے اور بدر بزرگوار بھی۔ پھر ایسی حالت میں یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ وہ آپ کے آثار اور روایات میں سے کسی ایک کو بھی ضائع کر دیتے یا ان کے نشر و اشاعت میں ادنیٰ بے اعتنائی کو کام میں لاتے۔ حضرت ابوہریرہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص عبادلہ ثلاثہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات کا تتبع ہی ہمکو اسقدر جتلانے کے لئے کافی ہے کہ آپ نے شاید تیئس ۲۳ برس کے عرصہ میں کوئی سانس نہیں لی اور ایک قدم نہیں اٹھایا اور کبھی لبوں کو حرکت نہیں دی مگر آپ کے اصحاب نے اس کو پورے اہتمام کے ساتھ قلم بند کرلیا اور یا کاغذ کے اوراق سے بھی زیادہ پائدار یادداشت میں محفوظ رکھا۔

اور یہ اس لئے کہ انھوں نے زندگی کے ہر ایک شعبہ میں آپ ہی کی ذات بابرکات کو اسوۂ حسنہ ٹھہرا لیا تھا اور دین و دنیا کے ہر ایک کام میں وہ آپ ہی کے اقوال و احوال کو (جن پر اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کی مہر ہوچکی تھی) دلیل راہ مان چکے تھے۔

بعدہٗ انھوں نے تمام دنیا کو اسی ایک مقصد (عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ) کی طرف دعوت دی جس کے لبیک کہنے کیلئے مشارق و مغارب سے لوگ امنڈ پڑے اور کسی صحابی سے ایک حدیث سن لینے کو انھوں نے کل دنیا اور مافیہا سے زیادہ قیمتی سمجھا۔ پھر ان لوگوں کی راہ طلب میں نہ تو سمندر کی موجیں حائل ہوسکیں اور نہ پہاڑوں کی بھاری بھاری چٹانیں جنگل و بیابان قطع کرتے ہوئے اور پہاڑوں کو پھلانگتے ہوئے وہاں پہونچے جہاں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار مبارک سے آنکھیں روشن

کرنے والے موجود تھے مکہ۔ مدینہ۔ کوفہ۔ بصرہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے پڑھانیوالوں سے بھر گیا اور کل دشت وجبل نعرہ **حدیث** سے گونج اُٹھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ خلفاً عن سلفٍ چلا اور بیسیوں علوم خاص فن حدیث کی متعلق مدون ہوگئے۔ یہانتک کہ ثریا تک پرواز کرنے والے عجمیوں کی ایک جماعت نے روایات اور الفاظ حدیث کا ایک چھانا اور تایا ہوا صحیح وصاف ذخیرہ جس میں وضاعین اور کذابین کی بطالت انگیز مکائد کی ذرہ برابر بھی آمیزش نہ تھی ہمارے ہاتھوں میں قیامت تک کیلئے چھوڑ دیا اور ایک دوسرے گروہ نے (جو لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ میں شامل تھا) ان احادیث کے اسرار ومعارف اور اصول وفروع منضبط کر کے سیکڑوں علوم اسلامیہ کی بنیاد ڈالدی۔ انھوں نے یہ بخوبی ثابت کر دکھایا کہ نہ تو دنیا کا کوئی فلسفہ ان تعلیمات کا مقابلہ کرسکتا ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیرووں کو دیں ہیں۔ اور نہ مصریوں کا ابلہ فریب تمدن اور نہ حکمت یونان کی عظام رمیم

فریب برائے عزیزاں چساں خورم کہ مرا — حدیث سید کونین بر زبان باقیست

اُس زمانہ کے ملوک وسلاطین کی توجہ اور حوصلہ افزائی بھی داد دینے کے قابل ہی کہ انھوں نے علمائے حدیث کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا خود محدث بنے۔ اوروں کو اس طرف رغبت دلائی حتی کہ دمشق اور قاہرہ وغیرہ میں خاص دار الحدیث کے نام سے عمارتیں بنوا کر آئندہ نسلوں کیلئے نیک مثالیں قائم کیں۔ گویا اس طرح سے وہ امانت جو قلم نے بطون اوراق میں جمع کی تھی مدارس کے کمروں کے سپرد کی گئی۔ تاریخ کی ضخیم جلدیں اس چھوٹے سے اشتہار میں نہیں سما سکتیں جن سے تمکو یہ معلوم ہوتا کہ اب سے چند صدی پہلے کس طرح مسلمانوں کی غفلت اور کم ہمتی یا سہل انکاری ہی بالخصوص ہندوستان میں علم حدیث (اور صحیح معنی میں علم حدیث) قریباً ناپید رہا اور پھر کس طرح دہلی کے ایک حکیم اُمت نے مدینہ منورہ سے ایک نہر کاٹ کر نئی روانی اور حیرت انگیز آب وتاب کے ساتھ ہندوستان کی بنجر زمین میں جاری کی اور پھر کس صورت سے اُسکے حقیقی وارثوں نے اُسکو خشک ہونے سے بچایا۔
میرے نزدیک آپ کو تاریخ کے سارے دفتر کو اُلٹ پلٹ کرنے کی ضرورت نہیں دیوبند میں آجاؤ۔ اور قاسمی رشیدی (بلکہ ولی اللہی) دار العلوم کو دیکھ لو وہ خود فن حدیث وفقہ کی ایک مجسم تاریخ ہے۔ کیونکہ اسی نے آج اس کساد بازاری کے زمانہ میں اُس متاع گرانمایہ کو رواج دیا جس کو مسلمان اپنی بد قسمتی سے کھو بیٹھے تھے۔ یہاں پہونچکر تم دیکھو گے کہ حدیث کی تعلیم کس طرح

ہوا کرتی ہے اور کس طرح ہونی چاہیے اور کس طرح آج بھی اعناق مطایا کو قطع کرکے طالبین حدیث کے جوق درجوق مختلف اقطار واکناف سے چلے آرہے ہیں اور کس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم وطن آج دیوبند کے دار العلوم سے اُن کے قدیم ترکہ کو بخارا پہونچانے میں سرگرم ہیں اور کس طرح اس نہر کے چند قطرے مدینہ طیبہ پہونچکر اپنے اصلی سرچشمہ میں جا ملے ہیں۔

مشتاقان حدیث اور عاشقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ہجوم کو دیکھکر منتظمین دار العلوم بھی تنگ مکانی سے گھبرا اٹھے اور تقریباً چھ سال ہوئے کہ انھوں نے تاسیس دار الحدیث کے متعلق آواز بلند کی مسلمانوں کے ہر طبقہ نے اُس کو سنا اور ایسے قبول عام کے ساتھ سُنا کہ جس کی نظیر کم از کم میری نگاہ سے تاریخ میں نہیں گذری۔ میں نے کسی دار الحدیث بلکہ کسی درگاہ کی نسبت نہیں پڑھا کہ اسمیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ائمہ مجتہدین اور مشائخ عظام رضی اللہ عنہم کی طرف سے ہزاروں آدمیوں نے چندے بھیجے ہوں۔ اور ایسے مبشرات بیان کیں ہوں جو دار الحدیث دیوبند کی نسبت بیان کی گئیں زیادہ تفصیل کا یہ موقع نہیں لیکن میں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو دار الحدیث عہد ماضی میں بنائے گئے اُن کے بانی سلاطین اور فرمانروا تھے اور اس کے محرک وساعی عموماً فقرا اور متوسط الحال لوگوں کی ایک جماعت ہے۔

بہر حال چھ سال ہوئے یہ غلغلہ اٹھا اور ایک نہایت معقول رقم جس کی تفصیل کسی دوسری اشاعت میں معلوم ہو سکے گی چند یوم میں بغیر کسی معتد بہ مادی کشش کے اس مد میں پہونچ گئے۔ اس کے بعد یکایک وہ پھر خاموشی سے بدل گیا جس کی بہت سی وجوہ عوام نے طبعاً اختراع کرلیں لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ایک سرکاری گندے نالے کے حائل ہونے کی وجہ سے بڑے عرصہ تک یہ مقدس کام رکا رہا پیہم مساعی کے بعد خداوند تعالیٰ نے گورنمنٹ عالیہ کو اس طرف متوجہ کیا اور موجودہ ہز آنر نواب لفٹننٹ گورنر بہادر کی قابل شکریہ عنایات خاصہ سے دار العلوم کے ارباب حل وعقد اس مشکل پر غالب گئے۔ یہانتک کہ پاکی نے ناپاکی کو دور کردیا اور آفتاب قدس کی شعاعوں کو نجاست کے چھینٹے گندہ نہ بنا سکے اور اما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کی مثل پوری صادق ہوئی والحمد للہ علی ذلک۔

اب جماعت اسلام اور اخوان صدق وصفا کی اطلاع کے لئے یہ اعلان شائع کیا جاتا ہے کہ

بحمد اللہ دار الحدیث کی عالیشان بنیادیں (جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں) بھری گئیں اور عمارت کا نقشہ زمین پر قایم ہو گیا اور نہایت سرعت کے ساتھ کام جاری ہی۔ لیکن یہ سرعت جب ہی قائم رہ سکتی ہی جبکہ ہماری قوم زائد از زائد توجہ سے کام لے کیونکہ یہ لاکھ سوا لاکھ روپیہ کا تخمینہ اولاً خدا کی فضل و رحمت اور ثانیاً مسلمانوں کی اعلیٰ درجہ کی توجہ سے ہی انجام پا سکتا ہی۔ اگر مسلمانان ہند کی ہمت وسعی نے یہ کام کر دکھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اولیا، علما کی یہ رفیع المنزلت یادگار سرزمین ہند پر قائم ہو گئی تو انشاء اللہ العزیز یہ ایک ایسی یادگار ہوگی جو دنیا میں تا ابد مسلمانوں کی عظمت و وقعت کو زندہ رکھیگی اور آخرت میں ذخائر حسنات اُن کے ساتھ ہونگے۔

خداوند رب العزت کے فضل و کرم سے (جس کی مہربانی ہمیشہ اپنے تمام بندوں پر مبذول رہی ہے) یقین ہی کہ اگر ہم سب اُس کے سامنے گردن جھکا کر اور خالص اُس کے افضال پر بھروسہ کرکے اور اپنی غفلت شعاریوں کو چھوڑ کر کوشش کریں گے تو وہ ضرور اپنی رحمت کی بارش برسائیگا جس سے امید کی تمام کھیتیاں لہلہا اُٹھیں گی اور کوئی مشکل ایسی نہ رہے گی جو آسانی سے نہ بدل جائیگی۔ ؎

فضل اللہ کا کس حال میں شامل نہ رہا	ایک دم بھی وہ کبھی لطف سے غافل نہ رہا
حال اپنا ہی کسی کام کے قابل نہ رہا	ورنہ یہ سخت غلط ہے کہ وہ مائل نہ رہا

اے کہ خواہی بجہاں اشرف و ممتاز آئی
مے نشاید کہ ز پندار بہ پرواز آئی

پس اے خدائے قدیر ؎

مو بمو عقدۂ دشوار ہیں آساں کر دے	سر بسر درد کی تصویر ہیں درماں کر دے
خوگر گریۂ اندوہ کو خنداں کر دے	تجھ میں قدرت ہے کہ کانٹے کو گلستاں کر دے

شد فراموش جہاں قصۂ پارینۂ ما
باز نقدے برواج آرز گنجینۂ ما

رقمزدہ
شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ
مدرس دار العلوم دیوبند

مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

تخمینہ تعمیر دار الحدیث متعلقہ دار العلوم دیوبند

نمبر	نام کمرہ معہ پتہ	طول و عرض	رقم	ہندسہ
۱	کمرہ صدر دار الحدیث معہ برآمدہ جات گگری وغیرہ	۴۸ + ۳۵	[illegible]	۳۱,۱۴۷-۰-۰
۲	کمرہ برج والہ منزل اول معہ برآمدہ جات وغیرہ	۳۰ + ۳۰	[illegible]	۱۹,۸۷۱-۷-۰
۳	کمرہ صدر دوم بر نودرہ - - - -	۴۸ + ۳۵	[illegible]	۴,۶۹۲-۱۲-۰
۴	کمرہ جنوبی متصل کمرہ صدر دار الحدیث معہ برآمدہ جات	۳۳ + ۲۳	[illegible]	۱۲,۸۲۵-۲-۹
۵	کمرہ شمالی متصل کمرہ صدر دار الحدیث معہ برآمدہ جات	۳۳ + ۲۳	[illegible]	۱۲,۸۲۵-۲-۹
۶	کمرہ برج والہ منزل دوئم معہ برآمدہ - - - -	۳۰ + ۳۰	[illegible]	۷,۸۶۵-۵-۰
۷	کمرہ برج والہ منزل سوئم معہ برج و معہ برآمدہ جات	۳۰ + ۳۰	[illegible]	۹,۹۱۱-۲-۳
۸	کمرہ شمالی متصل کمرہ برج والہ معہ کمانچہ - -	۱۸ + ۱۵	[illegible]	۴,۲۹۶-۳-۳
۹	کمرہ جنوبی متصل کمرہ برج والہ معہ کمانچہ - -	۱۸ + ۱۵	[illegible]	۴,۲۹۶-۳-۳
۱۰	بالائی حصہ کمرہ شمالی متصل برج والہ - -	۱۸ + ۱۵	[illegible]	۲,۶۶۵-۱-۹
۱۱	بالائی حصہ کمرہ جنوبی - " - - -	۱۸ + ۱۵	[illegible]	۲,۶۶۵-۱-۹
۱۲	کمرہ برجی والہ بر برآمدہ کمرہ جنوبی بالائی حصہ معہ برجی	۱۰ + ۱۰	[illegible]	۱,۹۴۳-۵-۰
۱۳	کمرہ شمالی برجی والہ بر برآمدہ کمرہ شمالی معہ برجی -	۱۰ + ۱۰	[illegible]	۱,۹۴۳-۵-۰
	میزان کل		[illegible]	۱,۲۳,۳۸۸-۱۴-۹

کمرہ نمبر ۱ و نمبر ۳ کا طول و عرض مساوی ہونے کی وجہ سے اسکے مصارف میں بھی مساوات کا خیال ہوتا ہے حالانکہ کمرہ نمبر ۱ کا صرف بہت زیادہ دکھلایا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ کمرہ نمبر ۱ نیچے کا کمرہ ہے اور نمبر ۳ اوپر کا کمرہ نمبر ۱ میں اخراجات بنیاد - بھرائی بجیری - کرسی وغیرہ کے زائد ہیں - نیز کمرہ نمبر ۳ سے نمبر ۱ کی بلندی بھی زیادہ ہے اور نمبر ۱ کے آثار نمبر ۳ سے خصوصاً بنیادوں میں بہت زائد ہیں اور نمبر ۱ میں گگری بھی ہے جسکا [illegible]

الوقت ... الاحکام
۱۳۳۵ھ
بابت جمادی الاولیٰ
کل امداد بابت
[illegible]
ملاحظہ ہو
اشرف علی

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔
(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔
(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔
(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔
(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹوح کے اڑھائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ اس رسالہ میں کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور قیمت سالانہ عہ ہے
(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرماچکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کرکے عہ کا ویلو ہوگا۔
(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔
(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب سنہ ۱۳۳۱ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔
(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جائیگی۔
(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں مولانا مولوی **شبیر علی** صاحب برادرزادہ مولانا مدظلہم العالی مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتے ہیں۔
(۱۱) **الامداد** کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔
(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ میں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم
رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

دلیل اس عقد کے جواز کی رد المحتار مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۷۲ ہجری جلد ۲ صفحہ ۱۹ پر مذکور ہے ۱۲ منہ